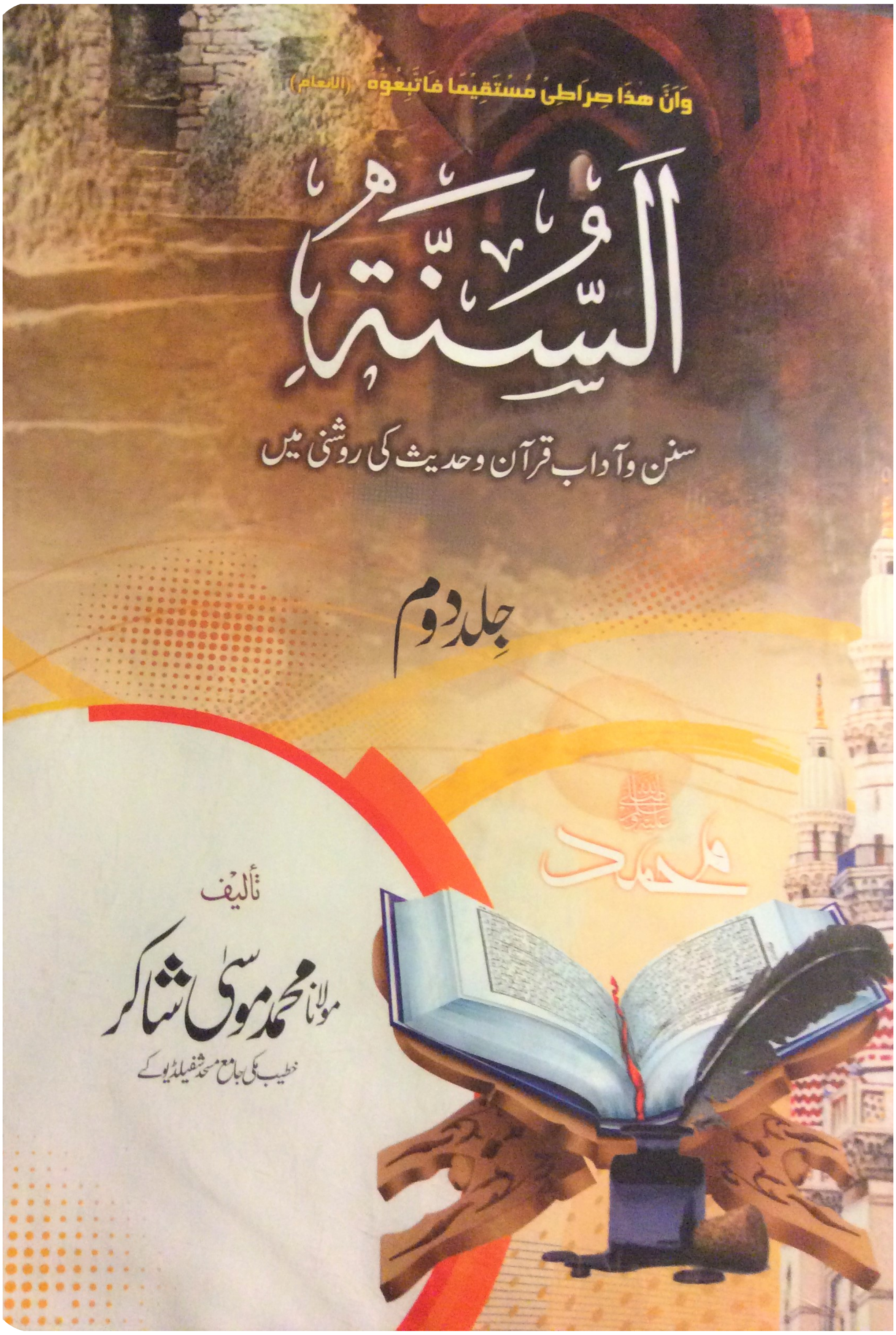

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ (الانعام)
اَلسُّنَّة
سنن و آداب قرآن و حدیث کی روشنی میں
جلد دوم
تالیف
مولانا محمد موسیٰ شاکر
خطیب مکی جامع مسجد شفیلڈ یو کے



اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔

{لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ} (الاحزاب)

اَلسُّنَّۃُ

یعنی سنن وآداب

قرآن وحدیث کی روشنی میں

تالیف

مولانا محمد موسیٰ شاکر غفراللہ لہٗ

السُّنَّۃ

ناشر .... مولانا محمد موسیٰ شاکر

تعداد 1000

قیمت ....

پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز

PRINTERS

Al-Qasim Printers

+92 321 500 25 43

پاکستان میں ملنے کے پتے:

(۱) مکتبہ ابو موسیٰ الاشعری جامع مسجد و مدرسہ ابو موسیٰ الاشعریؓ شاکر آباد کوٹ میرا تحصیل حسن ابدال ضلع اٹک پاکستان: فون نمبر: 03129633089 - 03400019340

(۲) کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی پاکستان

(۳) مکتبہ قاسمیہ ۱۴ اے، غلام محمد آباد فیصل آباد پاکستان　　(۴) مکتبہ اسلامیہ لاہور پاکستان

انگلینڈ میں ملنے کے پتے:

(1) Makki Jamia Masjid, plantation Road, Sheffield, S8 9TH, UK, ph:0044,1143271838

(2) Moulana M M Shakir, 49 Glen Road, Sheffield, S7 1RA, UK, ph:0044,7794141715

(3) Moulana Shabir Ahmid, 66 Meadow Street Rotherham S61 1EB,UK, ph:0044,7388300694

فہرست جلد دوم

انتساب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میں اپنی اس حقیر سی کاوش کو بارگاہ ربّ العالمین میں عرض قبولیت پیش کرتے ہوئے اپنے تمام مہربان اساتذۂ کرام: کے نذر کرتا ہوں جنہوں نے بندہ کی تعلیم وتربیت میں شب و روز محنت فرمائی اور جن کی شفقت اور خصوصی توجہ کے سایۂ عاطفت تلے بندۂ ناچیز علوم نبوت کی پیاس بجھاتا رہا۔

اور اپنے مرحوم والدین رحمہا اللہ کے نام منسوب کرتا ہوں جنہوں نے علم دین کے راستے پر مجھے ڈالا اور جن کی دعاؤں کی بدولت میں اس قابل بن سکا۔

اور اللہ کے حضور دعاء گو ہوں کہ ربّ کائنات میرے مرحوم والدین اور اساتذۂ کرام کو غریق رحمت فرمائے ،اور ان کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ وارفع مقام عطا فرمائے۔اور جو زندہ ہیں اُن کا عظیم سایہ ہمارے سروں پر قائم ودائم رکھے اور اُن کو دین کی محنت کیلئے تا دیر ترو تازہ رکھے۔آمین یا ربّ العالمین:

محتاج دعاء: **محمد موسیٰ** شاکر غفر اللہ لہٗ۔

مکی جامع مسجد شفیلڈ یو کے

کلمات بابرکات

ولیٔ کامل، استاد العلماء، شیخ الحدیث، حضرت مولانا سید غلام نبی شاہ صاحب

دامت برکاتہم العالیہ: مدیر و بانی جامعہ عربیہ سراج العلوم جبوڑی پاکستان

باسمہٖ سبحانہٗ وتعالیٰ جلّت قدرتہٗ و عزّ سلطانہٗ

برادر مکرم ومحترم، مخلص حضرت مولانا محمد موسیٰ شاکر صاحب زید مجدھم کی تحریر (السنۃ) سنن وآداب سامنے آئی تو فوراً زبان پر یہ حدیث پاک آئی:

{ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَأَصحَابِہٖ أَجْمَعِیْن۔ مَنْ حَفظَ سُنَّتِیْ، أَکْرَمَہُ اللّٰہُ بِأَرْبَعِ خِصَالٍ (۱) اَلْمَحَبَّۃُ فِیْ قُلُوْبِ الْبَرَرَۃِ (۲) وَالْھَیْبَۃُ فِیْ قُلُوْبِ الْفَجَرَۃِ (۳) وَالسَّعَۃُ فِی الرِّزْقِ (۴) وَالثَّبَاتُ عَلَی الدِّیْنِ } (الحدیث)

وقال امام مالک رحمہ اللہ : اِنَّ السُّنَّۃَ مِثْلَ سَفِیْنَۃِ نُوْحٍ مَنْ رَکِبَھَا نَجَا، وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْھَا غَرَقَ۔

اگر جنت میں جانے کا ارادہ ہو تمامی کا
تو گلے میں طوق ڈال لو محمدؐ کی غلامی کا
حق پر ثابت قدم رہ ، باطل کا شیدائی نہ بن
اگر تجھے ایمان پیارا ہے ، تو مرزائی نہ بن

{الراقم (حضرت مولانا) سید غلام نبی شاہ عفی عنہ (دامت برکاتہم}

بہ تاریخ: ۲۳ محرم الحرام ۱۴۴۰ ھجری

ابتدائیہ

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ، نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئٰاتِ اَعْمَالِنَا ، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ ، وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ۔وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَحْدَہٗ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَعَلیٰ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا۔اَمَّابَعْدُ:فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَخَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَکُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٍ }

قارئین کرام:

بفضل اللہ تعالیٰ السنّۃ کی پہلی جلد کے بعد دوسری جلد حاضر خدمت ہے۔آپ سے گزارش ہے کہ اس کتاب کو اپنے گھر،مسجد، اور دوست احباب کے سامنے عمل کی نیت سے پڑھ کر سنائیں،اور دوسروں تک اُسے پہنچانے کی کوشش فرمائیں، تاکہ ہماری زندگیاں پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے اور مبارک طریقوں کے مطابق بن جائیں، اور ہر کام میں ہم پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نمونہ اور اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہو کر فلاح ونجات دارین حاصل کرسکیں۔

یاد رکھیں:! اپنے اہل وعیال کی دنیوی راحت اور آرام کے خیال رکھنے سے بھی بڑھ کر اُن کی اُخروی راحت اور آرام کا خیال رکھنا ضروری ہے،اور اس کے لئے اُن کی صحیح دینی تربیت کرنا ہمارا فرض ہے۔اس لئے اپنے گھروں میں بھی اپنے اہل وعیال کے ساتھ دنیا کی سب سے عظیم ترین اور مہربان ہستی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کا مذاکرہ کیا جائے تاکہ ان کے دل ودماغ کی سفید لوح پر پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کی محبت نقش ہو جائے۔اللہ ہم سب کو پیارے پیغمبر کی کامل اور سچی محبت نصیب فرمائے۔آمین

{ محتاج دعاء محمد موسیٰ شاکر غفر اللہ لہٗ }

مشروبات پینے کے آداب اور سنتیں

قارئین کرام:

جس طرح کھانا ربّ العالمین کی عظیم نعمت ہے اسی طرح پانی بھی اللہ کی بیش بہا نعمت ہے جس کے ساتھ انسان کی زندگی وابستہ ہے ربّ العالمین کا قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ﴾

کہ ہم نے پانی کے ساتھ ہر چیز کو زندگی بخشی۔ دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

﴿ اَفَرَأَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِىْ تَشْرَبُوْنَ * ءَ اَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ﴾

بھلا دیکھو تو پانی کو جو تم پیتے ہو۔ کیا تم نے اُتارا اس کو بادل سے یا ہم ہیں اتارنے والے۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہے: { فَاَسْكَنّٰهُ فِى الْاَرْضِ } یعنی ہم نے پہلے آسمان سے پانی برسایا، اور پھر اس کو زمین کے اندر بٹھا دیا اور جمع کر دیا۔ اس کو اس طرح بٹھا دیا کہ پہلے پہاڑوں پر برسایا، اور پھر اس کو برف کی شکل میں وہاں جما دیا، اور ہمارے لئے وہاں ایک قدرتی فریزر بنا دیا، اور پھر وہاں سے پگلا پگلا کر زمین کی رگوں کے ذریعے آبشاروں، چشموں اور کنوؤں تک پانی پہنچا دیا اس لئے ہمیں چاہئے کہ جب بھی پانی پئیں یا استعمال میں لائیں تو تھوڑی دیر رُک کر اس پر غور کریں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے یہ میٹھا پانی ہم تک پہنچایا، اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور اللہ کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق پئیں تا کہ آپ کا پانی پینا عبادت بن جائے۔

دائیں ہاتھ سے پینا

کھانا، پانی، چائے، دودھ، شربت یا کوئی بھی کھانے پینے والی چیز ہو تو دائیں ہاتھ میں لے کر کھائیں اور پئیں کیونکہ بائیں ہاتھ سے شیطان کھاتا پیتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی بائیں ہاتھ سے نہ کھائے اور نہ پانی پیئے! کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے۔ (ترغیب ج ۳ ص ۱۲۸)

پانی پینے سے پہلے اگر کھڑے ہوں تو بیٹھ جانا۔

حتی الامکان کھڑے ہو کر اور لیٹ کر پانی نہیں پینا چاہئے کیوں کہ اس میں کئی امراض کا خطرہ ہوتا ہے، عام عادت کے طور پر پیارے پیغمبر ﷺ کی سنت طیبہ بیٹھ کر پینے کی تھی اور اسی پر ساری عمر عمل فرمایا۔ اس لئے خود بھی اس کا اہتمام کریں اور دوسروں سے بھی اس کا اہتمام کرائیں۔ کھڑے ہو کر پینا مکروہ تنزیہی ہے اور حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ عَنْ اَنَسٍ ؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّهٗ نَهٰی اَنْ یَّشْرَبَ الرَّجُلُ قَائِمًا۔ ﴾ (رواہ مسلم)

پیارے پیغمبر ﷺ نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔

اسی طرح آپ ﷺ سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر پینے والے کو قے کرنے کا حکم دیا۔ مگر یہ کہ کوئی عذر ہو اور بیٹھنے کی گنجائش نہ ہو تو ایسی صورت میں کھڑے ہو کر پینا بھی جائز ہوگا جیسا کہ حضرت علی ؓ اور حضرت کبشہ ؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ (زاد المعاد ص ۴۶۲)

شروع میں بسم اللہ پڑھنا اور بعد میں الحمد للہ کہنا

حضرت نوفل بن معاویہ الدولی ؓ سے روایت ہے کہ:

﴿ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَشْرَبُ بِثَلَاثَةِ اَنْفَاسٍ، یُسَمِّیَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ فِیْ اَوَّلِهٖ ، وَیَحْمِدُهٗ فِیْ آخِرِهٖ۔ ﴾ (اخرجه طبرانی فی المعجم الاوسط، و عمل الیوم واللیلة ۲۲۳)

پیارے پیغمبر ﷺ پانی تین سانسوں میں پیتے تھے اور ہر سانس کے شروع میں بسم اللہ پڑھتے اور آخر میں الحمد للہ پڑھتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو اس لقمہ اور گھونٹ کی وجہ سے جنت میں داخل فرمائیں گے جس کے کھانے پینے کے بعد بندے نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی ہوگی (یعنی ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' کہا ہوگا)۔ (مرقاۃ ۸، ۲۲۸)

تین سانس میں پینا اور ہر سانس پر برتن کو منہ سے الگ کر لینا

جب پانی پئیں تو آہستہ آہستہ چھوٹے چھوٹے گھونٹ لے کر پئیں بڑے بڑے گھونٹ نہ لیں، ایک سانس میں نہ پئیں کہ اس سے پینے کی نالی بند ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے مروڑ اٹھتا ہے، پینے میں جلدی نہ کریں۔ پانی پیتے وقت ڈکار نہ لیں، نہ ہی برتن میں سانس لیں بلکہ برتن کو منہ سے الگ کر کے سانس لیں اور الحمد للہ کہیں، اور پیاس باقی ہو تو بسم اللہ کہہ کر

دوبارہ پینا شروع کریں۔حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ:

﴿ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَتَنَفَّسُ فِي الْاَنَاءِ ثَلَاثًا۔ ﴾

پیارے پیغمبر ﷺ (پانی کے) برتن کو (منہ سے ہٹا کر) تین مرتبہ سانس لیتے تھے۔

اور دوسری روایت میں حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ اَنَّهُ رَأٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ شَرِبَ جُرْعَةً، ثُمَّ قَطَعَ،ثُمَّ سَمّٰى، ثُمَّ جَرَعَ ،ثُمَّ قَطَعَ، ثُمَّ سَمّٰى ثَلاَثًا حَتّٰى فَرَغَدَ فَلَمَّا شَرِبَ حَمِدَ اللّٰهَ عَلَيْهِ۔ ﴾

انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو (پانی پیتے ہوئے) دیکھا۔آپ ﷺ نے ایک گھونٹ پیا، اور پھر پینا موقوف کردیا، پھر بسم اللہ پڑھ کر پینا شروع کیا،اور پھر سانس لیا، پھر تیسری مرتبہ بسم اللہ پڑھ کر سیر ہوکر پیا،اور فارغ ہونے پر الحمد للہ کہا۔

حضرت ابوقتادہؓ فرماتے ہیں کہ:

﴿اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى اَنْ يَّتَنَفَّسَ فِيْ اَنَاۤءٍ۔﴾ (رواہ مسلم)

پیارے پیغمبر ﷺ نے برتن کے اندر سانس لینے سے منع فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا شَرِبَ فِي الْاِنَاءِ تَنَفَّسَ ثَلَاثَةَ اَنْفَاسٍ، يَحْمِدُاللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ فِيْ كُلِّ نَفَسٍ، وَيَشْكُرُهٗ فِيْ آخِرِهِنَّ۔ ﴾ (طبرانی فی معجم الکبیر ،عمل الیوم واللیلة ۲۲۳)

پیارے پیغمبر ﷺ جب برتن میں پانی پیتے تو تین سانس لیتے تھے اور ہر سانس لیتے وقت اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے الحمد للہ کہتے،اور ہر سانس کے آخر میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا فرماتے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَشْرَبُوْا وَاحِدًا كَشُرْبِ الْبَعِيْرِ، وَلٰكِنِ اشْرَبُوْا مَثْنٰى وَثُلَاثَ، وَسَمُّوْا اِذَا اَنْتُمْ شَرِبْتُمْ وَاحْمَدُوْا اِذَا اَنْتُمْ رَفَعْتُمْ۔ ﴾ (رواہ الترمذی)

پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: پینے کی کسی چیز کو اونٹ کی طرح ایک ہی سانس میں مت پیو، بلکہ دو

یا تین دفعہ کر کے پیو، اور جب پیو تو بسم اللہ کہو اور جب فارغ ہو تو الحمد للہ کہو۔

اور پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ مَصُّوْا الْمَآءَ مَصًّا وَلَا تَعُبُّوْهُ عَبًّا فَاِنَّ الْكِبَادَ مِنَ الْعَبِّ ﴾ (ابو منصور دیلمی)

پانی چوس چوس کر پیو، بڑے بڑے گھونٹ لگا تار غٹ غٹ کر کے مت پیو، اس سے جگر کی بیماری پیدا ہوتی ہے۔

اور تجربہ سے یہ بات ثابت ہے کہ اگر اچانک زیادہ مقدار میں جگر پر پانی ڈال دیا جائے تو اس سے دردِ جگر پیدا ہو جاتا ہے اور اس کی حرارت کمزور ہو جاتی ہے۔ تین سانس میں پانی پینے کا فائدہ یہ ہے کہ:

(۱) اس طرح پانی پینا پیاس کو اچھی طرح بجھاتا ہے۔ (۲) ہاضمہ کے لئے بہت زود اثر ہے۔

(۳) اس میں معدہ کی سلامتی ہے، معدہ میں انتہائی ٹھنڈک کم کرتا ہے اور سردی کے حملہ آور ہونے کے خطرہ سے محفوظ رہتا ہے اور اس سے اعصابی کمزوری کم ہو جاتی ہے۔ (مرقاۃ)

ٹوٹے ہوئے برتن سے نہ پینا

برتن کے ٹوٹے ہوئے کنارے کی طرف سے پانی نہ پئیں۔ اس لئے جس برتن سے پانی پئیں تو اس کو اچھی طرح دیکھ لیں کہ کہیں سے پانی تو نہیں ٹپک رہا ہے۔

دائیں جانب سے آغاز کرنا

اگر بہت سے لوگ ایک وقت میں ایک ہی برتن سے پانی یا مشروب چائے شربت وغیرہ پی کر اگر دوسروں کو دینا چاہئیں تو پہلے داہنے والے کو دیں۔ چنانچہ ایک روایت میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ شَرِبَ وَنَاوَلَ الَّذِیْ عَنْ يَمِيْنِهٖ۔ ﴾ (رواہ مسلم و ابو داؤد)

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشروب نوش فرمایا اور پھر اس شخص کو دیا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں طرف تھا۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اُتِیَ بِلَبَنٍ قَدْ شِيْبَ بِمَآءٍ وَعَنْ يَمِيْنِهٖ اَعْرَابِیٌّ ،وَعَنْ يَسَارِهٖ اَبُوْ بَكْرٍؓ فَشَرِبَ ،ثُمَّ اَعْطَى الْاَعْرَابِیَّ وَقَالَ اَلْاَيْمَنُ فَالْاَيْمَنُ۔ ﴾ (الترمذی)

ایک مرتبہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں (ایک شخص) دودھ لے کر آئے جس میں پانی ملایا گیا تھا (اس لئے کہ اہل عرب پانی ملے ہوئے دودھ کو زیادہ مفید سمجھتے تھے، خاص طور پر پیاس بجھانے کے لئے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دودھ میں سے کچھ نوش فرمایا، اس وقت حضرت ابوبکرؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بائیں جانب تھے، دائیں طرف ایک اعرابی تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچے ہوئے دودھ کا پیالہ دائیں طرف بیٹھے ہوئے اعرابی کی طرف بڑھا دیا اور ارشاد فرمایا کہ دائیں جانب والا شخص اس کا زیادہ مستحق ہے۔

دوسری روایت حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے اِس گھر میں داخل ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ اور بعض دوسرے اَعرابی لوگ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بکری کا دودھ لایا گیا اور اس میں ہمارے اس کنویں کا پانی ملایا گیا تھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا:

﴿فَشَرِبَ وَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنْ يَسَارِهٖ،وَالْاَعْرَابِىُّ عَنْ يَمِيْنِهٖ، فَلَمَّا شَرِبَ قَالَ عُمَر ؓ اَبُوْ بَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، فَأَعْطَاهُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَلْاَعْرَابِىُّ وَقَالَ: اَلْأَيْمَنُ فَالْأَيْمَنْ۔﴾ (رواه مسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں سے نوش فرمایا، اس وقت حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے، دائیں طرف ایک اعرابی تھا، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دودھ نوش فرمالیا تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! باقی ماندہ دودھ حضرت ابوبکرؓ کو عطا فرمادیجئے)۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچے ہوئے دودھ کا پیالہ دائیں طرف بیٹھے ہوئے اَعرابی کی طرف بڑھا دیا اور ارشاد فرمایا کہ دائیں جانب والا شخص اس کا زیادہ مستحق ہے اور پھر اس سے دائیں والا۔

پانی دیکھ کر پینا

پانی دیکھ کر پئیں، اور کسی بڑے برتن سے منہ لگا کر پینے سے اجتناب کریں۔ کوئی بھی مشروب پینے سے پہلے اس پر نظر ڈال لیں، ایسا نہ ہو کہ کوئی کیڑا وغیرہ کوئی چیز ہو اور بے خیالی میں مشروب کے ساتھ منہ میں چلی جائے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں:

﴿نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ عَنْ اِحْتِنَاثِ الْاَسْقِيَةِ، يَعْنِىْ اَنْ تُكْسَرَ اَفْوَاهُهَا وَيُشْرَبُ

مِنْهَا۔﴾ (رواہ البخاری ،ومسلم)

پیارے پیغمبرصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ مشکیزوں کا منہ کاٹ کر پھر اس سے منہ لگا کر پانی پیا جائے۔ مشکیزہ، گیلن ،بڑا کنستر، مٹکا، یا کوئی بھی ایسا برتن جس کا منہ تنگ ہو اور ایک دم سے زیادہ پانی آ جانے کا احتمال ہو یا اندر کا پانی نظر نہ آتا ہو اور گندگی یا کیڑے مکوڑے کا اندیشہ ہو تو ایسی چیز سے منہ لگا کر پانی نہ پئیں، البتہ ضرورت کے وقت پینا بھی جائز ہوگا جیسا کہ حضرت حسان بن ثابت ؓ کی بہن کبشہ بنت ثابت ؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ پیارے پیغمبرصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے ،ایک مشکیزہ لٹکا ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر اس مشکیزہ سے منہ لگا کر پانی پیا۔

کھانا کھانے کے بعد پانی نہ پینا

کھانا کھانے کے بعد پانی پینا پیارے پیغمبرصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت نہیں ہے اور خاص طور پر اس وقت کہ پانی گرم ہو یا زیادہ ٹھنڈا ہو، کیونکہ یہ دونوں صورتیں نقصان دہ ہیں اور معدہ اور ہاضمہ کے لئے مضر ہیں۔اسی طرح پھل کھانے کے بعد، جماع کرنے کے بعد، ورزش کے بعد تھکاوٹ ہونے پر اور غسل کرنے کے فوراً بعد پانی پینے کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اچھا نہیں سمجھتے تھے۔

پیارے پیغمبرصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سرد اور شیریں پانی زیادہ محبوب تھا

پیارے پیغمبرصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سرد اور شیریں پانی زیادہ محبوب تھا چنانچہ امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ كَانَ اَحَبُّ الشُّرْبِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَلْحُلْوُ الْبَارِدْ۔﴾ (رواہ الترمذی)

پیارے پیغمبرصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سرد اور شیریں پانی زیادہ محبوب تھا۔

اور امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں کہ:

﴿ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُسْتَعْذَبُ لَهُ الْمَآءُ مِنْ بُيُوْتِ السُّقْيَا۔﴾ (رواہ ابوداؤد)

پیارے پیغمبرصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مقام سقیا سے ٹھنڈا پانی منگایا جاتا تھا۔

بَیر سقیاء مدینہ طیبہ سے دو منزل کی مسافت پر واقع تھا)۔ بَیر سقیا کے علاوہ دیگر کنوؤں مثلاً بَیر غرس، بَیر تیہان اور مالک بن نضر کے کنویں سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے شیریں پانی لایا جاتا تھا،''بَیر غرس'' کا پانی بہت ٹھنڈا تھا اس لئے اس کنویں کا پانی خاص طور پر پیارے پیغمبرصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے لایا جاتا تھا،اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے

انتقال کے بعد مجھے غسل بھی اسی کنویں کے پانی سے دیا جائے ، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت پر عمل کیا گیا۔ حضرت رباح اسودؓ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام اور خادم تھے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ان کنوؤں سے پانی لایا کرتے تھے۔

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں کھانے کا اہتمام کچھ ایسا نہ تھا جو حاضر ہوتا وہی تناول فرما لیتے لیکن ٹھنڈا پانی چونکہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغوب تھا اور مدینہ میں شیریں پانی دستیاب نہیں تھا بلکہ کھارا تھا اس لئے دور سے لانے کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ اسی طرح حضرات صحابہ کرامؓ کے ہاں بھی ٹھنڈے پانی کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ (فتح ج ۱۰ ص ۷۴)

امام مالکؒ اپنے شاگردوں سے فرمایا کرتے تھے اے فرزندو! پانی کو ٹھنڈا کر کے پیو، کیونکہ ٹھنڈے پانی کی وجہ سے دل کی گہرائیوں سے شکر ادا ہوتا ہے۔ (مدارج، ج ۵ ص ۱۵)

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت حاجی امداداللہ صاحبؒ نے مجھ سے فرمایا: میاں اشرف علی! پانی خوب ٹھنڈا پیا کرو، ٹھنڈا پانی پیو گے تو دل سے الحمد للہ نکلے گا اور گرم پیو گے تو الحمد للہ دل سے نہیں نکلے گا بلکہ زبان تک ہی رہے گا۔

پلانے والے کو سب سے آخر میں پینا۔

جو شخص دوسروں کو پانی پلائے اس کے لئے مسنون ہے کہ وہ آخر میں پئے جب سب لوگ فارغ ہو جائیں۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ:

﴿ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَسْقِى اَصْحَابَهٗ، فَقَالُوْا : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ شَرِبْتَ،فَقَالَ: سَاقِ الْقَوْمِ اٰخِرُهُمْ۔ ﴾ (رواه البغوى فى شرح السنة)

ایک مرتبہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو پلا رہے تھے ،انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کاش آپ بھی پی لیتے ،تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ساقی (پلانے والا) سب سے آخر میں پیتا ہے۔

جب پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اپنے احباب کو کوئی چیز پلاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود سب سے آخر میں نوش فرماتے تھے۔ اسی طرح حضرت ابوقتادہؓ فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ساقی (پلانے والا) سب سے آخر میں پیتا ہے۔
(ترمذی ج ۲ ص ۱۱)

پینے کی چیز میں پھونک نہ مارنا۔

پینے کی چیزوں میں پھونک نہیں مارنی چاہئے ،اس لئے کہ اس سے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے، اس لئے

کہ پھونک مارنے کی دو وجوہات ہوسکتی ہیں یا تو وہ مشروب گرم ہوگا، یا اس میں تنکا وغیرہ کوئی چیز گری ہوگی، اگر گرم ہو تو صبر کر لے اور ٹھنڈا ہونے کا انتظار کرے، اور اگر کوئی چیز گر گئی ہے تو اس کو بجائے پھونک مارنے کے انگلی سے یا کسی اور چیز سے نکال لے یا گرا دے۔حضرت ابوسعید خدری ؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَھٰی عَنِ النَّفْخِ فِی الشَّرَابِ،فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلُ اللّٰہِ : اَلْقُذَاۃُ اَرَاھَا فِی الْاِنَاءِ؟ فَقَالَ اَھْرِقْھَا۔﴾ (رواہ الترمذی)

پیارے پیغمبر ﷺ نے پینے کی چیزوں میں پھونک مارنے سے منع فرمایا، ایک شخص نے عرض کیا اگر میں کوئی چیز اس میں گری ہوئی دیکھوں تو؟ فرمایا: گرا دو۔

اسی طرح حضرت ابن عباس ؓ بھی فرماتے ہیں:

﴿نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَنْ یُنْفِخَ فِی الْاِنَاءِ۔﴾ (رواہ ابن ماجہ)

پیارے پیغمبر ﷺ نے پینے کی چیزوں میں پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ پینے کی چیزوں میں پھونک مارنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ اس لئے کہ ممکن ہے پھونک مارتے ہوئے تھوک وغیرہ اس میں گر جائے، اور بعد میں پینے والے کو اس سے اذیت پہنچے گی۔(سیرت الشامی ج ۷ ص ۷۷)

آب زمزم اور وضو کا بچا ہوا پانی کس طرح پیا جائے۔

حضرت ابن عباس ؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ سَقَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ مِنْ زَمْزَمَ فَشَرِبَ وَھُوَ قَائِمٌ﴾ (رواہ البخاری، باب ماجاء فی زمزم)

میں نے پیارے پیغمبر ﷺ کو زمزم پلایا، آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر نوش فرمایا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زمزم کا پانی کھڑے ہو کر پینا افضل اور بہتر ہے، اور اسی طرح وضو سے بچا ہوا پانی بھی کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے۔لیکن بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ دونوں پانی بھی بیٹھ کر پینے چاہئیں، اور ابن عباس ؓ سے مروی اس روایت کی توجیہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے زمزم کا پانی اس موقع پر اس لئے کھڑے ہو کر پیا کہ وہاں بیٹھنے کی جگہ نہیں تھی ۔ایک طرف تو زمزم کا کنواں تھا اور اس پر لوگوں کا ہجوم تھا اور پھر کنویں کے چاروں طرف کیچڑ تھا جس کی وجہ سے آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیا۔اس سے معلوم ہوا کہ عذر کے مواقع پر جس طرح دوسرے پانی کو کھڑے

ہو کر پینا جائز ہے اسی طرح زمزم اور وضو کا بچا ہوا پانی بھی کھڑے ہو کر پینا جائز ہے۔عام طور پر لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ بیٹھے ہوتے ہیں اور زمزم کا پانی پینے کے لئے اہتمام کے ساتھ کھڑے ہو جاتے ہیں اس کی ضرورت نہیں بلکہ بیٹھ کر پینا ہی افضل ہے۔ (اسلام اور ہماری زندگی ص۱۰۱ ج۷)

شہد کا شربت

امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ:

﴿ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يُحِبُّ الْعَسَلَ وَالْحَلْوَاء ﴾ (رواہ البخاری ج۲ ص ۸۴۰)

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حلوہ اور شہد بہت پسند تھا۔

دوسری روایت میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تم اپنے اوپر دو شفاء دینے والی (چیزیں) لازم کرلو، ایک قرآن اور دوسرا شہد۔ (مشکوٰۃ)

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شہد میں پانی ملا کر (یعنی شہد کا شربت) نوش فرماتے اور علی الصبح نوش فرماتے، اور جب اس پر کچھ وقت گزر جاتا اور بھوک معلوم ہوتی تو جو کچھ کھانے کی چیز موجود ہوتی تناول فرماتے تھے۔ (مدارج النبوۃ)

ابن قیمؒ فرماتے ہیں شہد کا شربت ناشتہ میں استعمال کرنے میں صحت کی حفاظت ہے، یہ بلغم کو کم کرتا ہے، معدے کی چکنائی کو زائل کرتا ہے، فضلات کو دور کرتا ہے، معدے کو اعتدال کے ساتھ گرم رکھتا ہے اور جوڑوں کو کھولتا ہے۔

(شمائل کبریٰ ص۱۲۶، مدارج ص۱۵)

پانی پینے کے بعد یہ دعاء پڑھ لیں:

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ سَقَانَا مَاءً عَذْبًا فُرَاتًا بِرَحْمَتِهٖ وَلَمْ يَجْعَلْهُ مِلْحًا اُجَاجًا بِذُنُوْبِنَا۔ ﴾

تمام تعریفیں اُس ذات کے لئے ہیں کہ جس نے ہمیں بہت میٹھا پانی اپنی رحمت سے پلایا اور ہمارے گناہوں کی وجہ سے اس پانی کو نمکین اور کڑوا نہیں بنایا۔ (روح المعانی، طبرانی)

حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب کھانا کھا لیتے اور پانی پی لیتے تو یہ دعاء پڑھتے:

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَ وَسَقٰى وَسَوَّغَهٗ وَجَعَلَ لَهٗ مَخْرَجًا۔ ﴾

تمام تعریفیں اللہ رب العزت کے لئے ہیں جنہوں نے کھلایا پلایا اور اس کو قابل ہضم بنایا اور اس کے نکلنے کا راستہ بنایا۔

حضرت عبداللہ بن قیسؓ سے روایت ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿مَنْ اَكَلَ فَشَبِعَ وَشَرِبَ فَرَوِیَ فَقَالَ:

جس نے کھانا کھایا اور پیٹ بھر کر کھایا، پانی پیا اور سیراب ہوا پھر اس نے یہ دعاء پڑھی:

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ فَاَشْبَعَنِیْ، وَسَقَانِیْ فَاَرْوَانِیْ ﴾

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے مجھے کھلایا، اور پیٹ بھر کر کھلایا، اور پلایا اور سیراب فرمایا۔

خَرَجَ مِنْ ذُنُوْبِهٖ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ﴾

تو وہ اپنے گناہوں سے ایسے نکل جاتا ہے جیسا کہ آج ہی اپنی ماں سے پیدا ہوا ہو۔یعنی اس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور وہ گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہوجاتا ہے جیسا کہ گناہوں سے پاک وصاف ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔

دودھ کا مشروب

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ:

﴿ كَانَ اَحَبُّ الشَّرَابِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَللَّبَنْ۔﴾

مشروبات میں پیارے پیغمبر ﷺ دودھ کو پسند فرماتے تھے۔

پیارے پیغمبر ﷺ کبھی خالص صورت میں اور کبھی کبھی پانی ملا کر دودھ نوش فرماتے تھے۔حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ ایک انصاری صحابی کے باغ میں تشریف لے گئے آپ ﷺ کے ساتھ ایک صحابی بھی تھے۔ آپ ﷺ نے سلام کیا اس نے جواب دیا وہ انصاری باغ میں پانی دے رہے تھے۔آپ ﷺ نے اس سے پوچھا اگر تیرے مشکیزہ میں رات کا باسی پانی ہے تو لاؤورنہ ہم کیاری سے ہی پی لیتے ہیں،اس انصاری نے کہا ہاں میرے پاس باسی پانی ہے۔وہ جھونپڑے میں گیا اور پیالہ میں پانی لیا اور اس میں بکری کا دودھ دوھا۔پس آپ ﷺ نے اسے نوش فرمایا اور اس آدمی نے بھی پیا جو آپ ﷺ کے ساتھ تھا۔ (مشکوٰۃ ص ۳۷۰)

ایک روایت میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ:

﴿قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ اَطْعَمَہُ اللّٰہُ طَعَامًافَلْیَقُلْ: اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْہِ وَاَبْدِلْنَا بِہٖ مَا ھُوَخَیْرٌ مِّنْہُ ،وَمَنْ سَقَاہُ اللّٰہُ لَبَنًا فَلْیَقُلْ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْہِ وَزِدْنَا مِنْہُ، فَاِنِّیْ لَا اَعْلَمُ شَیْئًا یَجْزِیْ مِنَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ غَیْرَہٗ۔﴾

(رواہ ابو داؤد،والترمذی،ابن ماجہ ج۲ ص۲۴۳)

پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: جسے اللہ تعالیٰ دودھ پلائے تو وہ یہ کہے:

﴿ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْہِ وَزِدْنَا مِنْہُ۔ ﴾

ترجمہ: اے اللہ! اس میں ہمیں برکت عطا فرمااور زیادتی نصیب فرما۔ میں خوب جانتا ہوں کہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو کھانے اور پینے دونوں کے کام آئے بجز دودھ کے۔

دودھ کے علاوہ کوئی چیز کھانے اور پینے کا بدل نہیں ہے،اور دودھ کھانے پینے کا بدل اس طرح ہے کہ کھانے کی طرح بھوک ختم کرنے اور پانی کی طرح سیراب کرنے میں دودھ جیسی کوئی چیز نہیں۔حفظان صحت اور سیرابی جگر کے لئے گرم ممالک میں شیریں دودھ کے استعمال میں بہت زیادہ فائدے ہیں۔دودھ پینے کے بعد پہلے الحمدللہ کہے اور اس کے بعد یہ دعاء پڑھے۔

دودھ پینے کی دعاء

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ :اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْہِ وَزِدْنَا مِنْہُ۔ ﴾

اے اللہ ہمارے لئے اس میں برکت ڈال دے اور اس سے زیادہ کر۔

جب کوئی دودھ پلائے تو اس کو کیا دعاء دینی چاہیئے

حضرت عمرو بن الحمق الخزاعیؓ نے پیارے پیغمبر ﷺ کو دودھ پلایا۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں دعاء دیتے ہوئے فرمایا: { اَللّٰھُمَّ اَمْتِعْہُ بِشَبَابِہٖ۔ }۔اے اللہ اس کو اس کی جوانی سے فائدہ پہنچایئے۔ پیارے پیغمبر ﷺ کی اس دعاء کی برکت سے حضرت عمرو بن الحمق الخزاعیؓ نے (۸۰) سال کی عمر پائی اور انہوں نے اپنا سفید بال نہ دیکھا۔

☆☆☆

دعوت کے آداب اور سنتیں

دعوت کرنے کی فضیلت

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ اِذَا جَائَکُمُ الزَّائِرُ فَاَکْرِمُوْہُ۔ ﴾

جب تمہارے پاس کوئی ملنے والا آئے تو اس کی عزت کرو۔ ایک روایت میں ہے کہ:

﴿ اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ غُرَفًا یَرٰی بَاطِنُھَا مِنْ ظَاھِرِھَا وَظَاھِرُھَامِنْ بَاطِنِھَاوَھِیَ لِمَنْ اَلَانَ الْکَلَام، وَاَطْعِمُ الطَّعَامَ وَصَلیّٰ بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ یَنَام۔ ﴾ (ترمذی)

جنت میں کچھ کمرے ایسے ہیں کہ ان کے باہر سے اندر کا منظر اور اندر سے باہر کا منظر نظر آتا ہے۔ یہ کمرے ان لوگوں کے لئے ہیں جو نرم گفتگو کریں، کھانا کھلائیں، اور رات کو جب لوگ محوخواب ہوں نماز پڑھیں۔

ایک روایت میں ہے:

﴿ مَنْ اَطْعَمَ اَخَاہُ حَتّٰی یَشْبَعَہُ وَسَقَاہُ حَتّٰی یَرْوِیَہُ ،بَعُدَہُ اللّٰہُ مِنَ النَّارِ سَبْعَ خَنَادِقَ مَا بَیْنَ کُلّ خَنْدَقَیْنِ مَسِیْرَۃُ خَمْسَ مِائَۃَ عَامٍ۔ ﴾ (طبرانی)

جو شخص اپنے بھائی کو اتنا کھلا دے کہ وہ شکم سیر ہو جائے، اور اتنا پانی پلا دے کہ اس کی پیاس باقی نہ رہے تو اللہ تعالیٰ اسے دوزخ سے سات خندقیں دور کر دے گا، اور وہ خندقیں ایسی ہوں گی کہ ہر دو خندقوں کے درمیان پانچ سو برس کا فاصلہ ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ کسی نے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

﴿ أَیُّ الْاِسْلَامِ خَیْرٌ؟ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ، وَتَقْرَئُ السَّلَامَ عَلٰی مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ۔ ﴾ (رواہ البخاری)

کونسا اسلام بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کھانا کھلانا، اور ہر ایک (مسلمان) کو سلام کہنا چاہے اس کے ساتھ جان پہچان ہو یا نہ ہو۔

دوسری روایت میں عبداللہ بن سلامؓ پیارے پیغمبر ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

﴿ اَیُّھَا النَّاسُ ، اَفْشَوُاالسَّلَامَ، وَصِلُوْا الْاَرْحَامَ،وَاَطْعِمُوْا الطَّعَامَ ،وَصَلُّوْا بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ، تَدْخُلُواالْجَنَّةَ بِسَلَامٍ۔﴾

اے لوگو! سلام کو رائج کرو، اور صلہ رحمی کرو، اور کھانا کھلاؤ، ، اور رات کو اس وقت عبادت کرو جب کہ لوگ پڑے سو رہے ہوں، تو جنت میں داخل ہو جاؤ گے سلامتی کے ساتھ۔

حضرت جعفرؓ اور حضرت حسنؓ سے مرسلاً مروی ہے کہ ربّ العزت ان لوگوں پر اپنے ملائکہ کے درمیان فخر فرماتے ہیں جو اس کے بندوں کو کھانا کھلائیں۔ (ترغیب ج ۲ ص ۶۵)

حضرت علی بن ابی طالبؓ کا مقولہ ہے کہ:

﴿لَأَنْ اَجْمَعُ اِخْوَانِیْ عَلٰی صَاعٍ مِنَ الطَّعَامِ أَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ أَعْتَقَ رَقَبَةٍ۔﴾

اپنے بھائیوں کو ایک صاع کھانے پر جمع کرنا مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ ایک غلام آزاد کروں۔

دیندار لوگوں کی دعوت کرنا

دعوت کے آداب میں سے یہ ہے کہ آپ نیک اور دیندار لوگوں کی دعوت کریں نہ کہ فساق اور فجّار کی، اس لئے کہ حضرت انسؓ پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ:

﴿اَنَّهٗ کَانَ اِذَااَفْطَرَ عِنْدَ اَهْلِ بَیْتِهٖ قَالَ لَهُمْ : اَفْطَرَعِنْدَکُمُ الصَّائِمُوْنَ ، وَأَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَار، وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلَآئِکَة۔﴾

پیارے پیغمبر ﷺ جب کسی کے ہاں کھانا تناول فرماتے تو یوں دعاء فرماتے تھے: اللہ کے روزہ دار بندے تمہارے ہاں افطار کیا کریں، اور ابرار اور صالحین تمہارے ہاں کھانا کھایا کریں، اور اللہ تعالیٰ کے فرشتے تمہارے لئے دعاء خیر کیا کریں۔

اور بعض سلف کا قول ہے:

﴿ لَا تَأْكُلْ ! اِلَّا طَعَامَ تَقِيٍّ، وَلَا يَأْكُلْ طَعَامَكَ اِلَّا تَقِيٌّ ﴾

تم متقی کے علاوہ کسی کا کھانا مت کھاؤ، اور تمہارا کھانا متقی کے علاوہ کوئی نہ کھائے۔

اس لئے کہ متقی کو کھانا کھلانے سے تقویٰ پر اور فاسق کو کھانا کھلانے سے فسق و فجور پر اعانت اور مدد ہوتی ہے۔

دعوت میں فقراء کو بھی مدعو کرنا

دعوت میں فقراء کو بھی خاص طور پر مدعو کریں، صرف امراء اور مالداروں کی دعوت نہ کریں جیسا کہ آج کل عام طور پر لوگ شادی بیاہ کے مواقع پر کرتے ہیں، ایسا کرنا خلاف سنت ہے اس لئے کہ پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿شَرُّالطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيْمَةِ يُدْعٰى اِلَيْهَا الْاَغْنِيَاءُ دُوْنَ الْفُقَرَآءِ۔﴾ (بخاری و مسلم)

بدترین کھانا اس ولیمہ کا کھانا ہے جس میں صرف مالداروں کو دعوت دی جائے، فقراء کو نہ بلایا جائے۔

دعوت میں اپنے عزیز واقارب اور دوستوں کو مدعو کرنا

دعوت میں اپنے عزیز واقارب اور رشتہ داروں کو بھی بلائیں، اس لئے کہ ان کو نہ بلانا قطع رحمی ہے جس سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ ایسے ہی دعوت میں دوستوں اور جان پہچان والوں کو بھی بلانے کا اہتمام کریں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو، اور اسے شکایت کا موقع نہ ملے۔

دعوت کے وقت نیت

دعوت سنت زندہ کرنے، ایمان والوں کے دلوں کو خوشی پہچانے اور اپنے بھائیوں کے دل اپنی طرف مائل کرنے کی نیت سے کریں تا کہ اس پر اجر پائیں، نام ونمود، ریاکاری اور فخر ومباہات کے ارادہ سے نہ کریں کہ اس میں کوئی فائدہ نہیں بلکہ الٹا نقصان ہے دنیا اور آخرت کا۔ ☆ ایسے لوگوں کی دعوت سے گریز کریں جو اپنے کسی عذر کی وجہ سے شریک نہ ہوسکیں، یا ان کی شرکت کسی سبب سے ان کے لئے باعث پریشانی ہو۔

دعوت قبول کرنا

اگر کوئی آدمی خلوص اور محبت سے آپ کی دعوت کرے، تو اسے قبول کرو، اس لئے کہ دعوت قبول کرنا سنت ہے، چاہے دعوت کرنے والا ایک عام غریب آدمی ہو، اور کسی معمولی سے معمولی چیز کی دعوت کرے۔ داعی کے اہتمام کو معیار نہیں بنانا چاہئے کہ اگر یہ معلوم ہو کہ دعوت کرنے والا مالدار ہے اور یہاں عمدہ کھانے ہوں گے تو قبول کرلو ورنہ نہیں یہ تکبر کے

دائرے میں آتا ہے۔ایک مرتبہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کچھ فقراء اور مساکین کے پاس سے گزرے جو روٹی کے چند ٹکڑے ریت پر پھیلائے کھا رہے تھے۔حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر انہوں نے عرض کیا:

﴿ هَلُمَّ الْغَدَاءَ يَا ابْنَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ: فَقَالَ: نَعَمْ،اِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ۔ فَنَزَلَ وَقَعَدَ يَأْكُلُ مَعَهُمْ ﴾

اے نواسہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائیے اور ہمارے ساتھ کھانا تناول فرمائیے۔آپؓ نے ان کی دعوت قبول کی اور فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے۔سواری سے اترے اور ان کے ساتھ کھانا تناول فرمایا،اور سلام کر کے اپنی خچر پر سوار ہو گئے اور فرمایا:

﴿ قَدْ اَجِبْتُكُمْ فَأَجِيْبُوْنِیْ، فَحَضَرُوْا، فَأَطْعَمَهُمْ وَ اَكَلَ مَعَهُمْ۔ ﴾

میں نے تمہاری دعوت قبول کی اب تم میری دعوت قبول کرو۔انہوں نے بخوشی قبول کی اور جب وہ لوگ آپ کے دولت کدہ پر حاضر ہوئے تو آپؓ نے انہیں کھانا کھلایا اور خود بھی ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرمایا۔ (منہاج القاصدین ص ۱۳۳)

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ ایک درزی نے پیارے پیغمبر ﷺ کی کھانے کی دعوت کی ، جسے اس نے تیار کیا تھا، میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ گیا۔ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَوْ دُعِيْتُ اِلٰى كُرَاعٍ لَاَجَبْتُ، وَلَوْ اُهْدِی اِلَیَّ ذِرَاعٍ لَقَبِلْتُ۔ ﴾ (بخاری ج۲ ص۷۷۸)

اگر کوئی بکری کے پائے کی بھی دعوت کریگا تو میں قبول کرلوں گا،اگر کوئی مجھے بکری کی دستی ہدیہ کرے گا تو میں یہ ہدیہ قبول کرلوں گا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جس نے دعوت کو چھوڑ دیا (یعنی قبول نہیں کیا) اس نے خدا اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی۔ (بخاری ج۲ ص۷۷۸)

ابو تراب نخشبیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے سامنے کھانا آیا تو میں نے کھانے سے انکار کر دیا،اس واقعے کے بعد مجھے چودہ دن تک بھوکا رہنا پڑا،اس وقت مجھے یہ بات سمجھ میں آئی کہ کھانے سے انکار کرنا جرم ہے۔حضرت معروف کرخیؒ

سے کسی نے پوچھا کہ آپ کسی کی دعوت رد نہیں کرتے ہر جگہ چلے جاتے ہیں تو آپ نے فرمایا:

﴿ اِنَّمَا اَنَا ضَیْفٌ اَنْزِلُ حَیْثُ یُنْزِلُنِیْ۔ ﴾

میں تو باری تعالیٰ کا مہمان ہوں، وہ جہاں مجھے اتارتے ہیں وہاں اتر جاتا ہوں۔

اگر دعوت میں خلاف شرع امور ہوں تو واپس آجائیں

ہاں اگر یہ معلوم ہو کہ یہ دعوت مسنون طریقہ پر نہیں ہو رہی، مثلاً وہاں پر ناچ گانا ہو، لوگ لہو ولعب میں، تصویر سازی میں مشغول ہوں یا صرف فخر، ریا کاری اور شہرت کے لئے ہو، صرف مالدار مدعو ہوں، حرام اور ناجائز آمدنی کا شبہ ہو، یا شراب ہو، یا سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال ہو یا اس طرح کی دوسری بدعات ہوں تو پھر دعوت قبول کرنے سے انکار درست ہوگا۔ حدیث میں جو دعوت قبول کرنے کی تاکید اور نہ قبول کرنے کی وعید آئی ہے یہ مطلقاً ہر حالت میں نہیں بلکہ طریقہ سنت اور مشروع ہونے کی قید کے ساتھ ہے۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ (ایک دعوت میں تشریف لے گئے) گھر میں تصویر دیکھی تو واپس تشریف لے آئے۔ اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عمرؓ (ایک دعوت میں تشریف لے گئے آپ) نے دیوار پر کپڑے کا پردہ دیکھا (جس پر تصویریں تھیں) تو فرمایا کہ خدا کی قسم میں نہیں کھاؤں گا اور واپس تشریف لے آئے۔

(بخاری ج ۲ ص ۷۷۸)

حضرت اسلم جو حضرت عمرؓ کے غلام تھے کہتے ہیں کہ جب ہم حضرت عمر بن خطابؓ کے ہمراہ شام کو پہنچے تو وہاں کے دہقانی آئے اور عرض کیا کہ امیر المؤمنین! ہم نے آپ کے لئے کھانے کا انتظام کیا ہے میری خواہش ہے کہ آپ مع اپنے رفقاء کے میرے مکان پر تشریف لائیں یہ میرے لئے بہت اعزاز کی بات ہوگی، آپ نے جواب دیا کہ ہم تمہارے ہاں ان تصویروں کی وجہ سے نہیں آسکتے جو تمہارے کنیسوں یا گھروں میں لگی ہوئی ہیں۔ (ادب المفرد ص ۵۹۹)

دعوت قبول کرنے کے بعد کھانے یا نہ کھانے کا اختیار

اگر کوئی آپ کی دعوت کرے اور آپ نفلی روزہ سے ہوں تو محض اس وجہ سے اس کی دعوت قبول کرنے سے انکار نہ کریں کہ آپ کا روزہ ہے، اگر آپ یہ محسوس کریں کہ داعی کی دلی خوشی اس میں ہے کہ آپ روزہ افطار کر کے اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہو جائیں تو اس کو خوش کرنے کے لئے روزہ افطار کرلیں کہ یہ بھی عبادت ہے، اور اس کا ثواب نفلی روزہ سے بھی زیادہ ہے۔ ایک شخص نے جب روزہ کے عذر کی وجہ سے اپنے دوست کی دعوت قبول کرنے سے انکار کیا تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا:

﴿ دَعَاكُمْ اَخُوْكُمْ ، وَتَكَلَّفَ لَكُمْ وَتَقُوْلُ اِنِّيْ صَائِمٌ۔ ﴾ (بیہقی)

تمہارے بھائی نے تمہاری دعوت کی ،اور تمہارے لئے تکلف کیا،اور تم کہتے ہو کہ میں روزے سے ہوں۔

لیکن اگر یہ احساس ہو کہ وہ بتکلف دعوت کر رہا ہے اور آپ کے روزہ کھولنے سے اسے دلی خوشی نہیں ہو گی تو پھر آپ کو کھانے یا نہ کھانے کا اختیار ہے۔حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا:

﴿ اِذَا دُعِيَ اَحَدُكُمْ اِلٰى طَعَامٍ فَلْيُجِبْ، فَاِنْ شَاءَ طَعِمَ، وَاِنْ شَاءَ تَرَكَ۔ ﴾

جب تمہاری کھانے کی دعوت کی جائے تو قبول کرلو، اب چاہو تو کھاؤ، چاہو تو نہ کھاؤ۔ (مسلم ج۲ ص ۴۶۲)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ اِذَا دُعِيَ اَحَدُكُمْ(اِلٰى طَعَامٍ) فَلْيُجِبْ،فَاِنْ كَانَ صَائِمًا فَلْيُصَلِّ، وَاِنْ كَانَ مُفْطِرًا فَلْيَطْعَمْ۔ ﴾ (مسلم ص۳۶۲)

جب تم میں سے کسی کی دعوت کی جائے تو وہ اسے قبول کرے،اگر وہ روزہ سے ہو تو اس کے حق میں (مغفرت اور برکت کی) دعاء دے،اور روزہ سے نہ ہو تو کھالے۔

سنت پر عمل اور مسلمان کی زیارت کی نیت کرنا

دعوت سنت پر عمل کرنے اور اپنے مسلمان بھائی کی زیارت کی نیت سے قبول کریں۔دعوت قبول کرنے کا مقصد محض کھانا کھانا نہ ہو بلکہ اتباع سنت اور اپنے مسلمان بھائی کا اکرام اور اس کی زیارت ہو،اور اس کو اپنے بارے میں بدگمانی سے بچانا ہو کہ کہیں وہ یہ نہ سمجھے کہ آپ نے اس کی دعوت تکبر کی وجہ سے قبول نہیں کی، تاکہ اس پر آپ کو اجر ملے، اور آپ کا شمار ان لوگوں میں ہو جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اس لئے کہ حضرت ابو ہریرہؓ پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ربّ العزت فرماتے ہیں:

﴿ وَجَبَتْ مُحَبَّتِيْ لِلْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيَّ، وَالْمُتَبَاذِلِيْنَ فِيَّ۔ ﴾ (رواه مسلم)

میری محبت میرے لئے آپس میں ملاقات کرنیوالوں اور میرے لئے آپس میں خرچ کرنے والوں کے لئے واجب ہے۔ اور آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿مَنْ لَّمْ يُجِبِ الدَّاعِيْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔ ﴾

جس شخص نے داعی کی دعوت قبول نہیں کی اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

اور دوسری روایت میں ہے:

﴿ مَنْ اَكْرَمَ اَخَاهُ الْمُؤْمِنْ،فَكَأَنَّمَا اَكْرَمَ اللّٰهْ۔...(وفی رواية)...وَمَنْ سَرَّ مُؤْمِنًا فَقَدْ سَرَّ اللّٰه۔ ﴾

جو شخص اپنے مسلمان بھائی کا اکرام کرتا ہے گویا وہ اللہ تعالیٰ کا اکرام کرتا ہے۔ (اور ایک روایت میں ہے) جس نے کسی مسلمان کو خوش کیا، اس نے اللہ تعالیٰ کو خوش کیا۔

بن بلائے دعوت میں شرکت کرنا

یہ طریقہ مسنون نہیں ہے کہ کسی کے پاس بلا اطلاع کھانے کا وقت ملحوظ رکھ کر پہنچے پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿ مَنْ مَّشٰى اِلٰى طَعَامٍ لَمْ يَدَعْ اِلَيْهِ مَشٰى فَاسِقًا وَاَكَلَ حَرَامًا ﴾ (رواہ بیہقی)

جو شخص ایسے کھانے کے لئے جائے جس کے لئے اسے دعوت نہ دی گئی ہو وہ جانے کی حالت میں فاسق ہوگا اور حرام کھائیگا۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: جو بغیر دعوت کے شریک ہوا، وہ چور بن کر داخل ہوا اور لٹیرا بن کر نکلا۔ (ابوداؤد، ترغیب ج ۳ ص ۱۴۴)

اسی طرح جو شخص دعوت کھانے کے لئے جارہا ہو اس کے ساتھ اس مقام تک نہ جائے جہاں کھانا کھلایا جارہا ہو، اس لئے کہ دعوت کرنے والا شرما حضوری میں اس کو بھی پوچھ لیتا ہے اور اندر سے دل سے نہیں چاہتا۔ اور اگر وہاں جانے کے بعد پھر کھانے سے انکار کرے گا تو اس میں صاحب خانہ کی سبکی اور توہین ہوگی۔ ہاں اگر کوئی اچانک کھانے کے وقت پہنچا، لیکن اس کا مقصد کھانا نہیں تھا ایسی صورت میں جب تک صاحب خانہ دل سے اسے کھانے میں شریک کرنے کا متمنی نہ ہو تو یہ کھانے میں شریک نہ ہو اور معذرت کرلے۔ لیکن اگر کوئی شخص بھوکا ہو اور وہ اپنے کسی بھائی کے پاس اس غرض سے جائے کہ وہ اسے کھانا کھلادے گا تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے، اس لئے کہ ایسا کرنا حدیث سے ثابت ہے۔ پیارے پیغمبر ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ بھوک کی حالت میں ابو الہیثم ابن النہیانؓ اور ابو ایوب انصاریؓ کے گھر تشریف لے گئے تھے تاکہ ان کے گھر کھانا کھائیں۔ (ترمذی عن ابی ہریرہؓ، مسلم، طبرانی عن ابن عباسؓ)

مہمان کے لئے آداب وسنتیں

اطلاع کے مطابق وقت مقررہ پر پہنچنا

جب آپ کسی کے ہاں مدعو ہوں، یا آپ نے کسی کو اپنے آنے کی اطلاع دی ہو تو وقت مقررہ پر پہنچیں، بعض لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنے آنے کی اطلاع تو دے دیتے ہیں مگر وقت مقررہ پر نہیں پہنچتے، میزبان اس کے انتظار میں رہتا ہے اور اس کے لئے کھانے پینے کا انتظام کرتا ہے، اور یہ کسی دوسرے میزبان کے اصرار پر یا کسی اور وجہ سے دوسری جگہ رک جاتا ہے، اور یہ توفیق بھی نہیں ہوتی کہ وقت مقررہ آنے سے پہلے اپنے پروگرام کی تبدیلی کی اس کو دوبارہ اطلاع کر دے، جس کی وجہ سے اُسے اذیت سے دوچار ہونا پڑتا ہے، اور پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ۔﴾　(اسلامی تہذیب ص۵۵)

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

مہذب انداز اختیار کرنا

جب آپ کسی کے یہاں جائیں تو گھر میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت نہائت مہذب انداز اختیار کریں، اپنی نگاہ نیچی رکھیں اور اپنی آواز پست رکھیں، اپنے جوتوں کو اچھی طرح دیکھ لیں اگر ان پر راستے میں کوئی گندگی لگ گئی ہو تو اسے رگڑ کر دور کر لیں، اپنے جوتے اپنی جگہ پر اُتار کر ترتیب سے رکھیں، اور جوتے پہننے اور اتارنے میں سنت طریقہ ملحوظ رکھیں، پہنتے وقت پہلے داہنا جوتا دائیں پاؤں میں پہنیں، اور اتارتے وقت بائیں جوتے کو پہلے اتاریں۔ اس لئے کہ پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿ اِذَاانْتَعَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِالْيُمْنٰى، وَاِذَا نَزَعَ فَلْيَبْدَأْ بِالشِّمَالِ، لِتَكُنِ الْيُمْنٰى اَوَّلُهُمَا تَنْعَلَ وَآخِرُهُمَا تَنْزِعَ۔﴾　(رواہ مسلم)

جب تم میں سے کوئی جوتا پہنے تو دائیں سے شروع کرے، اور جب جوتا اُتارے تو بائیں سے شروع کرے، تاکہ دایاں جوتا پہننے میں اوّل اور اتارنے میں آخر ہو۔

میزبان جہاں بیٹھائے وہیں بیٹھ جانا

اپنے میزبان کے ساتھ بیٹھنے کی جگہ پر کھینچا تانی نہ کریں بلکہ جہاں وہ بٹھائے وہیں بیٹھ جائیں، کیونکہ اگر آپ اپنی

مرضی کی جگہ بیٹھیں گے تو ممکن ہے کہ ایسی جگہ بیٹھ جائیں جہاں سے مستورات پر نظر پڑتی ہو، یا صاحب خانہ وہاں بیٹھنے سے بوجھ محسوس کرے، لہٰذا آپ اپنے میزبان کی فرمائیش کے مطابق بیٹھیں، اور اس کے اکرام کو قبول کریں۔

جلیل القدر صحابی حضرت عدی بن خاتم طائیؓ کے اسلام لانے کے واقعہ میں آتا ہے: کہ وہ پیارے پیغمبر ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو آپ ﷺ نے ان کا اکرام کرتے ہوئے ان کو بیٹھنے کے لئے تکیہ پیش کیا، اور آپ ﷺ خود زمین پر بیٹھ گئے۔ (البدایہ والنہایۃ ۵، ٦٤)

حضرت خارجہ بن زیدؒ، محمد ابن سیرینؒ کی ملاقات کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو کیا دیکھتے ہیں کہ ابن سیرینؒ تکیہ چھوڑ کر زمین پر بیٹھے ہیں، حضرت خارجہؒ نے چاہا کہ ان کے ساتھ زمین پر بیٹھ جائیں، اس لئے ان سے کہنے لگے: آپ نے اپنے لئے جس چیز کو پسند کیا ہے، یعنی زمین پر بیٹھنا، میں بھی اپنے لئے اسی کو پسند کرتا ہوں، اس پر ابن سیرینؒ نے فرمایا: میں اپنے گھر میں آپ کے لئے وہ پسند نہیں کرتا جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں، لہٰذا آپ وہاں بیٹھیں جہاں بیٹھنے کے لئے آپ سے کہا جاتا ہے۔

اسی طرح آپ میزبان کی خاص جگہ پر نہ بیٹھیں، مگر یہ کہ وہ خود آپ کو وہاں بٹھائے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

﴿ لَا يَؤُمُّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِيْ سُلْطَانِهٖ، وَلَا يَقْعُدُ فِيْ بَيْتِهٖ عَلٰى تَكْرُمَتِهٖ اِلَّا بِاِذْنِهٖ۔ ﴾

کوئی شخص دوسرے شخص کی امامت نہ کرے اس کے منصب کی جگہ میں، اور نہ اس کے گھر میں اس کی خاص جگہ پر بیٹھے مگر یہ کہ وہ اسے اجازت دے۔

مصافحہ کی ابتداء بڑے سے کریں

جب آپ کسی مجلس میں جائیں تو سب سے پہلے سب کو سلام کریں اور اگر سلام کے بعد مصافحہ بھی کرنا چاہیں تو مصافحہ کی ابتداء اس شخص سے کریں جو سب سے افضل ہو، یا عالم ہو، یا بڑا پرہیزگار ہو، یا عمر کے اعتبار سے سب سے بڑا ہو۔ افضل کو چھوڑ کر کسی ایسے شخص سے مصافحہ کی ابتداء ہرگز نہ کریں جو دوسروں کے مقابلے میں عامی شمار ہوتا ہو چاہے وہ صف اوّل میں ہو اور دائیں طرف ہو۔ اس لئے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: ﴿اِبْدَءُوْ بِالْكُبَرَاءِ اَوْ قَالَ بِالْاَكَابِرِ﴾

یعنی بڑوں سے ابتداء کرو۔ لیکن سلام اور مصافحہ کے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ وہ باتوں میں مشغول نہ ہوں، اور ہاتھ بھی مصافحہ کے لئے خالی ہو، اگر مشغول ہوں تو بیٹھ جائیں۔

دو آدمیوں کے درمیان نہ بیٹھیں

جب آپ کسی مجلس میں جائیں تو پہلے سے ساتھ بیٹھے ہوئے دو آدمیوں کے درمیان نہ بیٹھیں بلکہ دائیں یا بائیں بیٹھیں، اس لئے کہ پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿ لَا یَجْلِسْ بَیْنَ رَجُلَیْنِ اِلاَّ بِاِذْنِہِمَا ﴾۔ (ابو داؤد)

دو آدمیوں کے درمیان نہ بیٹھا جائے مگر ان کی اجازت سے۔

اگر انہوں نے اپنے درمیان بیٹھنے کے لئے جگہ دے دی تو سکڑ کر بیٹھیں تا کہ ان کو تکلیف نہ ہو زیادہ کھل کر نہ بیٹھیں کہ ایسا کرنے والے کو ظالم کہا گیا ہے، اور ان کی باتوں کی طرف کان مت لگائیں، اس لئے کہ پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿ مَنِ اسْتَمَعَ اِلٰی حَدِیْثِ قَوْمٍ ، وَھُمْ لَہٗ کَارِھُوْنَ،صُبَّ فِیْ اُذُنَیْہِ الانک یَوْمَ الْقِیَامَۃ ﴾

جو شخص دوسروں کی بات کان لگا کر سنتا ہے جس کا سننا ان کو پسند نہیں ، قیامت کے دن اس کے کانوں میں (پگلا ہوا) سیسہ ڈالا جائے گا۔

میزبان کے ہاں کسی چیز کی ٹوہ اور جستجو میں نہ رہیں

جب آپ کسی کے ہاں جائیں اور وہ آپ کو کسی جگہ بٹھائے یا سلا دے، تو اپنی نظر کی حفاظت کریں، جس چیز کی آپ کو ضرورت ہو صرف اسی پر نظر ڈالیں، کسی بند الماری کو نہ کھولیں، اسی طرح کسی صندوق، بیگ، تھیلی یا کسی ڈھانکی ہوئی چیز کو مت کھولیں کہ یہ اسلامی ادب کے بھی خلاف ہے اور اس امانت کے بھی خلاف ہے جس کی بنا پر آپ کے بھائی یا دوست نے آپ کو اپنے یہاں ٹھرایا ہے۔

کھانے میں پرہیز کے بارے میں مطلع کر دیں

آدابِ مہمانی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر کھانے میں کسی چیز سے پرہیز ہو تو پہلے ہی اطلاع کر دیں، عین وقت پر دسترخوان پر بیٹھ کر کہنا تہذیب کیخلاف ہے اور بڑی ہی بے تمیزی کی بات ہے۔ (مجالس حکیم الامت)

آمد و رفت کے بارے میں میزبان کو مطلع کرنا

مہمان کہیں جانا چاہتا ہو تو اپنے میزبان کو آمد و رفت اور کھانے کے متعلق تفصیلات بتا کر جائے تا کہ اسے پریشانی نہ ہو اور کھانے کے وقت ان کو تلاش نہ کرنا پڑے۔ اور نہ ہی کسی کی دعوت میزبان کی اجازت کے بغیر قبول کریں، اگر آپ نے

کسی کے ہاں کھانا کھا لیا اور اس کی اطلاع اپنے میزبان کو نہ دی اور وہ آپ کے لئے کھانا تیار کرکے آپ کے انتظار میں بھوکے بیٹھے رہیں اور جب آپ واپس آئے تو کہہ دیا کہ جی میں نے تو فلاں کے ساتھ کھانا کھا لیا تو اس سے ان کا نقصان بھی ہوگا اور دل شکنی بھی ہوگی۔

کھانا نہ کھانے کی صورت میں میزبان کو مطلع کرنا

اگر آپ کسی کے ہاں جائیں اور آپ کھانا کھا چکے ہوں، یا روزے سے ہوں، یا کسی وجہ سے کھانے کا ارادہ نہ ہو تو فوراً میزبان کو مطلع کر دیں تاکہ وہ انتظام نہ کرے، اگر آپ کے نہ بتانے کی وجہ سے میزبان نے کھانے کا انتظام کرلیا اور کھانا سامنے آنے کے بعد آپ نے کہا کہ میں نہیں کھاؤں گا تو اس کو بھی رنج ہوگا اور کھانا بھی ضائع ہو جائے گا۔

میزبان سے اگر کوئی حاجت ہو تو اس کا اظہار جلد کردیں

اگر صاحب خانہ سے کوئی حاجت یا فرمائش ہو تو جاتے ہی اس کو ظاہر کردو، تاکہ اس کو آپ کی حاجت پورا کرنے کے لئے وقت مل جائے، بعض لوگ جانے پر تو یہ کہہ دیتے ہیں کہ صرف ملنے آئیں ہیں لیکن رخصت ہونے کے وقت فرمائش کر دیتے ہیں، اب نہ تو وہ اس کی درخواست کو رد کرسکتا ہے، اور نہ ہی اس کو کمی وقت کی وجہ سے پورا کرسکتا ہے جس سے اس کو دشواری ہوتی ہے، اور ایسا کام کرنا جس سے دوسرے کو دشواری اور تنگی پیش آئے جائز نہیں۔

مہمان کو چاہئے کہ فرمائش نہ کرے

اس لئے کہ بعض اوقات میزبان کے لئے اس کی فرمائش کا پورا کرنا دشوار ہوتا ہے، اگر میزبان خود اس کو اختیار دے تو ایسا کھانا تجویز کرے جس کا حصول آسان ہو، اور اس کی تیاری میں میزبان کو کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ پیارے پیغمبر ﷺ کو جب بھی دو چیزوں کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ ﷺ نے وہی چیز پسند فرمائی جس کا حصول آسان تھا۔

مہمان کے لئے جائز نہیں کہ کسی کو کھانے میں شریک کرے

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ جب کسی کہ یہاں مہمان ہوتے ہیں تو کھانے کے وقت دوسروں کو بلا بلا کر کھانے میں شریک کرتے ہیں، مہمان کو ہرگز جائز نہیں کہ وہ دوسرے کے دسترخوان پر اس کی اجازت کے بغیر کھانے میں دوسروں کو بلا کر شریک کرے۔ کیونکہ ہر شخص اپنے مہمانوں کے اندازے سے کھانا پکاتا ہے، آپ کے اس عمل سے گھر والوں کو از سر نو انتظام کرنا ہوگا۔

کھانے کے وقت ہلکی پھلکی خوشگوار گفتگو کریں

کھانے کے وقت بالکل خاموش نہ رہیں بلکہ اچھی باتیں کریں ،سلف صالحین کے قصے اور وہ اقوال جو کھانے کے متعلق ہوں وہ بیان کریں،صدمے،ناراضگی، اور خوف کی باتیں اور پیچیدہ علمی گفتگو نہ کریں۔ میزبان کو بھی اس چیز کا خصوصی خیال رکھنا چاہئے۔

گفتگو کرتے وقت آداب کو ملحوظ رکھیں

اپنے میزبان کے مرتبے اور مقام کا لحاظ رکھتے ہوئے مختصر گفتگو کریں،،اگر آپ مجلس میں سب سے چھوٹے ہوں تو جب تک آپ سے کوئی سوال نہ کرے آپ بات نہ کریں۔

مہمان اتنی دیر رہائیش نہ رکھے کہ میزبان تنگ آجائے

جب آپ کسی کے ہاں مہمان ہوں تو مہمانی کے وقت کو جتنا ممکن ہو مختصر رکھیں،میزبان کے پاس اتنا ٹھریں جتنا آپ کے اور اس کے تعلقات کے مناسب ہو، اور اس کی حالت کے مناسب ہو کیونکہ ہر شخص کے فرائض، تعلقات اور مختلف ذمہ داریاں ہوتی ہیں اس کے مشاغل اور کام کے اوقات کا خیال رکھیں،اس کے اپنے امور اور فرائض کے ادا کرنے میں اس کے معاون اور مددگار بنیں ،میزبان پر بوجھ نہ بنیں، اور نہ ہی ایسے وقت آئیں جو ملاقات کے لئے مناسب نہ ہو،مثلاً کھانے کے وقت ،سونے کے وقت، یا آرام کے وقت ملاقات سے احتراز کریں۔

حضرت ابوشریح کعبیؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: کہ کسی کے لئے یہ حلال نہیں کہ اتنا ٹھرے کہ جس سے میزبان تنگ ہوجائے۔　(ادب المفرد ص ۳۱۳)

* اگر کسی نے جان بوجھ کر آپ کی مہمان نوازی نہ کی ہو اور وہ آپ کا مہمان بن جائے تو اس کی مہمان داری کریں *

* دسترخوان پر کئی قسم کے کھانے ہوں تو سب سے کھائیں۔ہاں اگر بیمار ہو ں توجو چیز مضر صحت ہو تووہ نہ کھائیں *

☆ جس دروازے سے کھانا آرہا ہو اُدھر نہ دیکھیں ☆

☆ جو کمرہ یا جگہ عورتوں کے لئے مخصوص ہو اس کے سامنے نہ بیٹھیں ☆

❁❁❁

میزبان کے لئے آداب وسنتیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مہمان کی آمد تحفہ خداوندی ہے

جب کسی کے ہاں مہمان آئے تو وہ چیں بجبیں اور دلبرداشتہ نہ ہو بلکہ اس کے آنے پر خوش ہواور اُس کی آمد کو اللہ تبارک وتعالیٰ کا انعام سمجھے اس لئے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اسے تحفہ بھیجتے ہیں ۔ آپ ﷺ سے عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ وہ تحفہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا مہمان ۔ وہ اپنا رزق لے کر آتا ہے، اور جب جاتا ہے تو گھر والوں کی مغفرت کرا کر جاتا ہے۔
(کنز العمال ج۹ ص ۱۶۳)

حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ جس گھر میں مہمان نہیں آتا اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ (احیاء العلوم)

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام بغیر مہمان کے کھانا نہیں کھاتے تھے، اس مقصد کے لئے کئی میل جا کر ایسے مہمانوں کو تلاش کرتے تھے جو کھانے میں آپ کا ساتھ دے سکیں، اور اسی وجہ سے آپ کی کنیت ابوالضیفان پڑ گئی تھی۔ (اسوہ ص ۲۳ احیاء العلوم)

مہمان کا اکرام

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ۔ ﴾ (رواه البخاری)

جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔

اور آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: { لَا خَيْرَ فِيْمَنْ لَا يَضِيْفَ } جو شخص مہمان کی ضیافت نہ کرے اس میں کوئی خیر نہیں۔ ایک مرتبہ پیارے پیغمبر ﷺ ایک ایسے شخص کے گھر تشریف لے گئے جس کے یہاں بے شمار اونٹ اور گائیں تھیں لیکن اس نے آپ ﷺ کی ضیافت نہیں کی، اس کے بعد آپ ﷺ ایک عورت کے گھر تشریف لے گئے، اس کے گھر میں چند بکریاں تھیں، وہ آپ ﷺ کی تشریف آوری پر بے حد خوش ہوئی، فوراً ایک بکری ذبح کر کے آپ ﷺ کی ضیافت کا انتظام کیا۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام ؓ سے فرمایا کہ ان دونوں کی حالت کا فرق دیکھو، یہ اخلاق اللہ کے قبضے میں ہیں جس کو نیک عادت دینا چاہے دے دیتا ہے۔ (مکارم الاخلاق)

☆ جب آپ کے ہاں کوئی مہمان آئے تو آپ کو اس کی مہمانی کے آداب معلوم ہونے چاہئیں، اور اس کے اکرام کا حق ادا کرنا چاہیئے، اس کے بیٹھنے، آرام کرنے اور سونے کا اچھا بندوبست کریں، خندہ پیشانی سے ملیں، بیت الخلاء اور باہر آنے جانے کا راستہ اور نماز کی جگہ اور قبلہ کی سمت اور رُخ بتائیں۔

☆ جب آپ اپنے مہمان کو وضو، یا کھانے، یا ہاتھ دھونے کے بعد تولیہ پیش کریں تو وہ صاف ستھرا ہونا چاہیئے، وہ آپ کے یا آپ کے گھر والوں کے استعمال والا نہیں ہونا چاہیئے، اگر ممکن ہو تو خوشبو بھی پیش کریں تاکہ وہ خوشبو لگائے۔ اسی طرح آئینہ بھی پیش کریں، تاکہ وہ اپنے آپ کو سنوار سکے، ایسے ہی غسل خانہ اور بیت الخلاء میں استعمال ہونے والی تمام اشیاء صاف ستھری ہونی چاہئیں اور غسل خانہ سے ایسی تمام چیزیں اٹھا دیں جن پر اجنبی شخص کی نگاہ پڑنا مناسب نہیں۔

☆ نینداور آرام کے وقت مہمان کی راحت کا خیال رکھیں، بچوں کی چیخ و پکار اور شور و غل سے اسے بچائیں۔

☆ مہمان کی نگاہ سے مستورات کے کپڑے اور اُن سے متعلقہ چیزوں کو دور رکھیں، کیونکہ یہ وقار کا حصہ ہے۔

☆ خود بھی مہمان کے سامنے اچھی ہیئت میں آئیں کہ ہمارے سلف کا یہی طریقہ تھا۔

☆ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ مہمان کا اکرام کرے۔ (بخاری ج ۲ ص ۹۷۹)

☆ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: جس نے نماز قائم کی، زکوٰۃ ادا کی، رمضان المبارک کا روزہ رکھا، مہمان کا اکرام کیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

☆ حضرت عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: اس آدمی میں کوئی بھلائی نہیں جو مہمان نواز نہ ہو۔ (ترغیب ج ۳ ص ۳۷۴)

مہمان کے کھانے پر حساب نہیں

حدیث شریف میں آتا ہے کہ تین کھانے ایسے ہیں کہ جن کا حساب نہ ہوگا، ایک وہ جو افطار کے وقت کھایا جائے، دوسرا وہ جو سحری کے وقت کھایا جائے، تیسرا وہ جو مسلمان بھائیوں (یعنی مہمانوں) کے ساتھ بیٹھ کر کھایا جائے۔

☆ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ مہمان کے کھانے پر جو خرچ کیا جائے گا اس کا حساب نہ ہوگا۔ اس لئے خراسان کے بعض علماء اپنے مہمانوں کے سامنے اتنا کھانا رکھتے تھے کہ ان سے کھایا نہیں جاتا تھا، اور فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں پیارے پیغمبر ﷺ کے اس ارشاد کا علم ہے کہ جب مہمان بھائی کھانے سے ہاتھ روک لیں تو جو شخص ان کا بچا ہوا کھانا کھائے گا اس کا محاسبہ نہ ہوگا۔ اسی لئے ہم مہمانوں کی خدمت میں زیادہ سے زیادہ کھانا حاضر کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ ہم ان کا بچا

ہوا کھانا کھائیں اور حساب سے محفوظ رہیں۔ (احیاء العلوم ج ۲ ص ۲۲، اسوۃ الصالحین ص ۱۷)

مہمان کا حق مہمانی تین دن ہے

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے پیارے پیغمبر ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: کہ مہمان نوازی تین دن ہے، اس سے زائد صدقہ ہے، مہمان کو چاہئے کہ اس کے بعد وہ چلا جائے، اہل خانہ کو تنگی میں نہ ڈالے۔

☆ ابوشریح کعبیؓ فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ مہمان کا اکرام کرے، اور اس کا حق ایک دن اور ایک رات ہے اور ضیافت تین دن تین رات ہے، اس کے علاوہ صدقہ ہے۔ اس کے لئے درست نہیں کہ اس کے بعد ٹھرے کہ اس کو تنگی میں ڈالے۔ (بخاری ج ۲ ص ۹۰۶)

مہمان کی خواہش پوری کرنا

اگر ممکن ہو اور آپ کی طبیعت پر گراں نہ ہو تو مہمان سے پوچھ کر اس کی منشاء اور خواہش کے مطابق اس کے لئے ایسا کھانا تیار کریں جو اس کو مرغوب ہو، اس جذبے کے ساتھ مہمان کی خدمت ہوگی تو اس میں بڑا اجر وثواب ہے۔ امام شافعیؒ بغداد میں ایک بے تکلف شخص زعفرانی کے پاس قیام پزیر تھے۔ میزبان کی عادت تھی کہ اپنے غلام کو کھانے کی فہرست لکھوادیتے کہ اس وقت یہ پکے گا۔ امام شافعیؒ نے ایک مرتبہ وہ فہرست غلام سے لے کر ایک کھانا جو ان کو مرغوب تھا بڑھا دیا، وہ کھانا بھی تیار کیا گیا جب کھانا دسترخوان پر لگا تو میزبان نے نیا کھانا دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیوں پکایا گیا ہے ہم نے تو یہ نہیں لکھا تھا۔ اس نے کھا یہ کھانا مہمان صاحب نے بڑھا دیا تھا۔ میزبان زعفرانی اتنے خوش ہوئے کہ اسے آزادی کا پروانہ دے دیا۔ (احیاء العلوم)

کھانے پینے کی چیزیں احترام سے بھیجیں

اپنے اولاد کے ساتھ کھانے پینے میں جو برتاؤ کرتے ہوں مہمان کے ساتھ اس سے زائد اور بہتر کریں اور اس کی ضیافت کے لئے اپنی طاقت کے مطابق تکلف واہتمام کریں۔

☆ حضرت ابو درداءؓ نے اپنے مہمان حضرت سلمان فارسیؓ کے لئے کھانا تیار کیا، حالانکہ وہ روزے سے تھے اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کھانے میں تکلف اور اہتمام باعث ثواب ہے۔

☆ ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ تمہارے پاس کوئی شخص از خود آئے تو جو کچھ گھر میں ہو پیش کردو، اور اگر تم کسی شخص کو دعوت دو تو جو کچھ تم سے ہوسکے اس میں کوتاہی نہ کرو۔

طاقت سے زیادہ تکلف نہ کریں

لیکن طاقت سے زیادہ تکلف نہ کریں اس لئے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں:

﴿قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَتَكَلَّفَنَّ اَحَدٌ لِضَيْفِهٖ مَالَا يَقْدِرُ عَلَيْهِ۔﴾

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہم مہمان کے لئے اس چیز کا تکلف نہ کریں جو ہمارے پاس نہ ہو، اور جو چیز موجود ہو اسے سامنے رکھ دیں۔ (السلسلۃ الصحیحۃ ۲۴۴۰)

اور دوسری روایت میں ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿لَا تَتَكَلَّفُوْا لِلضَّيْفِ فَتَبْغَضُوْهُ ، فَاِنَّهٗ مَنْ اَبْغَضَ الضَّيْفَ فَقَدْ اَبْغَضَ اللّٰهَ ، وَمَنْ اَبْغَضَ اللّٰهَ اَبْغَضَهُ اللّٰهُ۔﴾ (ابو بكر بن لال فی مكارم الاخلاق)

مہمانوں کے لئے تکلف مت کرو، اگر تکلف کرو گے تو انہیں برا سمجھو گے، اور جو شخص مہمانوں کو برا سمجھتا ہے وہ اللہ کو برا سمجھتا ہے، اور جو اللہ کو برا سمجھتا ہے اللہ اسے برا سمجھتا ہے۔

☆ایک بزرگ کہتے ہیں کہ ہم حضرت جابر بن عبداللہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے ہمارے سامنے روٹی اور سرکہ رکھا، اور فرمایا کہ اگر ہمیں تکلف سے منع نہ کیا گیا ہوتا تو میں تمہارے لئے تکلف کرتا۔

☆ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ مجھے دوستوں کی آمد سے پریشانی نہیں ہوتی، جو لوگ میرے پاس آتے ہیں میں اُن کے لئے تکلف نہیں کرتا، بلکہ جو کچھ میرے پاس موجود ہوتا ہے سامنے رکھ دیتا ہوں، اگر تکلف کرتا تو ان کی آمد ناگوار گزرتی، اور دل میں تکدر بھی ہوتا۔ (احیاء العلوم ص۲۶، ج۲)

مولانا مظفر حسینؒ ایک دفعہ مولانا گنگوہیؒ کے مہمان ہوئے صبح کو مولانا نے ناشتہ کے لئے کہا، آپ رامپور جانے والے تھے اس لئے آپ نے کہا کہ کھانا تیار کرنے میں دیر لگے گی اور میرے سفر کا حرج ہوگا دیر ہو جائے گی، ہاں اگر رات کا کھانا رکھا ہوا ہو تو لادو۔ حضرت گنگوہیؒ نے ماش کی دال اور باسی روٹی لادی، آپ نے دال روٹی پر الٹ کرا سے ساتھ رکھ لیا اور رخصت ہو گئے۔ اور رامپور پہنچ کر ان کے اس عمل کی تحسین کی اور فرمایا وہ بڑے اچھے آدمی ہیں۔

مہمان کے سامنے کھانا رکھ کر اُسے کھانے کی درخواست کرنا

مہمان کو کسی دوسرے کے حوالے نہ کریں بلکہ خود اس کی خدمت کریں، کھانا پہلے میزبان کے سامنے رکھیں، اور

میزبان کھانا پہلے خود شروع کردے تاکہ مہمان بے تکلف ہو جائے۔حضرت امام شافعیؒ حضرت امام مالکؒ کے مہمان ہوئے ، کھانے کے وقت خادم نے اطلاع کی کھانا تیار ہے۔امام مالکؒ نے فرمایا لے آؤ۔وہ ہاتھ دھلانے کے لئے پانی لایا اور پہلے امام شافعیؒ کے ہاتھ دھلانے چاہے۔امام مالکؒ نے کہا کہ پہلے ہمارے ہاتھ دھلاؤ، اسی طرح کھانا رکھتے وقت فرمایا پہلے ہمارے سامنے رکھو اس کے بعد خود پہلے کھانا شروع کردیا۔اس میں باریکی یہ ہے کہ مہمان کو پیش قدمی کرتے ہوئے شرم دامن گیر ہوتی ہے اس لئے آپ نے یہ ترتیب مہمان کو بے تکلف کرنے کے لئے اختیار فرمائی تھی۔ (اسلامی تہذیب)

☆ مہمان کو کھاتے ہوئے ہرگز نہ گھوریں بلکہ سرسری نظر سے کمی بیشی دیکھتے رہیں، نظریں جما کر نہ دیکھیں، یا تو کھانے میں اس کے ساتھ شریک ہو جائیں، اس لئے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے مہمان کے ساتھ کھاؤ کیونکہ مہمان شرم محسوس کرے گا کہ وہ اکیلا کھائے۔ یا اس مجلس سے الگ ہو جائیں، اور وقفہ وقفہ سے کمی بیشی معلوم کرتے رہیں۔

* مہمان سے کھانا کھانے پر اصرار نہیں کرنا چاہئے *

مہمان سے کھانے کے بارے میں مت دریافت کریں

جب آپ کے یہاں کوئی مہمان آئے تو اُس سے یہ مت دریافت کریں کہ آپ کے لئے کھانا لاؤں، یا آپ کھانا کھائیں گے، بلکہ جو کچھ گھر میں تیار ہو اس کو لاکر اس کے سامنے رکھ دیں، اگر وہ کھالے تو بہتر ورنہ واپس لے جائیں۔ اگر کھانا کھلانے کا اردہ نہ ہو تو اس طرح کے سوالات کر کے جھوٹی خواہش کا اظہار مت کریں۔

مہمان کو رخصت کرتے وقت گھر کے دروازے تک پہچانا

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ سنت ہے کہ آدمی اپنے مہمان کے ساتھ گھر کے دروازے تک جائے۔ (ابن ماجہ)

رخصت کرتے وقت دعاء کرنا

﴿ اَسْتَوْدِعُ کُمُ اللّٰہُ دِیْنَکُمْ وَاَمَانَتِکُمْ وَخَوَاتِیْمَ اَعْمَالِکُمْ۔ ﴾

میں اللہ تعالیٰ کو تمہارا دین، اور تمہاری امانات، اور تمہارے آخری اعمال سونپتا ہوں۔

اگر دعوت کھائیں تو دعوت کھلانے والے کو یہ دعاء دیں

﴿ عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ جَاءَ اِلٰی سَعْدِ بْنِ عُبَادَۃَ فَجَاءَ ہٗ بِخُبْزٍ وَزَیْتٍ فَاَکَلَ ثُمَّ

قَالَ ﷺ: اَفْطَرَ عِنْدَ كُمُ الصَّائِمُوْنَ، وَاَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ ﴾۔ (رواه ابو داؤد)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سعد بن عبادہؓ کے ہاں تشریف لائے، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پکی ہوئی روٹی اور روغن زیتون پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو تناول فرمایا اور پھر ان کے لئے اس طرح دعاء فرمائی:

﴿اَفْطَرَ عِنْدَ كُمُ الصَّائِمُوْنَ، وَاَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ ﴾۔

اللہ کے روزہ دار بندے تمہارے ہاں افطار کیا کریں، اور ابرار اور صالحین تمہارے ہاں کھانا کھایا کریں، اور اللہ تعالیٰ کے فرشتے تمہارے لئے دعاء خیر کیا کریں۔

یا یہ پڑھیں:

﴿اَللّٰهُمَّ اَطْعِمْ مَّنْ اَطْعَمَنَا وَاسْقِ مَنْ سَقَانَا ﴾

اے اللہ تعالیٰ تو کھلا اس کو جس نے ہم کو کھلایا اور تو پلا اس کو جس نے ہم کو پلایا۔

یا یہ دعاء پڑھیں:

﴿ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيْمَا رَزَقْتَهُمْ وَارْزُقْهُمْ خَيْرًا مِّنْهُ۔۔۔(وفی روایة)۔۔۔ وَاغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ۔ ﴾ (صحیح مسلم)

اے اللہ تو نے ان کو روزی کا جو سامان عطا فرمایا ہے اس میں ان کے لئے برکت دے، اور ان کو اس سے بہتر رزق عطا فرما۔ اور ان کو اپنی مغفرت اور رحمت سے نواز۔

صبح کا ناشتہ

صبح کا ناشتہ کرنا سنت ہے، پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہد میں پانی ملا کر نوش فرمایا کرتے تھے۔

☆☆☆

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسندیدہ کھانے

گوشت کھانا سنت ہے

گوشت غذاؤں کا سردار ہے، کھانے میں لذیذ اور جسمانی صحت کے لئے مفید ہے، اس سے رنگت کی صفائی، عقل کی زیادتی اور قوت سماع میں اضافہ ہوتا ہے۔ اہل جنت کے لئے ربّ العالمین نے جو نعمتیں تیار کر رکھی ہیں ان میں پرندوں کے گوشت کا بھی خاص طور پر ذکر فرمایا گیا ہے:

﴿ وَلَحۡمِ طَيۡرٍ مِّمَّا يَشۡتَهُوۡنَ۔﴾ (واقعه)

(اور غلمان جنت اہل جنت کے سامنے) پرندوں کا وہ گوشت پیش کریں گے جس کو اُن کا دل چاہے گا۔

حضرت بریدہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دنیا اور آخرت میں کھانوں کا سردار گوشت ہے۔لیکن گوشت کے استعمال کی کثرت نقصان دہ بھی ہے، اس سے موٹاپا ہوتا ہے، خون کے امراض پیدا ہوتے ہیں اس لئے اعتدال کے ساتھ اس کو استعمال کرنا چاہیئے۔

گوشت کے بڑا پارچہ کو چھری سے کاٹنا

گوشت کا بڑا پارچہ بھنا ہوا ہو تو اس کو چھری سے کاٹ کر چھوٹا کرنا مسنون ہے۔حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے مروی ہے کہ میں ایک شب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مہمان ہوا، کھانے میں ایک طرف بھنا ہوا گوشت لایا گیا، پیارے پیغمبر چاقو سے کاٹ کاٹ کر مجھے مرحمت فرمانے لگے۔ (شمائل ترمذی ص ۱۱)

گوشت دانتوں سے نوچ کر کھانا

گوشت کی بوٹی کو چھری سے کاٹ کر کھانے کے بجائے دانتوں سے نوچ کر کھائیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں دست کا گوشت پیش کیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بہت پسند تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسے دانتوں سے نوچ کر کھانے لگے۔ (بخاری وابن ماجہ)

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مرغوب گوشت

جیسا کہ اوپر گزر چکا کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دنیا اور آخرت میں کھانوں کا سردار گوشت ہے۔اور

اسی وجہ سے آپ ﷺ کو گوشت کھانا مرغوب تھا، بیشتر آپ نے بکری اور اونٹ کا گوشت استعمال فرمایا، مگر بکری کے گوشت میں بھی بعض اجزاء آپ ﷺ کو خاص طور پر مرغوب تھے جیسے دست، پیٹھ، شانے، اور گردن کا گوشت۔ ان میں سے ہر ایک کا ہم یہاں پر جدا جدا ذکر کرتے ہیں:

دست کا گوشت

امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ:

﴿ كَانَ اَحَبُّ اللَّحْمِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَلذِّرَاعُ۔ ﴾ (شمائیل ترمذی ص ۱۲)

پیارے پیغمبر ﷺ کو گوشت میں دست بہت مرغوب تھا۔

آپ ﷺ کے یہاں گوشت روزانہ نہیں ہوتا تھا، آپ ﷺ دست کو پسند فرماتے تھے چونکہ یہ جلدی پک جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ:

﴿ كَانَ اَحَبُّ الْعَرَاقِ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ ذَرَاعُ الشَّاةِ، وَكُنَّا نَرَاهُ سُمَّ فِىْ ذِرَاعِ الشَّاةِ، وَكُنَّا نَرَى الْيَهُوْدُ هُمُ الَّذِيْنَ سَمُّوْهُ۔ ﴾ (رواہ ابوداؤد)

پیارے پیغمبر ﷺ کو بکری کے دست کا گوشت مرغوب تھا، اور ہم دیکھتے ہیں کہ بکری کے اس دست ہی میں آپ ﷺ کو زہر دیا گیا تھا، اور یہ زہر دینے والے یہود تھے۔

فتح خیبر کے موقع پر ایک یہودیہ عورت نے پیارے پیغمبر ﷺ کی دعوت کی، دعوت میں بکری کا گوشت بھونا اور اس میں زہر ملا دیا، چونکہ اُسے معلوم تھا کہ آپ ﷺ کو دست کا گوشت مرغوب ہے اس لئے اس نے دست میں خاص طور پر زہر بھر دیا۔ آپ ﷺ نے جب گوشت کی بوٹی منہ میں رکھی اور ابھی نگلنے کی نوبت نہیں آئی تھی کہ آپ ﷺ کو مطلع کر دیا گیا کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے تو آپ ﷺ نے اسے تھوک دیا اور حضرت ابو بکرؓ جو آپ کے ساتھ اس دعوت میں شریک تھے انہیں بھی کھانے سے منع فرما دیا، لیکن یہ زہر اس قدر شدید تھا کہ اس کا اثر ہمیشہ آپ ﷺ کے جسم میں رہا اور آپ ﷺ کی موت بھی اسی کے اثر سے ہوئی۔ اسی واقعہ کی طرف اس حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔

پیٹھ کا گوشت

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اَطْیَبُ اللَّحْمِ لَحْمُ الظَّھْرِ۔﴾

پیٹھ کا گوشت بہترین گوشت ہے۔

شانے کا گوشت

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ کَانَ اَحَبُّ اللَّحْمِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اَلْکَتِفُ۔﴾　(سیرت ج۷ ص۲۹۰)

پیارے پیغمبر ﷺ کا پسندیدہ گوشت شانے کا گوشت تھا۔

حضرت عمر بن امیہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے پیارے پیغمبر ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ کے دست مبارک میں شانے کا گوشت ہے جسے آپ ﷺ کاٹ کر تناول فرما رہے تھے۔　(بخاری ج۲ ص۸۱۴)

گردن کا گوشت

صباغہ بنت زبیرؓ فرماتی ہیں کہ ہمارے گھر میں بکری ذبح کی گئی، پیارے پیغمبر ﷺ کا پیغام آیا کہ اپنی بکری میں سے ہمیں بھی کھلاؤ، انہوں نے کہلا بھیجا کہ سوائے گردن کے کچھ بھی باقی نہیں، اور مجھے لحاظ معلوم ہوتا ہے کہ یہ میں آپ ﷺ کے پاس بھیجوں، قاصد نے جب یہ بات پیارے پیغمبر ﷺ کو بتائی، تو آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ اور کہو کہ بھیج دو یہ جانور کا اگلا حصہ ہے، ہر اچھائی سے قریب اور گندگی سے دور ہے۔　(شرح مواہب ج۴ ص۳۲۹)

بھنا ہوا گوشت

حضرت عبداللہ بن حارثؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے پیارے پیغمبر ﷺ کے ساتھ بھنا ہوا گوشت مسجد میں کھایا۔
(ابن ماجہ ج۲ ص۲۴۱)

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ میرے والد نے مجھے حریرہ بنانے کا حکم دیا، میں نے بنایا، پھر کہا کہ اِسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے جاؤ، چنانچہ میں اُسے لے کر آیا تو آپ ﷺ مسجد میں تھے، آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ اے جابر یہ کیا ہے؟ یہ گوشت ہے کیا؟ میں نے کہا نہیں! (بلکہ حریرہ ہے)۔ میں والد کے پاس آیا، تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا حضور ﷺ نے دیکھا تھا؟ میں نے کہا ہاں! اور مجھ سے پوچھا، اے جابر! یہ گوشت ہے کیا؟ تو والد صاحب نے کہا شاید آپ ﷺ کو گوشت کی خواہش ہے، تو والد صاحب نے ایک پالتو بکری کے متعلق ذبح کا حکم دیا، پھر اسے بھنا گیا، پھر حکم دیا کہ اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے جاؤ، میں لے کر حاضر ہوا آپ ﷺ نے پوچھا اے جابر یہ کیا ہے؟ میں

نے بتایا تو پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعاء فرمائی اے اللہ تعالیٰ میری طرف سے قبیلہ انصار کو جزائے خیر دے خاص کر عبداللہ بن عمر بن حرام رضی اللہ عنہ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو۔ (نسائی)

اس حدیث سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گوشت مرغوب تھا، تو دوسری طرف حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کا بھی پتہ چلتا ہے کہ انہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کس قدر محبت تھی کہ صرف اس استفسار پر کہ گوشت ہے کیا؟ انہوں نے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواہش کا اندازہ لگا کر پالتو بکری ذبح کر کے اس کا گوشت بھون کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں بھیج دیا۔

☆اسی طرح پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بغیر روٹی کے تنہا گوشت بھی تناول فرمایا ہے اور نمک لگا خشک گوشت بھی۔ ہڈی دار گوشت بھی، بھنی ہوئی کلیجی بھی اور پائے بھی۔ امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم لوگ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے (قربانی کے) پائے ایک ماہ تک رکھتے تھے جسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھاتے تھے۔ (نسائی ج۲ ص۲۰۸)

مغز

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک پیالہ مغز بھرا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لایا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا اے ابو ثابت یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں نے چالیس (۴۰) جانور ذبح کئے تو خواہش ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیٹ بھر مغز کھلاؤں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے تناول فرمایا، اور میرے لئے خیر کی دعاء کی۔ (سیرۃ الشامی ج۷)

شوربا و کدو کی رغبت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لوکی (یعنی کدو) کھاؤ، اگر اس سے زیادہ کوئی نافع درخت ہوتا تو اللہ تعالیٰ حضرت یونس علیہ السلام پر اُسی کو اگاتے، اگر تم میں سے کوئی شوربا بنائے تو اس میں لوکی کا اضافہ کردے وہ عقل اور دماغ کو قوت دیتی ہے۔ (کنز العمال ج۱۹ ص۲۰۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

﴿ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اَتٰى مَنْزِلَ خَيَاطٍ،فَقَرَّبَ اِلَيْهِ قَصْعَةٌ فِيْهَا ثَرِيْدٌ، وَعَلَيْهِ الدُّبَّاءُ فَجَعَلَ يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءُ فَمَا زِلْتُ اُحِبُّ الدُّبَّاءَ مِنْ يَوْمِئِذٍ۔﴾ (اخرجه البخاری)

ایک درزی نے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کھانے کی دعوت کی، میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گیا، انہوں

نے جو کی روٹی اور گوشت کا شوربا ایک پیالہ میں پیش کیا، جس میں لوکی (کدو) پڑھی تھی، میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ برتن کے چاروں طرف سے لوکی تلاش کر رہے تھے، اس دن سے میں بھی لوکی سے محبت کرنے لگا۔ (اور رغبت سے کھانے لگا)

گوشت میں شوربا زیادہ رکھنا

حضرت ابوذر غفاریؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: کہ کسی نیک کام کو معمولی نہ سمجھو (گویا) اگر نیکی نہ کرسکو تو اپنے بھائی سے مسرت کے ساتھ ملو، جب گوشت خریدو تو شوربا زائد رکھو اور اپنے پڑوسی کو اس میں سے دو۔ (ترمذی ج۲ ص۵)

حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب گوشت پکاؤ تو شوربا زیادہ کرو، یا پانی ذرا زائد ڈالو، یہ پڑوسی کے لئے زیادہ مفید ہے۔ (مجمع الزوائد ج۵ ص۲۲)

پیارے پیغمبر ﷺ نے شوربا زیادہ رکھنے کا حکم اس لئے دیا کہ اس سے پڑوسیوں اور دیگر ضرورت مندوں کو شوربا دینے کا موقعہ ملے گا، اور گھر والے بھی آسودہ ہو جائیں گے)۔

مرغی کا گوشت

حضرت ابی قلابہ زھدمؒ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حضرت ابو موسیٰؓ کے پاس تھے:

﴿فَأُتِيَ بِلَحْمِ دَجَاجٍ ،فَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰی هَلُمَّ كُلْ ، فَاِنِّيْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَأْكُلُهٗ۔﴾ (رواه البخارى۔و مسلم)

کہ آپ کے پاس مرغی کا گوشت لایا گیا، حضرت ابو موسیٰؓ نے فرمایا: آؤ کھاؤ، میں نے پیارے پیغمبر ﷺ کو مرغی کا گوشت کھاتے دیکھا ہے۔

دوسری روایت میں انہی راوی سے مروی ہے کہ:

﴿ دَخَلْتُ عَلٰى اَبُوْ مُوْسٰى اَلْاَشْعَرِیؓ وَهُوَ يَأْكُلُ لَحْمَ الدَّجَّاجْ فَقَالَ: اُدْنُ فَكُلْ فَاِنِّيْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَأْكُلُ لَحْمَ الدَّجَّاجِ۔﴾

میں ابو موسیٰ الاشعریؓ کے ہاں گیا تو وہ مرغی کا گوشت کھا رہے تھے، مجھ سے حضرت ابو موسیٰؓ نے فرمایا: آؤ کھاؤ، میں نے پیارے پیغمبر ﷺ کو مرغی کا گوشت کھاتے دیکھا ہے۔

☆ مرغی کے علاوہ پیارے پیغمبر ﷺ سے خرگوش، نیل گائے، چکور، سرخاب، بٹیر، پہاڑی بکرا۔ مچھلی، دل۔ کلیجی، بھیڑ، دنبہ، اور گائے کا گوشت کھانا بھی ثابت ہے اور ان سب کا کھانا مسنون ہے۔ (شمائل کبریٰ ص ۲۷ ج ۲)

ثرید بنا کر کھانا

ثرید: گوشت کے شوربے میں روٹی کے بھگوئے ہوئے ٹکڑے کو کہا جاتا ہے، خواہ ٹکڑے کو شوربا میں ڈال کر پکایا جائے، یا یوں ہی شوربے میں توڑا جائے، ثرید زود ہضم ہے، پیٹ کے لئے مفید اور لذیذ اور مقوی ہوتا ہے۔ حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَآءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ ﴾ (شمائیل)

حضرت عائیشہ رضی اللہ عنہا کو تمام عورتوں پر اُسی طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح ثرید کو تمام کھانوں پر۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کھانا تیار کیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس میں مدعو کیا، کھانے میں ثرید بھی تھا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

﴿ اِئْتِنَا بِالثَّرِيْدِ، فَاِنَّهٗ كَانَ أَحَبُّ الطَّعَامِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الثَّرِيْدُ مِنَ الْخُبْزِ۔ ﴾ (رواہ ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ثرید لاؤ پیارے پیغمبر ﷺ کو تمام کھانوں میں محبوب ترین کھانا ثرید تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: سحری میں برکت ہے، ثرید میں برکت ہے جماعت میں برکت ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے (ثرید بنانے کی تاکید فرماتے ہوئے) ارشاد فرمایا: ثرید بناؤ خواہ پانی سے۔ (مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۲)

خالص جو کی روٹی

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اکثر آپ ﷺ کی غذا جو کی روٹی ہوتی تھی۔ اور جو کی روٹی بھی بلا چھنے ہوتی تھی، حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں چھلنی نہیں تھی (بلکہ جو کے آٹے میں) پھونک مار لیتے تھے۔ (جو موٹے تنکے ہوتے تھے وہ اڑ جاتے تھے باقی آٹا گوندھ لیا جاتا تھا۔ اس لئے خالص جو کی روٹی کھانا یا کم از کم گندم کے آٹے میں جَو ملا کر اس کی روٹی بنا لینا چاہیے۔

حلوہ

امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ:

﴿ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یُحِبُّ الْعَسَلَ وَالْحَلْوَاءَ۔ ﴾ (بخاری ج۲ ص۸۱۷)

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو میٹھا اور شہد پسند تھا۔

آٹے یا میدے کا حلوہ

میدے کا حلوہ وہ ہوتا ہے جو آٹے کے میدہ، شہد اور گھی کو ملا کر بنایا جاتا ہے اس زمانے میں اس میں کھجور بھی ڈالا جاتا تھا اس وجہ سے اس کو کھجور کا حلوہ بھی کہتے ہیں۔

ہریسہ

جو گوشت اور کوٹے ہوئے گیہوں کو ملا کر بنایا جاتا ہے، یہ حلیم کے مشابہ ہوتا ہے۔

کھجور کا ملیدہ

جو کھجور، پنیر اور گھی سے بنایا جاتا تھا اور عربوں کا مرغوب کھانا تھا۔

دشیشہ

دشیشہ اور حشیشہ ایک قسم کا کھانا جو آٹے، گوشت اور کھجور کو ملا کر پکایا جاتا ہے۔

ستو

جو کا ستو: گرمی کے ایام میں اور گرم علاقے میں بہت مفید ہے خاص کر گرم مزاج رکھنے والوں کے لئے۔ یہ ٹھنڈک پیدا کرتا ہے اور معدہ کے لئے بھی مفید ہے اور مقوی جسم ہے۔

سرکہ

سرکہ میں برکت کے لئے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعاء فرمائی ہے، اور اس کے استعمال سے بھوک اچھی طرح لگتی ہے، ہاضمہ میں مددگار ہوتا ہے اور پیٹ کے کیڑے ختم ہوتے ہیں۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا سرکہ کیا ہی خوب سالن ہے۔

امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: سرکہ ہم سے پہلے نبیوں

کا سالن رہا ہے۔ (ابن ماجہ ج ۳ ص ۲۴۳)

حضرت امّ ہانی ؓ فرماتی ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے؟ ہم نے عرض کیا سوائے روٹی کے خشک ٹکڑوں اور سرکہ کے اور کچھ نہیں ۔آپ ﷺ نے فرمایا: لاؤ ہمارے سامنے (اور پھر فرمایا) جس گھر میں سرکہ ہو اس میں کوئی فاقہ نہیں۔ (ترمذی ج ۲ ص ۶)

☆حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے مروی ہے کہ سالنوں میں سب سے پسندیدہ سالن سرکہ ہے۔

☆اس کے علاوہ آپ ﷺ نے پنیر، کھجور اور روٹی، چقندر، اور پکا ہوا پیاز بھی استعمال فرمایا ہے۔

پھل اور میوے

پھل اور میوں میں پیارے پیغمبر ﷺ نے جو تناول فرمائے ان میں سے چند ایک کا اختصار کے ساتھ یہاں ذکر کیا جا تا ہے:

عجوہ کھجور

امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں کہ: پیارے پیغمبر ﷺ کو سب سے زیادہ پسندیدہ کھجور عجوہ تھی۔ (ابن حبان)

اسی طرح حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں:

﴿كَانَ اَحَبُّ التَّمرِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَلْعَجْوَة۔﴾

پیارے پیغمبر ﷺ کو سب سے زیادہ پسندیدہ کھجور عجوہ تھی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَنْ تَصْبحَ بِسَبْعِ تَمَرَاتٍ عَجْوَةٍ ، لَمْ يَضُرُّهُ ذَالِكَ الْيَوْم سَمٌّ وَلَا سَحْرٌ ﴾

جو شخص صبح سات عجوہ کھجور کھالے گا اُس دن اسے کوئی جادو یا زہر کا اثر نہ ہوگا۔ (بخاری)

کھجور کو دیگر چیزوں کے ساتھ ملا کر کھانا

اس کے علاوہ پیارے پیغمبر ﷺ نے: مکہ اور مدینہ کی کھجوریں تازہ کھجور اور خربوزہ کھجور اور مکھن دودھ اور کھجور کھانا اور کھجور کھجور اور پانی خربوزہ اور کھجور ککڑی اور کھجور ککڑی اور نمک تربوز اور کھجور۔ملا کر کھائی ہیں اور اس طرح ملا کر آپ ﷺ اس لئے تناول فرماتے تھے تا کہ کھانے میں اعتدال پیدا ہو،

اس لئے کہ کھانے میں اعتدال رکھنا صحت کے بنیادی اصولوں میں سے ہے۔اس کے علاوہ پھل اور میوں میں سے آپ ﷺ نے جو رغبت کے ساتھ تناول فرمائے ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

زیتون

زیتون کے مبارک ہونے کا ذکر ربّ العالمین نے قرآن میں بھی فرمایا ہے،اس کے بہت منافع ہیں ،اس میں غذائیت کے ساتھ دوائیت بھی ہے ۔حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ اس میں ستر(۷۰) بیماریوں سے شفاء ہے،جن میں جذام بھی شامل ہے۔

حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: زیتون کا تیل کھاؤ،اور اس کا تیل لگاؤ یہ مبارک درخت ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے علیؓ! زیتون کھاؤ اور اس کا تیل لگاؤ، جو اس کا تیل لگائے گا شیطان اس کے پاس چالیس رات تک نہیں آئے گا۔ (مطالب عالیہ ج۳ ص۲۲۳)

پیلو کا پھل

یہ اراک کا پھل ہے جسے ہندی میں پیلو اور عربی میں کباث کہتے ہیں۔حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ ہم مقام الظہر ان میں تھے ،اور کباث توڑ رہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا سیاہ توڑنا ، ہم نے عرض کیا معلوم ہوتا ہے آپ ﷺ نے بکریاں چرائی ہیں ۔آپ ﷺ نے فرمایا ہاں کوئی نبی ایسا نہیں جنہوں نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ (مسلم)

انجیر

حضرت ابو ذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ کو انجیر ایک طبق میں ھدیۃً پیش کئے گئے، آپ ﷺ نے اصحابؓ سے فرمایا کہ کھاؤ، اگر میں کہتا کہ جنت سے کوئی میوہ اتارا گیا ہے تو انجیر کے متعلق کہتا، یہ بواسیر اور نقرس کے لئے نافع ہے۔ (سیرت ج۷ ص۳۱۹)

انگور

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ میں نے پیارے پیغمبر ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ انگور کا خوشہ کھا رہے تھے۔ (سیرت ج۷ ص۳۱۹)

حضرت امیہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کو میووں میں انگور اور خربوزہ مرغوب تھا۔

کشمش

حضرت ثابت بن انسؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ سعد بن عبادہؓ کے گھر تشریف لے گئے، انہوں نے کشمش پیش کی، آپ ﷺ نے تناول فرمائی اور فراغت پر یہ دعاء فرمائی:

﴿أَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ، وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَآئِكَةُ، وَاَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّآئِمُوْنَ﴾

(مسند احمد)

انار

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے سے مروی ہے کہ عرفہ کے دن آپ ﷺ کی خدمت میں انار بھیجا گیا، آپ ﷺ نے تناول فرمایا۔ (مواہب لدنیہ ص ۳۴۰)

سونٹھ

حضرت ابوسعید خدریؓ روایت فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ کی خدمت میں ہندوستان کے راجہ نے ایک گھڑا بھیجا جس میں سونٹھ تھا، آپ ﷺ نے اس میں سے ہر ایک کو کھلایا، اور ہمیں بھی۔ (ترمذی)

شہتوت

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے پیارے پیغمبر ﷺ کو شہتوت، ایک پیالہ سے کھاتے ہوئے دیکھا ہے۔ (سیرت ص ۳۲۱، شمائیل ص ۹۷)

سفرجل: بہی (ناشپاتی کی طرح کا ایک پھل)

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ میں نے طائف سے سفرجل (بہی) لا کر پیارے پیغمبر ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، آپ ﷺ نے تناول فرمایا، اور فرمایا کھاؤ یہ دل کو مجلّٰی کرتا ہے، سینہ کے درد اور بوجھ کو زائل کرتا ہے۔

(مواہب ج ۴ ص ۳۴۰)

اس کے علاوہ سنترہ، پیاز، لہسن، کلونجی، رائی، میتھی، سیب، ایلوہ، فلفل اور مصالحے وغیرہ کی بھی آپ ﷺ نے تعریف فرمائی ہے اور فوائد بیان فرمائے ہیں۔

لباس کے متعلق آداب اور سنتیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لباس کے فرائض

اسلام کی تعلیمات انسانی زندگی کے ہر شعبے پر محیط ہیں، زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جو اسلام کی تعلیمات سے خالی ہو۔ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس طرح زندگی گزارنے کے سارے معمولات کے بارے میں امت کو سکھلایا کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام یہ کھاؤ اور اس سے بچو، یہ صحیح ہے اور یہ غلط اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لباس اور کپڑوں کے بارے میں بھی آداب سکھلائے ہیں اور واضح ہدایات دی ہیں کہ لباس کیسا ہو، کس طرح پہنا اور اتارا جائے کونسا لباس اختیار کیا جائے اور کون سے لباس سے بچا جائے مرد کا لباس کیسا ہو اور عورت کا کیسا، کیونکہ شریعت میں لباس کو بہت اہمیت حاصل ہے، اس لباس کی وجہ سے آدمی کے دین پر، اس کے اخلاق پر، اس کی زندگی پر، اس کی معاشرت پر اور اس کے طرز عمل پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

لباس اپنا اثر رکھتا ہے

اور اس کا ایک ثبوت ہمیں خیر القرون میں بھی ملتا ہے، چنانچہ خلیفہ ثانی حضرت سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ مشہور واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ مسجد نبوی ؐ میں خطبہ دینے کے لئے تشریف لائے، اس وقت وہ ایک شاندار جبہ پہنے ہوئے تھے، جب خطبہ سے فارغ ہو کر گھر تشریف لے گئے تو جا کر اس جبہ کو اتار دیا، اور فرمایا کہ میں آئندہ اس جبہ کو نہیں پہنوں گا، کیونکہ اس جبہ کو پہننے سے میرے دل میں بڑائی اور تکبر کا احساس پیدا ہو گیا، اس لئے اسے آئندہ نہیں پہنوں گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ لباس کا اثر انسان کے اخلاق، کردار اور اس کی زندگی پر پڑتا ہے، اس لئے لباس کو معمولی چیز سمجھ کر نظر انداز نہیں کرنا چاہئے اور اسلام نے لباس کے بارے میں جو بنیادی اصول بیان فرمائے ہیں ان کو سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ربّ العزت نے لباس کے بنیادی اصول بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ خُذُوۡا زِیۡنَتَکُمۡ عِنۡدَ کُلِّ مَسۡجِدٍ وَّ کُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا وَلَا تُسۡرِفُوۡا ۚ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الۡمُسۡرِفِیۡنَ ﴾ (الاعراف ۳۱)

اے اولادِ آدم! تم مسجد کی حاضری کے وقت اپنی آرائیش لے لیا کرو، اور کھاؤ اور پیو اور حد سے آگے مت بڑھو، بیشک اللہ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

﴿وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيلَ تَقِيكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيلَ تَقِيكُم بَأْسَكُمْ ۔﴾ (النحل:۸۱)

اور تمہارے واسطے کرتے بنائے جو تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں، اور ایسے کرتے بنائے جو لڑائی سے تمہاری حفاظت کرتے ہیں۔(یعنی وہ زرہیں جن سے مقابلہ کے وقت دشمنوں کے حملہ سے بچاؤ ہوتا ہے۔

﴿يَا بَنِي آدَمَ قَدْ أَنزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا۔﴾ (الاعراف:۲۶)

اے اولادِ آدم! ہم نے تم کو پہننے کے کپڑے عطا کئے جن سے تمہاری ستر پوشی ہو اور تجمل اور آسائش کا سامان ہو اور تقویٰ کا لباس تمہارے لئے سب سے بہتر ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ستر پوشی اور لباس انسان کی فطری خواہش اور پیدائیشی ضرورت ہے، جو اوّل دن سے اس کے ساتھ ہے، اور ستر چھپانے کے لئے تو مختصر سا لباس کافی ہوتا ہے، مگر ہم نے اس سے زیادہ لباس تمہیں عطا فرمایا تاکہ تم اس کے ذریعہ زینت و جمال حاصل کر سکو۔ اس لئے ہر لباس کو اللہ تعالیٰ کا خاص عطیہ سمجھتے ہوئے اس کا شکر بجا لاتے ہوئے تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق استعمال میں لائیں تاکہ تمہارا لباس پہننا بھی ربّ العالمین کی رضا اور خوشنودی کے حصول کا ذریعہ بن جائے۔

لباس کے اجمالی بنیادی اصول

لباس کے متعلق کسی خاص وضع اور تراش کی شریعت نے پابندی نہیں لگائی، البتہ لباس کی حدود مقرر کی ہیں ان سے تجاوز نہیں ہونا چاہئے، پس جو لباس اِن شرعی حدود میں ہوگا وہ شرعی لباس کہلائے گا، ورنہ خلاف شرع ہوگا، وہ حدود یہ ہیں:

☆ لباس اتنا باریک، تنگ اور چست نہ ہو کہ اعضاء کی ساخت اور نشیب و فراز نظر آئیں۔ ☆ اپنی حیثیت اور وسائل کے مطابق ہو، افراط اور تفریط نہ ہو۔ ☆ قومی لباس کو چھوڑ کر غیر مسلموں کے لباس کے مشابہ نہ ہو۔

☆ مرد شلوار، تہبند، اور پائجامہ وغیرہ اتنا نیچا نہ پہنیں کہ ٹخنے یا ٹخنوں کا کچھ حصہ اس میں چھپ جائے۔

☆ مردوں کے لئے اصلی ریشم کا لباس پہننا حرام ہے۔ ☆ مرد زنانہ اور عورتیں مردانہ لباس نہ پہنیں۔

☆ لباس صاف ستھرا ہونا چاہئے، مردوں کے لئے سفید لباس زیادہ پسندیدہ ہے۔

☆ مردوں کے لئے خالص سرخ لباس مکروہ ہے۔

لباس کی سنتیں

پیارے پیغمبر ﷺ کا لباس چادر، لنگی، کرتہ اور عمامہ ہوتا تھا، دھاری دار چادر پسند فرماتے تھے عمامہ کے نیچے ٹوپی رکھتے تھے، کبھی صرف ٹوپی پہنتے، کسی وقت صرف عمامہ بھی باندھ لیتے تھے، عمامہ کا شملہ کبھی ہوتا کبھی نہ ہوتا، شملہ کمر کی جانب ہوتا تھا، آپ ﷺ نے قبا بھی پہنی ہے آپ ﷺ کی چادر مبارک کا طول چھ ہاتھ اور عرض تین ہاتھ ایک بالشت تھا اور تہبند کا طول چار ہاتھ اور ایک بالشت، عرض دو ہاتھ ایک بالشت، تہبند نصف پنڈلی تک ہوتا تھا، چادر کا رنگ سرخ دھاری دار، سبز اور سیاہ رنگ کی اونی چادر بوٹے والی اور بغیر بوٹے والی استعمال فرمائی ہے۔ بعض روایات میں پائجامہ کا خریدنا اور پہننا بھی آیا ہے، سوتی کپڑا زیادہ استعمال فرماتے تھے، قیمتی کپڑا بھی استعمال فرمایا ہے، آپ کا تکیہ چمڑے کا تھا جس کے اندر کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ (شرح سفر السعادت ونشر الطیب)

سفید لباس پہننا

پیارے پیغمبر ﷺ کو سفید رنگ کا کپڑا پسند تھا اور اس کے پہننے کی آپ ﷺ نے مختلف موقعوں پر تاکید بھی فرمائی، اس لئے کہ یہ فطرتی لباس ہے اور اس میں تواضع ہے، اس لئے جمعہ عیدین، محافل اور مجالس کے مواقع پر سفید لباس زیب تن کرنا افضل ہے۔ جبکہ شوخ سرخ رنگ کے علاوہ کہ اس کو پیارے پیغمبر ﷺ نے ناپسند فرمایا ہے، حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ:

﴿مَرَّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ رَجُلٌ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ أَحْمَرَانِ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ ... (اى أَلسَّلَام) ﴾ (ابوداؤد، والترمذی)

ایک صحابی کا گزر پیارے پیغمبر ﷺ پر ہوا جو سرخ رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوئے تھے انہوں نے آپ ﷺ کو سلام کیا، آپ ﷺ نے (جب اس کو سرخ رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو) اس کے سلام کا جواب نہ دیا۔

دوسرے رنگوں کے کپڑے پہننا بھی پیارے پیغمبر ﷺ سے ثابت ہے جیسے سبز یا ہلکے نیلے رنگ کے، زرد رنگ کے، سرخ دھاری دار وغیرہ بشرطیکہ کوئی ایسا کپڑا نہ ہو جو عورتوں کے لئے مخصوص ہے کیونکہ ایسے کپڑوں کا پہننا مردوں کے لئے ممنوع ہے اس لئے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ایسے مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں۔ اس لئے دوسرے کلر کے کپڑے بھی پہن سکتے ہیں مگر مردوں کے لئے سفید رنگ کے کپڑے زیادہ پسندیدہ ہیں، جبکہ عورتوں کے لئے

رنگین لباس ہی زیادہ پسندیدہ ہے نہ کہ سفید۔ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے کہ:

﴿ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: الْبَسُوْا مِنْ ثِیَابِکُمُ الْبَیَاضَ، فَاِنَّھَا مِنْ خَیْرِ ثِیَابِکُمْ وَکَفِّنُوْا فِیْھَا مَوْتَاکُمْ۔ ﴾ (اخرجه ابو داؤد،۳۸۷۸)

پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: سفید کپڑے پہنا کرو! یہ تمہارا بہترین لباس ہے، اور ایسے ہی کپڑوں میں مردوں کو کفنایا کرو۔

اور ایک دوسری روایت حضرت ابن عباس ؓ سے مروی ہے کہ:

﴿قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ خَیْرُ أَکْحَالِکُمُ الْاِثْمَدَ عِنْدَ النَّوْمِ، یُنْبِتُ الشَّعْرَ وَ یَجْلُوْالْبَصَرَ وَخَیْرُ ثِیَابِکُمُ الْبِیَاضَ فَالْبَسُوْھَا وَکَفِّنُوْا فِیْھَا مَوْ تَاکُمْ﴾ (مسند احمد)

پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: تمہارا بہترین سرمہ اثمد ہے جس کو سوتے وقت لگانے سے بال اگتے ہیں اور نگاہ تیز ہوتی ہے، اور تمہارا بہترین لباس سفید ہے، اسے پہنو اور اس میں اپنے مردوں کو کفناؤ۔

حضرت ابو درداء ؓ فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا:

﴿ اِنَّ اَحْسَنَ مَا زُرْتُمُ اللّٰہَ فِیْ قُبُوْرِکُمْ وَمَسَاجِدِکُمُ الْبِیَاضُ ﴾ رواه ترمذی ،نسائی)

سب سے بہتر لباس جس میں تم اللہ تعالیٰ سے قبروں میں یا مساجد میں ملاقات کرو گے وہ سفید لباس ہے۔

حضرت سمرۃ بن جندب ؓ روایت فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا:

﴿ اَلْبَسُوْا الثِّیَابَ الْبَیْضَ، فَأِنَّھَا اَطْھَرُوَاَطْیَبُ، وَکَفِّنُوْا فِیْھَا مَوْتَاکُمْ ﴾ (رواه احمد)

سفید کپڑے پہنا کرو! یہ زیادہ پاک صاف اور نفیس ہوتے ہیں، اور ایسے ہی کپڑوں میں مردوں کو کفنایا کرو۔

حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ فرماتے ہیں کہ:

﴿ رَأَیْتُ بِشِمَالِ النَّبِیِّ ﷺ وَ بِیَمِیْنِہٖ رَجُلَیْنِ عَلَیْھِمَا ثِیَابُ بَیْضٍ یَوْ مَ اُحْدٍ، مَا رَأَیْتُھُمَا قَبْلُ وَلَا بَعْدُ۔ ﴾ (بخاری،باب لباس)

میں نے اُحد کے دن پیارے پیغمبر ﷺ کے دائیں بائیں سفید کپڑوں میں ملبوس دو ایسے اشخاص کو دیکھا

جنہیں نہ تو میں نے پہلے کبھی دیکھا تھا اور نہ ہی اس کے بعد۔ (اس سے مراد حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل علیہم السلام ہیں جو سفید لباس میں آئے تھے)۔

اور ایک اور حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ روایت فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: اللہ ربّ العزت نے جنت کو سفید بنایا ہے اور اسے سفید رنگ پسند ہے۔ (مجمع ج ۵ ص ۱۳۱)

کرتا پہننا

امّ المؤمنین حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ:

﴿كَانَ اَحَبُّ الثِّيَابِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَلْقَمِيْصَ۔﴾ (رواہ ابوداؤد وترمذی)

نبی کریم ﷺ کو تمام لباس میں سب سے زیادہ پسندیدہ کُرتا تھا۔

پیارے پیغمبر ﷺ لباس میں کرتے کو زیادہ پسند فرماتے تھے اس لئے کہ اس میں ستر پوشی زیادہ ہوتی ہے، سلائی کی وجہ سے بدن کو گھیرے ہوئے ہوتا ہے، بدن پر ہلکا ہوتا ہے، اور اس میں تواضع اور عاجزی کے ساتھ ساتھ زینت بھی ہوتی ہے۔ آپ ﷺ کے کرتے کی آستینیں ہاتھوں کے پہنچوں تک ہوتی تھیں، کرتے کا گلا (گریبان) سینے کی طرف ہوتا تھا، اور وہ تکمہ دار گھنڈی والا یعنی بٹن والا ہوتا تھا، اور اتنا فراخ کہ کھلے ہوئے ہونے کے وقت ایک صحابیؓ نے ہاتھ ڈال کر پشت کی جانب مہر نبوت کو برکت کے لئے چھوا تھا۔ (شمائل ترمذی)

امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے اور آپ ﷺ کے پاس سوتی کُرتا تھا۔ علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے زیادہ تر سوت کے بنے ہوئے کپڑوں کو استعمال فرمایا ہے۔ (زادالمعاد)

کرتے کی مسنون لمبائی

پیارے پیغمبر ﷺ کا کرتا ٹخنوں سے اوپر نصف پنڈلی تک ہوتا تھا۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ:

﴿كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَمِيْصٌ قُطْنِيٌّ، قَصِيْرُ الطُّوْلِ، قَصِيْرُالْكُمَّيْنِ۔﴾

پیارے پیغمبر ﷺ کی قمیص سوتی تھی، جو کم لمبی تھی اور اس کی آستینیں چھوٹی تھیں۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ کا کرتا نہ زیادہ لمبا تھا۔ نہ ہی اس کی آستینیں زیادہ لمبی ہوتی تھی۔ (ابن ماجہ ج ۲ ص ۲۹۴)

جُبّہ: پیارے پیغمبر ﷺ کبھی کبھی جبہّ بھی زیب تن فرماتے تھے جس کے بارے میں متعدد روایات موجود ہیں، چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کہ:

﴿ رَأَیْتُ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَتَوَضَّأُ وَعَلَیْہِ جُبَّۃٌ شَامِیَّۃٌ ضَیْقَۃَ الْکمَّیْنِ۔ ﴾ (بخاری)

میں نے پیارے پیغمبر ﷺ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا، آپ ﷺ شامی جبہ زیب تن کئے ہوئے تھے جس کی آستینیں تنگ تھیں۔

حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ خِیْطَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ جُبَّۃٌ مِّنْ صُوْفِ اَنْمَارٍ، فَلَبِسَھَا،فَمَا اُعْجِبَ بِثَوْبِ مَاأُعْجِبَ بِہٖ! فَجَعَلَ یَمُسُّہٗ بِیَدِہٖ ھٰکَذَا، وَیَقُوْلُ : اُنْظُرُوْا مَااَحْسَنُھَا! وَفِي الْقَوْمِ اَعْرَابِیٌّ، فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ھِبْھَا لِیْ، فَخَلَعَھَا، فَدَفَعَھَا فِیْ یَدِہٖ۔ ﴾

پیارے پیغمبر ﷺ کے لئے صوف انمار کا جبہ سیا گیا (یعنی اونی جبہ جسے عرب کے بدولوگ پہنا کرتے تھے) آپ ﷺ اسے پہنے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کو یہ بڑا اچھا معلوم ہوا، اس پر ہاتھ پھیر کر فرمانے لگے، دیکھو کتنا اچھا ہے۔ ایک بدو بھی مجلس میں تھا، اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! یہ مجھے دے دیجئے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اتار کر اسے دے دیا۔ (کتاب اخلاق النبی وآدابہٗ)

حضرت عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ مَرَّۃً فِیْ جُبَّۃٍ مِّنْ صُوْفٍ رُوْمِیَّۃٍ، ضَیْقَۃَ الْکَمَّیْنِ۔ ﴾

(ایک مرتبہ) آپ ﷺ تشریف لائے اور آپ ﷺ پر صوف کا یعنی اُونی جبہ تھا جس کی آستینیں چھوٹی تھیں، آپ ﷺ نے اُسی میں ہمیں نماز پڑھائی۔ (ابن ماجہ ج ۲ ص ۲۹۲)

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ روایت فرماتے ہیں کہ:

﴿ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ لَبِسَ جُبَّۃً رُوْمِیَّۃً ضَیْقَۃَ الْکُمَّیْنِ۔ ﴾ (رواہ البخاری ومسلم)

پیارے پیغمبر ﷺ نے ایک مرتبہ رُومی جبہ پہنا جس کی آستینیں تنگ تھیں۔

ازار اور تہبند: پیارے پیغمبر ﷺ نے ازار کا استعمال فرمایا ہے اور یہ بے سلی لنگی ہوتی تھی، آپ ﷺ کا معمول

لنگی باندھنے اور چادر اوڑھنے کا تھا، اور پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لنگی چار ہاتھ اور ایک بالشت لمبی اور دو ہاتھ چوڑی ہوتی تھی۔

(زاد المعاد ج ۱ ص ۵۱)

حضرت ابو بردہؓ فرماتے ہیں کہ:

﴿ أَخْرَجَتْ اِلَيْنَا عَائِشَةَ رضى الله عنها كِسَاءً مُلبَّدًا، وَاِزَارًا غَلِيْظًا، فَقَالَتْ: قُبِضَ رُوْحُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ هٰذَيْنِ۔ ﴾ (رواه البخاری ومسلم)

امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ایک پیوند لگی دُہری چادر اور موٹی تہبند دکھلائی، اور کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال انہی دو کپڑوں میں ہوا۔

حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ اہل کتاب لنگی نہیں باندھتے بلکہ پاجامہ پہنتے ہیں، پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ ان کے خلاف کرو پاجامہ بھی پہنو اور لنگی بھی باندھو۔

تہبند و لنگی کی مقدار مسنون

تہبند اور لنگی باندھنے کی مقدار مشروع نصف پنڈلی ہے، نصف ساق تک سنت ہے اور ٹخنوں تک جائز ہے۔ حضرت عمرو بن شعیبؓ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے حضور میں حضرات ملائکہ نصف پنڈلی تک تہبند باندھے رہتے ہیں، تم بھی اسی طرح باندھو۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ:

﴿ سَمِعْتُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: اِزَارَةُ الْمُؤْمِنِ اِلٰى نِصْفِ سَاقَيْهِ، لَا جُنَاحَ عَلَيْهِ فِيْمَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْكَعْبَيْنِ، مَا اَسْفَلَ مِنْ ذَالِكَ فَفِى النَّارِ، قَالَ ذَالِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ﴾ (رواه ابوداؤد وابن ماجه)

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مؤمن کا تہبند نصف پنڈلی تک ہونا چاہیے، پنڈلی اور ٹخنوں کے درمیان بھی ہو تو کوئی حرج نہیں، جو اس سے نیچے ہوگا تو وہ دوزخ کی آگ میں ہوگا، اور یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ دہرائی۔

حضرت سلمہ بن اکوعؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ لنگی نصف پنڈلی تک پہنا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ:

﴿ ھٰکَذَا یَأْتَزِرُ صَاحِبُنَا اِلٰی نِصْفِ سَاقَیْهِ ﴾ (شمائل ص۹)

یہی ہیئت میرے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لنگی کی تھی۔

لنگی باندھنے کا مسنون طریقہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناف کے (ذرا) نیچے ازار تہبند باندھا کرتے تھے کہ ناف معلوم ہوتا تھا۔ (زرقانی ج۵ ص۲۶)

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

﴿رَأَیْتُ اِبْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا یَأْتَزِرُ فَیَضَعُ حَاشِیَةَ اِزَارِهٖ مِنْ مُقَدَّمَةٍ عَلٰی ظَهْرِ قَدَمِهٖ ، وَیَرْفَعُ مُؤَخِّرَهٗ، فَقُلْتُ: مَاهٰذِهِ الْاِزْرَة ؟ فَقَالَ: رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَأْتَزِرُهَا۔﴾ (مشکوٰۃ)

میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ تہبند کے اگلے حصہ کو زائد رکھتے اور پیچھے کا حصہ اُونچا کر لیتے تھے۔ میں نے پوچھا اس طرح کیوں باندھتے ہیں تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی طرح ازار باندھتے دیکھا۔

پاجامہ: پاجامہ پہننا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سنت ہے (کہ سب سے پہلے پاجامہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہنا اور اسی پاجامہ کی برکت سے انہیں قیامت کے دن سب سے پہلے لباس پہنایا جائے گا) اور پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسے پسند فرمایا ہے، اور منٰی کے میدان میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خریدنا بھی کتب صحاح سے ثابت ہے۔ اور محقق یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پاجامہ موجود تھا اور وصال کے بعد ترکہ میں بھی تھا۔ اور علامہ سیوطیؒ نے بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پاجامہ پہنا ہے۔ اس لئے علامہ عینیؒ نے پاجامہ پہننے کو مستحب قرار دیا ہے۔

حضرت سوید بن قیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم منٰی میں تھے۔

﴿ فَاَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاشْتَرٰی سَرَاوِیْلًا وَثَمَّ وَزَّانٌ یَزِنُ بِالْاَجْرِ ، فَقَالَ: اِذَا وَزِنْتَ فَارْجِحْ ﴾ (اداب بیهقی ص۳۵۷:کتاب اخلاق النبی وادابه ص۱۰۵)

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور ہم سے پاجامہ خریدا۔ وہاں پر وزن کرنے والے تھے جن کے

پاس ترازو تھا جس سے وہ پیسے لے کر وزن کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: جب تم تولو تو ذرا جھکتا تولا کرو۔

حضرت علیؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پاجامہ پہنو یہ تمہارے لباس میں زیادہ ستر کے لائق ہے، اور عورتوں کو بھی پہناؤ جب وہ باہر نکلیں۔ (کنز العمال ج ۱۹ ص ۲۱۷)

اسی طرح کی ایک روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک دن بازار گیا۔ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کپڑا فروش سے چار درہم میں ایک پاجامہ خریدا۔ (طبرانی، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۲۵)

چادریں

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چادر بکثرت استعمال فرماتے تھے، اور اس کو اوڑھنے کے لئے اور تکیہ بنانے اور سر پر ڈالنے کے لئے استعمال فرماتے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ چادر عربوں کا لباس ہے، چادر اوڑھنا ایمان کی نشانی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چادر اوڑھتے تھے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ:

﴿كَانَ اَحَبُّ الثِّيَابِ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ اَنْ يَّلْبَسَهَا الْحِبَرَةُ۔﴾ (رواه البخاری ومسلم)

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کپڑوں میں حَبرہ (یمن کی بنی ہوئی سرخ یا سبز دھاری دار سوتی چادر) کا پہننا بہت پسند تھا۔ اور چادروں کے پسندیدہ ہونے کی وجہ سے امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو یمنی چادروں میں دفنایا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی استعمال شدہ چادروں کا ذکر

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف موقعوں پر مختلف قسم کی منقش (یعنی نقش ونگار والی، سرخ دھاری دار، سبز دھاری دار) اور غیر منقش چادریں استعمال فرمائی ہیں جن میں سے چند کا ہم اختصار کے ساتھ یہاں ذکر کرتے ہیں:

(۱) یمنی چادر (۲) صوف کی یعنی اونی چادر (۳) بالوں والی چادر (۴) دھاری دار چادر
(۵) جھالر نما چادر (۶) شامی منقش چادر (۷) مخلوط ریشم کی چادر (۸) کالی چادر
(۹) موٹے کنارے والی چادر (۱۰) پیوند لگی چادر (۱۱) زعفرانی رنگ کی چادر
(۱۲) سفید چادر (۱۳) کالا کمبل

چادر کی مسنون لمبائی اور چوڑائی

حضرت عروہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں:

﴿كَانَ طُوْلُ رِدَآءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَرْبَعَةَ اَذْرُعٍ، وَعَرْضُهٗ ذِرَاعَيْنِ وَنِصْفًا،وَكَانَ لَهٗ ثَوْبٌ اَخْضَرُ، يَلْبَسُهٗ لِلْوُفُوْدِ اَذَا قَدَ مُوْا عَلَيْهِ ﴾

پیارے پیغمبر ﷺ کے چادر کی لمبائی چار ہاتھ اور چوڑائی دو ہاتھ ایک بالشت تھی، اور آپ ﷺ کے پاس ایک سبز (دھاری دار) کپڑا تھا جو وفود سے ملاقات کے موقع پر پہنتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ کے پاس ایک حضرمی چادر تھی جس کی لمبائی چار ہاتھ اور چوڑائی دو ہاتھ ایک بالشت تھی۔ جبکہ ابن ملقن نے واقدی سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک چادر تھی جس کی لمبائی چھ ہاتھ اور چوڑائی تین ہاتھ تھی۔ (سیرت ج ۷ ص ۴۸۳)

چادر انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ چادر اوڑھنا اور سر پر کپڑا رکھنا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔

لباس پہنتے وقت دائیں طرف سے ابتداء کرنا

قمیص، کرتا یا صدری وغیرہ پہنیں تو پہلے دایاں ہاتھ آستین میں داخل کریں پھر بایاں ہاتھ۔ اس طرح پاجامہ یا شلوار کے لئے پہلے دایاں پاؤں پھر بایاں پاؤں، اسی طرح جوتا بھی پہنیں، ہر لباس کے زیب تن کرنے کا یہی مسنون طریقہ ہے۔ پیارے پیغمبر ﷺ کا معمول تھا کہ لباس میں داہنی طرف سے ابتداء فرماتے تھے، یعنی جو کپڑا پہنتے داہنی جانب سے پہننا شروع فرماتے۔ پیارے پیغمبر ﷺ کا یہ معمول صرف کپڑوں کے پہننے تک محدود نہیں تھا بلکہ جتنے بھی اعمال صالحہ اور شرافت اور کرامت والے اعمال ہوتے ان سب میں آپ ﷺ کا یہ معمول تھا جیسے کپڑوں کا پہننا، پگڑی باندھنا، جبہ پہننا، موزے پہننا، مسجد میں داخل ہونا، مسواک کرنا، تیل لگانا، سرمہ لگانا، ناخن تراشنا، مونچھیں کاٹنا، سر مونڈوانا، زیر بغل بالوں کا لینا، کنگھی کرنا، نماز سے سلام پھیرنا، اعضاء وضو کا دھونا، بیت الخلاء سے نکلنا، کھانا، پینا، مصافحہ کرنا، حجر اسود کو بوسہ دینا، وغیرہ اور جو شرافت اور کرامت والے کام نہ ہوتے تو ان میں ابتداء بائیں سے فرماتے تھے جیسے کپڑوں کا اتارنا، جوتوں کا اتارنا، بیت الخلاء میں داخل ہونا، مسجد سے نکلنا، ناک صاف کرنا، استنجاء کرنا، موزوں کا اتارنا وغیرہ۔

چنانچہ امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ:

﴿ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعْجِبُهُ التَّيَامُنُ فِيْ كُلِّ شَيْئٍ ، حَتّٰى فِي التَّرَجُّلِ وَالْاِنْتِعَالِ۔ ﴾

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر چیز میں دائیں طرف سے ابتداء کو پسند فرماتے تھے، یہاں تک کہ جوتے پہننے اور کنگھی کرنے میں بھی۔

﴿ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعْجِبُهُ التَّيَمُّنُ فِيْ تَنَعُّلِهٖ وَتَرَجُّلِهٖ وَطُهُوْرِهٖ وَفِيْ شَأْنِهٖ كُلِّهٖ۔ ﴾

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر چیز میں دائیں طرف سے ابتداء کو پسند فرماتے تھے، یہاں تک کہ جوتے پہننے اور کنگھی کرنے میں، اور پاکی حاصل کرنے میں اور ہر کام میں۔ (اخرجہ البخاری)

﴿ وَعَنْهَا قَالَتْ :كَانَتْ يَدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الْيُمْنٰى لِطُهُوْرِهٖ وَطَعَامِهٖ، وَكَانَتْ يَدُهُ الْيُسْرٰى لِخَلَائِهٖ وَمَاكَانَ مِنْ اَذًى۔ ﴾ (رواه ابو داؤد، صحيح الادآب والاخلاق)

اور امّ المؤمنین سے ہی مروی ہے کہ: پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دایاں دست مبارک، پاکی اور کھانے کے لئے ہوتا تھا، اور بایاں دست مبارک استنجاء اور ان کاموں کے لئے ہوتا جو شرافت اور کرامت والے کام نہ ہوتے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا لَبِسَ قَمِيْصًا بَدَأَ بِمَيَامِنِهٖ۔ ﴾ (رواه الترمذی)

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کرتا زیب تن فرماتے تو دائیں طرف کو پہلے پہنتے۔

لباس اتارتے وقت بائیں طرف سے ابتداء کرنا

قمیص یا کرتا وغیرہ اتارتے ہوئے پہلے بایاں بازو پھر دایاں بازو نکالیں، اسی طرح شلوار یا پاجامہ اتارتے وقت پہلے بایاں پھر دایاں پاؤں نکالیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کپڑے پہنتے تو دائیں طرف سے ابتدا کرتے اور جب نکالتے تو بائیں طرف سے پہل کرتے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ:

﴿اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِذَاانْتَعَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِالْيَمِيْنِ، وَاِذَا نَزَعَ فَلْيَبْدَأْ بِالشِّمَالِ، لِيَكُنِ الْيُمْنٰى اَوَّلَهُمَا تُنْعَلُ، وَاٰخِرُهُمَا تُنْزَعُ۔﴾ (رواه البخاری ومسلم،صحیح

پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی پہنے تو دائیں سے ابتدا کرے، اور جب اتارے تو بائیں طرف سے اتارنا شروع کرے، تا کہ دایاں پہننے میں پہلا ہو اور اتارنے میں آخری۔

ٹخنوں کا کھلے رکھنا

ٹخنوں سے نیچے تہبند یا لنگی یا پاجامہ باندھنا درست نہیں۔ پاجامہ، شلوار، لنگی وغیرہ ٹخنوں سے اوپر رکھیں ٹخنوں سے نیچے لٹکانے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں۔ اور قیامت کے اُس دن میں جبکہ ہر بندہ اپنے رب کریم کی نگاہِ رحم وکرم کا محتاج اور آرزومند ہوگا، وہ اس کی نگاہِ رحمت سے محروم رہیں گے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بالکل نظر انداز کر دئے جائیں گے۔ اسی طرح کرتا اور قمیص بھی ٹخنے سے نیچے نہ ہونا چاہئے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَنْ جَرَّ ثَوْبَهٗ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔﴾ (رواہ البخاری ومسلم)

فخر غرور اور تکبر کے مارے اپنے کپڑوں کو زمین پر گھسیٹنے (اور ٹخنوں سے نیچے لٹکانے) والوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نظر رحمت سے نہیں دیکھیں گے۔ (بخاری ومسلم)

اس حدیث کے راوی حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ کا یہ ارشاد سن کر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرا تہبند اگر میں اس کا خیال نہ رکھوں تو نیچے لٹک جاتا ہے۔ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: ﴿اِنَّکَ لَسْتَ مِمَّنْ يَّفْعَلُهٗ خُيَلَاءَ﴾ تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو فخر اور غرور کے جذبہ سے ایسا کرتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ اگر تہبند، پاجامہ وغیرہ ٹخنوں سے نادانستہ طور پر بے خیالی اور بے توجہی کی وجہ سے نیچے ہو جائے تو اس پر یہ وعید نہیں ہے۔ ایک دوسری روایت میں حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ:

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَجُرُّ اِزَارَهٗ مِنَ الْخُيَلَاءِ، خُسِفَ بِهٖ فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِي الْأَرْضِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔﴾ (رواہ البخاری)

پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: جس وقت ایک شخص غرور اور تکبر کے طور پر اپنی ازار (یعنی تہبند، پائجامہ وغیرہ) کو زمین پر گھسیٹتا ہوا چل رہا تھا، تو اس کو زمین میں دھنسا دیا گیا، اب وہ قیامت تک (اسی طرح)

زمین میں دھنستا چلا جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَاأَ سْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْاِزَارِ فِي النَّارِ۔ ﴾ (رواہ البخاری، مشکوٰۃ، ص۱۲۴۱)

تہبند، پائجامہ وغیرہ کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہوگا، وہ (پورا حصہ) جہنم میں ہوگا۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تہبند اس طرح باندھو جس طرح فرشتے باندھتے ہیں۔عرض کیا وہ کیسے اللہ کے رسول؟ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نصف پنڈلی تک۔ (مجمع الزوائد ج۵ ص۱۲۶)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی اپنی ازار (شلوار، پائجامہ) لٹکائے ہوئے نماز پڑھ رہا تھا کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (اسے دیکھ لیا اور) فرمایا:

﴿اِذْهَبْ فَتَوَضَّأْ، فَذَهَبَ فَتَوَضَّأَ، ثُمَّ جَاءَ، ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذْهَبْ فَتَوَضَّأْ، فَذَهَبَ فَتَوَضَّأَ، ثُمَّ جَاءَ، فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَالَكَ أَمَرْتَهٗ أَنْ يَّتَوَضَّأَ ؟ ثُمَّ سَكَتَ عَنْهُ فَقَالَ: اِنَّهُ كَانَ يُصَلِّيْ وَهُوَ مُسْبِلٌ اِزَارُهٗ، وَاِنَّ اللّٰهَ جَلَّ ذِكْرُهُ لَا يُقْبِلُ صَلَاةَ رَجُلٍ مُسْبِلٍ اِزَارَهٗ۔ ﴾ (رواہ ابو داؤد فی باب الصلاۃ وفی اللباس)

جاؤ اور جا کر وضو کرو، پس وہ گیا اور اُس نے وضو کیا اور پھر آیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر اس سے فرمایا: جاؤ اور جا کر وضو کرو، پس وہ گیا اور اس نے وضو کیا اور پھر آیا، ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے وضو کا حکم کیوں دیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تھوڑی دیر خاموشی اختیار فرمائی اور پھر ارشاد فرمایا: یہ نماز پڑھتے ہوئے اپنی شلوار کو (ٹخنوں سے نیچے) لٹکائے ہوئے تھا، اور اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں فرماتے جو اپنی شلوار (ٹخنوں سے نیچے) لٹکائے ہوئے ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ شعبان کی پندرہویں رات میں سب مسلمانوں کی بخشش کی جاتی ہے سوائے والدین کی نافرمانی کرنے والے، شراب پینے والے اور اپنے ازار کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والوں کے۔حضرت جابرؓ سے ایک طویل روایت میں مروی ہے کہ جنت کی خوشبو ایک ہزار میل کی مسافت سے آئے گی، مگر خدا کی قسم (ٹخنوں سے نیچے) پاجامہ لٹکا کر پہننے والے اس خوشبو کو نہ پائیں گے۔ (ترغیب ص۹۱)

عورتیں اپنے ٹخنے ڈھانکے رکھیں

ٹخنوں سے نیچے شلوار، تہبند، ازار اور چادر لٹکانے کی وعید صرف مردوں کے حق میں ہے عورتوں کے حق میں نہیں۔ پیارے پیغمبر ﷺ نے عورتوں کو پاؤں چھپانے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت امّ سلمہؓ نے جب ازار لٹکانے کی وعید سنی تو آپ ﷺ سے معلوم کیا کہ عورتوں کے لئے کیا حکم ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر قدم کھل جائے تو وہ کپڑا نیچے لٹکا لیں، اس طرح آپ ﷺ نے قدم تک چھپانے کی اجازت دی۔ ایک روایت میں ہے کہ عورتوں کے پردہ کی چادر اتنی لمبی ہوتی تھی کہ ایک بالشت بلکہ ایک ہاتھ زمین پر گھسٹتی چلتی تھی۔　　(ترمذی)

پیوند دار کپڑا

پیوند لگے کپڑے کا استعمال سنت ہے اسے برا یا حقیر سمجھنا بڑے خطرے کی بات ہے۔

امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عایشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ:

﴿ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : یَا عَائِشَۃُ ! اِذَا اَرَدْتِّ اللُّحُوْقَ بِیْ فَلْیَکْفِکِ مِنَ الدُّنْیَا کَزَادِ الرَّاکِبْ، وَاِیَّاکَ وَمَجَالِسَۃَ الْاَغْنِیَاءِ، وَلاَ تَسْتَخْلِقِیْ ثَوْبًا حَتّٰی تُرَقِّعِیْہِ۔ ﴾

(مشکوٰۃ ص۱۲۴۵) رواہ الترمذی

مجھ سے پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: اے عائیشہ ! اگر تو آخرت میں مجھ سے ملنا چاہتی ہے تو دنیا کے لئے اتنا سامان کافی ہونا چاہئے جتنا مسافر ساتھ لے کر چلتا ہے۔ خبردار مالداروں کی مجلس سے پرہیز کرو، اور کسی کپڑے کو پرانا نا قابل استعمال اس وقت تک نہ بناؤ جب تک کہ تم اس میں پیوند نہ لگاؤ۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو امیر المؤمنین ہونے کی حالت میں دیکھا کہ ان کے کپڑوں پر یکے بعد دیگرے تین پیوند لگے ہوئے تھے۔ ایک موقع پر حضرت عمر بن خطابؓ خلیفہ ہونے کی حالت میں خطبہ دے رہے تھے اور ان کے کپڑوں پر بارہ پیوند لگے ہوئے تھے۔　　(مرقاۃ ج۴ ص ۴۳۰)

حضرت عمر بن قیسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ سے پوچھا گیا اے امیر المؤمنین آپ اپنے کرتے پر پیوند کس لئے لگاتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا تاکہ دل میں خشوع پیدا ہو اور مومن اس کی اقتداء کریں۔　　(کنز العمال)

غیروں کے لباس کی ممانعت

مسلمانوں کو غیروں کی نقالی سے ان کا تشبہ اختیار کرنے سے بچنا چاہئے اور ان کے طور طریقے اور رہن سہن وضع

اور ہیئت اختیار کرنے کے بجائے اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے میں ہی اپنی دونوں جہان کی کامیابی و کامرانی سمجھنی چاہئے۔اس لئے کہ مسلمان ایک ممتاز قوم ہے،اور اس کا امتیاز اس کے لباس میں،اس کی پوشاک میں،اس کے وضع قطع میں، اس کے اٹھنے بیٹھنے میں غرضیکہ ہر چیز میں نمایاں ہونا چاہئے۔

جو لباس کسی غیر مسلم قوم کا امتیازی شعار بن چکا ہو جیسے کوٹ،پتلون،انگریزی قمیص،ساڑھی وغیرہ کو بالکلیہ ترک کر دینا چاہئے۔غیر قوم سے تشبہ اختیار کرنا اور ان کی نقالی اور مشابہت اختیار کرنا ناجائز اور حرام ہے،حدیث شریف میں اس پر بڑی سخت وعید وارد ہوئی ہے۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ﴾ (رواہ ابو داؤد)

جس شخص نے جس قوم کی مشابہت اختیار کی (ان کی نقالی اختیار کی اور ان جیسا بننے کی کوشش کی) تو وہ شخص اسی قوم میں شمار ہوگا۔

یعنی اگر کوئی مسلمان شخص اپنے لباس واطوار وغیرہ کے ذریعہ کسی غیر مسلم قوم،یا فساق وفجار کی مشابہت اختیار کرے گا،تو اس کے نامۂ اعمال میں وہی گناہ لکھے جائیں گے جو اس غیر مسلم قوم کے لوگوں کو ملتے ہیں،اسی طرح اگر کوئی شخص اپنے آپ کو علماء ومشائخ اور اولیاء اللہ کے نمونے پر ڈھالے گا،تو وہ بھلائی اور سعادت کے اعتبار سے انہی کے زمرہ میں شمار ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ رَأَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَيَّ ثَوْبَيْنِ مُعَصْفَرَيْنِ، فَقَالَ: اِنَّ هٰذِهٖ مِنْ ثِيَابِ الْكُفَّارِفَلَا تَلْبَسْهُمَا۔ وفى روايةٍ :قُلْتُ: اَغْسِلُهُمَا؟ قَالَ: بَلْ اَحْرِقْهُمَا﴾ (مشکوٰۃ،مسلم)

پیارے پیغمبر ﷺ نے میرے اوپر دو زرد رنگ کے کپڑے دیکھے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ کافروں کا لباس ہے ان کو مت پہنو۔ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن العاصؓ نے عرض کیا: کیا میں ان کے رنگ کو دھودوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ جلادو۔

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دور خلافت میں فارس میں مقیم مسلمانوں کے پاس یہ پیغام بھیجا: امّا بعد! اے مسلمانو! ازار اور چادر کا استعمال کرو، جوتے پہنو، اپنے جد امجد حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لباس کو لازم پکڑو، عجمیوں کے لباس اور انکی وضع قطع اور ہیئت سے دور رہو، موٹے کھردرے پرانے کپڑے پہنو، (جو تواضع کا لباس ہے)۔ (فتح الباری)

معلوم ہوا کہ کسی دوسری قوم کی نقالی خواہ مباح کام میں ہو یا برے کام میں جائز نہیں بلکہ حرام ہے، اور شریعت کے

اصول کے خلاف ہے، اس لئے کہ شریعت نے تشبہ کی ممانعت فرمائی ہے اور تشبہ اس کو کہتے ہیں کہ قصداً غیروں کی ایسی مشابہت اختیار کرنا کہ ان جیسا لگے۔

مردوں کے لئے ریشمی لباس کی حرمت

مرد مطلقاً ریشمی لباس نہ پہنیں، چاہے وہ کپڑے میں ہو یا عمامہ میں ہو یا کسی اور چیز میں، کیونکہ جنت میں جنتیوں کا لباس ریشمی ہوگا۔ اور جو شخص دنیا میں ریشمی کپڑا پہنے گا وہ ان لوگوں کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہوگا جو ابتداء ہی میں جنت میں جائیں گے۔ اس لئے کہ حضرت عمر بن خطابؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

﴿لَا تَلْبَسُوْا الْحَرِيْرَ، فَاِنَّهُ مَنْ لَبِسَهٗ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِي الْاٰخِرَةِ۔﴾ (رواه مسلم)

ریشمی لباس مت پہنو، جو اسے دنیا میں پہنے گا آخرت میں اس سے محروم رہے گا۔

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ:

﴿قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّمَا يَلْبَسُ الْحَرِيْرَ فِي الدُّنْيَا مَنْ لَا خَلَاقَ لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ۔﴾

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا میں وہی شخص ریشم پہنتا ہے، جس کے لئے آخرت میں حصہ نہیں ہوتا۔ (متفق علیہ)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ:

﴿وَقَدْ اَخَذَ حَرِيْرًا فَجَعَلَهٗ فِيْ يَمِيْنِهٖ، وَذَهَبًا فَجَعَلَهٗ فِيْ شِمَالِهٖ: وَقَالَ:اِنَّ هٰذَيْنِ حَرَامٌ عَلٰى ذُكُوْرِ اُمَّتِيْ۔﴾ (رواه ابوداؤد و نسائی)

دائیں ہاتھ میں ریشمی کپڑا اور بائیں ہاتھ میں سونا لئے فرما رہے تھے: یہ دونوں حرام ہیں ہماری امت کے مردوں پر۔

﴿ وَقَوْلُهٗ: حُرِّمَ لِبَاسُ الْحَرِيْرِ وَالذَّهَبِ عَلٰى ذُكُوْرِ اُمَّتِيْ، وَ اُحِلَّ لِنِسَائِهِمْ۔﴾

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ میری امت کے مردوں پر ریشم اور سونا حرام ہے، اور ان کی عورتوں کے لئے حلال ہے۔ (رواہ الترمذی)

امام احمد حضرت جویریہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ جس شخص نے دنیا میں ریشمی کپڑا پہنا، اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن

آگ کا لباس پہنائے گا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: جب میری امت پانچ چیزوں کو حلال سمجھنے لگے گی یعنی اس کا ارتکاب کرنے لگے گی تو ان پر ہلاکت و بربادی آجائے گی۔ (۱) جب ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں۔ (۲) شراب پینے لگ جائیں۔ (۳) ریشمی لباس استعمال کرنے لگیں۔ (۴) گانے والی باندیاں اختیار کی جانے لگیں۔ (۵) مرد اور عورت اپنے آپ کو کافی سمجھنے لگیں یعنی شادی کی ضرورت نہ سمجھیں۔

تکیہ لگانا سنت ہے۔

﴿ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: أَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ وَھُوَ فِیْ الْمَسْجِدِ مُتَّکِیٌٔ عَلٰی بَرْدٍ لَہٗ اَحْمَرْ ﴾

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں پیارے پیغمبر ﷺ کے پاس حاضر ہوا آپ ﷺ اُس وقت مسجد میں سرخ رنگ کے تکیہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

﴿عَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ: اَنَّ مَعَاذًا دَخَلَ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ وَھُوَ مُتَّکِیٌٔ۔ ﴾

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضرت معاذؓ جب پیارے پیغمبر کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ تکیہ لگائے ہوئے تھے۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ دَخَلَ سَلْمَانَ عَلٰی عُمَرَ رضی اللہ عنہ وَھُوَ مُتَّکِیٌٔ عَلٰی وِسَادَۃٍ، فَأَلْقَاھَا لَہٗ، فَقَالَ سَلْمَانْ: اَللّٰہُ اَکْبَرْ، صَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ، فَقَالَ عُمَر: حَدِّثْنَا یَا اَبَا عَبْدِ اللّٰہ، فَقَالَ سَلْمَان: دَخَلْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَھُوَ مُتَّکِیٌٔ عَلٰی وِسَادَۃٍ، فَاَلْقَاھَا اِلَیَّ، ثُمَّ قَالَ : یَا سَلْمَانَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ دَخَلَ عَلٰی اَخِیْہِ الْمُسْلِمِ، فَیُلْقِیَ لَہُ الْوَسَادَۃُ اِکْرَامًا لَہٗ، اِلَّا غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ۔ ﴾ (کتاب اخلاق النبی وآدابہ ص ۲۱۰)

حضرت سلمان فارسیؓ حضرت عمرؓ کے پاس حاضر ہوئے جو تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے، انہوں نے تکیہ حضرت سلمانؓ کو پیش کر دیا تو حضرت سلمانؓ نے فرمایا: ''اللّٰہ اکبر'' اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے سچ فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اے ابوعبد اللہ! ہم سے بیان کرو تو حضرت سلمانؓ نے فرمایا: (ایک

مرتبہ) میں پیارے پیغمبر ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے وہ تکیہ مجھے پیش کیا اور فرمایا: اے سلمان! جو مسلمان اپنے کسی مسلمان بھائی کے پاس آئے اور وہ اس کا اکرام کرتے ہوئے اسے تکیہ پیش کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔

﴿عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ ؓ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ مُتَّكِئٌ عَلٰى وِسَادَةٍ عَلٰى يَسَارِهِ﴾

حضرت جابر بن سمرۃ ؓ سے مروی ہے کہ میں پیارے پیغمبر ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ ﷺ کو ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے دیکھا جو بائیں جانب رکھا ہوا تھا۔

{نوٹ} تکیہ دائیں اور بائیں دونوں جانب جائز ہے۔

جمعہ اور عیدین کے لئے نیا یا عمدہ لباس پہننا

جمعہ اور عیدین کے دن نیا اور عمدہ لباس پہننا سنت ہے، اگر عمدہ کپڑا ایک ہو تو اسے جمعہ اور عیدین کے لئے استعمال کیا جائے، پھر رکھ دیا جائے۔ امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ کے پاس دو کپڑے تھے جنہیں آپ ﷺ زیب تن فرماتے تھے، جب آپ واپس آتے تو ہم اسے اسی طرح لپیٹ کر رکھ دیتے۔ (مجمع ج۵ ص۱۷۹)

حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ جب پیارے پیغمبر ﷺ نیا کپڑا پہنتے تو اسے جمعہ کے دن پہنتے تھے۔ (سیرت خیر العباد ج۷ ص۴۲۵)

امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے جمعہ کے دن خطبہ دیا آپ ﷺ پر ایک عمدہ دھاری دار چادر تھی۔ (زاد المعاد)

حضرت جابر ؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ جمعہ وعیدین میں لال یمنی چادر زیب تن فرماتے تھے۔ اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک عمدہ دھاری دار لال چادر تھی جسے عیدین میں زیب تن فرماتے تھے۔ (مجمع ج۵ ص۲۰۱)

جب نیا کپڑا پہنیں تو یہ دعاء پڑھیں:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ كَسَانِيْ مَا أُوَارِيْ بِهٖ عَوْرَتِيْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِيْ حَيَاتِيْ۔﴾

سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہے جس نے مجھے کپڑا پہنایا جس سے میں اپنی شرم کی چیز (شرمگاہ) چھپاتا ہوں اور اپنی زندگی میں اس کے ذریعے خوبصورتی حاصل کرتا ہوں۔

یا یہ دعاء پڑھیں:

﴿ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا كَسَوْتَنِيْهِ ، اَسْأَلُكَ خَيْرَهٗ وَخَيْرَ مَا صُنِعَ لَهٗ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهٖ، وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهٗ۔ ﴾ (رواه الترمذی)

اے اللہ تیرا شکر، اور تیری حمد، جیسا کہ تونے مجھے پہننے کو یہ (عمامہ، کرتا یا قمیص جو پہنے اس کا نام لے لے) دیا اے اللہ! میں تجھ سے اس (لباس) کی خیر مانگتا ہوں اور جو اس کا وجود ہے اس کی خیر مانگتا ہوں (یعنی یہ کپڑا میرے لئے باعث خیر ہو اور اس کا جو اچھا مقصد ہے تیری عبادت وہ مجھے حاصل ہو) اور میں اس کے شر سے اور اس کے مقصد (یعنی استعمال) کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

یا یہ دعاء پڑھیں:

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ كَسَانِيْ هٰذَا وَرَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّيْ وَلَا قُوَّةٍ۔ ﴾ (ابوداؤد)

حمد وشکر اس اللہ کے لئے جس نے مجھے یہ لباس پہنایا، اور مجھے یہ عطا فرمایا بغیر میری طاقت اور قوت کے۔ (فرمایا جو یہ دعاء مانگے گا اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے)۔

☆☆☆

عورتوں کا لباسِ مسنون اور شرعی پردہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عورتوں کا لباس مسنون ومشروع یہ ہے کہ ان کے لئے موٹا لباس ہو جس سے بدن کا رنگ اور بال نظر نہ آئیں، اور ڈھیلا ڈھالا ہو، چست نہ ہو، اور بدن کی ہیئت کو نمایاں اور ظاہر کرنے والا نہ ہو، اور نہ مردوں کے مشابہ ہو، نہ غیروں کے لباس کی نقل ہو، اور نہ باریک ہو۔

عورتوں کا پردہ

مرد وزن کا باہمی تعلق اور ان کے آپس میں میل جول کی حدود، انسانی تمدن کی وہ بنیادی چیزیں ہیں جن میں ذرا سی کوتاہی پورے تمدن کو تباہ کر کے رکھ دیتی ہے۔ جس کا مشاہدہ انسانی تاریخ کے مختلف ادوار سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں اللہ ربّ العزت نے بڑی تفصیل سے اس موضوع پر کلام فرمایا ہے، کہیں مردوں اور عورتوں کو نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا ہے تو کہیں عورتوں کو بات چیت کرتے وقت نرم لہجہ اختیار کرنے سے روکا ہے، اور کہیں صحابہ کرامؓ کو حکم دیا ہے کہ اگر تمہیں کچھ پوچھنا ہو یا لین دین کرنا ہو تو پردہ کے پیچھے سے کرو۔

اسلام میں پردہ کی بڑی اہمیت ہے، اور پردہ کے بارے میں بہت تاکید ہے، عورتوں کو پردہ کا حکم چونکہ ربّ العالمین نے قرآن کریم کے ذریعہ دیا ہے، اور شریعت کا قاعدہ یہ ہے کہ جس چیز کا حکم اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں دے دیں تو وہ کام فرض ہو جاتا ہے جیسے نماز کا حکم قرآن کریم کے ذریعہ دیا گیا اس لئے نماز فرض، رمضان کے روزوں کا حکم دیا تو روزے فرض ہوئے، اسی طرح زکوٰۃ اور حج کا حکم بھی قرآن کریم میں آیا ہے اس لئے یہ چاروں فرائض اسلام میں شامل ہیں اسی طرح پردہ کا حکم بھی قرآن کریم میں آیا ہے، اس لئے مسلمان عورتوں پر پردہ کرنا فرض ہے۔ اور جس طرح نماز، روزہ زکوٰۃ وغیرہ فرض ہونے کے باوجود ادا نہ کرنا بڑا گناہ ہے، اسی طرح جب مسلمان خاتون پر بالغ ہونے کی وجہ سے پردہ فرض ہو جائے تو اس فرض کو ادا نہ کرنا بڑا گناہ ہے۔

ایک حدیث میں پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دوزخ میں جانے والی چار عورتوں کا ذکر فرمایا ان میں سے ایک وہ ہے جو بے پردہ گھر سے نکلنے کی عادی ہو یعنی جب گھر سے باہر نکلے تو آراستہ وپیراستہ ہو کر بے پردہ گھر سے باہر نکلے تو ایسی عورت جہنمی ہے۔

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جب جہنم کے اندر دیکھا تو اس کے اندر

عورتوں کو زیادہ پایا اور اس کی وجوہات میں سے ایک وجہ آپ ﷺ نے یہ بیان فرمائی کہ خواتین کے اندر بے پردہ ہو کر گھر سے باہر نکلنے کا جذبہ بہت زیادہ پایا جاتا ہے، جس کا ثبوت آپ کو آج کل مارکیٹوں، بازاروں، تفریح گاہوں اور تقریبات میں ہر جگہ نظر آئے گا کہ خواتین پورے بناؤ سنگار کے ساتھ ہر جگہ پر موجود ہوتی ہیں، اور بدنگاہی اور بدنظری کا ذریعہ بنتی ہیں۔ اور یہی گناہ آگے بڑھ کر مردوں اور عورتوں کو بے شمار گناہوں میں مبتلا کر دیتا ہے، جس سے ان کی دنیا اور آخرت دونوں برباد ہو جاتی ہیں۔

عورت کی ذاتی حیثیت ایک بیش بہا خزانہ کی سی ہے

چنانچہ شریعت اسلامیہ نے پہلا اصول یہ سکھلایا کہ عورت کی ذاتی حیثیت ایک بیش بہا خزانہ کی سی ہے اور اس خزانہ کو خائنوں اور بدراہوں اور شیطان صفت انسانوں کی پہنچ سے محفوظ رکھنے کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ اس کو مخفی اور پوشیدہ رکھا جائے۔ اس لئے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّ الْمَرْأَةَ عَوْرَتٌ مُسْتَوْرَةٌ فَاِذَا خَرَجَتْ اِسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ۔ ﴾ (رواه الترمذى)

بلاشبہ عورت ایک چھپی ہوئی چیز ہے (جو سر تا پا پوشیدہ رہنے کے قابل ہے) وہ جب باہر نکلتی ہے تو شیطان اسے تاکتا ہے (اور اس تاک میں لگ جاتا ہے کہ اب کسی کو بدخیالی میں اور کسی کو بدعملی میں اور کسی کو بدنگاہی میں مبتلا کروں گا۔)

ظاہر ہے کہ عورت کی یہ مخفی حیثیت اس کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی کہ عورت کا اجنبیوں کے ساتھ اختلاط ختم کر کے اسے الگ تھلگ اور یکسو رہنے کا حکم دیا جائے اس لئے شریعت نے ان زینت نظر بننے والیوں کی طرف نظر کرنے، ان کی آوازوں پر کان لگانے، ان کی طرف مائل ہونے، ان سے میل جول پیدا کرنے، ان کے ساتھ خلوت کرنے اور بے حجابی برتنے سے جس طرح مردوں کو منع فرمایا ہے اسی طرح عورت کے حق میں اجنبیوں کے ساتھ تنہائی اختیار کرنے، نرم آواز سے گفتگو کر کے ان کے دل میں طمع پیدا کرنے، آراستہ ہو کر باہر نکلنے، بے حجاب ہو کر منظر عام پر آنے اور بے پردگی کے ساتھ رہنے سے منع فرمایا اور اس کو حرام قرار دیا اور پیارے پیغمبر ﷺ نے واشگاف الفاظ میں یہ ارشاد فرمایا:

﴿ نِعْمَ الْعَمَلُ لِنِّسَآءِ اُمَّتِىْ الْعَزَل ﴾

میری امت کی عورتوں کا بہترین کام یکسوئی اور مردوں سے کنارہ کشی ہے۔

عورتوں کی عصمت کی حفاظت اور معاشرے کی اخلاقی پاکیزگی کے لئے یہ انتہائی ضروری ہے کہ عورتوں کا مردوں سے کم سے کم اختلاط ہو، جس کی سب سے اچھی صورت یہ ہے کہ عورتیں بلاضرورت گھروں سے باہر نہ نکلیں کہ ان کا ایسا کرنا نا

محرم مردوں سے ٹکراؤ اور شدید فتنہ کا سبب بنتا ہے۔اس لئے قرآن کریم میں ربّ العالمین نے مسلمان عورتوں کو اپنے گھروں میں ٹکے رہنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى ﴾

عورتیں اپنے گھروں میں ٹھری رہیں اور جاہلیت اولیٰ کی سی آزاد تصریحات میں نہ پڑیں۔

(یعنی جاہلیت اولیٰ کی عورتوں کی طرح کھلے بندوں نہ پھریں) اس سے معلوم ہوا کہ اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں عورتیں آزادانہ، بے محابا، بے حیائی اور بے پردگی کے ساتھ پھرا کرتی تھیں، اس لئے کہ { تَبَرُّج } سے مراد یہ ہے کہ عورت اپنے جسم اور حسن کی اس طرح نمائش کرے کہ جس سے مردوں کے شہوانی جذبات بھڑک اٹھیں۔آج کی جاہلیت جدیدہ کو اس پیمانے پر ناپیں تو معلوم ہوگا کہ آج انسان زمانہ جاہلیت سے بھی زیادہ جاہل اور آزاد ہو چکا ہے۔

عورتوں کی نقل وحرکت کو گھروں تک محدود کرنے کے بعد مردوں پر واجب کیا کہ وہ دوسروں کے گھروں میں بغیر اجازت حاصل کئے اور آواز دیئے داخل نہ ہوں۔جس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ خواتین خانہ کسی اجنبی کے آنے سے پہلے اپنے آپ کو پوری طرح پردہ میں کرلیں، چنانچہ ربّ العالمین کا ارشاد ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا ﴾

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوں جب تک اجازت نہ لے لو، اور گھر والوں پر سلام نہ بھیج دو۔

لین دین پردہ کے پیچھے سے کرو

اور فرمایا کہ اگر تمہیں ان سے کوئی ضروری لین دین کرنی ہو کوئی چیز لینی دینی اور مانگ تانگ کرنی ہو تو وہ بھی حجاب اور پردہ کے واسطے سے کرو پردہ کے پیچھے سے کرو۔

﴿ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ، ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ۔ ﴾

اور جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردہ کے پیچھے سے مانگو، اس میں تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے لئے زیادہ

پاکیزگی ہے۔

یعنی بغیر ضرورت کے تو پردہ کے قریب بھی نہ جاؤ، لیکن اگر کسی ضرورت سے کسی چیز کا سوال کرنا ہو، کوئی معمولی سے معمولی چیز لینی دینی ہو، یا علم دین حاصل کرنے کے لئے امہات المؤمنین سے کچھ پوچھنا ہو تو پردہ قائم رکھ کر پوچھو۔

غور کیجئے: جن کو یہ حکم دیا جارہا ہے وہ مرد صحابہ کرامؓ ہیں اور خواتین امہات المؤمنین ہیں، جن سے زیادہ پاک دامن اس دنیا میں کوئی ہو نہیں سکتا، انہیں حکم دیا جارہا ہے کہ جب بھی دین سیکھنا ہو تو پردہ کے پیچھے سے سیکھو اور پردہ کے پیچھے سے بات کرو۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ الْمَرْأَةَ تُقْبِلُ فِيْ صُوْرَةِ شَيْطَانٍ وَ تُدْبِرُ فِيْ صُوْرَةِ شَيْطَانٍ۔ ﴾ (رواہ مسلم)

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ بے پردہ عورت شیطان کی صورت میں سامنے آتی ہے اور شیطان کی صورت میں واپس جاتی ہے۔

اور حضرت ابوسعیدؓ روایت فرماتے ہیں کہ:

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِنْ صَبَاحٍ اِلَّا وَمَلَكَانِ يُنَادِيَانِ ، وَيْلٌ لِّلرِّجَالِ مِنَ النِّسَآءِ ، وَوَيْلٌ لِّلنِّسَآءِ مِنَ الرِّجَالِ۔ ﴾ (رواہ ابن ماجہ)

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ ہر روز صبح کے وقت دو فرشتے منادی کرتے ہیں کہ ہلاکت ہے مردوں کو عورتوں کی وجہ سے، اور ہلاکت ہے عورتوں کو مردوں کی وجہ سے۔

ایک طرف تو مرد کے لئے عورت اور عورت کے لئے مرد رحمت اور راحت ہے جیسا کہ حدیث میں فرمایا گیا کہ دنیا کی بہترین نعمت نیک بی بی ہے مگر دوسری طرف اگر ذرا بے اعتدالی ہو جائے تو یہی ایک دوسرے کے لئے زحمت اور سب سے بڑی ہلاکت بن جاتے ہیں۔ اس لئے ہماری اپنی تمام ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں سے یہ التجا ہے کہ وہ پردہ کا اہتمام کریں گھر کے اندر بھی اور گھر سے باہر بھی، گھر کے اندر جو ملازم رکھے جاتے ہیں گھر کی صفائی، کھانا پکانے کے لئے یا دوسرے کاموں کے لئے چاہے وہ بڑی عمر کے ملازم ہوں یا نوجوان گھر کی عورتوں کے لئے یہ سب نامحرم ہیں، ان کے سامنے بے پردہ ہو کر آنا درست نہیں، بے پردہ ان سے کسی چیز کا لینا دینا درست نہیں اس لئے ان سے بھی پردہ کا اہتمام کریں۔

نابینا سے پردہ کا حکم

ایک مشہور حدیث میں حضرت امّ سلمہؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ اَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَ مَيْمُوْنَةُ اِذْ اَقْبَلَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ ، فَدَخَلَ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِحْتَجِبَا مِنْهُ، فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَلَيْسَ هُوَ اَعْمٰى لَا يُبْصِرُنَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اَفَعَمْيَاوَانِ اَنْتُمَا، اَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهٖ۔ ﴾

(رواہ احمد، والترمذی وابوداؤد)

ایک مرتبہ وہ یعنی امّ المؤمنین حضرت امّ سلمہؓ اور حضرت میمونہؓ پیارے پیغمبر ﷺ کی خدمت اقدس میں موجود تھیں، اتنے میں ایک نابینا صحابی حضرت عبد اللہ ا بن امّ مکتومؓ (جو ایک مشہور صحابی تھے) پیارے پیغمبر ﷺ سے ملاقات کے لئے تشریف لے آئے، (جب وہ صحابی گھر کے اندر داخل ہوئے تو ان دونوں امہات المؤمنین نے ان سے پردہ نہیں کیا) ۔اس پر پیارے پیغمبر ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم دونوں نے ان سے پردہ کیوں نہیں کیا؟ تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ تو نابینا ہیں جو ہم کو نہیں دیکھ سکتے۔(یعنی جب یہ نابینا ہونے کی وجہ سے دیکھ نہیں سکتے تو ان سے کیا پردہ کرنا)۔ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو نابینا ہیں مگر کیا تم بھی نا بینا ہو؟ کیا تم ان کو دیکھ نہیں رہی ہو؟ لہٰذا ان سے پردہ کرو۔

اس حدیث سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو یہ کہتے ہیں کہ جی پردہ تو دل کا ہونا چاہئے۔اور کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ: اجی ہمارے یہاں پردہ نہ کرنا کوئی خطرہ کی بات نہیں ہے۔ ماشاء اللہ سے ہماری بیوی، بیٹیاں، بہنیں، بہوئیں سب بہت نیک اور پارسا ہیں۔ بہت شریف ہیں ان کی آنکھ میں تو برائی آ ہی نہیں سکتی، تو دل میں کہاں سے آئے گی؟ اور ہمارے بھائی، ہمارے چچا زاد، پھوپھی زاد، خالہ زاد، ماموں زاد وغیرہ بہت ہی شریف ہیں، اس برائی کا تو ہمارے یہاں تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کو بے کار سمجھتے ہیں، اور اپنے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم سے زیادہ سمجھتے ہیں، اگر کوئی خطرہ ہی نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ نے ایسے احکام نازل ہی کیوں فرمائے؟۔

غور فرمائیں کہ ایک طرف امہات المؤمنین ہیں جو پوری امت کی مائیں ہیں ان سے زیادہ پاکباز امت میں کوئی نہیں ہوسکتا، جن کے دلوں میں دور دور تک کسی برائی کا خیال بھی نہیں گزر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں صرف احتراماً امت کی

مائیں نہیں فرمایا، بلکہ جس طرح حقیقی ماں کے ساتھ نکاح حرام ہے اسی طرح امہات المؤمنینؓ سے بھی امت کے مردوں کا نکاح حرام ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَنْكِحُوْا اَزْوَاجَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ اَبَدًا ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا﴾

اور نہ تمہارے لئے یہ جائز ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کی بیویوں سے تم کبھی بھی نکاح کرو۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی سنگین بات ہے۔ (الاحزاب، ۵۳)

جس طرح اپنی ماں کے ساتھ کسی حالت میں بھی نکاح نہیں ہوسکتا، بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہے، اسی طرح امہات المؤمنین بھی امت کے ہر فرد پر قیامت تک ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہیں۔اور ان کے ساتھ کسی حالت میں بھی نکاح نہیں ہوسکتا۔تو ایک طرف امہات المؤمنین ہیں، اور دوسری طرف ایک مشہور صحابی رسول ہیں، جن کا تقویٰ وہ تقویٰ ہے کہ فرشتوں کو بھی رشک آئے، اور جن کے بارے میں ہمارا اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ ساری امت کے غوث، قطب ابدال اور ولی جمع ہو جائیں تو وہ ایک ادنیٰ صحابی کے مقام گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے، جن کی پاک دامنی کی شہادت خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں دی:

﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾

کہ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔اور وہ صحابی ہیں بھی نابینا۔لیکن اس سب کے باوجود پیارے پیغمبر ﷺ نے امہات المؤمنین سے پردہ کرایا۔تو ہم اور آپ کس باغ کی مولی ہیں ۔کیا ہم نعوذ باللہ ان سے بھی زیادہ پاک دامن ہیں کہ ہمیں پردہ کی ضرورت نہیں۔نہیں ہرگز نہیں ہم تو سر سے پاؤں تک گناہوں سے آلودہ ہیں، اور گناہوں کے دلدل میں ڈوبے ہوئے اور پھنسے ہوئے ہیں، اس لئے ہمیں بہت زیادہ پردہ کے اہتمام کی ضرورت ہے، اور کوئی ایسا لباس نہیں پہننا چاہئے کہ جس سے بے پردگی ہو۔

بدنظری سے حفاظت

سب سے بڑی چیز جو ایک مرد کو عورت کی طرف اور ایک عورت کو مرد کی طرف مائل کرنے والی ہے وہ نظر ہے، اسی وجہ سے شریعت نے عورتوں کو پردے کا حکم دیا ہے کہ اس کے ذریعہ سے مردوں کی آنکھیں، دل اور خیالات پاک رہیں۔

قرآن کریم میں مرد و عورت دونوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں فرمایا:

﴿ قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ۔وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ ﴾ (سورۃ النور)

میرے محبوب! آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ اور مسلمان عورتوں سے فرما دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک زہریلا تیر ہے، جو شخص دل کی چاہت کے باوجود اپنی نظر پھیر لے، (اور جس کو دیکھنا جائز نہیں اسے نہ دیکھے) تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اس کو ایسا پختہ ایمان دیں گے جس کی لذت وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔

حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ:

﴿سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ نَظَرِ الْفُجَائَةِ فَأَمَرَنِىْ اَنْ اَصْرِفَ بَصَرِىْ ﴾ (مسلم)

میں نے پیارے پیغمبر ﷺ سے دریافت کیا کہ کسی نامحرم عورت پر اچانک نظر پڑ جائے تو کیا کرنا چاہئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ فوراً نظر کو ہٹا لو۔

حضرت حسن بصریؒ سے مرسلاً مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھے باوثوق ذریعہ سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ:

﴿ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَيْهِ۔ ﴾

پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: جو بدنظری کرے اس پر بھی اللہ کی لعنت ہو، اور جو بدنظری کے لئے اپنے آپ کو پیش کرے (اپنے حسن کو دوسروں کو دکھائے) اس پر بھی اللہ کی لعنت ہو۔ (بخاری و مسلم، مشکوۃ والبیہقی)

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا بدنظری آنکھ کا زنا ہے۔ جو عورت بن سنور کر میک اپ کر کے اس خواہش کے ساتھ باہر نکلتی ہے کہ نامحرم مرد مجھے دیکھیں، تو وہ عورت مردوں کی بدنگاہی اور بدنظری کا ذریعہ بنتی ہے، لہٰذا جتنے مرد بھی اس عورت کو دیکھ کر بدنظری کے گناہ میں مبتلا ہوں گے ان سب کے گناہوں کے برابر اس عورت کو بھی گناہ ہوگا۔ اس لئے مرد اور عورت میں سے ہر ایک مسلمان بھائی اور بہن کو چاہئے کہ وہ اس بدنگاہی کے گناہ سے اپنے آپ کو بچائیں کہ اس سے اعمال صالحہ تباہ ہو جاتے ہیں اور دل سے ایمانی حلاوت اور اعمال کی نورانیت نکل جاتی ہے۔ اور اس کے برعکس اگر اللہ

تبارک وتعالیٰ کی رضا مندی اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اگر وہ اپنی نظروں کی حفاظت کر لے گا تو اس سے اللہ تعالیٰ اس کے درجات کو اس قدر بلند فرما دیں گے کہ اسے ہزاروں سال کے نوافل کی ادائیگی سے بھی یہ مقام حاصل نہ ہوتا۔

باریک لباس کی ممانعت

ام المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ:

﴿ اَنَّ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍؓ دَخَلَتْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَعَلَیْھَا ثِیَابٌ رِقَاقٌ، فَاَعْرَضَ عَنْھَا وَقَالَ: یَا اَسْمَاء ! اِنَّ الْمَرْأَۃَ اِذَا بَلَغَتِ الْمَحِیْضَ لَنْ یَّصْلُحَ اَنْ یُّرٰی مِنْھَا اِلَّا ھٰذَا وَھٰذَا، وَاَشَارَ اِلٰی وَجْھِہٖ وَکَفَّیْہِ۔ ﴾ (رواہ ابوداؤد، مشکوٰۃ ص۳۷۷)

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ پیارے پیغمبر ﷺ کے پاس تشریف لائیں اور ان کے جسم پر باریک کپڑا تھا۔ آپ ﷺ نے ان سے بے رخی برتی اور فرمایا: اے اسماء! جب عورت بالغ ہوجائے تو اس کا جسم ایسا نہ ہو کہ نظر آجائے، مگر یہ اور یہ، اور آپ ﷺ نے چہرہ اور ہاتھوں کی طرف اشارہ فرمایا۔

لباس پہننے کے باوجود ننگا ہونا

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : صِنْفَانِ مِنْ اَھْلِ النَّارِ لَمْ اَرَھُمَا، قَوْمٌ مَعَھُمْ سِیَاطٌ کَأَذْنَابِ الْبَقَرِ، یَضْرِبُوْنَ بِھَا النَّاسَ۔ وَنِسَاءٌ کَاسِیَاتٌ ، عَارِیَاتٌ، مُمِیْلَاتٌ ، مَائِلَاتٌ، رُؤُسُھُنَّ کَأَسْنِمَۃِ الْبُخْتِ الْمَائِلَۃِ لَا یَدْ خُلْنَ الْجَنَّۃَ، وَلاَ یَجِدْنَ رِیْحَھَا، وَاِنَّ رِیْحَھَا لَیُوْجَدُ مِنْ مَّسِیْرَۃِ کَذَا وَکَذَا۔ ﴾ (صحیح مسلم ۲۱۲۸)

پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: دوزخیوں کے دو گروہوں کو میں نے اب تک نہیں دیکھا ہے۔ (یعنی اس وقت تک ان کا ظہور نہیں ہوا بعد میں ایسی جماعتیں پیدا ہوں گی) ایک جماعت ان لوگوں کی ہوگی جن کے پاس بیلوں کے دم کی طرح کوڑے ہوں گے، ان سے لوگوں کو ظلماً ماریں گے۔اور دوسری جماعت ایسی عورتوں کی ہوگی جو (ظاہر میں تو) کپڑے پہنے ہوئے ہوں گی مگر اس کے باوجود ننگی ہوں گی، اور وہ

مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی اور خود ان کی طرف مائل ہونے والی ہوں گی۔ ان کے سر مانند بختی اونٹ کے کوہانوں کے جھکتے ہوئے ہوں گے یہ عورتیں نہ تو جنت میں داخل ہوسکیں گی اور نہ ہی جنت کی خوشبو پاسکیں گی حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی اور اتنی دور سے (یعنی پانچ سومیل کی مسافت سے) آجاتی ہے۔

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس حدیث میں جن دو جماعتوں کی پیشن گوئی فرمائی ہے آج ہمارے زمانے میں وہ دونوں جماعتیں موجود ہیں۔ آج لوگوں پر ظلم کرنے والے اور ان کا حق مارنے والے حکمرانوں، سرکاری افسروں، غیر سرکاری افسروں، نوابوں، خانوں، سرداروں، وڈیروں، چودہریوں اور ملکوں کی صورت میں شہروں گاؤں اور دیہاتوں میں ہر جگہ موجود ہیں، جو غنڈہ گردی، بدمعاشی سے لوگوں پر جبر وظلم ڈھاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

اور دوسری جماعت لباس پہننے کے باوجود برہنہ خواتین کی ہے جن کی علامات پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بیان فرمائی۔ کپڑا پہننے کے باوجود ننگا ہونے کی ایک تو صورت یہ ہے کہ کپڑا اتنا باریک ہو کہ اس میں سے اندر کا جسم صاف نظر آئے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کپڑا تو موٹا ہو مگر اس قدر چست اور تنگ ہو کہ بدن کی پوری ہیئت نمایاں ہو رہی ہو۔ اور تیسری صورت لباس پہننے کے باوجود ننگا ہونے کی یہ ہے کہ کپڑا باریک بھی نہ ہو چست اور تنگ بھی نہ ہو مگر ایسا لباس ہو کہ وہ ادھورا ہو یعنی بازو پورے نہ ہوں، سینہ کھلا ہو یا ساڑھی وغیرہ پہنی ہو کہ پیٹ یا پیٹھ نظر آئے، شلوار بھی پنڈلیوں تک کھلی ہوئی ہو تو ایسا لباس پہننے والی عورتیں لباس پہننے کے باوجود ننگی ہیں۔ ایسے لباس میں ملبوس ہو کر اور اپنے آپ کو آراستہ کر کے گھروں سے باہر نکلیں گی تاکہ اجنبی مرد ان کی طرف مائل ہوں اور یہ خود بھی ان نامحرم مردوں کی طرف مائل ہوں گی تو ایسی عورتوں کے بارے میں پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ یہ جنت میں داخل نہیں ہوں گی۔ بلکہ جنت میں داخل ہونا تو درکنار اس کی خوشبو بھی نہ پا سکیں گی، اور ان کا یہ لباس ان کو جہنم میں لے جانے کا باعث بنے گا۔

صحابیات رضی اللہ عنہن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پردہ کرنا

ام المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

﴿ اَوْمَتِ امْرَأَ ةٌ مِنْ وَّرَآءِ سِتْرٍ بِيَدِهَا كِتَابٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَبَضَ النَّبِيُّ ﷺ يَدَهٗ ، فَقَالَ مَا اَدْرِيْ أَيَدُ رَجُلٍ أَمْ يَدُ اِمْرَأَةٍ ؟ (قَالَتْ يَدُ اِمْرَأَةٍ) قَالَ: لَوْ كُنْتِ امْرَاَةٍ لَغَيَّرَت اَظْفَارُكِ بِا الْحِنَاء ﴾ (ابوداؤد)

ایک عورت نے پردہ کے پیچھے سے ایک خط دینے کے لئے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہاتھ بڑھایا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ روک لیا اور فرمایا کہ نہ معلوم یہ مرد کا ہاتھ ہے یا عورت کا؟ اس نے عرض کیا یہ عورت کا ہاتھ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تو عورت ہوتی تو اپنے ناخنوں پر مہندی لگاتی۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرامؓ کی عورتیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پردہ کرتی تھیں، اسی لئے تو ایک عورت نے پردہ کے پیچھے سے پرچہ دینے کے لئے ہاتھ بڑھایا، اگر پردہ نہ کرتیں تو اس طرح پرچہ دینے کی کیا ضرورت تھی؟۔

اس حدیث سے ان جاہل پیروں کی گمراہی بھی معلوم ہوتی ہے جو بے حجابانہ مریدوں کے گھر میں گھس کر اور مریدنیوں کے درمیان جا بیٹھتے ہیں، اور پردے کا اہتمام نہیں کرتے۔ اور جاہل عورتیں کہتی ہیں کہ ان سے کیا پردہ؟ یہ تو پیر صاحب ہیں، نیک انسان ہیں وغیرہ وغیرہ۔ بھلا پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر بھی اس دنیا میں کوئی نیک، پارسا اور پاکباز ہو سکتا ہے؟ جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوری امت کے رسول اور نبی معصوم ہیں، اور والد کے قائم مقام ہیں، اس کے باوجود صحابیاتؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پردہ فرماتی ہیں تو پھر کسی دوسرے کے لئے کیا مجال ہے کہ نیکی کا جھوٹا دعویٰ کر کے عورتوں میں گھس بیٹھے، ان کے ساتھ ہاتھ ملائے، ایسے لوگ پیر و مرشد نہیں بلکہ گمراہ ہیں، اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والے ہیں۔

صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ بیعت کے وقت کوئی عورت اپنا ہاتھ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں نہیں دیتی تھی، خواتین سے بیعت کا یہ طریقہ نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کا ہاتھ پکڑیں، بلکہ ہاتھ کے اشارہ سے پردہ کے پیچھے سے بیعت ہوتی تھی۔

عورتوں کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کرنا

حضرت امیمہؓ بیان فرماتی ہیں کہ میں اور چند دیگر عورتیں پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیعت کے لئے حاضر ہوئیں اور عرض کیا:

﴿ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ نُبَایِعُکَ عَلٰی أَنْ لَّا نُشْرِکَ بِا للّٰہِ شَیْئًا ،وَلَا نَسْرِقْ، وَلَا نَزْنِیْ ، وَلَا نَقْتُلْ أَوْلَادَنَا، وَلَا نَأْتِیْ بِبُھْتَانٍ نَّفْتَرِیْنَہٗ بَیْنَ أَیْدِیْنَا وَأَرْجُلِنَا، وَلَا نَعْصِیْکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ، قاَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : فِیْمَا اسْتَطَعْنَ۔ قَالَتْ فَقُلْنَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ أِرْحَمْ بِنَا مِنْ أَنْفُسِنَا، ھَلُمَّ نُبَایِعُکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ ، فَقَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اِنِّیْ لاَ

أُصَافِحُ النِّسَآءَ، اِ نَّمَا قَوْلِيْ لِمِائَةِ اِمْرِأَةٍ، كَقَوْلِيْ لِاِمْرِأَةٍ وَاحِدَةٍ أَوْ مِثْلَ قَوْلِيْ لِاِمْرَأَةٍ وَاحِدَةٍ۔ ﴾ (موطا امام مالک باب ما جاء فی البیعة)

یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان شرطوں پر بیعت ہوتی ہیں کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کریں گی، اور چوری نہ کریں گی، اور زنا نہ کریں گی، اور اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی، اور کوئی بہتان نہ لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان ڈالیں (اور اپنی شوہروں کی اولاد بتائیں)، اور نیک کام میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یوں کہو کہ اپنی طاقت کے مطابق پورا عمل کریں گی۔ یہ سن کر عورتوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ہم پر اس سے زیادہ مہربان ہیں جتنا ہم اپنے نفسوں پر رحم کرتی ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زبانی اقرار تو ہم نے کر لیا، لایئے (ہاتھ میں ہاتھ دے کر بھی) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کریں۔ یہ سن کر پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا، مگر میں نے زبان سے کہہ دیا، سب پر لازم ہو گیا، اور الگ الگ بیعت کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے کیونکہ سو (۱۰۰) عورتوں سے بھی میرا وہی کہنا ہے جو ایک عورت سے کہنا ہے۔

امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کسی ایسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں نہ ہو۔

پردہ حق شرعی ہے

اسی طرح یہ بھی یاد رکھیں کہ پردہ حق شرعی ہے یہ شوہر کا حق نہیں ہے۔ بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ شوہر جس سے پردہ کرائے اس سے پردہ کرنا ضروری ہے، اور جس کے سامنے آنے کو شوہر کہے اس کے سامنے آنا چاہیئے یہ سراسر غلط ہے، کسی بھی نامحرم کے سامنے آنے کی اجازت نہیں، اور خلاف شرع شوہر کی اجازت اور اس کے حکم کا کچھ اعتبار نہیں۔

ستر وحجاب میں فرق

بعض لوگ بے پردگی کے جواز کے لئے بطورِ حجت وہ روایات پیش کرتے ہیں جن میں عورت کے چہرہ اور ہاتھ پاؤں کو چھپانے سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے اور بزعمِ خود مطمئن ہو جاتے ہیں کہ انہوں نے شریعت کی رو سے بے پردگی کے

جواز کی حجت نکال لی۔ حالانکہ یہ ایک دھوکہ ہے جو ان کی غلط معلومات کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ جن نصوص میں ہاتھ، پیر اور چہرہ کھلا رکھنے کی اجازت دی گئی ہے وہ ستر کے متعلق ہیں، حجاب سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ اور جن روایات اور آیات میں چہرہ اور ہاتھ پاؤں کے ڈھانپنے کا امر کیا گیا ہے، ان کا ستر سے کوئی تعلق نہیں۔ ستر اور حجاب دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ سترِ عورت کے ساتھ مخصوص نہیں مرد کے لئے بھی ہے، لیکن حجاب عورت کے ساتھ خاص ہے مرد سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ مسئلہ ستر کے سلسلہ میں عورت کا ستر گردن سے لے کر پاؤں کے ٹخنوں اور ہاتھوں کے گٹے تک ہے، جس کا ڈھانپے رکھنا بہر حال ضروری ہے۔ گردن سے اوپر یعنی چہرہ اور ٹخنہ اور گٹے سے نیچے یعنی ہاتھ اور پاؤں اس سے مستثنیٰ ہیں، جن کا ڈھانپنا بمد ستر ضروری نہیں ہے، جب تک کہ ان کے ڈھانپنے کا کوئی دوسرا محرک پیدا نہ ہو۔

اسی طرح مرد کا ستر ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے جس کا چھپانا بہر حال ضروری ہے۔ ناف سے اوپر اور گھٹنوں سے نیچے کا حصہ ستر سے خارج ہے جس کا چھپانا مرد کے لئے بمد ستر ضروری نہیں۔ پس ستر کے مسئلہ میں عورت اور مرد کا ایک حکم ہے، فرق اگر ہے تو حد ستر میں ہے، لیکن حجاب کا حکم صرف عورت کے لئے ہے مرد کے لئے نہیں ہے، کیونکہ ان دونوں میں نوعیت کا وہی فرق ہے جو مرد اور عورت میں ہے۔ ستر فی نفسہٖ ضروری ہے جو کسی کے دیکھنے یا نہ دیکھنے پر موقوف نہیں اور صرف نامحرم سے ہی نہیں بلکہ اپنے محرم جیسے ماں، باپ، بھائی، بہن، بیٹا، بیٹی سے بھی ان اعضاء کا پردہ مرد و عورت دونوں کے لئے ضروری ہے۔

تنہائی میں ستر چھپانا

بلکہ اگر کوئی بھی وہاں موجود نہ ہو تو تنہائی میں بھی مرد و عورت کے لئے بلا ضرورت ستر کھولنا مکروہ ہے، اور بے حیائی اور بے غیرتی ہے۔ حتیٰ کہ نماز میں بھی ستر کا چوتھائی حصّہ کھل جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے خواہ کوئی وہاں دیکھنے والا موجود ہو یا نہ ہو۔ (بلکہ ایک جماعت علماء کی تنہائی میں ستر چھپانے کو واجب کہتی ہے، اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔

﴿ اِنَّ اللّٰہَ حَیِیٌّ سَتِیْرٌ یُحِبُّ الْحَیَاءَ وَالسَّتْرِ، فَاِذَا اغْتَسَلَ اَحَدُکُمْ فَلْیَسْتَتِرْ ﴾

بے شک اللہ تعالیٰ بہت حیا اور بہت پردہ کرنے والے ہیں، اور حیاء اور پردہ کو پسند فرماتے ہیں، پس جب تم میں سے کوئی غسل کرے تو اسے چاہئے کہ پردہ کرے۔

بخلاف حجاب کے کہ وہ فی نفسہٖ ضروری نہیں، اگر کوئی نامحرم دیکھنے والا موجود ہو تو تب عورت چہرہ اور ہاتھ پاؤں کو چھپائے گی، ورنہ محرم کے سامنے یا تنہائی میں، یا نماز میں ان کے کھلے رہنے میں کوئی شرعی قباحت نہیں، نہ ہی فحش اور بے حیائی

میں داخل ہے اور نہ ہی مفسد نماز ہے۔ (شرعی پردہ ص ۱۱۳، از قاری محمد طیبؒ)

باریک دوپٹہ اوڑھنے کی ممانعت

باریک دوپٹہ جس سے بدن کا رنگ نمایاں ہو، یا بال کھال نظر آئے درست نہیں،لیکن افسوس کہ آج نئے فیشن کی دلدادہ ہماری ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں میں سے بعض کے سروں سے اول تو سرے سے دوپٹے ہی غائب ہو گئے ہیں اور بعض کے سروں سے اتر کر گلے میں یا کندھے پر آ گئے ہیں، اور جو پہنتی بھی ہیں تو باریک جارجٹ وغیرہ کے ایسے جن میں رنگ کھال، اور جسم نمایاں طور پر معلوم ہوتا ہے۔افسوس کہ شرم اور حیاء جاتی رہی۔ یاد رکھئے ایسا کپڑا پہننا موجب لعنت ہے، دوپٹہ ایسا موٹا ہونا چاہئے جس سے پردہ اور ستر پوشی حاصل ہو۔حضرت علقمہؒ نے اپنی والدہ سے نقل کیا ہے کہ:

﴿ دَخَلَتْ حَفْصَةَ بِنْتِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَلٰی عَائِشَةَ وَعَلَيْهَا خِمَارٌ رَقِيْقٌ، فَشَقَّتْهُ عَائِشَةُ وَكَسَتْهَا خِمَارًا كَثِيْفًا۔ ﴾ (رواه مالک)

حفصہ بنت عبدالرحمٰنؒ امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس آئیں وہ باریک دوپٹہ اووڑھے ہوئے تھیں۔امّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اسے پھاڑ ڈالا، اور اسے گاڑھا دبیز دوپٹہ پہنا دیا۔

عورتیں باریک کپڑا استر لگا کر استعمال میں لائیں

جیسا کہ اوپر گزر چکا کہ عورتیں ایسا باریک کپڑا استعمال نہ کریں جس سے ان کا جسم اور بال نظر آئیں اس لئے کہ باریک لباس پہننا سرعام فحاشی پھیلانے کے مترادف ہے اور ایسوں کے لئے سخت وعید ہے۔ارشاد ربانی ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ، وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ ﴾ (النور ۱۹)

بے شک جو لوگ مؤمنین میں بے حیائی پھیلانے کو پسند کرتے ہیں، ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہوگا، اور اللہ (انہیں خوب) جانتا ہے،تم نہیں جانتے۔

لیکن پیارے پیغمبر ﷺ نے عورتوں کو باریک کپڑا پہننے کی بھی اجازت مشروط طور پر دی ہے کہ وہ اس کے نیچے دوسرا کپڑا (یعنی استر وغیرہ) لگا دیں جس کے بعد جسم اور سر کے بال نظر نہ آئیں۔ چنانچہ حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبیؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ اُتِیَ النَّبِیُّ ﷺ بِقُبَاطِیٍّ فَاَعْطَانِیْ مِنْهَا قُبْطِیَّةٌ، فَقَالَ اِصْدَعْهَا صَدْعَیْنِ فَاقْطَعْ اَحَدَهُمَا قَمِیْصًا وَاَعْطِ الْاٰخَرَ اِمْرَأَتَکَ تُخَمِّرْ بِهٖ ،فَلَمَّا اَدْبَرَ قَالَ: وَأْمُرْ اِمْرَأَتَکَ اَنْ تَجْعَلَ تَحْتَهٗ ثَوْبًا لَا یَصِفُهَا۔ ﴾ (رواہ ابو داؤد)

پیارے پیغمبر ﷺ کے پاس قبطی چادریں آئیں تو آپ ﷺ نے ان میں سے ایک مجھے عنایت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اس کے دو ٹکڑے کر لینا، ایک ٹکڑے کا تم اپنے لئے کرتا بنا لینا، اور دوسرا ٹکڑا اپنی بیوی کو دے دینا وہ اس کو اوڑھنی کے طور پر استعمال کر لے گی۔ پھر جب حضرت دحیہ کلبیؓ اٹھ کر جانے لگے تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اپنی بیوی کو کہہ دینا کہ وہ اس کے نیچے ایک اور کپڑا لگا لے تا کہ اس کے بال اور جسم وغیرہ دکھائی نہ دے۔

حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ:

﴿ کَسَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قِبْطِیَّة کَثِیْفَةً مِّمَّا أَهْدَاهَا لَهٗ دِحْیَةَ الْکَلْبِیْ فَکَسَوْتُهَا اِمْرأَتِیْ، فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : مَالَکَ لَمْ تَلْبِسِ الْقِبْطِیَّة ؟ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ کَسَوْتُهَا اِمْرَأَتِیْ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : مُرْهَا فَلْتَجْعَلْ تَحْتَهَا غِلَّالَهٗ فَاِنِّیْ أَخَافُ أَنْ تَصِفَ حِجَمَ عِظَامَهَا۔ ﴾ (مجمع الزوائدباب کسوۃ النساء)

مجھے پیارے پیغمبر ﷺ نے ایک باریک قبطی کپڑا پہنایا (قبطیہ، یہ مصر کا بنا ہوا سفید باریک کپڑا ہوتا تھا اور یہ قبط یعنی اہل مصر کی طرف منسوب ہوتا تھا اس وجہ سے اس کو قبطیہ یا قباطی کہتے تھے) جو حضرت دحیہ کلبیؓ نے پیارے پیغمبر ﷺ کو ہدیہ میں دیا تھا، میں نے وہ کپڑا اپنی بیوی کو پہنا دیا، (پھر میں جب آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو) آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کہ کیا بات ہے تم نے وہ کپڑا کیوں نہیں پہنا۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ﷺ میں نے وہ اپنی بیوی کو پہنا دیا، پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا اسے کہو کہ اس کے نیچے کوئی موٹا کپڑا (استر) لگا لے تا کہ اس کا حجم وہیئت لوگوں پر ظاہر نہ ہو۔

چہرے کو ڈھانپنے کا طریقہ

پردے کے بارے میں شریعت کا اصول یہ ہے کہ عورت کا پورا بدن چہرے سمیت ڈھکا ہوا ہونا ضروری ہے، اس کے لئے بڑی چادر جس سے پاؤں تک بدن ڈھک جائے یہ کافی ہے، اور اس کا طریقہ علامہ آلوسی ؒ یوں نقل کرتے کہ عورت اولاً اپنی چادر کو اپنی پیشانی پر لپیٹ کر باندھے گی (کہ بھنویں تک چھپ جائیں)، پھر اس کے بعد اسی چادر کو چہرے کے نچلے حصے کو ڈھانپتے ہوئے ناک پر باندھے گی، اس طریقہ میں اگر چہ اس کی دونوں آنکھیں کھلی رہیں گی، البتہ چادر اس طرح اوڑھی جائے کہ اس سے سینہ اور چہرے کا بڑا حصہ چھپ جائے۔ (شرعی پردہ کیوں کیسے ص ۶۷)

مگر آج کل اس بڑی چادر کو برقعہ کی شکل دے دی گئی ہے، اس لئے کہ بڑی چادر کا سنبھالنا عموماً مشکل ہوتا ہے۔ اس لئے برقعہ ہر رنگ کے کپڑے کا استعمال کیا جا سکتا ہے لیکن اس میں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ اس کے اوپر ایسے نقش و نگار نہ ہوں کہ لوگوں کی نگاہوں سے بچنے کے بجائے ان کی نگاہوں کا مرکز بن جائیں۔

لباس میں نمائش اور شہرت کی ممانعت

اگر کوئی آدمی (مرد و عورت) کوئی اچھا یا امتیازی لباس اس لئے پہنے تا کہ لوگوں میں اس کے لباس کا چرچا ہو، لوگ اس کے لباس کی تعریف کریں، اس لباس کے ذریعہ وہ دوسروں پر اپنی بڑائی ظاہر کرے، جس طرح بعض عورتوں کی عادت ہو تی ہے کہ وہ اگر یہ دیکھ لیں کہ اس جیسا کپڑا کسی دوسری نے بھی پہنا ہے تو اس کا استعمال ہی ترک کر دیتی ہیں کہ میری برابری کوئی دوسرا کیوں کرے خاص طور پر جب اس سے کوئی قریبی رشتہ بھی ہو تو۔ یہ تکبر کی علامت ہے اور اس قسم کے لباس سے پیارے پیغمبر ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ یہ عجب اور کبر کا باعث ہو سکتا ہے جو اللہ کے نزدیک ذلت اور رسوائی اور ناراضگی کا موجب ہے، اور ایسا لباس پہننا حرام ہے۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ایسا کوئی لباس پہنے جس سے وہ دوسروں پر بڑائی ظاہر کرے اور یہ کہ لوگ اس کی طرف دیکھیں تو اللہ اس کی طرف نگاہِ (رحمت) نہیں فرماتا جب تک کہ وہ اسے اُتار نہ دے۔

دوسری حدیث میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ فِي الدُّنْيَا اَلْبَسَهُ اللّٰهُ ثَوْبَ مُذِلَّةٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ ﴾ (رواہ احمد و ابو داؤد)

پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: جو آدمی دنیا میں نمائش اور شہرت کے کپڑے پہنے گا اس کو اللہ تعالیٰ

قیامت کے دن ذلت اور رسوائی کے کپڑے پہنائے گا۔(اور ایک دوسری روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے {ثُمَّ یُلْھِبُ فِیْہِ النَّار} کہ پھر اس میں جہنم کی آگ لگا دے گا)۔

حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شہرت کے لئے لباس پہنتا ہے اللہ تعالیٰ اُس سے اعراض فرمالیتے ہیں تاوقتیکہ اسے نکال نہ دے۔ (ترغیب ج ۳ ص ۱۱۶)

عورتوں اور مردوں کیلئے باہم لباس وہیئت میں مشابہت پر وعید

مردوں کو عورتوں کی اور عورتوں کو مردوں کی کسی بھی طرح لباس و انداز میں، شکل وصورت میں مشابہت اختیار کرنے سے بچنا چاہئے، جو لباس عرف میں مردوں یا عورتوں کے لئے خاص ہے اس کا ایک دوسرے کے لئے استعمال کرنا ناجائز، حرام اور باعث لعنت ہے اس سے اپنے آپ کو اور اپنے بچوں کو بچانا چاہئے جس کا نظارہ آج اس جدید تہذیب اور فیشن کی دنیا میں ہر طرف دیکھنے میں آتا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلْمُتَشَبِّھِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ ، وَالْمُتَشَبِّھَاتِ مِنَ النِّسَآءِ بِالرِّجَالَ ﴾

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت فرمائی ان مردوں پر جو (شکل و ہیئت، لباس اور انداز میں) عورتوں کی مشابہت اختیار کریں، اور ان عورتوں پر جو (شکل و ہیئت، لباس اور انداز میں) مردوں کی مشابہت اختیار کریں۔ (رواہ البخاری)

دوسری روایت میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ الرَّجُلَ یَلْبَسُ لِبْسَۃَ الْمَرْأَۃِ وَالْمَرْأَۃَ تَلْبَسُ لِبْسَۃَ الرَّجُلِ۔ ﴾

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت فرمائی ان مردوں پر جو زنانہ لباس پہنیں اور ان عورتوں پر لعنت فرمائی جو مردانہ لباس پہنیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو مرد عورتوں سے مشابہت اختیار کرنے والے ہیں، اور جو عورتیں مردوں سے مشابہت اختیار کرنے والی ہیں، وہ ہم سے نہیں ہیں۔ (رواہ ابوداؤد، مسند احمد)

❀❀❀

عمامہ (پگڑی) باندھنے کی سنتیں

عمامہ باندھنا سنت ہے خاص کر نمازوں کے اوقات میں، اور یہ ایک ایسا عمل ہے جس پر پیارے پیغمبر ﷺ نے سفر وحضر میں مداومت اور ہمیشگی فرمائی ہے، اور آپ ﷺ نے عمامہ کے استعمال پر بہت بڑے فضائل بیان فرمائے ہیں۔

چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا : { اَلْعَمَائِمُ تِیْجَانُ الْعَرَبِ } عمامہ عربوں کا تاج ہے۔

عمامہ کیسے باندھیں

عمامہ کھڑے ہو کر باندھنا چاہئے، عمامہ شریف سر کے دائیں جانب رکھے اور شملہ بائیں جانب سینے پر لاکر دل تک چھوڑ دے، اور عمامہ سر کے دائیں جانب سے بائیں جانب لاکر باندھنا شروع کرے۔ پیارے پیغمبر ﷺ عمامہ کو سر پر گھماتے اور سر کے پچھلے حصے کی طرف دبا دیتے تھے اور شانوں کے درمیان اس کا شملہ چھوڑ دیتے تھے۔ جب حضرت عبد اللہ ابن عمر ؓ سے پوچھا گیا کہ پیارے پیغمبر ﷺ عمامہ کس طرح باندھتے تھے تو انہوں نے فرمایا:

﴿ یُدِیْرُ کَوْرَ الْعَمَامَةِ عَلٰی رَأْسِهٖ وَیَغْرِسُهَا مِنْ وَّرَائِهٖ، وَ یُرْخِی لَهَا ذَوَابَةً بَیْنَ کَتِفَیْهِ۔ ﴾　(الکبیر للطبرانی، اخلاق النبی ﷺ وآدابه ص۱۹۵)

پیارے پیغمبر ﷺ عمامہ نہ ہونے کی صورت میں رومال وغیرہ بھی سر پر لپیٹ لیتے تھے صاحب سیرت الشامی نے بیان کیا ہے کہ اگر عمامہ نہ ہوتا تو آپ ﷺ کپڑے کے ٹکڑے کو سر اور پیشانی پر باندھ لیتے تھے۔　(ج ۷ ص ۴۳۰)

عمامہ کے نیچے ٹوپی کا رکھنا سنت ہے۔

ٹوپی پہننا ایک مستقل سنت ہے۔ آپ ﷺ سفید ٹوپی پہنا کرتے تھے اور یمنی ٹوپی بھی جو سفید اور موٹی سلی ہوتی تھی، جبکہ جنگوں میں کانوں تک ڈھانپنے والی (دھات کی) ٹوپی پہنتے تھے۔ آپ ﷺ عمامہ کے نیچے اور عمامہ کے بغیر بھی ٹوپی پہنتے تھے، بعض اوقات ٹوپی اتار کر اس کا سترہ بنا لیتے تھے اور نماز پڑھتے۔ حضرت رکانہ ؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: فَرْقُ مَا بَیْنَنَا وَبَیْنَ الْمُشْرِکِیْنَ ، العَمَائِمُ عَلَی الْقَلَانِسْ ﴾

پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق اور امتیازی علامت ٹوپی پر عمامہ

باندھنا ہے۔ (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ)

اور حضرت رکانہؓ سے ایک روایت میں مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ اَلْعَمَامَةُ عَلَى الْقَلَنْسُوَةِ فَصْلٌ مَا بَيْنَنَا وَمَا بَيْنَ الْمُشْرِكِيْن ، يُعْطٰى يَوْ مَ الْقِيَامَةِ بِكُلِّ كَوْرَةٍ يَدُوْرُهَا عَلٰى رَأْسِهٖ نُوْرًا ﴾

پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق اور امتیازی علامت ٹوپی پر عمامہ باندھنا ہے۔ ٹوپی پر عمامہ باندھنے والے کو ہر پیچ پر جو وہ اپنے سر پر پھیرتا ہے، اس کے بدلے قیامت کے دن نور دیا جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ:

﴿ كَا نَ النَّبِيُّ ﷺ يَلْبِسُ قُلُنْسُوَةَ بَيْضَاء۔ ﴾ (رواہ الطبرانی)

پیارے پیغمبر ﷺ سفید ٹوپی بھی زیب سر فرماتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ:

﴿ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ وَعَلَيْهِ قَلَنْسُوَةٌ بَيْضَآء شَامِيَّة۔ ﴾

میں نے پیارے پیغمبر ﷺ کو شامی سفید ٹوپی پہنے ہوئے دیکھا۔

﴿ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ، قَالَ: كَا نَ لِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ ثَلَاثُ قَلَانِس: قَلَنْسُوَةٌ بَيْضَاءٌ مُّضَرَّ بَةٌ ، وَقَلَنْسُوَة بُرْد حِبَرَة ، وَقَلَنْسُوَةٌ ذَاتِ آذَان، يَلْبَسُهَا فِي السَّفَر، وَرُبَّمَا وَضَعَهَا بَيْنَ يَدَيْه ۔اِذَا صَلّٰى۔ ﴾ (ذكره السيوطى فى الجامع الصغير،واخلاق النبىؐ وآدابه)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ کے پاس تین ٹوپیاں تھیں، سفید سوئی سے کام کی ہوئی مصری ٹوپی، سبز دھاری دار یمنی چادر سے بنی ہوئی ٹوپی، اونچی بارڈر دار کانوں والی ٹوپی، ان میں سے جو کانوں والی تھی سفر کے لئے مخصوص تھی، اسے کبھی کبھی اپنے سامنے رکھ کر نماز بھی پڑھ لیتے تھے۔

حضرت فرقدؒ فرماتے ہیں میں نے پیارے پیغمبر ﷺ کے ساتھ کھانا کھایا، آپ ﷺ کے سر مبارک پر سفید ٹوپی تھی۔ شاہ عبد الحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ کپڑے کی سفید ٹوپی پیارے پیغمبر ﷺ پہنتے تھے جو سر کے ساتھ لگی ہوئی

ہوتی تھی۔ (مدارج النبوۃ)

سیاہ صافہ باندھنا مسنون ہے اور شملہ چھوڑنا بھی

﴿وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ دَخَلَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَآءُ﴾ (مسلم)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ فتح مکہ کے روز جب شہر میں داخل ہوئے تو سیاہ عمامہ باندھے ہوئے تھے۔اسی طرح حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ:

﴿ اَنَّهُ رَأٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ تَعَمَّمَ بِعَمَامَةٍ سَوْدَآء۔ ﴾

کہ انہوں نے پیارے پیغمبر ﷺ کو سیاہ عمامہ باندھے ہوئے دیکھا۔

حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا:

﴿عَلَيْكُمْ بِالْعَمَائِمْ، فَاِنَّهَا سِيْمَاءُ الْمَلَائِكَةِ، وَارْخُوْهَا خَلْفَ ظُهُوْرِكُمْ۔ ﴾

عمامہ باندھو، یہ حضرات ملائکہ کی خاص نشانی ہے،اور اس کے کنارے کو پشت پر ڈالو۔ (رواہ البیہقی،مشکوٰۃ)

حضرت عمرو بن حریثؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ:

﴿ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ(يَخْطُبُ) عَلَى الْمِنْبَرِ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ وَقَدْ اَرْخٰى طَرْفَيْهَا بَيْنَ كَتِفَيْهِ۔﴾ (رواه مسلم)

(وہ خوشنما اور پروقار منظر میرے سامنے ہے جب)میں نے پیارے پیغمبر ﷺ کو منبر پر خطبہ دیتے ہوئے دیکھا، اس وقت آپ ﷺ سیاہ رنگ کا عمامہ زیب سر فرمائے ہوئے تھے،اور اس کا کنارہ (یعنی شملہ) آپ ﷺ نے پشت پر دونوں مونڈھوں کے درمیان لٹکا رکھا تھا۔جعفر بن محمد اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں:

﴿ كَسَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلِيًّا عَمَامَةً يُقَالُ لَهَا :السَّحَابْ، فَأَقْبَلَ عَلِى رضى الله عنه وَهِيَ عَلَيْهِ فَقَالَ ﷺ : هٰذَا عَلِيٌّ قَدْ أَقْبَلَ فِي السَّحَاب۔ ﴾

پیارے پیغمبر ﷺ کا ایک عمامہ تھا جس کا نام سحاب تھا، یہ عمامہ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو دے دیا

تھا۔ جب کبھی حضرت علیؓ یہ عمامہ پہن کر آتے تو آپ ﷺ لوگوں سے ارشاد فرماتے: تمہارے پاس علی سحاب میں آئے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ اِذَا اِعْتَمَّ سَدَلَ عَمَامَتَہٗ بَیْنَ کَتِفَیْہِ۔ ﴾ (رواہ الترمذی)

پیارے پیغمبر ﷺ جب عمامہ باندھتے تو عمامہ کا شملہ دونوں مونڈھوں کے درمیان لٹکاتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: عمامہ باندھا کرو اس سے حلم و بردباری میں اضافہ ہوگا۔ (مجمع ج ۵ ص ۱۲۲)

حضرت حسنؓ سے مروی ہے کہ:

﴿کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَعْتَمُّ وَ یَرْخٰی عَمَامَتَہٗ بَیْنَ کَتِفَیْہِ ﴾ (طبقات ابن سعد)

پیارے پیغمبر ﷺ ہمیشہ عمامہ باندھتے تھے اور آپ ﷺ اپنے عمامہ کے شملہ کو دونوں کندھوں کے درمیان لٹکاتے تھے۔

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: اللہ نے بدر وحنین میں ہماری اعانت اور مدد ایسے ملائکہ سے کی جو عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ (طیالسی کنز ص ۲۲۲)

جمعہ کے دن عمامہ باندھنا

حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ:

﴿اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلَآئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلٰی أَصْحَابِ الْعَمَائِمِ یَوْ مَ الْجُمُعَۃِ۔ ﴾

(مجمع الزوائد ج۵ ص۱۲۴)

اللہ پاک اور اس کے فرشتے جمعہ کے دن عمامہ باندھنے والوں پر دعاء رحمت کرتے ہیں۔

ابن عساکر حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

﴿ صَلٰوۃُ تَطَوُّعٍ أَوْ فَرِیْضَۃٍ بِعَمَامَۃٍ تَعْدِلُ خَمْسًا وَّعِشْرِیْنَ صَلَاۃً بِلَا عَمَامَۃٍ، وَجُمْعَۃٌ بِعَمَامَۃٍ تَعْدِلُ سَبْعِیْنَ جُمْعَۃً بِلَا عِمَامَۃٍ۔ ﴾

عمامہ کے بغیر نماز پڑھنے کے مقابلے میں عمامہ کے ساتھ فرض یا نفل نماز پڑھنا پچیس مرتبہ زیادہ اجر و فضیلت رکھتا ہے، اور بغیر عمامہ کے نماز جمعہ ادا کرنے کے مقابلے میں عمامہ کے ساتھ جمعہ ادا کرنا ستر (۷۰) گنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

حضرت جعفر بن عمرو بن امیہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

﴿ كَأَنِّیْ أَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَلَی الْمِنْبَرِ، وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَآء، قَدْ أَرْخٰی طَرَفَهَا بَيْنَ كَتِفَيْهِ۔ ﴾ (رواہ نسائی)

مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا میں اب بھی وہ منظر دیکھ رہا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہیں، اور آپ ﷺ نے سیاہ عمامہ زیب سر فرمایا ہوا ہے، اور اس کا شملہ دونوں شانوں کے درمیان ہے۔

شملہ کی مقدار

امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ:

﴿ عَمَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍؓ، وَأَرْخٰی لَهٗ أَرْبَعَ أَصَابِعٍ وَقَالَ: اِنِّیْ لَمَّا صَعَدْتُ اِلَی السَّمَآءِ رَأَيْتُ أَكْثَرُ الْمَلَآئِكَةَ مُعْتَمِيْنَ۔ ﴾

(رواہ الطبرانی، مجمع الزوائد، لباس رسول اللہؐ ص۳۷)

پیارے پیغمبر ﷺ نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو عمامہ باندھا اور چار انگل کے برابر شملہ چھوڑ دیا۔ اور فرمایا کہ مجھے جب آسمانوں پر بلایا گیا تو میں نے اکثر فرشتوں کو عمامہ باندھے ہوئے دیکھا۔

اسی طرح کی ایک روایت حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے بھی مروی ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ:

﴿ اَنَّهٗ ﷺ عَمَّمَهٗ بِعَمَامَةٍ وَاَسْدَلَ طَرَفَيْهَا عَلٰی مَنْكَبَيْهِ۔ ﴾ (شمائل کبریٰ ص۱۷۹)

پیارے پیغمبر ﷺ نے مجھے عمامہ باندھا اور اس کا شملہ میرے کندھے پر ڈال دیا۔

شملہ کو پشت پر دونوں کندھوں کے بیچ میں لٹکانا سنت ہے، اور سینہ پر دائیں طرف یا بائیں طرف لٹکانا بھی جائز ہے۔ چنانچہ حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ:

﴿ عَمَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَسَدَلَهَا بَيْنَ يَدَیَّ وَمِنْ خَلْفِیْ۔ ﴾ (رواہ ابو داؤد)

مجھے پیارے پیغمبر ﷺ نے عمامہ باندھا اور اس کا ایک شملہ (یعنی نیچے والا) میرے آگے اور دوسرا کندھے پر ڈال دیا۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ عمامہ سے اوپر والے شملہ کو نکالنا افضل ہے اور ترک کرنا بھی جائز ہے۔ پیارے پیغمبر ﷺ کبھی شملہ چھوڑ دیتے تھے اور کبھی ترک فرما دیتے تھے اس لئے دونوں طریقوں پر عمل کرنا مسنون ہے۔

شملہ کی لمبائی: شملہ کی لمبائی ایک بالشت سے لے کر ناف تک ہو۔ اوپر والے شملہ کی مقدار چار انگل سے لے کر ایک بالشت تک ہے، اور دونوں کندھوں کے درمیان سینے کے قریب تک لٹکتا رہے، یہ افضل ہے۔

عمامہ کی لمبائی: عمامہ کی لمبائی کے متعلق بھی مختلف روایات ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ دس ہاتھ تھی، ایک میں ہے کہ ایک عمامہ کی لمبائی چھے ہاتھ اور دوسرے کی بارہ ہاتھ تھی۔ جبکہ امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ کے سفر و حضر کے عمامہ کی لمبائی سات ہاتھ ہوتی تھی، اور ایک ہاتھ چوڑائی ہوتی تھی۔

عمامہ کا رنگ: پیارے پیغمبر ﷺ نے سیاہ، سفید اور زرد رنگ کا عمامہ باندھا ہے سیاہ عمامہ سے متعلق روایات پہلے گزر چکی ہیں جبکہ سفید عمامہ سے متعلق امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ کا عمامۂ سفر سفید تھا۔ (زرقانی ج ۵ ص ۴)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ تشریف لائے اور زرد قمیص، زرد چادر اور زرد عمامہ میں ملبوس تھے۔ (ابن عساکر)

حضرت عبد اللہ بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ کے کپڑوں، قمیص، چادر اور عمامہ کو زعفرانی رنگ میں رنگا جاتا تھا۔ (طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۰۴)

حاکم یا والی کو عمامہ باندھنا: حضرت ابو امامہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ جب کسی کو کسی مقام کا والی، حاکم اور گورنر بناتے تو آپ ﷺ اس کے سر پر عمامہ باندھتے، اور اس کے کنارے کو دائیں جانب کان کی طرف چھوڑ دیتے۔ ☆ عمامہ کو سنت جانتے ہوئے بھی اگر کوئی شخص شرم یا تکبر کی وجہ سے نہ باندھے تو وہ گناہ گار ہے۔

☆ رفع حاجت کو جاتے ہوئے عمامہ سر پر نہ رکھے بلکہ کسی دوسرے کپڑے یا تولیہ سے سر کو ڈھانک لے۔

☆ رومال اتنا لمبا ہو کہ تین پیچ سر پر آجائیں اور شملہ بھی ہو تو جائز ہے اور عمامہ کے قائم مقام ہو جائے گا۔

☆☆☆

عطر (خوشبو) لگانے کی سنتیں و آداب

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوشبو اور عطر سے محبت تھی

خوشبو اور عطر لگانا بھی سنت ہے، پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوشبو اور عطر سے محبت تھی اور تقرب الٰہی اور حضور ملائکہ کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا بہت زیادہ اہتمام فرماتے تھے۔

جسم اقدس کے خوشبو کی مہک

باوجودیکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر وقت خوشبو سے معطر رہتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی خوشبودار تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہمیشہ مشک وعنبر کی خوشبو مہکتی رہتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسینہ مبارک مشک وعنبر سے زیادہ خوشبودار تھا اور متعدد روایات میں حضرات صحابہ کرامؓ اور صحابیاتؓ کا آپ کے پسینہ کو جمع کرنے اور بطور خوشبو کے اس کے استعمال کا ذکر موجود ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مصافحہ کرنے والوں کے ہاتھ خوشبو سے معطر ہو جاتے تھے اور تمام دن اس سے خوشبو مہکتی رہتی تھی، اگر کسی بچے کے سر پر ہاتھ رکھ دیتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو سے پہچان لیا جاتا تھا کہ اس کے سر پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک رکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لعاب مبارک مشک سے زیادہ خوشبودار تھا حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پانی کا ڈول پیش کیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پانی پیا اور ڈول میں تھوک دیا، پھر اس پانی کو واپس کنویں میں ڈال دیا گیا تو کنویں سے مشک کی خوشبو آنے لگی۔ (دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۲۵۷)

ایک مرتبہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک پر دم فرما کر حضرت عقبہؓ کی کمر اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا، اس سے اس قدر پائیدار اور بے مثال خوشبو پیدا ہوئی کہ ان کی چاروں بیویاں (جن میں سے ہر ایک عمدہ خوشبو استعمال کرتی تھیں اور ان) میں سے ہر ایک کی یہ خواہش تھی کہ ان کے زیر استعمال خوشبو حضرت عقبہؓ کی خوشبو کے برابر ہو جائے، مگر وہ اس میں مغلوب رہیں، اور حضرت عقبہ کی خوشبو غالب رہی باوجودیکہ وہ خوشبو استعمال نہیں کرتے تھے۔ جب گھر سے نکلتے تو لوگ کہتے کہ ہم نے اس خوشبو سے زیادہ نفیس خوشبو نہیں سونگھی جو عقبہ لگاتے ہیں۔

امّ عاصم کہتی ہیں کہ میں نے ایک روز عقبہؓ سے پوچھا کہ ہم بہتر سے بہتر خوشبو لگانے کی کوشش کرتی ہیں، مگر آپ کی خوشبو سے نہیں بڑھ پاتیں، آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے ایک بیماری لگ گئی تھی۔ میں پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، بیماری کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے قمیص اتارنے کا حکم دیا۔ میں کپڑے اتار کر آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک پر پھونک کر اپنا ہاتھ میری پیٹھ پر پھیرا۔ اس روز سے میرے پورے جسم میں یہ خوشبو مہکی ہوئی ہے۔

راستے کا خوشبو سے مہک اٹھنا

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاں کہیں جاتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم کی عمدہ خوشبو پہلے ہی وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی خبر پہنچا دیتی تھی۔ (ابن سعد عن ابراہیم مرسلاً)

ملا علی قاریؒ نے دارمی، بیہقی اور ابونعیم کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس راستے سے گزرتے وہ راستہ خوشبودار اور معطر ہوجاتا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد گزرنے والے یہ جان لیتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس راستے سے گزر ہوا ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ:

﴿ مَا شَمَمْتُ رِيْحًا قَطُّ، وَلَا مُسْكًا، وَلَا عَنْبَرًا، أَطْيَبُ مِنْ رِّيْحِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ﴾

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کے جسم مبارک سے جو خوشبو آتی تھی) اس جیسی خوشبو میں نے مشک وعنبر میں نہیں پائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشک وعنبر سے زائد خوشبودار تھے۔ (رواہ احمد والبخاری)

لیکن اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خارجی خوشبو کے استعمال کا بہت زیادہ اہتمام فرماتے تھے اور خوشبو اور عطر کا استعمال نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند تھا بلکہ یہ تمام انبیاء علیہم السلام کی پسندیدہ عادت رہی ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ چار چیزیں انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی عادتوں میں سے ہیں۔ (۱) ختنہ کرنا۔ (۲) مسواک کرنا۔ (۳) عطر لگانا۔ (۴) نکاح کرنا۔

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ:

﴿قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : حُبِّبَ اِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا أَلطِّيْبُ وَالنِّسَآء، وَجُعِلَ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلَاةِ۔﴾ (رواہ النسائی)

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: مجھے تمہاری دنیا کی دو چیزیں مرغوب ہیں، عورت اور خوشبو۔ اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

☆ امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کے گھروں میں خوشبو کی تلاش میں رہتے تھے۔ (الطیالسی)

☆ امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کو میں بہترین خوشبو لگاتی تھی یہاں تک کہ خوشبو کا نشان داڑھی اور سر مبارک پر ہوتا۔ (مشکوٰۃ)

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ:

﴿ كَانَ لِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ سُكَّةً يَتَطَيَّبُ مِنْهَا۔ ﴾

پیارے پیغمبر ﷺ کے پاس ایک سُکہّ (یعنی شیشی یا عطر دانی جس میں خوشبو رکھی جاتی ہے) تھا اس میں سے آپ ﷺ خوشبو استعمال فرماتے تھے۔

آپ ﷺ کی پسندیدہ خوشبوئیں

عمدہ خوشبو پیارے پیغمبر ﷺ کو نہایت مرغوب تھی۔ (ابوداؤد)

ذریرہ خوشبو: امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے پیارے پیغمبر ﷺ کو ذریرہ خوشبو اپنے ہاتھوں سے لگائی۔ (ذریرہ ہند سے آنے والی چند خوشبوؤں کے مجموعہ کا نام تھا)

فاغیہ خوشبو: اس طرح پیارے پیغمبر ﷺ کو فاغیہ خوشبو بہت پسند تھی۔ (فاغیہ ہر خوشبو دار کلی کو کہتے ہیں)

مشک اور عود: امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کو خوشبوؤں میں سب سے زیادہ مشک اور عود تھا۔ (سبل الہدیٰ ج ۷ ص ۵۳۷، شمائل کبریٰ ص ۳۹۸ ج ۲)

خوشبو اور عطر کا ہدیہ واپس نہ کیا جائے

لوگوں کا اکرام عطر اور خوشبو سے کیا جائے، اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا لوگوں کا اکرام کرو۔ اور افضل طریقہ اکرام کا عطر کے ساتھ ہے کہ اس میں کوئی تکلیف اور بوجھ نہیں۔ تو اکرام کا آسان طریقہ تو یہ ہے کہ عطر کا ہدیہ پیش کیا جائے اور جب کوئی کسی کو خوشبو اور عطر کا ہدیہ دے تو وہ اسے قبول کرے اور واپس نہ کرے۔

چنانچہ حضرت ثمامہ بن عبد اللہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالکؓ خوشبو کو رد نہیں فرماتے تھے اور بیان فرماتے تھے کہ:

﴿ أَنَّ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ كَانَ لَا يَرُدُّهُ۔ ﴾

پیارے پیغمبر ﷺ خوشبو کو رد نہیں فرمایا کرتے تھے۔

اور دوسری روایت میں حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطر پیش کیا گیا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے واپس کر دیا ہو۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں واپس نہیں کی جاتیں۔(۱) تکیہ۔ (۲) تیل۔ (۳) عطر۔ (ترمذی)

ایک روایت میں حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے پاس کوئی شیرینی مٹھائی لائے تو اسے واپس نہ کرو اور کھا لو۔ اور جب تمہیں کوئی خوشبو دے تو اسے سونگھ لو اور واپس نہ کرو۔ (سیرۃ ج۷ ص ۵۳۴)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ عُرِضَ عَلَيْهِ رَيْحَانٌ فَلَا يَرُدُّهٗ فَاِنَّهٗ خَفِيْفُ الْمَحْمَلِ طَيِّبُ الرِّيْحِ ﴾ (مسلم ج۲ ص ۲۳۹ ،نسائی ص ۲۹۳)

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی کسی کو ہدیہ کے طور پر خوشبو دار پھول (یعنی عطر اور خوشبو) پیش کرے تو اسے چاہئے کہ وہ اسے قبول ہی کرے اور واپس نہ کرے کہ خوشبو بھی ہے اور اس میں کوئی بوجھ بھی نہیں۔

یعنی یہ ہدیہ اتنا قیمتی نہیں ہوتا کہ پیش کرنے والے پر گراں گزرے، پھر بھاری مقدار میں بھی نہیں ہوتا بلکہ تھوڑی مقدار میں ہوتا ہے کہ اس سے کسی پر بڑا بھاری احسان ہو۔ اس لئے کسی کی دل شکنی نہیں کرنی چاہئے اور اسے قبول کرنا چاہئے۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قطعاً خوشبو کے ہدیہ کو رد نہیں فرمایا کرتے تھے۔

ابو عثمان مدنیؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم کو کوئی ریحان خوشبو دے تو اسے واپس نہ کرو یہ جنت سے نکلا ہے۔ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جب خوشبو دار تیل لایا جاتا تو پہلے اس سے چاٹتے پھر اس کو لگا لیتے تھے۔
(ابن عساکر عن سالم بن عبد اللہ)

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تیل لگاتے تھے تو پہلے اپنی بائیں ہتھیلی پر تیل ڈال دیتے تھے، پھر (دائیں ہاتھ کی انگلیوں کے ساتھ) پہلے ابروؤں پر پھر آنکھوں پر اور پھر سر پر لگاتے تھے۔ (الشیر ازی فی الالقاب عن انسؓ، کنز العمال ج۷ ص ۱۷)

مندرجہ ذیل مواقع پر عطر لگانا سنت ہے۔

(۱) عبادت اور تہجد کے وقت

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تہجد کے وقت خوشبو لگاتے اس لئے کہ یہ وقت اللہ تعالیٰ سے مناجات اور فرشتوں کی حاضری کا

ہے، اس لئے آپ ﷺ تہجد کے وقت اہتمام سے عطر لگاتے تھے۔ چنانچہ امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ آخر شب میں عطر کا استعمال فرماتے تھے۔ (سیرۃ الشامی)

(۲) جمعہ کی نماز کے لئے

اسی طرح جمعہ کے دن بھی خوشبو اور عطر لگانا سنت ہے اور یہ خوشبو بھی ہفتہ کے باقی ایام سے کہیں زیادہ عمدہ ہونی چاہئے۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: جمعہ کا دن مسلمانوں کے لئے عید کا دن ہے جمعہ آئے تو غسل کرو، عطر ہو تو عطر لگاؤ اور مسواک کرو۔ (ابن ماجہ)

حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور اچھی طرح طہارت حاصل کرے، تیل لگائے اور گھر میں خوشبو عطر لگائے، پھر نکلے اور دو آدمیوں کے درمیان پھاندے نہیں، پھر جس مقدار چاہے نماز پڑھے اور جب امام خطبہ دے تو خاموش ہو جائے تو جمعہ کے درمیان کے گناہوں کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ (بخاری)

(۳) اجتماع اور مجالس ذکر میں

کسی بھی اجتماع اور دینی مجلس میں شرکت کے وقت بھی خوشبو لگانا سنت ہے، چنانچہ امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ اس بات کو پسند نہیں فرماتے تھے کہ اصحاب کی مجلس میں بلا عطر اور خوشبو لگائے تشریف لے جائیں۔ (سیرۃ الشامی ص ۵۳۳)

☆ حضرت ثابتؓ فرماتے ہیں کہ میں جب حضرت انسؓ کے پاس حاضر ہوتا (حدیث کی روایت حاصل کرنے کے لئے) تو حضرت انسؓ (حدیث کی روایت سے قبل) خوشبو منگاتے اور ہاتھوں میں اور بازؤوں پر مل لیتے تھے۔

(۴) وضو کے بعد

حضرت سلمہ بن اکوعؓ جب وضو سے فارغ ہوتے تو مشک ہاتھ اور داڑھی پر ملتے۔

(۵) عیدین کے موقع پر

دونوں عیدین کے موقع پر بھی خوشبو لگانا سنت ہے (طحطاوی)

(۶) عورتوں کے لئے جب حیض ونفاس سے پاک ہو جائیں

عورتیں جب حیض یا نفاس سے پاک ہو جائیں تو غسل کے وقت عطر اور خوشبو کا استعمال کرنا مسنون ہے، تاکہ خون حیض کی بدبو زائل ہو جائے اور یہ مقصد خوشبو دار صابن کے استعمال سے بھی حاصل ہو جائے گا۔ چنانچہ امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ سے ایک عورت نے غسلِ حیض کا طریقہ معلوم کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تھوڑا مشک لے لو اور اس سے پاکی حاصل کرو۔ (فتح الباری)

(۷) سر اور داڑھی میں عطر لگانا

امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ:

﴿ كُنْتُ أُطَيِّبُ النَّبِيَّ ﷺ بِأَطْيَبِ مَا يَجِدُ حَتّٰى أَجِدُ وَبِيْصَ الطِّيْبِ فِيْ رَأْسِهٖ وَ لِحْيَتِهٖ۔ ﴾ (فیض الباری ص۸۱۲، ج۲۲)

میں جو نہایت عمدہ خوشبو پاتی وہ پیارے پیغمبر ﷺ کو لگاتی یہاں تک کہ میں خوشبو کی چمک اور اس کے نشانات آپ ﷺ کے سر اور داڑھی مبارک میں دیکھتی تھی۔

حضرت سلمہ بن اکوعؓ فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ مشک لیتے اور اپنے سر اور داڑھی پر مل لیتے تھے۔
(مسند ابی یعلی، کنز العمال ج ۷، ص ۴۷)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ داڑھی اور سر مبارک پر ورس (ایک خوشبودار پتی) اور زعفران لگاتے۔ (دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۲۳۸)

(۸) مانگ میں عطر لگانا

امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں پیارے پیغمبر ﷺ کی مانگ میں خوشبو کے نشانات دیکھ رہی ہوں۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۰۸)

مردوں کے لئے پسندیدہ خوشبو

امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا گیا کہ پیارے پیغمبر ﷺ عطر لگایا کرتے تھے؟ آپؓ نے فرمایا ہاں۔ پوچھا گیا مردوں کے لئے بہترین عطر کیا ہے؟ فرمایا مشک و عنبر۔ (نسائی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا:

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ طِيْبُ الرِّجَالِ مَا ظَهَرَ رِيْحُهٗ وَخَفِىَ لَوْنُهٗ، وَ طِيْبُ النِّسَآءِ مَا ظَهَرَ لَوْنُهٗ وَ خَفِىَ رِيْحُهٗ۔ ﴾ (رواہ الترمذی والنسائی)

مردانہ خوشبو وہ ہے جس میں خوشبو غالب ہو، یعنی خوب مہکتی ہو، اور رنگ غیر محسوس ہو۔ اور زنانہ خوشبو وہ ہے جس کا رنگ غالب ہو، اور خوشبو مغلوب اور بہت کم ہو۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی آپ ﷺ کی خدمت میں بیعت کے لئے حاضر ہوا، آپ ﷺ نے اس پر زرد رنگ دیکھا تو بیعت سے انکار فرمادیا، اور فرمایا کہ مردانہ خوشبو وہ ہے جس میں خوشبو غالب ہو، یعنی خوب مہکتی ہو، اور رنگ ہلکا ہو اور زنانہ خوشبو وہ ہے جس کا رنگ غالب ہو، اور خوشبو مغلوب اور بہت کم ہو۔ (مجمع ج ۵ ص ۱۶۱)

اس لئے مرد حضرات ایسی خوشبو کے استعمال کا اہتمام کریں جس سے فضا معطر ہو اور دوسروں کو بھی محسوس ہو مگر اس کا رنگ نہ ہو۔ جب کے خواتین کے لئے یہ حکم ہے کہ اگر وہ گھر میں اپنے خاوند کے لئے جو عطر چاہئیں لگا سکتی ہیں مگر گھر سے باہر جائیں تو ایسی خوشبو استعمال کریں جس میں رنگ غالب ہو اور خوشبو مغلوب ہو، اس لئے کہ عورتوں کا خوشبو سے معطر ہو کر مردوں کے مجمع میں جانا یا ان کے پاس سے گزرنا شرعاً ممنوع ہے۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ مردوں کے لئے گلاب، مشک، عنبر اور کافور مناسب ہیں، اور عورتوں کے لئے زعفران اور صندل مناسب ہے۔ (جمع الوسائل ص ۵)

عورتوں کا مردوں کے مجمع میں خوشبو لگانا

﴿ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰیؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: اِذَا اسْتَعْطَرَتِ الْمَرْاَۃُ فَمَرَّتْ عَلٰی قَوْمٍ لِیَجِدُوْا رِیْحَھَا ، فَھِیَ کَذَا وَکَذَا} قَالَ قَوْلًا شَدِیْدًا (رواہ الترمذی)... و فی روایۃ... قَالَ فَھِیَ الزَّانِیَۃُ ﴾ (سنن نسائی، مکارم اخلاق ص۵۷۵)

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: جو عورت عطر لگائے اور لوگوں پر گزرے کہ لوگ اس کی خوشبو کو پائیں تو وہ ایسی اور ویسی ہے۔ بہت سخت بات آپ ﷺ نے ارشاد فرمائی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ...... آپ ﷺ نے فرمایا: وہ زانیہ ہے، اور ہر آنکھ (غلط نظر کرنے میں) زنا کار ہوگی۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ:

﴿ عَنْ أَبِیْ ھُرَ یْرَۃَ رضی اللہ عنہ اَنَّہٗ لَقِیَتْہُ اِمْرَاَۃٌ وَجَدَ مِنْھَا رِیْحَ الطِّیْبِ یُنْفَحُ وَلِذَیْلِھَا اِعْصَارٌ، فَقَالَ یَا اَمَۃَ الْجَبَّارِ ، جِئْتِ مِنَ الْمَسْجِدِ؟ قَالَتْ نَعَمْ! قَالَ : وَلَہٗ

تَطَیَّبْتِ ؟ قَالَتْ نَعَمْ ! قَالَ اِنِّیْ سَمِعْتُ حُبِّیْ أَبَا الْقَاسِمِ ﷺ یَقُوْلُ : لَا تُقْبَلُ صَلوٰ ةُ اِمْرَأَةٍ تَطَیَّبَتْ لِهٰذَا الْمَسْجِدِ حَتّٰی تَرْجِعَ فَتَغْتَسِلَ غَسْلَهَا مِنَ الْجِنَابَةِ } ...وفی روایة ...قال: اِذَا خَرَجَتِ الْمَرْأَ ةُ اِلَى الْمَسْجِدِ فَلْتَغْتَسِلْ مِنَ الطِّیْبِ کَمَا تَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ۔ ﴾ (ابن ماجه، سنن ابی داؤد ص۱۷۸ ج۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ایک عورت (راستے میں ملی) جس سے انہوں نے خوشبو پائی، اور اس کی چادر کا پلّو غبار اُڑاتا جاتا تھا (یعنی راستے میں گھسٹ رہا تھا) تو حضرت ابو ہریرہؓ نے اس سے کہا: اے خدائے جبّار کی بندی! کیا تو مسجد سے آئی ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ فرمایا کیا تو نے مسجد کے لئے خوشبو لگائی تھی؟ اس نے کہا ہاں۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا: میں نے اپنے حبیب ابو القاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا تھا: کہ جس عورت نے اس مسجد میں آنے کے لئے خوشبو لگائی، اس کی نماز قبول نہیں ہو گی۔ جب تک واپس جا کر اس طرح کا غسل نہ کرے جیسا کہ جنابت کا غسل ہوتا ہے۔

جنابت جیسا غسل سے مراد یہ ہے کہ خوب اچھی طرح غسل کرے تا کہ خوشبو کا اثر زائل ہو جائے۔ اور آئندہ کے لئے عبرت ہو کہ مسجد جانے کے لئے اس طرح کی خوشبو کا استعمال نہ کرے۔ اور جب مسجد میں جانے کے لئے اس طرح کی خوشبو لگانے کی اجازت نہیں تو پھر بازاروں اور دیگر تقریبات میں جانے کے لئے کیسے اس کی اجازت ہوسکتی ہے۔

اس لئے ہم اپنی تمام مسلمان خواتین ماؤں اور بہنوں سے یہ بجا طور پر توقع رکھتے ہیں کہ وہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات، ہدایات اور سنتوں پر مضبوطی کے ساتھ عمل پیرا ہوں گی کہ اسی میں ان کی عزت، عظمت اور دنیا اور آخرت کی نجات ہے۔ اور مختلف قسم کے سینٹ اور خوشبو لگا کر بے پردہ بازاروں اور پارکوں میں گھومنے پھرنے اور ان کی زینت بننے میں بے عزتی، بے شرمی اور دنیا اور آخرت کی ذلت اور رسوائی ہے۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سی مسلمان خواتین مغربی تہذیب کی تقلید میں بہت سارے ایسے کام کر گزرتی ہیں جن سے اسلام کا چہرہ داغدار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایسے کام سے ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین یا ربّ العالمین۔

بالوں کے متعلق سنتیں اور آداب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اسلام میں زندگی کے دیگر شعبوں عبادات اور عقائد کی طرح امت مسلمہ کو مخصوص لباس، وضع قطع اور شکل وصورت ظاہر و باطن اختیار کرنے اور غیروں یعنی کفار اور مشرکین کی مشابہت اور نقالی سے بڑی سختی کے ساتھ روکا گیا ہے، اور مسلمانوں کو ایسا یونیفارم عطا کیا گیا ہے کہ مؤمن اور کافر کے درمیان دیکھنے ہی سے یہ امتیاز اور فرق نمایاں ہو جائے۔ چنانچہ پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ لَيْسَ مِنَّا مَنْ عَمِلَ بِسُنَّةِ غَيْرِنَا۔ ﴾

ترجمہ: اس شخص کا ہم سے کوئی تعلق نہیں جو ہمارے طریقوں کو چھوڑ کر غیروں کے طریقے پر عمل کرتا ہے۔

پیارے پیغمبر ﷺ نے جن امور کی تعلیم دی ان میں انسانی جسم پر اُگنے والے بالوں مثلاً سر، داڑھی، مونچھوں، زیر بغل، زیر ناف کے تمام بالوں سے متعلق بھی الگ الگ احکامات ہیں کہ داڑھی بڑھاؤ، مونچھیں کٹواؤ۔ سر کے بال اس طرح رکھو وغیرہ وغیرہ جن کی پابندی ہر مؤمن مرد و عورت کے لئے ضروری ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ كَانَ لَهٗ شَعْرٌ فَلْيُكْرِمْهُ۔ ﴾ (رواہ ابوداؤد)

پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے (سر اور داڑھی) کے بال ہوں اسے چاہئے کہ ان کو اچھی طرح رکھے۔ (یعنی ان کو دھوئے اور تیل لگائے اور کنگھی کرے)۔

حضرت ابن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ مسجد نبویؐ میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آیا جس کے سر اور داڑھی کے بال پریشان، بکھرے ہوئے اور پراگندہ تھے۔ تو آپ ﷺ نے اسے حکم دیا کہ ان بالوں اور داڑھی کو درست کر لے۔ چنانچہ اس نے اپنے بالوں کو درست کر لیا اور پھر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: کیا یہ (اچھی شکل وصورت) اس سے بہتر نہیں ہے کہ تم میں کوئی شخص پریشان و پراگندہ بالوں کے ساتھ آئے، گویا وہ شیطان ہے۔

سر پر سنت کے مطابق پٹھے رکھنا۔

پیارے پیغمبر ﷺ گھنے، گھنگریالے اور خوشنما بالوں والے تھے۔ اسی طرح آپ ﷺ کی داڑھی مبارک بھی

گھنی تھی۔ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ بڑے بال رکھتے تھے منڈاتے نہیں تھے، زیادہ سے زیادہ صرف دو دفعہ منڈانا ثابت ہے: (۱) اوّل حدیبیہ کے موقع پر ۶ھ میں اور
(۲) دوسرے حجۃ الوداع کے موقع پر ۱۰ھ میں۔ (فتح الباری ج ۱: ص ۲۷۴)
جبکہ علامہ سخاویؒ نے اپنے فتاویٰ میں چار مرتبہ کا ذکر کیا ہے۔
(۱) حدیبیہ کے موقع پر (۲) عمرۃ القضاء کے موقع پر۔ (۳) جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جعرانہ کے مقام سے عمرہ ادا کیا۔ (۴) حجۃ الوداع کے موقع پر۔

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں کے بارے میں تین روایات ہیں: پہلی روایت یہ ہے کہ بالوں کی لمبائی کانوں کے درمیان تک تھی۔ دوسری روایت ہے کہ کانوں کی لو تک تھی۔ اور تیسری روایت میں ہے کہ کندھوں کے قریب تک تھی۔ (شمائل ترمذی)

اس لئے پورے سر کے بال رکھنا نصف کانوں تک، یا کانوں کی لو تک، یا اس سے کچھ نیچے تک سنت ہے۔ بالوں کا کندھے سے نیچے آجانا خلاف سنت ہے اس لئے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال اگر بہت زیادہ لمبے ہو جاتے تھے تو کندھے تک ہوتے تھے اس سے آگے نہ بڑھتے تھے۔ (جمع الوسائل ج ۸، ۸۰)

پورا سر منڈوانا

اور پورا سر منڈوا دینا بھی سنت ہے جس طرح کہ حج اور عمرہ کے مواقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر منڈوانے کا ذکر اوپر ہو چکا۔ اسی طرح حضرت علیؓ جو اجلہ صحابہ میں سے تھے سر منڈایا کرتے تھے۔

اور سر منڈوانے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اوّلاً سر کا دایاں جانب مونڈا جائے، پھر بایاں جانب، اور منڈوانے والے کا رخ قبلہ کی جانب ہو۔ چنانچہ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ: جب پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمی جمرہ کی اور قربانی سے فارغ ہوئے تو سر منڈایا اور حجام کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سر مبارک کا دایاں جانب پیش کیا اس نے بال مونڈے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوطلحہ انصاریؓ کو بلایا (اور سر مبارک کے) بال دیئے۔ پھر آپ نے (اپنے سر مبارک کا) بایاں رُخ اس کو دیا اور فرمایا مونڈو! حجام نے مونڈے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بال ابوطلحہؓ کو دیئے اور فرمایا کہ لوگوں میں تقسیم کردو۔ (مسلم ج ۱: ص ۴۹۱)

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ افضل یہ ہے کہ بال نہ منڈوائے سوائے حج اور عمرہ کے۔

اور اگر بالوں کو کتروانا چاہے تو تمام سر کے بال ہر طرف سے برابر کتروانا اور تراشنا جائز ہے خواہ مشین کے ذریعہ سے یا قینچی کے ذریعہ سے تراشے جائیں، لیکن آگے کی طرف سے بڑے رکھنا اور گردن کی طرف سے چھوٹے رکھنا یا دائیں

بائیں سے منڈوا دینا اور سر کے درمیان میں چوٹی رکھنا، یا پیچھے کے بالوں کو تراش دینا اور آگے پیشانی کے بالوں کو چھوڑ دینا جیسے آج کل کا فیشن ہے خاص طور پر یورپ کے نوجوانوں کا جو سٹائل ہے اور جس کو انگریزی بال کہتے ہیں جائز نہیں کیونکہ یہ قزع ہے۔

قزع کی ممانعت

اور قزع سے پیارے پیغمبر ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ اس طرح سر کا کچھ حصہ منڈوا دینا اور کچھ حصہ چھوڑ دینا بھی جائز نہیں، یا تو سارے بال رکھے یا سارے منڈوالے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ:

﴿ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ رَأَی صَبِیًّا حَلَقَ بَعْضَ رَأْسِہٖ، فَنَھَا ھُمْ عَنْ ذَالِکَ، وَقَالَ احْلُقُوْا کُلَّہٗ اَوِ اتْرُکُوْا کُلَّہٗ۔ ﴾ (رواہ مسلم، مشکوٰۃ)

پیارے پیغمبر ﷺ نے ایک بچے کو دیکھا جس کا سر کچھ منڈا ہوا تھا اور کچھ چھوڑا ہوا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: یا تو سارا سر مونڈ واؤ یا سارا سر چھوڑ دو۔

حضرت نافع، حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ:

﴿ سَمِعْتُ النَّبِیُّ ﷺ یَنْھٰی عَنِ الْقَزَعِ ، قِیْلَ لِنَافِعٍ مَالْقَزَعُ ؟ قَالَ یُحْلَقُ بَعْضُ رَأْسِ الصَّبِیِّ وَیُتْرَکَ الْبَعْضُ۔ ﴾ (متفق علیہ)

میں نے پیارے پیغمبر ﷺ کو ''قزع'' سے منع فرماتے ہوئے سنا۔ حضرت نافعؒ سے پوچھا گیا کہ ''قزع'' کیا چیز ہے؟ انہوں نے فرمایا ''قزع'' کے معنی ہیں بچہ کے سر کے بعض حصہ کو منڈوانا اور بعض حصہ کو چھوڑ دینا۔ (اور بعض راویوں نے اس وضاحت کو بھی حدیث کے ساتھ جوڑ کر یہ ثابت کیا ہے کہ قزع کے یہ معنیٰ بھی خود آپ ﷺ نے بیان فرمائے ہیں)۔

عورتوں کے سر کے بال

عورتوں کے سر کے بال کم کرنا۔ کٹانا، تراشنا بالکل جائز نہیں جیسا کہ آج کل بہت سی عورتیں غیر مسلم عورتوں کے دیکھا دیکھی فیشن کے طور پر بال کٹواتی ہیں جس سے غیر مسلم عورتوں کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے یہ قطعاً ممنوع ہے۔ سوائے شرعی عذر کے کہ ایسی صورت میں منڈانا یا کم کرنا درست ہے۔ اس سے قبل متعدد بار آپ پڑھ چکے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے

غیروں کی مشابہت سے منع فرمایا ہے اور اسی طرح عورتوں کو مردوں کی مشابہت سے بھی منع فرمایا ہے اور ایسا کرنے والیوں پر لعنت فرمائی ہے۔ اس لئے عورتوں کے لئے سر کے بال کٹانا، مردانہ لباس پہننا، مردانہ جوتے استعمال کرنا، اور مردوں کی سی چال چلنا سب ممنوع ہیں ان سے بچنا چاہیے۔

حضرت عثمان غنیؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ عورت اپنے سر کے بال منڈوائے۔ (مشکوٰۃ)

اس لئے کہ عورتوں کے لئے سر کے بال اسی طرح خلقی زینت ہیں جس طرح مردوں کے لئے داڑھی۔ پیارے پیغمبر ﷺ کے زمانے میں عورتیں بڑے بڑے بال رکھتی تھیں اور چوٹی بناتی تھیں۔ چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے کہ امّ المؤمنین حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے پیارے پیغمبر ﷺ سے پوچھا کہ میں اپنے سر کے بالوں کی چوٹی مضبوط بناتی ہوں تو کیا غسل جنابت کے لئے ان کا کھولنا ضروری ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں! صرف اتنا کافی ہے کہ تین دفعہ اپنے سر پر پانی ڈال لو، پھر سارے جسم پر پانی ڈال لو۔

قاضی عیاضؒ نے لکھا ہے کہ عرب کی عورتوں کی عادت بالوں کی چوٹی بنانے کی تھی۔

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ تَحْلُقَ الْمَرْاَةَ رَأْسَهَا۔ ﴾ (رواہ النسائی)

پیارے پیغمبر ﷺ نے عورتوں کو سر کے بال منڈانے سے منع فرمایا۔

حج اور عمرہ کے موقعہ پر بھی عورتوں کے لئے یہ مسئلہ ہے کہ تھوڑے سے بال کٹادیں۔

مصنوعی بال لگانا

بعض عورتوں کے سر کے بال یا تو کم ہوتے ہیں یا زیادہ لانبے نہیں ہوتے، یا گر جاتے ہیں تو وہ حسن اور خوشنمائی کے لئے دوسری عورتوں کے بال، یا اپنے گرے ہوئے بال لے کر جوڑ لگاتی ہیں یا مصنوعی بال لے کر گوندوالیتی ہیں۔ یہ حرام ہے اور ایسی عورتوں پر اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔

چنانچہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ کی خدمت میں ایک عورت آئی اور اس نے عرض کیا آج ہماری لڑکی کی شادی ہے۔ اس کے سر کے بال بیماری کی وجہ سے جھڑ گئے ہیں، کیا میں دوسرے بال اس میں جوڑ دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ أَوِ الْمُسْتَوْصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ۔ ﴾ (متفق علیه)

خدا کی لعنت ہے بال جوڑنے والی اور جڑوانے والی پر اور گودنے اور گدوانے والی پر۔

یعنی جو عورت اپنے بالوں میں کسی دوسری عورت کے بالوں کو خود جوڑے یا کسی دوسری سے جڑوائے، یا سوئی وغیرہ سے بدن کو گودوا کر اس میں سرمہ یا نیل وغیرہ بھر کر ٹیٹو (Tattoo) بنائے ان سب پر اللہ کی لعنت ہو۔

اسی طرح کی ایک روایت امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے بھی مروی ہے کہ: انصار کی ایک عورت کی شادی ہوئی، پھر بیمار پڑ گئی تو اس کے بال گر گئے، اس نے ارادہ کیا کہ اپنے بالوں کے ساتھ اور بال لگا لے، پیارے پیغمبر ﷺ سے پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ بالوں میں مصنوعی بال پیوست کرنے والی اور پیوست کرانے والی عورتوں پر لعنت فرماتا ہے۔ (بخاری فی کتاب اللباس)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆ارشاد نبوی ﷺ☆

{ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ }

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم میں سے کوئی شخص پورا ایمان دار نہیں ہو سکتا جب تک کہ میرے ساتھ اتنی محبت نہ رکھے کہ اپنے والدین سے بھی زیادہ اور اپنی اولاد سے بھی زیادہ اور سب آدمیوں سے بھی زیادہ ہو۔

(بخاری و مسلم)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تیل، کنگھی اور مانگ نکالنے کا مسنون طریقہ

سر اور ڈاڑھی کے بالوں کو درست کر کے تیل ڈالنا

پیارے پیغمبر ﷺ کثرت سے سر پر تیل ڈالتے اور داڑھی میں کنگھی کرتے تھے۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کثرت سے سر میں تیل لگاتے، اور پانی سے داڑھی سنوارتے تھے۔ (بیہقی)

اسی طرح کی ایک روایت حضرت سہل بن سعدؓ سے بھی مروی ہے اور اس میں ذکر ہے کہ کثرت تیل کی وجہ سے عمامہ اور ٹوپی کو بچانے کے لئے آپ ﷺ سر پر کپڑے کا ایک ٹکڑا رکھتے تھے جو تیل سے تر رہتا تھا۔

حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ وہ دن میں دو مرتبہ تیل لگاتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ ج۸: ۳۹۲)

☆ اس لئے جب تیل لگائیں تو "بسم اللہ" پڑھ کر تیل لگانا شروع کریں۔ داڑھی میں تیل لگائیں تو داڑھی کے اس حصہ سے شروع کریں جو گردن سے ملا ہوا ہے، اور جب سر میں تیل لگائیں تو پیشانی کے رُخ سے شروع کریں۔ (اسوۂ رسول اکرم)

☆ امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ: جب پیارے پیغمبر ﷺ تیل لگاتے تو اسے بائیں ہاتھ میں رکھتے، پہلے دونوں بھوؤں پر لگاتے، پھر دونوں آنکھوں پر پھر سر پر لگاتے۔ (شمائل کبریٰ ص ۳۳۰: ج۲)

☆ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب آپ ﷺ تیل وغیرہ لیتے تو اسے ہاتھ میں رکھتے پھر داڑھی (سر وغیرہ) میں لگاتے۔ (مجمع ج۵ ص ۱۶۵)

☆ حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: جو کوئی تم میں سے تیل لگائے تو بھنوؤں سے شروع کرے، اِس سے سر کا درد دور ہوتا ہے۔ (فیض القدیر ص ۲۵۲)

مانگ نکالنا

پیشانی کے بیچ میں سے بالوں کی مانگ نکالنا سنت نبوی ہے کہ بالوں کو دو حصوں میں کر دیا جائے۔ چنانچہ امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں آپ ﷺ کے بالوں میں کنگھی کیا کرتی تھی اور اس طرح مانگ نکالتی کہ سر کے درمیان سے بالوں کو دو حصوں میں کر دیتی تھی، اور پیشانی کے بالوں کو آنکھوں کے دونوں طرف کر دیتی تھی۔
(سنن ابی داؤد: ابن ماجہ)

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ ابتدا میں اہل کتاب کی موافقت میں بالوں کو بغیر

مانگ نکالے ویسے ہی چھوڑ دیتے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے مانگ نکالنا شروع کر دیا۔

عورتوں اور مردوں دونوں کے لئے مانگ بیچ سے نکالنا سنت ہے، پیارے پیغمبر ﷺ مانگ نکالا کرتے تھے۔ ٹیڑھی مانگ نکالنا خلاف سنت ہے، دائیں بائیں جانب سے مانگ نکالنا اسلامی طریقہ کے خلاف ہے۔

کنگھی کرنا

بالوں میں کنگھی کرنا مستحب ہے پیارے پیغمبر ﷺ نے اس کی ترغیب فرمائی ہے اور خود بھی آپ ﷺ نے اپنے مبارک بالوں میں کنگھا فرمایا ہے۔ اس لئے رات کو سوتے وقت، سو کر اٹھنے کے بعد اور وضو کرنے کے بعد کنگھی کر لینی چاہیئے تا کہ بال بکھرے ہوئے اور پراگندہ نہ رہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوقتادہؓ نے پیارے پیغمبر ﷺ سے عرض کیا میرے بڑے بال ہیں کیا میں ان میں کنگھی کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اور ان کا اکرام کرو۔ چنانچہ حضرت قتادہؓ کبھی کبھی دن میں دو مرتبہ تیل ڈالتے (اور کنگھی کرتے)۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ: پیارے پیغمبر ﷺ کے لئے سوتے وقت مسواک، وضو کا پانی اور کنگھی رکھ دی جاتی تھی، جب پیارے پیغمبر ﷺ بیدار ہوتے تو مسواک فرماتے، وضو فرماتے اور کنگھی فرماتے۔

(جمع الوسائل ج ۱: ص ۸۴: شمائل کبریٰ: ج ۲: ص ۳۳۱)

حضرت انسؓ سے ایک دوسری روایت میں ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ رات کو سونے سے قبل بھی مسواک فرماتے وضو کرتے اور کنگھی کرتے تھے۔ (سیرۃ الشامی ج ۷ ص ۴۴۵)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ ضرورت پڑنے پر روزانہ ایک سے زیادہ مرتبہ کنگھی کرنا جائز ہے، لیکن فیشن اور تزئین کے طور پر روزانہ کنگھی کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ جیسا کہ حضرت عبد الرحمٰن بن مغفلؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے کنگھی کرنے سے منع فرمایا ہے مگر ناغہ کر کے۔ (مشکوٰۃ)

ایک روایت میں ہے کہ سر کے بالوں کو دن میں ایک مرتبہ اور داڑھی کے بالوں کو دن میں دو مرتبہ صبح اور ظہر کو کنگھا کرنا مسنون ہے۔ (مشکوٰۃ)

کنگھا کرتے وقت دائیں ہاتھ سے پہلے سر کے دائیں طرف کرنا اور پھر بائیں طرف۔ اس لئے کہ امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ وضو اور کنگھی فرمانے میں اور جوتا پہننے میں دائیں طرف کو اختیار کرتے تھے۔ (بخاری)

کنگھا کرتے اور شیشہ دیکھتے وقت یہ دعاء پڑھیں

﴿اَللّٰهُمَّ اَنْتَ حَسَّنْتَ خَلْقِيْ فَحَسِّنْ خُلُقِيْ، وَأَوْسِعْ عَلَيَّ رِزْقِيْ۔﴾

یا اللہ جس طرح آپ نے میری صورت حسین بنائی ہے اسی طرح میرے اخلاق بھی اچھے کر دیجئے، اور میرے رزق کو وسیع بنا دیجئے۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب آئینہ دیکھتے تو یہ دعاء پڑھتے تھے:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ حَسَّنَ خَلْقِيْ، وَخُلُقِيْ، وَزَانَ مِنِّيْ مَاشَانَ مِنْ غَيْرِيْ۔﴾

تمام تعریفیں اُس اللہ کے لئے ہیں جس نے میری صورت اور سیرت کو بہتر بنایا، اور مجھے جس طرح مزین کیا، اس طرح سے دوسروں کو نہیں کیا۔

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ آئینہ دیکھتے وقت یہ دعاء پڑھتے تھے:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ! اَللّٰهُمَّ كَمَا حَسَّنْتَ خَلْقِيْ فَحَسِّنْ خُلُقِيْ۔﴾

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں: اے اللہ! جس طرح آپ نے میری صورت حسین بنائی ہے اسی طرح میرے اخلاق بھی اچھے کر دیجئے،

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ: پیارے پیغمبر ﷺ آئینہ دیکھتے وقت یہ دعاء پڑھتے تھے:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ سَوّٰى خَلْقِيْ، فَعَدَّ لَهٗ، وَكَرَّمَ صُوْرَةَ وَجْهِيْ فَحَسَّنَهَا وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔﴾ (ابن سنی ص۱۶۵)

تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کی جس نے مجھے پیدا کیا اور معتدل بنایا، اور میرے چہرے کی صورت کو قابل اکرام بنایا، اور اسے خوبصورت بنایا، اور مجھے مسلمانوں میں سے بنایا۔

سفر میں تیل، کنگھی اور آئینہ پاس رکھنا

پیارے پیغمبر ﷺ سفر و حضر میں تیل، کنگھی، مسواک، آئینہ وغیرہ ساتھ رکھتے تھے، اگر چہ یہ چیزیں معمولی ہیں لیکن بسا اوقات ان کے نہ ہونے سے شدید پریشانی ہوتی ہے اس لئے ان چیزوں کو سنت سمجھ کر پاس رکھنے میں ثواب بھی ہے اور بڑے فوائد بھی ہیں۔ چنانچہ امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں آپ ﷺ کے لئے سفر میں

ان چیزوں کا انتظام رکھتی تھی۔ تیل، کنگھی، آئینہ، قینچی، سرمہ دانی، اور مسواک۔

دوسری روایت میں امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ پانچ چیزوں کو پیارے پیغمبر ﷺ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ نہ سفر میں نہ حضر میں چھوڑتے تھے۔

(۱) آئینہ۔ (۲) سرمہ دانی ۔(۳) کنگھی۔(۴) تیل اور (۵) مسواک۔ (بیہقی)

اور ایک روایت میں ان چیزوں کے ساتھ ساتھ مصلیٰ اور کھجانے کی لکڑی کا بھی ذکر ہے۔

ناخن اور بالوں کا دفن کرنا مسنون ہے

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: اپنے ناخنوں اور بالوں کو دفن کرو تا کہ جادو گر ان سے نہ کھیلیں۔ (کنز ج۶:ص ۳۷۳)

بچوں کے بال

بچوں کے سر پر اتنے بڑے بڑے بال رکھنا کہ اس سے مانگ نکل سکے درست نہیں اور یہ اسلامی شعائر کے بھی خلاف ہے۔ اس لئے ان کا مونڈنا بہتر ہے۔ حضرت عبد اللہ بن جعفرؓ سے منقول ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے سر مونڈ نے والے کو بلایا اور حکم فرمایا کہ ہمارا سر مونڈ دے۔ (ابوداؤد،نسائی)

زیر ناف اور بغل کے بالوں کا حکم

زیر ناف اور بغل کے بالوں کو ہر ہفتہ میں ایک بار بروز جمعہ نماز جمعہ سے قبل صاف کرنا افضل ہے، ورنہ پندرہ دن کے بعد۔ اگر چالیس روز بغیر صفائی کے گزر جائیں تو گناہ گار ہوگا اور یہی حکم ناخنوں کا بھی ہے۔ (شامی ص۲۸۸،ج۱:مرقات)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ: پیارے پیغمبر ﷺ نے لب تراشنے، ناخن کاٹنے، بغل کے بال صاف کرنے اور زیر ناف بال لینے کے متعلق چالیس دن کی تحدید فرمائی ہے کہ چالیس دن سے زائد نہ چھوڑے رکھیں۔ (ترمذی ج۲ص ۱۰۰)

زیر ناف بالوں کو صاف کرنے میں مردوں کے لئے استرا یا بلیڈ کا استعمال بہتر ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ ہڑتال وغیرہ کا استعمال کبھی نہ فرماتے بلکہ بال جب بڑے ہوجاتے تو مونڈتے تھے۔ (سیرۃ الشامی ج۷ص ۳۵۸)

اور زیر بغل کے بالوں کو نوچ کر دور کرنا سنت ہے، تا ہم اگر اکھاڑنے کی عادت نہ ہو اور پریشانی ہو تو مونڈنا بھی جائز ہے۔ دائیں بغل کے بال پہلے اکھاڑے اور پھر بائیں بغل کے۔

اور عورتوں کے لئے زیر ناف بالوں کا اکھاڑنا بہتر ہے تاہم پاؤڈر یا کریم وغیرہ کا استعمال بھی جائز ہے۔ اور زیرِ

ناف بالوں کی صفائی کی ابتداء ناف کے نیچے سے کرنی چاہئے۔ (احسن الفتاویٰ)

زیر ناف بالوں کی حد

زیر ناف بالوں کی حد یہ ہے کہ آدمی کے اکڑوں بیٹھنے کی حالت میں ناف کے نیچے چار یا پانچ انگل کے بعد پیٹ کے نچلے حصے میں جو شکن پڑتی ہے وہاں سے زیر ناف بالوں کی حد شروع ہو جاتی ہے یہاں سے لیکر دائیں بائیں تک کہ دونوں رانوں کے بال، اور آلہ تناسل کی جڑ اور خصیتین سمیت پاخانہ کے مقام اور اس کے ارد گرد کے بال زیرِ ناف میں شامل ہیں۔مگر ران کے بالوں کا کاٹنا خلاف ادب ہے۔

فقہی مسائل

☆ ناک کے بال کاٹنا اور اکھاڑنا دونوں جائز ہیں البتہ قینچی سے کاٹنا بہتر ہے۔ناک کے بالوں کو اتنا بڑھا لینا کہ ناک سے باہر نکل آئیں اور لوگوں کے لئے نفرت کا سبب بنیں درست نہیں۔حضرت عبداللہ بن بشیرؓ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ ناک کے بال مت اکھاڑو کہ اس سے مرض آکلہ پیدا ہوتا ہے۔لیکن اسے قینچی سے کاٹو۔ (مرقات ج ۴ ص ۴۵۶)

☆ بھووٴں کے بال درست کرنا، اور زیادہ بڑھ جائیں تو کاٹ دینا درست ہے۔

☆ سینہ، پیٹ، پیٹھ ہاتھوں اور پیروں کے بالوں کو مونڈنا خلاف ادب ہے۔ (تنویر)

☆ حلق کے بال مونڈنا بہتر نہیں۔ (شامی ج ۶: ص ۴۰۷)

☆ گردن کے بالوں کو مونڈنا جائز ہے، اس لئے کہ گردن جدا عضو ہے اور سر جُدا۔ اس لئے گردن کے بال منڈانا درست ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

☆ کانوں کے بال کاٹنا، تراشنا سب درست ہے۔☆ چھوٹی بچی کا سر مونڈنا، اور بال کاٹنا درست ہے۔لیکن جب بچی نو سال کی عمر کو پہنچ جائے تو پھر بال کاٹنے سے ممانعت کردی جائے گی۔

☆ عورتوں کو اگر داڑھی کے بال خواہ ایک یا دو ہی نکل آئیں تو ان کا کاٹنا مستحب ہے۔ (مرقات)

☆☆☆☆☆

داڑھی اور مونچھوں سے متعلق سنن و آداب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قارئین کرام:

مغربی تہذیب کے زہریلے اثرات سے ہم مسلمان آج اس حد تک متاثر ہو چکے ہیں کہ شعائر اسلام (جو ہماری مذہبی، ملی اور قومی پہچان تھے) سے بھی کنارہ کش ہونے لگے ہیں۔اور عقائد سے اخلاق تک، ظاہر سے باطن تک، ولادت سے وفات تک، کھانے پینے سے لباس تک معیشت سے معاشرت تک اس مغربی سیلاب میں ڈوبتے چلے جا رہے ہیں۔ اور آج نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ والی مبارک شکل وصورت داڑھی کے متعلق بھی مسلمانوں میں عجیب وغریب فلسفے پائے جاتے ہیں۔ حالانکہ پیارے پیغمبر ﷺ نے جن امور کی تعلیم دی ہے اُن میں سے ایک داڑھی بڑھانا اورمونچھیں تراشنا بھی ہے۔ جن کے بارے میں متعدد صحابہ کرامؓ سے روایات منقول ہیں۔ چنانچہ اُمّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ:

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : عَشْرٌ مِّنَ الْفِطْرَۃِ ، قَصُّ الشَّارِبِ وَأَعْفَاءُ اللِّحْیَۃِ۔الخ ﴾

پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: دس چیزیں فطرت میں داخل ہیں ،(اور ان میں سے ایک) مونچھوں کا کٹوانا اور داڑھی کا بڑھانا (بھی ہے)۔۔۔آخر تک　(صحیح مسلم، ج۱ ص:۱۲۹)

ایک دوسری حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ خَمْسٌ مِّنَ الْفِطْرَ ۃِ : أَلْخَتَّانُ ، وَالْاِسْتِحْدَادُ ، وَقَصُّ الشَّارِبِ ، وَتَقْلِیْمُ الْاَظْفَارِ، وَنَتْفُ الْاِبِطِ۔ ﴾　(رواہ البخاری و مسلم، مظاہر حق ص۱۹۷ ج۴)

پانچ چیزیں فطرت میں داخل ہیں،ایک ختنہ کرانا، دوسرے (زیر ناف بالوں کو صاف کرنے کے لئے) استرے کو استعمال کرنا، تیسرے لبوں کے بال تراشنا، چوتھے ناخن کٹوانا، اور پانچویں بغل کے بال صاف کرانا۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مونچھیں کٹانا اور داڑھی بڑھانا انسان کی فطرتِ سلیمہ کا تقاضہ ہے، اور مونچھیں بڑھانا

اور داڑھی کٹانا خلاف فطرت ہے۔ اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ فطرۃ اللہ کو بگاڑتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ شیطان لعین نے اللہ تعالیٰ سے کہا تھا کہ میں اولاد آدم کو گمراہ کروں گا:

﴿ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ، وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا۔﴾ (النساء :آیت:۱۱۹)

اور میں انہیں حکم دوں گا کہ وہ اللہ کی تخلیق (یعنی اس کی بنائی ہوئی صورت) کو بگاڑا کریں گے۔ اور جو شخص اللہ جلّ جلالہٗ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا رفیق بنائے گا وہ صریح نقصان میں واقع ہوگا۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا، فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ۔﴾ (الروم:۳۰)

تم یک سو ہو کر اپنا رُخ اُس دین کی طرف قائم رکھو۔ اللہ کی بنائی ہوئی اس فطرت پر چلو جس پر اس نے تمام لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں لائی جاسکتی۔

اور مفسرین فرماتے ہیں کہ داڑھی منڈانا بھی تخلیق خداوندی کو بگاڑنے میں داخل ہے۔

داڑھی مردانہ چہرے کی زینت ہے

داڑھی رکھنا مردانہ چہرے کی زینت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مردانہ چہرے کو فطرۃً داڑھی کی زینت اور وجاہت عطا فرمائی ہے۔ داڑھی ہی مرد کی خوبصورتی، حسن و جمال اور وجاہت کی علامت ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ فرشتے مقرر فرمائے ہیں جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی اس طرح تسبیح بیان کرتے رہتے ہیں:

﴿ سُبْحَانَ مَنْ زُيِّنَ الرِّجَالُ بِااللُّحٰى، وَزُيِّنَ النِّسَآءُ بِاالذَّوَائِبْ۔﴾

پاک ہے وہ ذات جس نے مردوں کو داڑھیوں سے زینت اور خوبصورتی عطا فرمائی، اور عورتوں کو مینڈھیوں اور چوٹیوں سے زینت بخشی۔

داڑھی مردوں کے لئے ایسی ہے جیسے عورتوں کے لئے سر کے بال کہ دونوں باعث زینت ہیں۔ جب عورتوں کا سر

منڈانا بدصورتی میں داخل ہے۔ تو مردوں کے لئے داڑھی منڈانے میں خوبصورتی کیسے ہوسکتی ہے۔؟ داڑھی اگر بدصورتی کا باعث ہوتی تو اللہ تبارک وتعالیٰ اُسے مرد کے چہرے پر ہرگز نہ پیدا فرماتا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۔﴾ (التین)

بے شک ہم نے انسان کو خوبصورت ترین سانچے میں ڈھالا ہے۔

اسی بات کو ایک اور پہلو سے دیکھئے کہ عام جانوروں میں ان کے مذکر اور مؤنث کے مابین کتنا فرق ہے؟ کسی بھی پرندے یا جانور کو دیکھ لیں اللہ نے مذکر ومؤنث میں کتنا فرق رکھا ہے مرغ اور مرغی کا موازنہ کیجئے۔ دونوں پر یکجا نظر ڈالیں تو دیکھتے ہی ہر شخص بے اختیار پکار اٹھے گا کہ مرغ کتنا خوبصورت ہے لیکن اس کی یہ خوبصورتی کس وجہ سے ہے؟ اس حسین کلغی کی وجہ سے جسے اللہ ربّ العزت نے تاج کی صورت میں اس کے سر پر سجا دیا ہے۔ اگر اس کلغی کو ہٹا دیا جائے تو اس کا سارا حسن وجمال جاتا رہے گا۔

اس طرح داڑھی کو بھی ربّ العالمین نے مردوں کے چہروں پر حسن اور خوبصورتی کے لئے سجایا ہے مگر تعجب ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ حسن سے دور بھاگ رہے ہیں۔ یہ لوگ سر کے بال تو لمبے لمبے رکھتے ہیں اور جب کسی آدمی کے سر کے بال گر جائیں تو وہ اپنے آپ کو گنجا تصور کرتا ہے، اور شرماتا ہے مگر عجیب حیرانگی کی بات ہے کہ داڑھی لمبی رکھنے میں کیا عیب ہے؟ کہ اس کو اپنے ہاتھوں سے صاف کرتا ہے اور کوئی شرم اور پشیمانی محسوس نہیں کرتا۔ باوجود اس کے کہ داڑھی مردانگی کی نشانی ہے، اور اس سے قوت مردانگی میں بھی اضافہ ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے داڑھی کو مردوں کے چہروں کی زینت بنایا ہے۔

شریعت میں فطرت سے مراد

شریعت میں فطرت سے مراد حضرات انبیاء علیہم السلام کا طریقہ اور ان کی متفقہ سنت اور معمول ہے۔ چنانچہ امام نوویؒ فرماتے ہیں:

﴿قَالُوْا وَمَعْنَاهُ أَنَّهَا مِنْ سُنَنِ الْاَنْبِيَاءِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ۔﴾

علماء فرماتے ہیں کہ: فطرت سے مراد یہ ہے کہ (داڑھی رکھنا) حضرات انبیاء علیہم السلام کا طریقہ اور ان کی متفقہ سنت اور معمول ہے۔ (شرح مسلم ص ۱۲۸)

اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ مونچھیں کٹوانا اور داڑھی بڑھانا (کم وبیش) ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام

کی متفقہ سنت ہے جن کی اقتداء کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔

﴿ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ ﴾

اور تمام انبیاء علیہم السلام مونچھوں کو کتراتے اور داڑھی کو بڑھاتے تھے۔ قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہم السلام کا واقعہ بیان فرمایا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور سے واپس آئے اور اپنی قوم کو گوسالہ پرستی میں مبتلا دیکھ کر غصہ سے بھائی کو سر اور داڑھی سے پکڑ لیا۔ اس پر حضرت ہارون علیہ السلام نے فرمایا:

﴿ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَأْسِيْ ۔ ﴾ (سورۃ طٰہٰ: ۹۴)

اے میرے ماں جائے (یعنی ماں کے بیٹے) میری داڑھی کو نہ پکڑیئے اور نہ میرے سر کو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت ھارون علیہ السلام کی داڑھی ایک مشت سے لمبی تھی اس لئے کہ داڑھی تب ہی پکڑی جاسکتی ہے جب وہ کم از کم ایک مشت کے برابر ہو یا اس سے زیادہ۔

ابونعیم الاصبھانی نے "دلائل النبوۃ" میں نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام گھنی داڑھی والے تھے، اور حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشابہ تھے۔ اسی طرح بعض روایات میں پیارے پیغمبر ﷺ کے سفر معراج میں اس کا ذکر ہے کہ:

﴿ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَأَى هَارُوْنَ عَلَيْهِ السَّلَامَ فِي السَّمَاءِ الْخَامِسَةِ وَقَالَ فِيْ نَعْتِهٖ: نِصْفُ لِحْيَتِهٖ بَيْضَاءَ وَ نِصْفُهَا سَوْدَاءَ تَكَادُ لِحْيَتِهٖ تُصِيْبُ سُرَّتَهٗ مِنْ طُوْلِهَا۔ ﴾ (رواه ابن جرير وابن ابى خاتم فى تفسيرهما)

کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے حضرت ہارون علیہ السلام کو پانچویں آسمان پر دیکھا اور ان کی صفات بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کی آدھی داڑھی سفید اور آدھی داڑھی کالی تھی، اور لمبائی کی وجہ سے ناف کو چھو رہی تھی۔

اسی طرح حدیث میں ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا:

﴿ أَنَا أَشْبَهُ وُلْدِ اِبْرَاهِيْمَ بِهٖ ﴾ (متفق عليه)

کہ اولاد ابراہیم علیہ السلام میں سب سے زیادہ میں ان کے مشابہ ہوں۔

اور حضرت ابن عباسؓ سے صحیحین میں ایک روایت ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا:

﴿ أَمَّا اِبْرَاهِيْمُ، فَانْظُرُوْا اِلٰى صَاحِبِكُمْ ﴾

کہ اگر ابراہیم علیہ السلام کو دیکھنا ہے تو تم اپنے صاحب کو یعنی مجھے دیکھو۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شکل وصورت پیارے پیغمبر ﷺ کی طرح اور ان کی داڑھی مبارک پیارے پیغمبر ﷺ کی داڑھی مبارک کی طرح تھی۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تابعداری کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ تم ملت ابراہیمی کی تابعداری کرو۔

داڑھی منڈانا مجوسیوں کا طریقہ ہے

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ فِطْرَةِ الْاِسْلَامِ أَخْذُ الشَّارِبِ، وَاِعْفَاءُ اللُّحٰى، فَاِنَّ الْمَجُوْسَ تُعْفِىْ شَوَارِبَهَا وَتُحْفِىْ لُحَاهَا، فَخَالِفُوْهُمْ ، خُذُوْا شَوَارِبَكُمْ وَاعْفُوْا لُحَاكُمْ۔ ﴾ (صحیح ابن حبان، رسالہ حکم اللحیہ فی الاسلام)

پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد ہے، اسلام کی فطرت میں سے مونچھوں کا لینا (یعنی کٹوانا) ہے اور داڑھی کا بڑھانا ہے اس لئے کہ مجوسی لوگ اپنی مونچھوں کو بڑھاتے اور داڑھی کو کٹواتے ہیں، لہٰذا انکی مخالفت کرو، مونچھوں کو کٹوایا کرو، اور داڑھی کو بڑھایا کرو۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ:

﴿ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : اِحْفُوْا الشَّوَارِبَ ،وَاَعْفُوْا اللُّحٰى۔ ﴾

پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ: مونچھوں کو کٹواؤ اور داڑھی کو بڑھاؤ۔

اور امام مالکؒ نے موطا میں بروایت مسلم، ابوداؤد اور ترمذی روایت کیا ہے کہ:

﴿ اَنَّهُ اَمَرَ بِاَحْفَاءِ الشَّوَارِبِ وَاَعْفَاءُ اللِّحْيَةِ۔ ﴾ (رواه مسلم ج:١ ص:١٢٩)

پیارے پیغمبر ﷺ نے مونچھوں کو کٹوانے اور داڑھی کو بڑھانے کا حکم فرمایا ہے۔

ان احادیث میں پیارے پیغمبر ﷺ نے مونچھیں کٹوانے اور داڑھی بڑھانے کا حکم دیا ہے جس کی تعمیل ہر مسلمان پر واجب اور اس کی مخالفت حرام ہے، پس اس وجہ سے بھی داڑھی رکھنا واجب اور اس کا منڈوانا حرام ہوا۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ:

﴿قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ، وَفِرُوا اللُّحٰى وَاَحْفُوا الشَّوَارِبْ﴾

پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ: مشرکوں کی مخالفت کرو، داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں کٹاؤ۔ (متفق علیہ)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : جَزُّوْا الشَّوَارِبَ وَأَرْخُوا اللُّحٰى، خَالِفُوا الْمَجُوْس۔ ﴾

(رواہ مسلم ج۱: ص:۱۲۹)

پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ: مونچھیں کٹواؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ، مجوسیوں کی مخالفت کرو۔

اور ایک روایت میں ہے کہ:

﴿ قَصُّوا الشَّوَارِبَ، وَأَعْفُوا اللُّحٰى۔ ﴾ (رواہ امام احمد)

مونچھیں کٹاؤ اور داڑھی بڑھاؤ۔

اور امام بخاریؒ نے تاریخ کبیر میں ان الفاظ کے ساتھ روایت نقل کی ہے کہ:

﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : كَانَتِ الْمَجُوْسُ تَعْفِيْ شَوَارِبَهَا، وَ تُحْفِيْ لُحَاهَا، فَخَالِفُوْهُمْ، فَجَزُّوْا شَوَارِبَكُمْ وَاعْفُوْا لُحَاكُمْ ﴾۔

پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: کہ مجوس مونچھیں بڑھاتے ہیں اور داڑھی منڈاتے ہیں، پس تم ان کی مخالفت کرو، تم اپنی مونچھیں کٹاؤ اور اپنی داڑھیاں بڑھاؤ۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ پیارے پیغمبر ﷺ نے مجوسیوں کا ذکر کیا تو فرمایا:

﴿ اِنَّهُمْ يُوْفُوْنَ سَبَالَهُمْ، وَيَحْلُقُوْنَ لُحَاهُمْ فَخَالِفُوْهُمْ۔ ﴾ (رواہ البیہقی)

کہ یہ لوگ اپنی مونچھیں بڑھاتے ہیں اور داڑھی مونڈواتے ہیں، تم ان کی مخالفت کرو۔

داڑھی رکھنا شعائر اسلام میں سے ہے

ان تمام صحیح احادیث میں صراحتہً فرمایا گیا ہے کہ مونچھیں کٹوانا اور داڑھی بڑھانا حضرات انبیاء علیہم السلام کا طریقہ اور مسلمانوں کا شعار ہے۔(اور شعار کا مطلب یہ ہے کہ اس سے دیکھنے والوں کو ہمارا مسلمان ہونا معلوم ہو جائے اور ہم خود اپنا مسلمان ہونا بھی اسی سے شناخت کریں گے)۔

اور اس کے برعکس مونچھیں بڑھانا اور داڑھی منڈوانا مجوسیوں اور مشرکوں کا شعار ہے، اور مسلمانوں کے لئے اسلامی شعار چھوڑ کر کسی گمراہ قوم کا شعار اختیار کرنا حرام ہے۔ ہر قوم وملت اپنے اپنے یونیفارم اور نشانات کو محفوظ رکھنا از حد ضروری سمجھتی ہے۔ جیسا کہ پارسیوں، انگریزوں اور سکھوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ ان کے خاص شعائر ہیں۔ سکھوں نے اپنا امتیازی نشان سر اور داڑھی کے بالوں اور مخصوص پگڑی کو بنایا ہوا ہے جنہیں دیکھ کر ہر کوئی پہچان لیتا ہے اور وہ ایک زندہ قوم شمار کی جاتی ہے۔ اسی طرح ہر قوم کا ایک یونیفارم اور ایک امتیازی نشان ہوتا ہے جسے وہ محفوظ رکھتے ہیں۔

اسی طرح ہر ایک حکومت کے مختلف شعبوں کے بھی خاص شعائر ہیں۔ پولیس والوں کی اپنی ایک وردی ہے۔ ٹریفک پولیس کی الگ، موٹروے پولیس والوں کی الگ وردی ہوتی ہے۔ اسی طرح فوج کو دیکھیں تو ہر ملک کی برّی، بحری اور ہوائی فوج کی الگ الگ وردیاں ہوتی ہیں، جن کا دیکھنے والوں پر ایک خاص اثر ہوتا ہے۔

اسی طرح امت مسلمہ بھی تمام قوموں اور امتوں میں ایک ممتاز امت ہے جس نے عبادات و عادات سے لیکر شکل و صورت اور لباس و پوشاک تک میں ہر چیز میں پیارے پیغمبر ﷺ کا اتباع کیا۔ داڑھی رکھنا اور مونچھیں کٹوانا بھی اسی میں ہے جو مسلمانوں کا شعار ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص مسلمان ہے۔

ایک مجسٹریٹ کا واقعہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے ایک مجسٹریٹ کا واقعہ لکھا ہے کہ وہ اپنی داڑھی رکھنے کا واقعہ بیان کرتے تھے کہ غدر (یعنی جنگ آزادی) کے زمانے میں جب وہ سفر کر رہے تھے تو انہیں ریل (کے سفر کے دوران) ہندو یا عیسائی سمجھ لیا گیا۔ اور لوگ انہیں قتل کرنا چاہتے تھے، اس لئے کہ وہ شکل وصورت اور لباس سے مسلمان نہیں نظر آرہے تھے بلکہ عیسائی معلوم ہو رہے تھے، اس لئے جان بچانے کی خاطر انہیں اُن لوگوں کو اپنا ختنہ دکھانا پڑا۔ وہ مجسٹریٹ کہتے ہیں کہ میں شرم سے پانی پانی ہو گیا اور اُس دن سے میں نے داڑھی منڈانے سے توبہ کر لی۔ (داڑھی رکھنا گناہ کبیرہ ص ۱۱)

مونچھیں رکھنا

حضرت ابن عباس ؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ اپنی مونچھیں تراشتے تھے، اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ حضرت سعید بن مسیب ؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے لب تراشا یا کاٹا۔ (مشکوٰۃ)

امّ عباس ؓ فرماتی ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ لب مبارک کو خوب مبالغہ سے کٹایا کرتے تھے اور حضرت ابن عمر ؓ مونچھیں تراشنے میں اتنا مبالغہ کرتے تھے کہ اوپر کے ہونٹ کی کھال کی سفیدی نظر آتی تھی۔ (بخاری ج۲ ص ۸۷۴)

پھر اوپر دونوں احادیث میں پیارے پیغمبر ﷺ نے امر کے صیغے کے ساتھ یہ دونوں حکم دیئے ہیں اور امر وجوب کے لئے ہوتا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں حکم واجب ہیں اور واجب کا ترک کرنا حرام ہے۔ اس لحاظ سے بھی داڑھی کٹوانا اور مونچھیں بڑھانا دونوں حرام فعل ہیں۔

حضرت زید بن ارقم ؓ سے روایت ہے کہ:

﴿اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : مَنْ لَّمْ يَأْخُذْ مِنْ شَارِبِهٖ ،فَلَيْسَ مِنَّا۔﴾

(رواہ احمد والنسائی، والترمذی)

پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ: جو شخص مونچھیں نہ کٹوائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لمبی لمبی مونچھیں رکھنا اور داڑھی منڈانا (اور اسی طرح جبکہ حد شرعی ایک بالشت سے کم ہو داڑھی کا کترانا) حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ کیونکہ پیارے پیغمبر ﷺ کسی گناہ کبیرہ پر ہی ایسی وعید فرما سکتے ہیں کہ ایسا کرنے والا ہماری جماعت میں سے نہیں ہے۔ اور اس میں کس قدر سخت وعید ہے۔ اس لئے ایسے لوگوں کو جو خلافِ شریعت بڑی بڑی مونچھیں رکھتے ہیں اس وعید کو سامنے رکھ کر اپنے عمل سے توبہ تائب ہونا چاہئے۔ اسی طرح کی ایک روایت حضرت واثلہ ؓ سے بھی مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو اپنی مونچھوں کو نہ کٹوائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

مونچھوں کو کتنا کاٹا جائے

مونچھوں کو اتنا کاٹا جائے کہ اُوپر کے ہونٹ کی سرخی ظاہر ہو جائے یہ بھی جائز ہے اور اس سے نفسِ فطرت ادا ہو جاتی ہے۔ جو ضروری ہے لیکن مبالغہ سے کاٹنا کہ جلد ظاہر ہو جائے یہ اولیٰ اور افضل ہے۔ حضرت عبد اللہ بن بشیر ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کو میں نے دیکھا کہ اپنے لب مبارک کو خوب مبالغہ سے اچھی طرح کٹوا رہے تھے۔ (سیرۃ الشامی ج۷ ص ۵۵۱)

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ ﷺ لب کو خوب مبالغہ سے کاٹ رہے تھے۔

لب کے تراشنے کا مسنون طریقہ

احادیث کی روشنی میں لب کو تراشنے کے تین طریقے بیان کئے گئے ہیں:

(۱) لب کے بالوں کو قینچی وغیرہ سے اس مبالغہ سے کاٹیں کہ کھال نظر آجائے۔

(۲) لب کے بالوں کو قینچی وغیرہ سے اس طرح کاٹیں کہ اوپر کے ہونٹ کی سرخی ظاہر ہو جائے۔حضرت عمر بن عبد العزیزؒ سے پوچھا گیا کہ لب کے بالوں میں سنت کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ کاٹنا۔اس طرح کہ (اوپر کے) ہونٹ کے کنارے نظر آجائیں۔ (ابن ابی شیبہ ص ۲۷۸)

(۳) بالوں کو اس طرح تراشے کہ وہ بھوؤں کی مانند ہو جائیں۔ (عمدہ ج ۲۲ ص ۴۴، شمائل کبرای ص ۶۲، ۳: ج ۲)

لب کے دونوں کناروں کا حکم

لب کے دونوں کناروں کے بارے میں محققین علماء وفقہاء کی رائے ہے کہ انہیں باقی رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت عمر بن خطابؓ اور بیشتر صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ کا یہی معمول تھا۔اسی طرح شیخ عبد الحق محدّث دہلویؒ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ لبوں کے دونوں کنارے چھوڑ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

لب تراشنے کا مسنون وقت

جمعہ کے دن نماز جمعہ سے قبل غسل کرنا، صفائی حاصل کرنا اور لب تراشنا سنت ہے۔حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ جمعہ کی نماز سے قبل لب تراشتے اور ناخن کاٹتے تھے۔ (طبرانی)

اسی طرح کی روایت حضرت ابو عبد اللہ الاعزؓ، اور حضرت ابو رمثہؓ سے بھی مروی ہے۔جبکہ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن لب کاٹے گا، ہر بال جو گرے گا اس کے بدلے دس نیکیاں ملیں گی۔ (دیلمی، کنز ج ۶ ص ۳۷۳)

☆☆☆

عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا

کچھ تو فیشن کا تصدق، کچھ کرم حجّام کا

رفتہ رفتہ میری صورت، اُن کی صورت ہو گئی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

﴿ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَعَنَ اللّٰهُ الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَآءِ، وَالْمُتَشَبِّهَاتُ مِنَ النِّسَآءِ بِالرِّجَالْ۔ ﴾ (رواہ البخاری)

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اُن عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔

اور حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ سَمِعْتُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهَ بِالرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ ، وَلَا مَنْ تَشَبَّهَ بِالنِّسَاءِ مِنَ الرِّجَالْ۔ ﴾

میں نے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ جو عورتیں مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں، اور جو مرد عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں وہ ہم سے نہیں۔

اور ایک دوسری روایت میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اَلْمُخَنِّثِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ ، وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَقَالَ: اَخْرِجُوْهُمْ مِنْ بُيُوْتِكُمْ۔ ﴾ (رواہ البخاری)

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہیجڑے مردوں (یعنی عورتوں کی مشابہت کرنے والے مردوں، اور مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی) عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ اور فرمایا: کہ ان کو اپنے گھروں سے نکالو۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت فرماتے ہیں کہ: پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک ہیجڑہ لایا گیا، جس نے ہاتھ پاؤں پر

مہندی لگائی ہوئی تھی۔تو پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اس آدمی کو کیا ہوا ؟ : کسی نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ عورتوں کی مشابہت کرتا ہے۔تو پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کو مدینہ طیبہ سے نکالنے کا حکم دیا اور نقیع مقام کی طرف بھگایا۔

اور حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک روایت میں مروی ہے کہ:

﴿ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الرَّجُل يَلْبَسُ لَبْسَةَ الْمَرْأَةَ وَالْمَرْأَةُ تَلْبَسُ لَبْسَةَ الرَّجُل۔ ﴾

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے لعنت کی ہے اُن مردوں پر جو عورتوں کا سا لباس پہنتے ہوں، اور ان عورتوں پر جو مردوں کا سا لباس پہنتی ہوں۔ (رواہ ابوداؤد)

شریعت میں مردوں کو عورتوں اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت سے روکا گیا ہے، اور داڑھی منڈانے میں چونکہ عورتوں کے ساتھ مشابہت بھی ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فطرتاً مردوں اور عورتوں کے درمیان فرق اور امتیاز داڑھی کی صورت میں رکھا ہے، (مردوں کی داڑھی نکلتی ہے جو ان کی فطری نشانی ہے اور عورتوں کی نہیں نکلتی) اور اس امتیاز کو مٹانے والا اور اس کی خلاف ورزی کرنے والا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی لعنت کا موجب بنتا ہے۔

غیروں کی مشابہت اختیار کرنا

اس لئے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے احکامات پر عمل پیرا ہو اور غیروں کی نقالی اور ان جیسی وضع قطع بنانے اور مسلمانوں کا شعار چھوڑ کر اہل کفر کے شعار اپنانے سے اپنے آپ کو بچائے کہ یہ حرام ہے۔

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے:

﴿مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ۔﴾ (جامع صغیر ج :۲ ص۸)

جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ انہی میں سے ہوگا۔

حضرت ابن عمرؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ جو کفار کے ساتھ مشابہت اختیار کرے اور اسی حال میں مرجائے تو اس کا حشر ان ہی کے ساتھ ہوگا۔اور پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے:

﴿ لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهَ بِغَيْرِنَا، لاَ تَشْبَهُوْا بِا لْيَهُوْد وَلاَ بِالنَّصَارٰى، فَاِنَّ تَسْلِيْمَ الْيَهُوْدُ الْاِشَارَةُ بِا لْاَصَابِعْ، وَتَسْلِيْمَ النَّصَارٰى اَلْاِشَارَةُ بِالْاَكُفِّ۔ ﴾

وہ شخص ہم میں سے نہیں جو کفار کی مشابہت کرتا ہو، یہود اور عیسائیوں کی مشابہت نہ کرو، اور یقیناً یہود کا

سلام انگلیوں سے اشارہ کرنا ہے اور عیسائیوں کا سلام ہتھیلیوں سے اشارہ کرنا ہے۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کوئی شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے اور پھر ان میں شامل نہ ہو، اکثر یہی ہوتا ہے کہ جس قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے دنیا اور آخرت میں انہی کیساتھ شامل ہو جاتا ہے۔ فقہائے کرام لکھتے ہیں کہ جس نے اسلام کی حقارت کے ارادہ سے قصداً کفار سے مشابہت اختیار کی یا نصاریٰ کے طریقوں کو اپنایا، یا ان کی صلیب وغیرہ باندھی، یا مجوسیوں کی ٹوپی سر پر رکھی تو کافر ہوا، ورنہ گناہ گار۔ (معین المفتی)

اور داڑھی منڈانے اور کٹوانے میں بھی غیر مسلموں اہل کفر کی مشابہت اور ان کا شعار اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضگی اور دین اسلام سے دوری ہے۔جبکہ داڑھی رکھنے میں پیارے پیغمبر ﷺ کی اطاعت اور اتباع کے ساتھ ساتھ اللہ اور رسول ﷺ سے محبت کا مظاہرہ بھی ہے۔

آپ ﷺ کا شاہ ایران کے قاصدوں سے منہ پھیرنا

پیارے پیغمبر ﷺ کو داڑھی منڈانے سے اس قدر نفرت تھی کہ جب آپ ﷺ نے دعوت اسلام کے بارے میں مختلف بادشاہوں کو خطوط لکھے تو ان میں ایک خط کسریٰ شاہ فارس کے نام بھی لکھا، اس کے پاس جب آپ ﷺ کا خط پہنچا تو اس نے اس نامہ مبارک کو غصہ سے پھاڑ دیا اور گورنر یمن باذان کو لکھا کہ دو بہادر آدمیوں کو حجاز بھیجو، جو اس شخص کو لے کر آئیں، جس نے مجھے یہ خط لکھا ہے۔ اس نے دو آدمی بھیجے، اور پیارے پیغمبر ﷺ کی طرف ایک خط ان کے ہاتھ روانہ کیا کہ آپ ان دو کے ساتھ کسریٰ کے پاس حاضر ہوں۔ جب شاہ ایران کے قاصد پیارے پیغمبر ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو ان کی داڑھیاں منڈی ہوئی اور مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں:

﴿ فَكَرِهَ النَّظْرُ اِلَيْهِمَا، وَقَالَ : وَيْلَكُمَا ! مَنْ أَمَرَكُمَا بِهٰذَا ؟ قَالَ أَمَرَنَا رَبُّنَا يَعْنِيَانِ كِسْرٰى، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : وَلٰكِنَّ رَبِّىْ أَمَرَنِىْ بِاَعْفَاۗءِ لِحْيَتِىْ وَقَصَّ شَارِبِىْ۔ ﴾

(تاريخ ابن كثير ج۴:ص۶۷۸)

پیارے پیغمبر ﷺ نے ان کو دیکھنا بھی پسند نہ کیا اور فرمایا تمہاری ہلاکت ہو تمہیں یہ شکل بگاڑنے کا کس نے حکم دیا ہے؟۔ وہ بولے کہ یہ ہمارے رب یعنی کسریٰ شاہ ایران کا حکم ہے۔ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: لیکن میرے رب نے تو مجھے داڑھی بڑھانے اور مونچھیں ترشوانے کا حکم دیا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک مجوسی پیارے پیغمبر ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جس نے داڑھی منڈا رکھی تھی، اور

مونچھیں بڑھا رکھیں تھیں۔ پیارے پیغمبر ﷺ نے اس سے فرمایا: یہ کیا بنا رکھا ہے؟ اس نے کہا یہ ہمارا دین ہے۔ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: کہ ہمارے دین میں یہ ہے کہ مونچھوں کو کٹوا دیں، اور داڑھی کو بڑھائیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

دیکھئے کافر ہونے کے باوجود پیارے پیغمبر ﷺ نے ان پر نکیر فرمائی، ان کے داڑھی مونڈنے کو معیوب سمجھا اور ان کی صورت تک کو دیکھنا پسند نہ فرمایا اور ان کے لئے "وَیْلَکُمَا" کا بد دعائیہ جملہ استعمال فرمایا اس لئے کہ ان کا یہ طریقہ فطرت سلیمہ کے خلاف تھا۔تو جو لوگ پیارے پیغمبر ﷺ کی محبت کے دعویدار ہیں، آپ ﷺ کا کلمہ پڑھنے والے ہیں وہ آنحضرت ﷺ کے رب کے حکم کی خلاف ورزی کر کے مجوسیوں کے خدا کے حکم کی پیروی کرتے ہیں، ان کو سو بار سوچنا چاہئے کہ اگر اس حالت میں موت واقع ہوگئی تو مرنے کے بعد قبر میں جب ان سے یہ سوال ہوگا۔{ مَا تَقُوْلُ فِیْ هٰذَا الرَّجُلُ }اس شخصیت کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ اور بقول بعض علماء کے اس موقعہ پر سیّد الرسل ﷺ کے چہرہ انور کی زیارت ہوگی تو کس منہ سے پیارے پیغمبر ﷺ کے چہرہ انور کی زیارت کریں گے۔اور قیامت کے دن میدان حشر میں پیارے پیغمبر ﷺ کی بارگاہ میں کیا منہ دکھائیں گے؟ اور کس قدر حسرت، رسوائی اور مایوسی کا وقت ہوگا اگر آپ ﷺ ان امتیوں سے اپنا چہرہ انور پھیر کر یہ فرمائیں کہ تمہاری ہلاکت ہو، تمہیں اس شکل کے بگاڑنے کا کس نے حکم دیا تھا؟ میرے طریقے میں تمہیں کیا خرابی نظر آئی تھی کہ تم نے میری سی صورت بنانے کے بجائے میرے دشمنوں کی سی صورت بنائی؟ تم اپنی شکل بگاڑنے کی وجہ سے ہماری جماعت سے خارج ہو تو شفاعت کی امید کس سے رکھیں گے؟۔ ربّ العزت ہم سب مسلمانوں کو اس بڑے تاوان اور عظیم رسوائی سے بچائے، اور سچی توبہ کرنے اور پوری زندگی پیارے پیغمبر ﷺ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے۔(آمین)

ترے محبوب کی یارب شباہت لے کر آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کردے میں صورت لے کر آیا ہوں

داڑھی منڈانے کا گناہ ہمہ وقتی ہے

اور جتنے بھی گناہ ہیں وہ وقتی طور پر وجود میں آتے ہیں اور ہر وقت ان کا ظہور وصدور نہیں ہوتا مثلاً زنا کاری، شراب نوشی، سود خوری، جھوٹ اور چوری وغیرہ بہت سے گناہ ہیں، مگر سب وقتی ہیں جب تک آدمی ان کا مرتکب ہوتا ہے اس وقت تک گناہ گار رہتا ہے، جب باز آتا ہے تو گناہ کا فعل بھی ختم ہو جاتا ہے۔ پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

﴿ لَا يَزْنِ الزَّانِیْ حِيْنَ يَزْنِیْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ۔ ﴾ (سنن نسائی)

یعنی زنا کار جب زنا کرتا ہے تو وہ اس وقت مؤمن نہیں ہوتا۔

یعنی زنا کے وقت ایمان کا نور اس سے جدا ہو جاتا ہے، لیکن زنا کے بعد وہ نورِ ایمانی پھر مسلمان کے اندر آ جاتا ہے، لیکن داڑھی منڈانا یا کٹانا ایسا گناہ ہے جس کا اثر اور ظہور ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے۔ نماز پڑھتا ہے تو بھی یہ گناہ اس کے ساتھ ہے، روزہ کی حالت میں، حج کی حالت میں، سوتے اور جاگتے میں، غرض ہر عبادت کے وقت یہ گناہ اس کے ساتھ لگا رہتا ہے جب تک آدمی توبہ نہ کرے اور شرعی داڑھی نہ رکھے۔

داڑھی کی مقدار

بہت سے مسلمان ایسے ہیں جو داڑھی تو رکھتے ہیں لیکن پوری نہیں رکھتے، اور داڑھی کے کم کرانے اور کتروانے کو معیوب نہیں سمجھتے۔ اور بعض لوگوں نے بڑے عجیب عجیب سٹائل بنائے ہوتے ہیں، کسی نے ایک خط نما شکل بنائی ہوتی ہے، کسی نے صرف ٹھوڑی پر چند بال چھوڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ کوئی موٹی مشین پھیروا دیتا ہے، کوئی کسی لیڈر کی، یا اداکار کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اس پر داڑھی کا اطلاق نہیں ہوتا اور اس کا رکھنا نہ رکھنا برابر ہے۔ داڑھی وہ ہے جو پیارے پیغمبر ﷺ نے رکھ کر دکھائی۔ بہت ساری احادیث میں جو حضرت علیؓ، حضرت جابر بن سمرہؓ، حضرت براءؓ حضرت ھند بن ابی ہالہؓ اور حضرت عبداللہ بن ابی مسعودؓ سے مروی ہیں: پیارے پیغمبر ﷺ کی داڑھی مبارک کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کی داڑھی مبارک ایسی تھی:

﴿ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ كَثُّ اللِّحْيَةِ، وفی بعضها أنه : كَانَ ضَخْمُ اللِّحْيَةِ، وفی بعضها: أَنَّهُ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَظِيْمُ اللِّحْيَةِ : وفی بعضها: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ كَثِيْرُ شَعْرِ اللِّحْيَةِ: وفی بعضها: أَنَّ لِحْيَتَهٗ قَدْ مَلَأَتْ نَحْرُهُ۔ ﴾

پیارے پیغمبر ﷺ گھنی داڑھی والے تھے، اور بعض روایات میں ہے کہ آپ ﷺ بڑی داڑھی والے تھے۔ اور بعض میں ہے کہ آپ ﷺ کی داڑھی مبارک کے بال بہت زیادہ تھے یعنی اتنی گہری اور گھنی اور بڑی تھی کہ آپ ﷺ کے سینہ مبارک کو بھر دیتی تھی۔ (شمائل ترمذی، الرد علی من اجاز تھذیب اللحیۃ ۱۲)

حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کی داڑھی مبارک گھنی تھی۔ اسی طرح حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ کی داڑھی کے بال گھنے تھے۔ (مسلم: نسائی)

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کا سر مبارک بڑا اور داڑھی مبارک بڑی تھی۔ (ترمذی)

اسی طرح سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی داڑھی بھی گھنی تھی۔حضرت عمر فاروقؓ کی بڑی داڑھی تھی۔حضرت عثمانؓ کے متعلق مروی ہے کہ ان کی داڑھی گھنی تو نہیں تھی لیکن دراز تھی، جب آپ کو شہید کیا گیا تو ایک باغی نے آپؓ کی داڑھی پکڑ لی تھی۔ (تاریخ ابن کثیر)

حضرت علیؓ کی داڑھی اس قدر گھنی اور چوڑی تھی کہ سینہ کے دونوں طرف کو گھیرے ہوئے تھی۔جب پیارے پیغمبر ﷺ نے خود داڑھی کے بڑھانے کا حکم دیا جس طرح اس سے قبل روایات گزر چکی ہیں تو اب نمونے کے چند بالوں کو مختلف سٹائل سے چہرے پر سجا لینا اور اس کو داڑھی سمجھ لینا اور یہ سمجھنا کہ ہم نے تو داڑھی کے حکم کو پورا کر لیا ہے یہ خود فریبی ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔

قبضہ اور مٹھ سے کم داڑھی رکھنا

شریعت میں جس طرح داڑھی رکھنے کا حکم ہے،اسی طرح اس کی ایک مقدار بھی متعین ہے،اور وہ ایک مٹھی ہے اس سے کم کرنا بالاتفاق تمام علماء کے نزدیک ناجائز اور حرام ہے۔

اسی طرح تمام فقہائے امت اس پر متفق ہیں کہ داڑھی کی مقدار قبضہ سے کم کرنا جائز نہیں،اور یہ اجماع خود ایک مستقل دلیل ہے اس کے وجوب کی۔چنانچہ علامہ محمودؒ لکھتے ہیں:

﴿حَلْقُ اللِّحْيَةِ مُحَرَّمًا عِنْدَ أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ الْمُجْتَهِدِيْنَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَمَالِكٍ وَالشَّافِعِيْ وَاَحْمَدَ وَغَيْرَهُمْ۔﴾

داڑھی کا منڈانا مسلمانوں کے ائمہ مجتہدین امام ابوحنیفہؒ،امام مالکؒ،امام شافعیؒ،اور امام احمدؒ وغیرہ کے نزدیک حرام ہے۔

امام محمدؒ اپنی کتاب الآثار میں فرماتے ہیں:

﴿ عَنْ مُحَمَّدْ قَالَ اَخْبَرْنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ كَانَ يَقْبِضُ عَلٰى لِحْيَتِهٖ،ثُمَّ يَقُصُّ مَا تَحْتَ الْقَبْضَةِ، قَالَ مُحَمَّدْ وَبِهٖ نَأْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَة۔﴾

حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے روایت کیا امام ابوحنیفہؒ نے،اور وہ روایت کرتے ہیں ہیثمؒ سے،اور

وہ ابن عمرؓ سے کہ وہ یعنی ابن عمرؓ اپنی داڑھی مٹھی میں لیکر مٹھی بھر سے زائد کو کتر دیتے تھے۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کئے ہوئے ہیں، اور یہی قول ہے امام ابوحنیفہؒ کا۔

شیخ ابن ہمام صاحب فتح القدیر فرماتے ہیں:

﴿ وَاَمَّا الْاَخْذُ مِنْهَا وَهِیْ دُوْنَ الْقَبْضَةِ كَمَا يَفْعَلُهُ بَعْضُ الْمَغَارِبَةِ مُخَنَّثَةُ الرِّجَالِ فَلَمْ يَبِحْهُ أَحَدٌ۔ ﴾

داڑھی کا کٹانا جبکہ وہ مقدار قبضہ سے کم ہوجیسا کہ بعض مغربی اور مخنّث قسم کے انسان یہ حرکت کرتے ہیں اس کو کسی نے بھی مباح قرار نہیں دیا۔

علامہ شوکانیؒ نیل الاوطار میں لکھتے ہیں:

﴿وَكَانَ مِنْ عَادةِ الْفُرْسِ قَصُّ اللِّحْيَةِ فَنَهِیَ الشَّارِعُ مِنْ ذَالِکَ وَأَمَرَنَا اِعْفَائَهَا ﴾

مجوسی داڑھی کترتے تھے اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا اور اس کے چھوڑے رکھنے کا حکم دیا۔

حنبلی مسلک کی مشہور کتاب الاقناع میں ہے {وَيُحَرمُ حَلْقُهَا} کہ داڑھی کا مونڈنا حرام ہے۔ اسی طرح امام شافعیؒ نے کتاب الام میں داڑھی کے مونڈنے کو حرام قرار دیا ہے۔ (جواہر الفقہ ج ۲ ص: ۴۱۸)

حضرت حسنؒ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قوم لوط میں دس عادتیں تھیں جس کی وجہ سے وہ ہلاک کئے گئے اس میں سے ایک داڑھی کا کاٹنا اور تراشنا بھی تھا۔ (درمنثور ج ۵ ص ۶۴۴)

حضرت کعبؒ فرماتے ہیں کہ آخر زمانہ میں ایک جماعت ظاہر ہوگی جو داڑھی کو کبوتر کی دم کی طرح چھاٹے گی یعنی چھوٹی کرے گی۔ (اتحاف ج ۲: ص ۴۲۶)

اس سے معلوم ہوا جس طرح داڑھی کا منڈانا حرام ہے اسی طرح ایک مشت سے کم کرنا اور خشخشی داڑھی رکھنا بھی حرام ہے اور یہ شرع اور سنت سے ثابت نہیں ہے۔ جبکہ داڑھی اگر ایک مشت سے زائد ہوتو حضرات حنفیہ کے یہاں مستحب یہ ہے کہ ایک مشت سے جتنی زائد ہے اس کو کاٹ دینا چاہئے۔ حضرات شوافع کے نزدیک پسندیدہ قول یہ ہے کہ اس کو علیٰ حالہٖ باقی رکھا جائے۔ اور یہی قول حنابلہ کا بھی ہے۔ جبکہ مالکیہ کا مذہب مختار یہ ہے کہ جو داڑھی حد سے زیادہ بڑھ جائے اس کو کم کیا جائے۔ (اوجز المسالک)

ایک مشت سے زیادہ لمبی داڑھی کا حکم

البتہ داڑھی ایک مشت ہوجانے کے بعد داڑھی کے دائیں بائیں جانب سے بڑھے ہوئے بال لینا تا کہ خوبصورت ہوجائے یہ جائز ہے۔ چنانچہ بخاری شریف کی روایت ہے کہ:

﴿ كَانَ ابْنُ عُمَرَ ؓ اِذَا حَجَّ اَوِ اعْتَمَرَ ، قَبَضَ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَمَا فَضَلَ اَخَذَهُ۔ ﴾

حضرت عبداللہ بن عمرؓ حج وعمرہ سے فارغ ہونے کے موقع پر احرام کھولتے تو داڑھی کو مٹھی میں لے کر ایک مشت سے زائد حصہ کاٹ دیا کرتے تھے۔ (بخاری کتاب اللباس)

حضرت عمرو بن شعیبؓ کی روایت ہے کہ:

﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَأْخُذُ مِنْ لِّحْيَتِهٖ مِنْ عَرْضِهَا وَ طُوْلِهَا۔ ﴾ (رواه الترمذی)

پیارے پیغمبر ﷺ داڑھی مبارک کو طول وعرض سے (مشت بھر سے زائد بالوں کو) کم کیا کرتے تھے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ یہ کترنا اس وقت ہوتا تھا جب داڑھی مبارک قبضہ یعنی مشت بھر سے زائد ہوتی تھی، اور آپ ﷺ یہ عمل جمعرات یا جمعہ کو فرماتے تھے۔

حضرت جابرؓ سے منقول ہے کہ وہ حج اور عمرہ کے موقع پر داڑھی کم کیا کرتے تھے۔ اسی طرح کی ایک روایت حضرت عمرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ کے بارے میں بھی مروی ہے کہ وہ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ حضرت علیؓ چہرے کی جانب داڑھی کو کچھ کاٹ دیا کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت حسن رضی اللہ عنہ مٹھی سے زائد لمبی داڑھی کو کاٹ دیا کرتے تھے۔

(فتح الباری) (ابن ابی شیبہ ج ۸: ص ۳۷۵)

اس سے معلوم ہوا کہ پیارے پیغمبر ﷺ کا معمول طول اور عرض میں داڑھی کے کترانے کا اس مقدار اور کیفیت سے ہوتا تھا، اگر مشت کی حد نہ ہوتی تو حضرات صحابہ کرامؓ اسے اختیار نہ کرتے اس لئے کہ ان حضرات کا کوئی فعل اور عمل پیارے پیغمبر ﷺ کی سنت کے خلاف نہیں ہوتا تھا۔ اور صحابہ کرامؓ چونکہ پیارے پیغمبر ﷺ کے اقوال اور افعال کا مشاہدہ کرنے والے، اور آپ ﷺ کی سنتوں کی پیروی کرنے والے ہیں، اس لئے ان کے عمل کو بطور معیار کے پیش کیا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ اگر داڑھی بڑی اور لمبی ہوجائے تو طول اور عرض میں کم کردینا مستحسن ہے۔ اور داڑھی کو چھوڑ دینا کہ وہ اس قدر بڑی اور لمبی ہوجائے کہ لوگوں میں اس کی شہرت ہوجائے تو مکروہ ہے۔ (شرح احیاء: شمائل کبریٰ ص ۳۵۲، ج ۲)

داڑھی رکھنا واجب ہے

بعض لوگ داڑھی مونڈنے کے جواز میں یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ یہ سنت ہی تو ہے سنت پر عمل نہ کرنا تو گناہ نہیں۔ اوّل تو کسی مسلمان کے لئے یہ سزاوار نہیں کہ وہ پیارے پیغمبر ﷺ سے محبت کا دعویدار بھی ہو اور آپ ﷺ کی سنتوں کو ترک کرے۔ دوسری بات یہ ہے کہ داڑھی رکھنا معنیٰ معروف کے اعتبار سے سنت نہیں ہے بلکہ داڑھی رکھنے کا حکم پیارے پیغمبر ﷺ نے جن احادیث میں دیا ہے وہ امر کے صیغہ کے ساتھ دیا ہے۔ "اَعْفُوْا، اَوْفُوْا، وَفِّرُوا، اَرْخُوْا" یہ تمام صیغے امر کے ہیں اور امر وجوب کے لئے آتا ہے اور جب پیارے پیغمبر ﷺ کسی چیز کا حکم دیں تو وہ فرض اور واجب ہو جاتی ہے لہٰذا داڑھی رکھنا اس معنیٰ میں تو سنت ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ کا طریقہ ہے مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ یہ واجب نہیں۔ پھر داڑھی بڑھانا تمام انبیاء کا طریقہ ہے، حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر پیارے پیغمبر ﷺ تک ہر نبی نے داڑھی رکھی۔ آپ ﷺ نے خود بھی ہمیشہ داڑھی رکھی، اور خلفائے راشدینؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ نے، تابعینؒ اور صالح مؤمنین نے بھی داڑھی کا اہتمام والتزام کیا ہے اور نہ رکھنے پر نکیر اور وعید فرمائی ہے یہ سب واجب ہونے کی دلیلیں ہیں۔ اس لئے داڑھی رکھنا صرف سنت نہیں بلکہ واجب ہے اور اس کا منڈانا یا تراشنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔

ریش بچہ کا رکھنا

ریش بچہ یعنی ٹھوڑی اور نیچے کے ہونٹ کے درمیان کے بالوں کا کاٹنا اور مونڈنا خلاف سنت ہے۔ علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ فیض الباری میں فرماتے ہیں کہ ان بالوں کا مونڈنا بدعت ہے۔ حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ کے ریش بچہ کے کچھ بال سفید تھے۔ (مسلم ج ۲: ص ۲۵۷)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اگر میں چاہوں تو ریش بچہ کے سفید بالوں کو شمار کرلوں (یعنی کم تھے کہ شمار کئے جا سکتے تھے)۔ اور دوسری روایت میں آپ نے اس کی تعداد بھی بیان فرمائی کہ قریباً (۱۷) سے (۲۰) بال آپ کے ریش بچہ کے سفید تھے۔ (ابن ماجہ ص ۲۵۸)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ پیارے پیغمبر ﷺ ریش بچہ کو رکھتے تھے یہ بھی داڑھی میں داخل ہے۔ اس لئے ریش بچہ اور اس کے دونوں جانب لب زیریں کے بالوں کو مونڈنا یا کاٹنا ناجائز اور حرام ہے اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ خلاف شرع کرتے ہیں۔

داڑھی مونڈنے والوں کی بہانہ بازیاں

داڑھی اور مونچھوں سے متعلق بے شمار احادیث کتب احادیث میں موجود ہیں جن میں سے چند احادیث اس سے قبل آپ پڑھ چکے ہیں یہ تمام احادیث ان تمام لوگوں کے لئے حجت ہیں اور ان کے باطل خیال اور عقیدے کو کھلم کھلا رد کرتی ہیں جو داڑھی مونڈتے ہیں اور اگر ان سے داڑھی رکھنے کا کہا جائے تو مختلف قسم کے حیلے بہانوں کا سہارا لیتے ہیں مثلاً:

(۱) بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جی قرآن میں داڑھی کا حکم نہیں اور داڑھی کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ، رسول اللہ ﷺ نے اس لئے داڑھی رکھی کہ اس زمانے میں اہل عرب کے ہاں داڑھی رکھنے کا رواج تھا۔ جب کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا۔﴾ (الاحزاب:۲۱)

حقیقت یہ ہے کہ تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں ایک بہترین نمونہ ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ سے اور یوم آخرت سے امید رکھتا ہو، اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہو۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ، وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا، وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔﴾

یعنی رسول اللہ ﷺ جو کچھ تم کو دیں ، وہ لے لو، اور جس چیز سے منع کریں ، اس سے رک جاؤ۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ (الحشر:۷)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ أَمْرِهٖٓ أَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ۔﴾ (النور:۶۳)

جو لوگ اس کے (یعنی رسول اللہ ﷺ کے) حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں ، ان کو اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ کہیں ان پر کوئی آفت نہ آن پڑے، یا انہیں کوئی دردناک عذاب نہ آ پکڑے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ۔﴾ (النساء)

اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہِ۔﴾ (النساء:۸۰)

جس نے رسول کی اطاعت کی ، اس نے اللہ کی اطاعت کی ۔

اگر یہ کہنے والے (کہ قرآن کریم میں داڑھی کا حکم نہیں) قرآن کریم کی ان آیات اور روایات میں غور وفکر کریں جو پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری کو واجب کرتی ہیں تو انہیں معلوم ہو جاتا اور وہ علم الیقین کے ساتھ جان لیتے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اور نمونہ عمل کی اقتداء دونوں جہانوں کی نجات اور کامیابی کی بنیاد ہے۔ اگر ایسے ہی قرآن کے ماننے والے ہو تو پھر داڑھی رکھو یہ سب قرآن ہی تو کہہ رہا ہے۔ قرآنی حکم پر عمل کرو۔ قرآن تو اور بھی بہت کچھ کہتا ہے تو کیا ہم نے سب قرآنی احکامات پر عمل کر لیا؟ نہ فرائض کا اہتمام نہ حرام سے اجتناب، بس داڑھی کے لئے حکمِ قرآنی کی ضرورت ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔﴾ (النساء:۶۵)

(اے پیغمبر!) سوقسم ہے تیرے رب کی یہ لوگ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے، جب تک کہ یہ اپنے باہمی جھگڑوں میں تجھ کو ہی منصف نہ جانیں، (پھر اس جھگڑے میں جو ان میں اٹھے) تم جو فیصلہ کرو اپنے جی میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں، اور قبول کریں خوشی سے۔

اور پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

﴿ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لاَ یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ ھَوَاہُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِہٖ ﴾(مشکوٰۃ)

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مؤمن نہیں

ہوسکتا جب تک کہ اس نے اپنی خواہشات کو اس دین کے تابع نہیں کیا جسے میں لے کر آیا ہوں۔

(۲) بعض کہتے ہیں کہ اَجی ہم نے داڑھی والوں کو بہت دیکھا ہے،لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے داڑھیاں رکھی ہیں۔

اس کا جواب ایک تو یہ ہے کہ ہر جماعت میں اور ہر جگہ اچھے اور برے لوگ ہوتے ہیں، اس لئے کسی ایک کے غلط عمل سے سب پر طعن کرنا جائز نہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ ان کے غلط عمل سے داڑھی کے منڈانے کا جواز نہیں نکل سکتا۔ آپ پورے اخلاص کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے داڑھی رکھیں، ہر شخص اپنے کئے کا خود ذمہ دار ہے اور ہر ایک کو اپنے اعمال کا حساب اللہ کے روبرو دینا ہے۔

(۳) بعض کہتے ہیں کہ اَجی دل صاف ہونا چاہئے، داڑھی نہ رکھی تو کیا ہوا دل تو ہمارا صاف ہے، ہم کسی کا دل تو نہیں دکھاتے۔ یہ بھی شیطانی دھوکہ ہے اس لئے کہ جس کا دل صاف ہوتا ہے وہ گناہ پر اصرار کر کے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی نہیں کرتا۔ وہ کسی اور کا دل دُکھائے یا نہ دُکھائے لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل کو ضرور دکھاتا ہے۔

مرزا قتیل کا واقعہ

جیسا کہ مرزا قتیل کا واقعہ متعدد کتب میں نقل کیا گیا ہے اور باعث عبرت ہے ایسے لوگوں کے لئے جو اس قسم کا دعویٰ کرتے ہیں۔ مرزا قتیل ایک ہندوستانی شاعر تھا۔ اس نے ایک عارفانہ نظم لکھی جو کسی طرح ایران پہنچ گئی، اس کی اس نظم سے وہاں ایک شخص بہت متأثر ہوئے۔ اور مرزا قتیل کو دیکھنے کا شوق اس کے دل میں پیدا ہوا، چنانچہ وہ مرزا قتیل کی زیارت کے لئے ایران سے چلا اور ہندوستان آیا۔ جب وہ مرزا کے پاس ہندوستان پہنچا تو اتفاق سے وہ اس وقت حجام کے پاس بیٹھے داڑھی منڈوا رہے تھے۔ یہ دیکھ کر وہ حیران رہ گیا اور بے اختیار اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ''آغا : ریش می تراشی'' جناب آپ داڑھی منڈا رہے ہیں؟۔ مرزا نے جواب دیا۔ '' بلے ریش می تراشم ، ولے دلِ کس را نمی خراشم'' ہاں داڑھی منڈا رہا ہوں، کسی کا دل نہیں چھیل رہا (یعنی زخمی نہیں کر رہا)۔ اس ایرانی نے بے ساختہ جواب دیا۔ '' آوے دلِ رسول اللہ می خراشی'' (کسی کے دل دکھانے کا کیا مطلب ؟ ارے تم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل چھیل رہے ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل کو زخمی کر رہے ہو، یہ اُسترا بظاہر تمہارے چہرے پر چل رہا ہے لیکن حقیقت میں یہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل پر چل رہا ہے۔) یہ سن کر مرزا کو وجد آ گیا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ اور جب ہوش آیا تو فوراً اپنے گناہ کا اقرار کرتے ہوئے کہنے لگا۔ ؎

جزاک الله که چشمم باز کردی

مرا با جانِ جاں همراز کردی

اللہ تجھے جزائے خیر دے تو نے میری آنکھیں کھول دیں۔

اور مجھے جانِ جاں کے ساتھ ہمراز کردیا (یعنی مجھے محبوب حقیقی سے باخبر کردیا)

داڑھی منڈانے والے اپنے اس عمل کو معمولی سمجھتے ہیں، لیکن یہ نہیں سوچتے کہ کس کے عمل کی خلاف ورزی کر رہے ہیں؟ اس لئے اگر محبوب خدا کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے کی ہمت نہیں رکھتے تو خدا کے واسطے پیارے پیغمبر ﷺ کا دل تو نہ دکھاؤ۔ اس لئے کہ جب مجوسیوں کے عمل سے پیارے پیغمبر ﷺ کو اس قدر تکلیف پہنچی کہ آپ ﷺ نے ان سے چہرہ انور کو پھیر لیا اور ان کو بد دعائیہ کلمات کہے جس طرح اس سے قبل آپ پڑھ چکے ہیں تو جو لوگ امتی کہلاتے ہیں ان کے اس ناپاک عمل سے پیارے پیغمبر ﷺ کو کس قدر اذیت اور تکلیف پہنچے گی۔ اور آپ ﷺ کو اذیت اور تکلیف دینا اللہ ربّ العزت کو اذیت دینا ہے اس لئے کہ پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿ مَنْ آذَانِیْ فَقَدْ آذَی اللّٰهَ تَعَالٰی۔ ﴾

کہ جس نے مجھے اذیت اور تکلیف پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی۔

کاش! اگر ہمارے دلوں میں پیارے پیغمبر ﷺ کی سچی اور پکی محبت ہوتی تو ہم پیارے پیغمبر ﷺ کی ناراضگی والے کام کبھی نہ کرتے، اس لئے کہ جو سچا عاشق ہوتا ہے وہ اپنے محبوب کی تابعداری کو ہر چیز میں پسند کرتا ہے۔ اس سے زیادہ اور کیا برائی ہوگی کہ ایک مسلمان نوجوان داڑھی منڈواتا ہے، اور مونچھیں کانوں تک رکھتا ہے، اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کی سنت کی سو فیصدی مخالفت کر کے کفار و مجوس و ہنود کی شکل وصورت اختیار کرتا ہے۔

کیا یہی عشق ہے کیا یہی پیار ہے   شکل عاشق سے معشوق بیزار ہے

اپنی ہستی کو حق پر مٹا کر دکھا   اے مسلماں، اگر تو وفادار ہے

الصلوٰۃ الصلوٰۃ، امّتی امّتی   وقت رخصت یہی وِرد سرکارؐ ہے

اور یہ امّتی اُف خدا کی پناہ   جن کو سنت پہ چلنا بھی دشوار ہے

(۴) بعض لوگ کہتے ہیں کہ اَجی اگر ہم داڑھی منڈاتے ہیں تو کیا ہوا عرب کے لوگ بھی تو داڑھی منڈاتے

ہیں۔مصر کے بڑے بڑے علماء بھی داڑھی منڈاتے ہیں۔ترک منڈاتے ہیں تو کیا وہ نہیں جانتے؟ کیا وہ مسلمان نہیں؟۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے لئے نہ تو مصر کے علماء، نہ عرب، اور نہ ہی کسی اور کا کوئی عمل حجت ہے۔ ہمارے لئے حجت شرعیہ قرآن اور حدیث ہے۔ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال اور احوال ہیں۔ پیارے پیغمبر کے داڑھی اور مونچھوں سے متعلق واضح ارشادات آجانے کے بعد کسی اور کے قول وعمل کا کوئی اعتبار نہیں چاہے وہ عالم ہو یا غیر عالم، چاہے وہ عربی ہو، حجازی، مکی اور مدنی ہو یا مصری۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی جو بھی خلاف ورزی کرے گا وہ فاسق ہوگا اور ان تمام وعیدوں کا مستحق ہوگا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات میں بیان فرمائی ہیں۔

اور پھر یہ بھی نہیں کہ ان کے تمام ہی لوگ داڑھی منڈاتے ہیں بلکہ ہزاروں علماء کرام اور مسلمان موجود ہیں جنہوں نے سنت کے مطابق داڑھیاں رکھی ہوئی ہیں، اور وہ داڑھی کے وجوب کا عقیدہ بھی رکھتے ہیں تو پھر ہم ان کی تقلید کیوں نہیں کرتے۔؟

اور دوسری طرف علماء دین اور دین دار طبقہ پر واجب ہے کہ دن رات ان سنتوں کی احیاء کے لئے کوشش کریں جن سے مسلمانوں نے منہ پھیرا ہے، اور بدعات اور خرافات میں لگے ہوئے ہیں، یہود اور نصاریٰ کے خصائل و عادات کی تقلید کرتے ہیں۔ ایسے وقت میں احیاء سنت کے لئے کوشش کرنا اور لوگوں کو اس کی دعوت دینا بہت بڑا اجر رکھتا ہے۔ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ مَنْ تَمَسَّکَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِيْد۔ ﴾ (رواہ البیہقی)

جس نے میری سنت کو امت کے فساد کے وقت مضبوطی سے تھاما تو اس کے لئے سو شہیدوں کا اجر ہے۔

(۵) بعض لوگ نوکری نہ ملنے کے ڈر کی وجہ سے داڑھی نہیں رکھتے۔بعض شادی اور رشتہ کے نہ ملنے کے خوف سے داڑھی نہیں رکھتے۔بعض اس وجہ سے نہیں رکھتے کہ اگر ہم داڑھی رکھیں گے تو لوگ ہمیں حقیر سمجھیں گے، اور ہمیں عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھیں گے، یا ہم داڑھی منڈوں میں عجیب لگیں گے وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب حیلے بہانے ہیں حقیقت کا اس سے کچھ واسطہ نہیں ہے۔داڑھی والے ہر شعبے کے اندر ہر پوسٹ پر موجود ہیں اور ہر ملک میں ہر جگہ موجود ہیں۔ ڈاکٹر بھی ہیں، انجینئر بھی ہیں تو جس کے اندر صلاحیت ہوگی اس کو کام مل جائے گا۔اور جس کے اندر صلاحیت نہیں ہوگی اس کی داڑھی نہ بھی ہو تو بھی اس کو کام نہیں ملے گا۔

باقی رہا عزت اور ذلت کا مسئلہ تو عزت اللہ اور اس کے رسول اور مؤمنین کے لئے ہے۔

﴿ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ ۔﴾ وقال: ﴿ أَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ

الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا۔﴾

عزت اللہ اور اس کے رسول اور مؤمنین کے لئے ہے: اور فرمایا: کیا ان کے پاس عزت تلاش کرتے ہو، بیشک ساری عزت اللہ ہی کے لئے ہے۔

مسلمان کی شان تو یہ ہے کہ وہ کسی ملامت کرنے والوں کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے۔عزت دار وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت دار ہو، کافر اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذلیل ہیں ان کو دوزخ میں ذلت والا عذاب دیا جائے گا۔ کافروں یا دنیا داروں کی نظر میں عزت دار بننا ان کی ملامت سے ڈرنا اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ناراض کرنا اور انکی صورت کریمہ سے نفرت کرنا اور اسے حقیر جاننا کون سی دانشمندی ہے۔مومن کو ہر حال میں آخرت کی عزت وذلت کو سامنے رکھنا چاہئے۔

جو شخص مجوس، مشرکین، یہود اور نصاریٰ اور ہنود کے رنگ میں رنگا ہو وہ کیسے اچھا دکھائی دے سکتا ہے، ذلت اور عار تو اس کو محسوس کرنی چاہئے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بغاوت کرتا ہے نہ کہ اس کو جو شریعت کی پیروی اختیار کرتا ہے۔

جو لوگ داڑھی اور داڑھی والوں کی اہانت کرتے ہیں وہ درحقیقت اسلامی نشانات اور شعائر کی اہانت کرتے ہیں۔اور اسلامی شعائر کی توہین کرنا، مذاق اڑانا اور پیارے پیغمبر ﷺ کی کسی سنت کی تحقیر کرنا کفر ہے جس سے آدمی ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔اور جیسا کہ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے داڑھی کو اسلام کا شعار اور تمام انبیاء کرام کی متفقہ سنت فرمایا ہے۔ پس جو لوگ داڑھی سے نفرت کرتے ہیں، یا اسے حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں، یا ان کے اعزہ میں سے اگر کوئی داڑھی رکھنا چاہے اور وہ اسے روکتے ہیں یا اس کو طعنہ زنی کرتے ہیں، یا دولہا کو داڑھی منڈائے بغیر رشتہ دینے کے لئے تیار نہیں ہوتے، یا داڑھی بڑھانے کو عیب جانتے ہیں۔اس قسم کے لوگوں کو اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہئے، اور اپنے اس عمل سے توبہ کرنی چاہئے۔

(۶) بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جی گناہ چھوٹتے نہیں تو داڑھی کیوں رکھیں؟ اگر داڑھی رکھ کر کوئی غلط کام کریں گے تو اس سے داڑھی کی بے حرمتی کے ساتھ ساتھ داڑھی والوں کی بدنامی بھی ہوگی۔ان لوگوں کو سوچنا چاہئے کہ ایک مسلمان کی شان کے خلاف ہے کہ جان بوجھ کر گناہ کرے۔لہٰذا اگر یہ ہے کہ گناہ چھوٹتے نہیں تو اسلام ہی چھوڑ دیں یہ کہاں کی عقلمندی ہے۔

بہت سے مسلمان ایسے بھی ہیں جو مانتے ہیں کہ داڑھی اسلامی شعار ہے اور بہت اہم ہے لیکن بری عادت پڑ جانے اور غلط سوسائیٹی اور ماحول میں رہنے کی وجہ سے ان کو داڑھی رکھنے کی جرأت اور ہمت نہیں ہوتی۔

(۷) بعض لوگ یہ سوچتے ہیں کہ جب بڑھاپے کو پہنچ جائیں گے تو داڑھی رکھ لیں گے۔لیکن کسے معلوم ہے کہ وہ بڑھاپے تک پہنچ سکے گا یا نہیں، اور بہت سے لوگ بڑھاپے میں بھی داڑھی نہیں رکھتے، اور اگر رکھتے بھی ہیں تو صرف آدھی انچ تک جس پر داڑھی کا اطلاق ہی نہیں ہوتا۔تو یہ سب حیلے بہانے اور شیطانی دھوکہ ہے کل قیامت کے دن جب ربّ العالمین کی عدالت میں حاضری ہوگی تو یہ سارے حیلے دھرے کے دھرے رہ جائیں گے، اس وقت صرف اور صرف اتباعِ سنت اور شریعت ہی کام آئے گی۔ربّ العالمین اس وقت کے آنے سے قبل ہی ہمیں اپنی اصلاح کرنے اور اپنی زندگیوں کو شریعت کے مطابق ڈھالنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

داڑھی کے سفید بالوں کو چننا

خوش نمائی اور اچھا لگنے کے لئے داڑھی یا سر کے سفید بالوں کو چننا مکروہ اور ناپسندیدہ ہے اور حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے چنانچہ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: سفید بال مت چنو یہ مسلمان کا نور ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت کعب بن مرۃؓ پیارے پیغمبر ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ:

﴿ قَالَ مَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي الْإِسْلَامِ كَانَتْ لَهُ نُوْرًا يَّوْمَ الْقِيَامَةِ۔ ﴾ (رواہ الترمذی)

آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اسلام کی حالت میں بوڑھا ہوتا ہے تو اس کے سفید بال قیامت کے دن نور کی صورت میں ظاہر ہوں گے۔اب یہ سفید بال خواہ سر میں ہوں یا داڑھی میں ہوں۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ:

﴿ يُكْرَهُ أَنْ يَّنْتِفَ الرَّجُلُ الشَّعْرَةُ الْبَيْضَآءَ مِنْ رَّأْسِهٖ وَ لِحْيَتِهٖ۔ ﴾ (رواہ مسلم)

آدمی کے لئے مکروہ ہے کہ وہ داڑھی یا سر کے سفید بالوں کو نوچے۔

اور ایک روایت میں جو حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں ان الفاظ کا اضافہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ:

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَنْتِفُوا الشَّيْبَ ، فَاِنَّهٗ نُوْرُ الْمُسْلِمِ ، مَنْ شَابَ شَيْبَةٌ فِي الْاِسْلَامِ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِهَا حَسَنَةً ، وَكَفَّرَعَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةً وَرَفَعَهٗ بِهَا دَرَجَةً ﴾

(ابوداؤد، مظاہر حق :ص۲۱۲ ج۴)

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سفید بالوں کو نہ چنو کیونکہ بڑھاپا (یعنی سفید بالوں کا ہونا) مسلمانوں کے لئے نورانیت کا سبب ہے۔ جس کے بال اسلام کی حالت میں سفید ہوئے ہوں خدائے پاک اس کی وجہ سے اس کے لئے ایک نیکی لکھ دیتا ہے، اور اس کا ایک گناہ معاف فرمادیتا ہے، اور اس کا ایک درجہ بلند فرمادیتا ہے۔

اور پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

﴿ اِنَّ مِنْ اِجْلَا لِ اللّٰہِ اِکْرَامُ ذِیْ الشَّیْبَۃ اِلْمُسْلِمْ۔ ﴾ (سنن ابی داؤد)

سفید بالوں والے (بوڑھے) مسلمان کی عزت واکرام کرنا یہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرنا ہے۔

داڑھی کو خضاب کرنا

داڑھی کو مہندی اور وسمہ وغیرہ سے خضاب کرنا یا سفید ہی رہنے دینا دونوں باتیں مسنون ہیں۔ حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ اَحْسَنَ مَا غُیِّرَ بِہِ الشَّیْبُ الْحِنَّاءُ وَالْکَتَمُ۔ ﴾

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جن چیزوں کے ذریعہ بڑھاپے یعنی بالوں کی سفیدی کو تبدیل کیا جا سکتا ہے ان میں سب سے بہتر چیز مہندی اور وسمہ ہے۔ (رواہ الترمذی، ابوداؤد والنسائی)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ:

﴿ مَرَّ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ رَجُلٌ قَدْ خَضَبَ بِا لْحِنَّاءِ، فَقَالَ مَا أَحْسَنَ ھٰذَا، قَالَ فَمَرَّ اٰخَرُ وَقَدْ خَضَبَ بِا لْحِنَّاءِ وَالْکَتَمِ ، فَقَالَ ھٰذَا أَحْسَنَ مِنْ ھٰذَا، ثُمَّ مَرَّ اٰخَرُ قَدْ خَضَبَ بِالصُّفْرَۃِ فَقَالَ ھٰذَا أَحْسَنُ مِنْ ھٰذَا کُلِّہٖ۔ ﴾ (رواہ ابو داؤد)

ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سے ایک شخص گزرا جس نے مہندی کا خضاب لگا رکھا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ اس کا خضاب کتنا اچھا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر ایک شخص گزرا جس نے مہندی اور وسمہ کا خضاب لگا رکھا تھا جو خالص سیاہ نہیں تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ خضاب پہلے سے بھی بہت اچھا ہے۔ اس کے بعد ایک اور شخص گزرا جس نے زرد خضاب لگایا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ ان سب سے زیادہ اچھا ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ سرخ خضاب مردوں کے حق میں سنت ہے اور یہ مسلمانوں کی خصوصیات میں سے ہے۔ جبکہ سیاہ خضاب غیر غازی کے لئے مکروہ تحریمی ہے۔

سیاہ خضاب کا استعمال

شریعت نے سیاہ خضاب کرنے سے منع کیا ہے۔ پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

﴿خَيْرُ شَبَابِكُمْ مَنْ تَشَبَّهَ بِشُيُوْخِكُمْ، وَشَرَّ شُيُوْخُكُمْ مَنْ تَشَبَّهَ بِشَبَابِكُمْ۔﴾

تمہارے بہترین جوان وہ ہیں جو بوڑھوں سے مشابہت اختیار کریں (یعنی بوڑھوں کی طرح وقار سے رہیں) اور بدترین بوڑھے وہ ہیں جو جوانوں سے مشابہت اختیار کریں۔ (طبرانی)

حضرت ابن عباسؓ پیارے پیغمبر ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ:

﴿ قَالَ يَكُوْنُ قَوْمٌ فِيْ آخِرِالزَّمَانِ يَخْضِبُوْنَ بِهٰذَا لسَّوَادِكَحَوَامِلِ الْحَمَّامِ لَا يَجِدُوْنَ رَائِحَةَ الْجَنَّةَ۔﴾ (رواہ ابو داؤد والنسائی)

آپ ﷺ نے فرمایا: آخر زمانہ میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو کبوتر کے پوٹے کی مانند اس سیاہی کے ذریعہ خضاب کریں گے، یعنی جو خضاب استعمال کریں گے وہ ایسا ہی سیاہ ہوگا جیسے بعض کبوتروں کے پوٹے سیاہ ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ جنت کی بو بھی نہیں پائیں گے۔

ایک حدیث میں فرمایا گیا:

﴿ اَلْخِضَابُ بِالسَّوَادِ خِضَابُ اَهْلِ النَّارِ۔﴾ (طبرانی)

سیاہ خضاب اہل دوزخ کا خضاب ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ کافروں کا خضاب ہے۔

حضرت عمرؓ کے عہد خلافت کا واقعہ ہے کہ ایک شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا، اس نے بال سیاہ کر رکھے تھے، چند روز کے بعد بالوں کی جڑیں سفید ہوگئیں تو اہلِ خانہ کو معلوم ہوا کہ یہ شخص تو بوڑھا ہے۔ لڑکی کے گھر والے یہ مقدمہ لے کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپؓ نے یہ نکاح فسخ کر دیا، اور اس شخص کی اچھی طرح خبر لی، اور فرمایا کہ تو نے اپنی مصنوعی جوانی سے انہیں دھوکا دینے کی کوشش کی تھی، اپنے بڑھاپے کا راز چھپایا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے جس شخص نے اپنے بالوں کو سیاہ خضاب سے آلودہ کیا وہ فرعون ملعون تھا۔

صحیح بخاری میں عثمان بن عبداللہ ابن موہب سے مروی ہے کہ ہم امّ سلمہؓ کے پاس گئے تو انہوں نے ہمارے لئے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا موئے مبارک نکالا، ہم نے دیکھا تو وہ خناء اور کتم سے خضاب کیا ہوا تھا۔ (زاد المعاد)

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے والد ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کو فتح مکہ کے دن لایا گیا۔ ان کا سر اور داڑھی ثغامہ بوٹی کی طرح سفید تھی۔ اس پر پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ اس کے سفید بالوں کو تبدیل کرو، البتہ سیاہ رنگ سے بچو۔ (مسلم)

امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ داڑھی کو مہندی اور خضاب سے رنگتے تھے۔ اور حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جب پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو صحابہ کرامؓ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے علاوہ کوئی سفید داڑھی والا نہ تھا۔ تو انہوں نے بھی اپنی داڑھی کو مہندی اور خضاب سے رنگ دیا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۳۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی خالص مہندی سے داڑھی کو رنگ کرتے تھے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سفید بالوں اور سفید داڑھی والے تھے اور سفید ہونے کو نہیں بدلتے تھے۔

(عنوان النجابۃ فی معرفۃ الصحابۃ: مکانۃ اللحیۃ فی الاسلام)

داڑھی میں کنگھی کرنا مسنون ہے

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت کثرت سے سر میں تیل لگاتے اور داڑھی مبارک میں کنگھی کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت جابرؓ اور حضرت حسنؓ سے بھی مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داڑھی مبارک کنگھی سے سنوارتے تھے۔

(سبل الہدیٰ)

ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہاتھی دانت کی کنگھی تھی جس سے داڑھی میں کنگھی فرماتے تھے۔

(ابن سعد)

امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئینہ دیکھ کر داڑھی درست فرماتے تھے۔ (فتح الباری: ج ۱۰: ص ۳۶۷)

اور امّ المؤمنینؓ کی وہ روایت آپ پیچھے بالوں کے بیان میں پڑھ چکے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر وحضر میں چند چیزیں اپنے ساتھ ضرور رکھتے تھے جن میں ایک کنگھی بھی شامل ہے کہ جس کا ہمیشہ پاس رکھنا سنت ہے۔

داڑھی میں کنگھی کرنے کا مسنون طریقہ

داڑھی میں کنگھی کرنے کا مسنون طریقہ بھی وہی ہے جو اس سے قبل سر کے بالوں میں کنگھی کرنے سے متعلق گزر

چکا کہ پہلے داڑھی کی دائیں جانب کنگھی کی جائے اور پھر بائیں جانب۔ اس لئے کہ پیارے پیغمبر ﷺ ہر وہ چیز جس کا وجود زینت اور شرافت سے تعلق رکھتا تھا اس کے پہننے میں دائیں طرف کو مقدم رکھتے تھے۔

امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ کو ہر چیز میں دایاں پسند تھا، طہارت میں، جوتے پہننے میں جہاں تک ہوسکتا آپ ﷺ اس کی رعایت فرماتے تھے۔ (نسائی ج ۲: ص ۲۹۲)

اور آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

﴿ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّیَامُنُ فِیْ کُلِّ شَیْئٍ حَتّٰی فِی التَّنَعُّلِ وَالتَّرَجُّلْ۔ ﴾

رب العزت دائیں طرف سے ابتداء کرنے کو ہر چیز میں پسند فرماتے ہیں یہاں تک کہ جوتا پہننے اور کنگھی کرنے میں بھی۔

داڑھی میں تیل لگانا

پیارے پیغمبر ﷺ داڑھی میں تیل ریش بچہ یعنی نچلے ہونٹ کے نیچے جو بال ہیں ان میں اوّلاً لگاتے۔ امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب داڑھی میں تیل لگاتے تو اوّلاً ریش بچہ میں لگاتے۔ (نسائی)

ربّ العزت مجھے اور تمام مسلمان بھائیوں کو راہ حق کی اتباع نصیب فرمائے اور گمراہی اور باطل طریقوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

﴿ وَفَّقَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی لِلْعَمَلِ بِکِتَابِہٖ ، وَسَنَّۃَ نَبِیِّہٖ ﷺ : وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی ھُوَ الْھَادِیْ اِلٰی سَوَآءِ السَّبِیْلِ ﴾

محمد موسیٰ شاکر غفر اللہ لہٗ

بروز جمعرات ۲۰۱۵:۰۴:۱۶

ناخن کاٹنے کی سنتیں و آداب

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

جمعہ کے دن صفائی حاصل کرنے کا حکم ہے اس لئے بہتر ہے کہ جمعہ کے دن ناخن کاٹے جائیں، پیارے پیغمبر ﷺ جمعہ کے دن ناخن کاٹنے کو پسند فرماتے تھے۔حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ جمعہ کی نماز سے قبل لب تراشتے اور ناخن کاٹتے تھے۔ (طبرانی)

حضرت ابوعبد اللہ الاغرؓ فرماتے ہیں کہ:

﴿ اَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقُصُّ شَارِبَهٗ، وَيَأْ خُذُ مِنْ أَظْفَارِهٖ ،قَبْلَ أَنْ يَّرُوْحَ اِلٰى صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ۔﴾ (کتاب اخلاق النبیؐ وادآبه)

پیارے پیغمبر ﷺ نماز جمعہ کے لئے جانے سے پہلے لب اور ناخن تراشتے تھے۔

امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: جو جمعہ کے دن ناخن کاٹے گا۔ وہ دوسرے جمعہ تک مصائب سے محفوظ رہے گا۔ (طبرانی مجمع الزوائد ج۲:ص ۱۷۴)

حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَأْ خُذُ شَارِبَهٗ وَاَظْفَارَهٗ كُلُّ جُمَعَةٍ۔﴾

کہ پیارے پیغمبر ﷺ ہر جمعہ کو لب اور ناخن تراشتے تھے۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ:

﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُصُّ اَظْفَارَهٗ يَوْمَ الْجُمُعَةِ۔﴾

پیارے پیغمبر ﷺ جمعہ کے دن ناخن تراشتے تھے۔

اسی طرح حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جمعہ کے دن ناخن کاٹنا شفاء دلاتا ہے اور بیماری دور کرتا ہے۔

ناخن نہ کاٹنے پر وعید

ناخنوں کو نہ تراشنا اور انہیں چھوڑے رکھنا درست نہیں، اس لئے کہ جب ناخن بڑھ جاتے ہیں تو ان کی صورت بری

ہو جاتی ہے، اور ان میں گندگی جمع ہو جاتی ہے۔بعض لوگ اس میں غفلت برتتے ہیں اور خاص طور پر عورتیں فیشن کے طور پر لمبے لمبے ناخن رکھتی ہیں، یا ہاتھ کی کسی ایک انگلی کے ناخن لمبے چھوڑ دیئے جاتے ہیں یہ نہایت مذموم اور قبیح عادت ہے، اور انسانی خصلت سے ہٹ کر درندوں کی خصلت اختیار کرنا ہے۔ اور بقول ملا علی قاریؒ ایسا کرنا تنگی رزق کا باعث ہے۔اور پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کے لئے سخت وعید بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو زیر ناف بال نہ لے، ناخن نہ کاٹے اور لب نہ تراشے وہ ہم میں سے نہیں۔ (کنز ج۶:ص۶۷۱)

اور حضرت جابرؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ناخن تراشو کہ ناخن اور گوشت کے درمیان شیطان دوڑتا ہے۔ (خطیب فی الجامع)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:

﴿ یَا اَبَا هُرِيْرَةَ ! قَلِّمْ أَظْفَارَکَ ، فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَقْعُدُ عَلٰى مَا طَالَ مِنْهَا۔ ﴾

اے ابو ہریرہؓ اپنے ناخن تراشو، اس لئے کہ بڑھے ہوئے ناخن پر شیطان بیٹھ جاتا ہے۔ (جامع خطیب)

ناخن کب کاٹے؟

ناخن کاٹنے کے لئے کوئی مدت مقرر نہیں جب بھی ناخن بڑھ جائیں تو تراش لئے جائیں۔اس لئے ہر جمعہ کے جمعہ ناخن کاٹ لینا بہتر اور افضل ہے اور اگر ہر جمعہ کو نہ کاٹ سکے تو درمیانی مدت پندرہ دن ہے اور زیادہ سے زیادہ چالیس دن ہے، اس سے زیادہ دیر تک اگر کوئی ناخن نہ تراشے تو گناہ اور وعید کا مستحق ہوگا اور علماء نے لکھا ہے کہ اس کی وجہ سے نماز بھی مکروہ ہوگی۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ:

﴿ وَقَّتَ لَنَا فِيْ قَصِّ الشَّوَارِبِ وَ تَقْلِيْمِ الْاَظْفَارِ وَنَتْفِ الْاِبِطِ وَحَلْقِ الْعَانَةِ أَنْ لَا نَتْرُکَ اَکْثَرَ مِنْ أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً۔ ﴾ (رواہ مسلم)

مونچھیں ترشوانے اور ناخن لینے اور بغل اور زیر ناف بالوں کی صفائی کے سلسلہ میں ہمارے واسطے حد مقرر کردی گئی ہے کہ چالیس دن سے زیادہ نہ چھوڑیں۔

ناخن کاٹنے کا مستحب طریقہ

(۱) امام غزالیؒ نے احیاء میں لکھا ہے کہ ہاتھ کے ناخن دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی (یعنی سباحہ Index finger,) سے شروع کریں پھر درمیان والی (وسطیٰ Middle Finger,) پھر اس کے ساتھ والی (بنصر Ring finger) پھر چھوٹی چھنگلیا (یعنی حنصر Little Finger) پھر بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی (حنصر، چھنگلیا) سے شروع کر کے بنصر، وسطیٰ، سباحہ اور پھر ابھامہ بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن کاٹیں اور آخر میں دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے کاٹیں۔

امام غزالیؒ مزید لکھتے ہیں کہ ہاتھ پاؤں کے مقابلے میں افضل واشرف ہے، اس لئے پہلے آپ ﷺ نے ہاتھوں کے ناخن تراشے، اور پھر ہاتھوں میں بھی دایاں ہاتھ بائیں کے مقابلے میں افضل ہے، اس لئے دائیں سے ابتداء کی، اور دائیں ہاتھ کی پانچ انگلیوں میں شہادت کی انگلی جس سے نماز میں اشارہ کیا جاتا ہے سب سے افضل ہے اس لئے اس سے ناخن کاٹنے کی ابتداء کی، اور جب ہاتھ کی ہتھیلی زمین پر رکھی جائے تو شہادت کی انگلی کے دائیں جانب درمیانی بڑی انگلی ہوتی ہے اس لئے دائیں جانب سے ابتداء کی، پھر اگر ہتھیلی کو دوسری ہتھیلی پر رکھا جائے (جس طرح نماز میں ہم رکھتے ہیں، یا ویسے ہی ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں) تو تمام انگلیاں ایک دائرے کی صورت اختیار کر لیتی ہیں اس صورت میں شہادت کی انگلی سے دائیں طرف چلیں تو دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی کے بعد بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے ہوتے ہوئے انگھوٹھے تک پہنچتے ہیں اور اس کے بعد دایاں ہاتھ کا انگوٹھا آجاتا ہے اور اسی پر ناخن کاٹنے کی تکمیل ہوگی۔ (احیاء العلوم ج ۱:ص ۲۶۲)

(۲) دوسرا طریقہ علامہ نوویؒ نے شرح مسلم میں، علامہ عینیؒ نے عمدہ میں، اور حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ ناخن کاٹنے کی یہ ترتیب مستحب ہے کہ اوّلاً دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت اس کے بعد بیچ والی، اس کے بعد اس کے بغل والی، پھر سب سے چھوٹی انگلی اور پھر آخر میں دائیں ہاتھ کا انگوٹھا۔ اس کے بعد بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے شروع کر کے انگوٹھے پر ختم کرے۔

پیروں کے ناخن کاٹنے کی ترتیب میں حافظؒ نے لکھا ہے کہ دائیں پیر کی چھوٹی انگلی سے شروع کرے اور انگوٹھے پر ختم کرے۔ پھر بائیں پیر کے انگوٹھے سے شروع کر کے چھوٹی انگلی پر ختم کرے۔ امام غزالیؒ نے اس کی وجہ اس طرح بیان کی ہے کہ وضو میں جب ہم پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرتے ہیں تو ابتداء دائیں پاؤں کی چھوٹھی انگلی سے کرتے ہیں اور پاؤں میں کوئی شہادت کی انگلی نہیں ہے اس لئے ساری انگلیاں ایک قطار میں ہوتی ہیں (اس لئے دائیں سے شروع کریں گے اور بائیں پاؤں کی چھوٹی انگلی پر ختم کردیں گے)۔ اس طرح پہلے ہاتھوں کی انگلیوں کے ناخن کاٹیں اور پھر پاؤں کے اور دائیں

ہاتھ اور دائیں پاؤں کو بائیں پر مقدم رکھا جائے گا۔

ناخن کاٹنے کے بعد دفن کرنا

ناخن کاٹنے کے بعد انہیں کسی گندی جگہ میں نہ ڈالیں کہ اس سے بیماری کا خطرہ رہتا ہے اور اس بات کا بھی اندیشہ ہوتا ہے کہ کوئی انہیں اٹھا کر جادو وغیرہ نہ کر لے اس لئے پیارے پیغمبر ﷺ نے تعلیم دی کہ تم اپنے خون، بالوں اور ناخنوں کو دفن کر دیا کرو تاکہ جادوگران کے ساتھ نہ کھیل سکیں۔ (کنز العمال)

امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ:

﴿ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ اِذَا احْتَجَمَ، أَوْ أَخَذَ مِنْ شَعْرِہٖ، أَوْ مِنْ أَظْفَارِہٖ، بَعَثَ بِہٖ اِلَی الْبَقِیْعِ فَدُفِنَہٗ۔ ﴾

پیارے پیغمبر ﷺ جب حجامہ (یعنی سینگی) لگاتے تھے، یا بال کاٹتے تھے، تو انہیں بقیع قبرستان بھیج کر دفن کرا دیا جاتا تھا۔

اس لئے تراشے ہوئے ناخنوں کو جمع کر کے دفن کر دینا چاہئے۔ (فتح الباری ج۱۰: ص۳۴۶)

☆ دانتوں سے ناخن نہیں کاٹنے چاہیں کہ اس سے برص کی بیماری لگنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ (شامی: ج۵: ص۲۸۷)

☆ عورتوں کو ناخنوں پر مہندی لگانا مسنون ہے۔ آج کل نیل پالش بطور فیشن لگایا جاتا ہے، اگر کسی نے لگایا ہو تو وضو اور غسل جنابت کے لئے اس کو صاف کر لے ورنہ وضو اور غسل نہیں ہوگا۔

۞ ۞ ۞

سرمہ لگانے کی سنتیں و آداب

روزانہ رات کو سونے سے قبل سرمہ لگانا سنت ہے، اور اس میں حکمت اور مصلحت یہ ہے کہ سرمہ کے اجزاء آنکھوں میں زیادہ عرصہ تک رہتے ہیں اور اس کے اثرات آنکھوں کے اندرونی پردوں اور جھلیوں تک اچھی طرح سرایت کرتے ہیں۔ اور سرمہ لگاتے وقت یہ بھی مسنون ہے کہ طاق عدد میں سرمہ لگایا جائے اس لئے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے اس کا اہتمام فرمایا اور ربّ العالمین کو بھی ہر کام میں طاق کی رعایت پسند ہے۔ چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ {اِنَّ اللّٰہَ وِتْرٌ وَیُحِبُّ الْوِتْرَ} اللہ تعالیٰ طاق ہے، اور طاق کو پسند فرماتا ہے۔ بندے کے لئے ضروری ہے کہ اس کا کوئی عمل اور کوئی فعل ربّ العالمین کے اوصاف میں سے کسی وصف کی مناسبت سے خالی نہ ہو۔

سونے سے قبل سرمہ لگانا

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ جب بستر پر تشریف لے جاتے تو دونوں آنکھوں میں تین تین مرتبہ سرمہ ڈالتے۔ (سیرۃ الشامی ج ۷ ص ۵۴۸)

حضرت ابن عباس ؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ كَانَتْ لَهُ مُكْحَلَةٌ يَكْتَحِلُ مِنْهَا كُلَّ لَيْلَةٍ، ثَلَاثَةً فِيْ هٰذِهٖ، وَ ثَلَاثَةً فِيْ هٰذِهٖ ﴾

(اخرجه الترمذی فی ابواب اللباس، ابن سعد، شمائل ترمذی)

پیارے پیغمبر ﷺ کی ایک سرمہ دانی تھی جس سے آپ ﷺ ہر رات کو سوتے وقت ہر آنکھ میں تین تین مرتبہ سرمہ لگاتے تھے۔

سرمہ لگانے کے تین مسنون طریقے

پیارے پیغمبر ﷺ سے سرمہ لگانے کے متعلق تین طریقے منقول ہیں۔ اور تینوں طریقوں میں اس کا اختیار سرمہ لگانے والے کو حاصل ہے کہ پہلے ایک آنکھ میں مقدار مسنون لگائے، پھر دوسری آنکھ میں لگائے۔ یا ایک مرتبہ دائیں میں لگائے، پھر بائیں میں لگائے، پھر دائیں میں اور پھر بائیں میں۔

(۱) پہلا طریقہ

دونوں آنکھوں میں تین تین سلائی لگائیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ سونے سے قبل اِثمد کا سرمہ تین تین مرتبہ ہر آنکھ میں لگاتے تھے۔ (شمائل ترمذی ص ۵)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ طاق عدد میں سرمہ لگاتے تھے۔ (مجمع ج ۵ ص ۹۹)

ایک دوسری روایت میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: جو سرمہ لگائے وہ طاق عدد میں لگائے، ایسا کرے تو بہتر ہے ورنہ کوئی حرج نہیں (یعنی واجب نہیں کہ گناہ ہو)۔ (ابن ماجہ ص ۲۵۰)

(۲) دوسرا طریقہ

دائیں آنکھ میں تین اور بائیں میں دو سلائی۔

عمران بن ابی انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی داہنی آنکھ میں تین مرتبہ سرمہ لگاتے اور بائیں میں دو مرتبہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ جب سرمہ لگاتے تو دائیں آنکھ میں تین مرتبہ اور بائیں آنکھ میں دو مرتبہ لگاتے تاکہ طاق عدد ہو جائے۔ (ابن سعد)

(۳) تیسرا طریقہ

دونوں آنکھوں میں دو دو لگائے اور پھرایک سلائی دونوں آنکھوں میں مشترک۔

امام ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ سے پیارے پیغمبر ﷺ کے سرمہ لگانے کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ پیارے پیغمبر ﷺ دائیں آنکھ میں دو سلائی پھر بائیں میں دو سلائی لگاتے، پھر ایک سلائی دائیں اور بائیں دونوں آنکھوں میں مشترک لگاتے تھے۔ (شعب الایمان ج ۵ ص ۲۱۹)

پیارے پیغمبر ﷺ کا پسندیدہ سرمہ

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ اكْتَحِلُوْا بِالْإِثْمِدِ، فَإِنَّهٗ يَجْلُوا الْبَصَرَ وَيُنْبَتُ الشَّعْرَ، وَزَعَمَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَتْ لَهٗ مُكْحَلَةٌ يَكْتَحِلُ بِهَا كُلَّ لَيْلَةٍ ثَلَاثَةً فِيْ هٰذِهٖ، وَثَلَاثَةً فِيْ هٰذِهٖ﴾

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : کہ تم اِثمد(اصفہانی سرمہ) برابر استعمال کرو۔ کیونکہ یہ نظر کو تیز کرتا ہے۔اور بالوں (یعنی پلکوں) کو اُگاتا ہے (جو آنکھوں کی زیبائی اور حفاظت کی ضامن ہوتی ہیں،اور حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک سرمہ دانی تھی جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر رات کوسوتے وقت تین بار اس آنکھ میں (یعنی دائیں آنکھ میں)اور تین مرتبہ اس آنکھ میں (یعنی بائیں آنکھ میں) سرمہ لگاتے تھے۔ (رواہ الترمذی،)

حضرت جابر ؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اِثمد کا سرمہ ضرور ڈالا کرو، یہ نگاہ کو روشن کرتا ہے اور پلکیں بھی خوب اُگاتا ہے۔ (شمائل ص ۵)

اِثمد سرمہ سیاہ کا پتھر ہوتا ہے، جو اصفہان سے لایا جاتا ہے اس لئے اسے اصفہانی سرمہ بھی کہتے ہیں ،سرمہ کی اقسام اور انواع میں اسے سب پر فضیلت حاصل ہے۔اس کا مزاج سرد وخشک ہوتا ہے، آنکھوں کوقوت اور فائدہ دیتا ہے، آنکھوں سے بہنے والے پانی کو روکتا ہے، آنکھ کے اندر پیدا ہونے والے زخم اور سوزش کو دور کرتا ہے،آنکھوں کی رگوں کو طاقت دیتا ہے،اورخصوصاً بوڑھےلوگوں کے لئے اور ان کے لئے جن کی آنکھیں کمزور ہوں از حد مفید ہے۔ (زادالمعاد ص۵۱۶:۴)

سفر میں سرمہ کا اہتمام

حضرت ام سعد ؓ فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سفر فرماتے تو سرمہ دانی اور آئینہ ساتھ رہتا۔اور اسی طرح کی ایک روایت امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہ ؓ کی پہلے گزر چکی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانچ چیزیں سفر وحضر میں ہمیشہ ساتھ رکھتے تھے۔(۱) آئینہ، (۲) سرمہ دانی، (۳) کنگھی،(۴) تیل، (۵) مسواک۔(طبرانی،بیہقی)

۞۞۞

سلام کرنے کے آداب اور سنتیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سلام ایک مسلمان کی جانب سے دوسرے مسلمان کے لئے خیر سگالی کا پیغام اور امن کی علامت ہے، اور ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق ہے، اور ملاقات کے وقت اس کی ادائیگی سے الفت و محبت کا بڑھنا ایک لازمی چیز ہے۔ اس لئے اس کو عام کرنے اور پھیلانے کا حکم ہے۔

سلام کی ابتداء

قرآن پاک میں ربّ العزت کا ارشاد ہے:

﴿وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا﴾ (سورۃ النساء :۸۶)

اور جب تمہیں سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر طور پر سلام کرو یا اسے لوٹا دو۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ:

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : خَلَقَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ آدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ، طُوْلُهُ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا، فَلَمَّا خَلَقَهُ قَالَ اذْهَبْ، فَسَلِّمْ عَلٰى أُوْلٰئِكَ النَّفَرْ ، وَهُمْ نَفَرٌ مِّنَ الْمَلَآئِكَةِ جُلُوْسٌ، فَاسْتَمِعْ مَا يُحَيُّوْنَكَ فَاِنَّهَا تَحِيَّتُكَ وَ تَحِيَّةُ ذُرِّيَّتِكَ، قَالَ فَذَهَبَ ، فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ، فَقَالُوْا أَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، قَالَ: فَزَادُوْهُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ ، قَالَ: فَكُلُّ مَنْ يَّدْ خُلُ الْجَنَّةَ عَلٰى صُوْرَةِ آ دَمَ وَطُوْلُهُ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا فَلَمْ يَزِلِ الْخَلْقَ يَنْقُصُ بَعْدَهٗ حَتَّى الْاٰن﴾۔ (رواہ بخاری ومسلم)

پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا، ان کی لمبائی ۶۰ ہاتھ تھی۔ (جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کے اندر روح پھونک دی تو ان کو چھینک آئی تو انہوں نے {اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ} کہا ان کے رب نے {یَرْحَمُکَ اللّٰہُ} فرمایا:

اور فرمایا کہ اے آدم! ان فرشتوں کی طرف جاؤ جو (وہاں) بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کو جا کر السلام علیکم کہو، اور دیکھو وہ تمہیں سلام کا جواب کیا دیتے ہیں، پس وہی تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام ہوگا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے وہاں پہنچ کر السلام علیکم کہا تو فرشتوں نے اس کے جواب میں علیک السلام ورحمۃ اللہ کہا، پھر وہ واپس آئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بیشک یہ تحیہ ہے تمہارا اور آپس میں تمہارے بیٹوں کا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسانوں میں سلام کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ ربّ العالمین نے سب انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو حکم دیا کہ فرشتوں کو جا کر سلام کہو، انہوں نے السلام علیکم کہا، فرشتوں نے اس کا جواب دیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ سلام تمہارا اور تمہاری اولاد کا تحیہ ہے کہ جب آپس میں ملاقات کریں تو اس طرح ایک دوسرے کو سلام کیا کریں اور دعاء دیا کریں۔ اللہ کا دین اسلام ہے جس میں دنیا اور آخرت کی سلامتی ہے، اس لئے جب آپس میں ملاقات کریں تو ملاقات کے وقت بھی السلام علیکم کہہ کر ایک دوسرے کو سلامتی کی دعاء دیں، اور جس کو سلام کیا گیا ہے وہ بھی جواب میں سلامتی کی دعاء دے، اور وعلیکم السلام کہے۔

السلام علیکم ہر لحاظ سے کامل وجامع ہے

دنیا کی مختلف اقوام میں ملاقات کے وقت مختلف الفاظ کہنے کا رواج ہے جس سے آپس کی موانست اور محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ مثلاً انگریزوں میں

گڈ مورننگ (Good morning). گڈ افٹرنون (Good afternoon) گڈ ایوننگ (Good evening) اور گڈ نائٹ (Good night) ، ھیلو (Hello) اور ھائے (Hi) جیسے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ اور اردو میں صبح بخیر، یا شب بخیر، یا عربوں کے رواج کے مطابق {"صَبَاحَ الْخَيْرِ" یا "مَسَاءَ الْخَيْرِ" "حَيَاكَ الله" یا "حُيِّيتَ} کہتے ہیں۔

ان میں اوّل تو سلامتی کے معنی کو پوری طرح ادا کرنے والا کوئی لفظ نہیں ہے، بلکہ اوقات مخصوصہ کے ساتھ دعا مقید ہے اور ان الفاظ میں انسانوں کے بارے میں کوئی دعاء نہیں بلکہ وقت کو اچھا بتا کر بطور استعارہ انسانوں کی اچھی حالت مراد لی جاتی ہے۔

جبکہ اسلام نے مسلمانوں کو ملاقات کے وقت جو تحیہ اور سلام سکھایا ہے وہ اتنا جامع ہے کہ کوئی دوسرا ایسا جامع نہیں، اس میں اظہار محبت بھی ہے، اور اداء حق محبت بھی ہے، اور اللہ تعالیٰ سے دعاء بھی ہے کہ تمہارے اوپر اللہ تعالیٰ کی سلامتی ہو، تم اللہ کے حفظ و امان میں رہو اور ہر طرح کی آفات اور بلیات سے محفوظ رہو، اور تمہارے اوپر اللہ کی برکات کا نزول ہو۔ اور

اس میں اس بات کا اظہار بھی ہے کہ ہم سب اللہ کے محتاج ہیں، اس کے حکم کے بغیر نہ کوئی کسی کو نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان۔ اور اس بات کا وعدہ بھی ہے کہ تم میرے ہاتھ اور زبان سے مامون ہو، اور تمہاری جان، مال، آبرو کا میں محافظ ہوں۔

ابن عربیؒ نے احکام القرآن میں امام ابن عیینہؒ کا قول نقل کیا ہے:

﴿ أَ تَدْ رِیْ مَا السَّلاَ مُ ؟ یَقُوْلُ أَنْتَ اٰمِنٌ مِّنِّیْ ﴾۔

یعنی تم جانتے ہو کہ سلام کیا چیز ہے؟ سلام کرنے والا یہ کہتا ہے کہ تم مجھ سے مامون رہو۔

اسی طرح ابن عربی رحمہ اللہ نے احکام القرآن میں فرمایا ہے: کہ لفظ سلام اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ اور السلام علیکم کے معنیٰ یہ ہیں کہ: {اَللّٰہُ رَقِیْبٌ عَلَیْکُمْ} (یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ تمہارا محافظ ونگہبان ہے۔

(معارف القرآن ج۲: ص۵۰۲)

معلوم ہوا کہ اسلام نے جو سلام سکھایا ہے وہ ہر لحاظ سے کامل اور جامع ہے، اس لئے جب آپس میں ملاقات ہو تو اسلام کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق سلام کو عام کرنا چاہئے اور غیروں کے طریقے کے مطابق الفاظ کے استعمال سے پرہیز کرنا چاہئے۔ حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ زمانہ جاہلیت میں (ملاقات کے وقت) یوں کہا کرتے تھے: "اَنْعَمَ اللّٰہُ بِکَ عَیْنًا" (اللہ تیری آنکھیں ٹھنڈی رکھے) اور "اَنْعِمْ صَبَاحًا" (تو صبح کے وقت اچھے حال میں رہے، تمہاری صبح خوشگوار ہو) اس کے بعد جب اسلام آیا تو ہمیں اس سے منع کر دیا گیا۔ (ابوداؤد)

سلام کی تشہیر اور اس کو عام کرنے کا حکم

اسلام میں سلام کی کثرت اور اس کی تشہیر بہت مرغوب اور محبوب ہے، اور پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے افشاء سلام کا حکم دیا ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اکثر بازار میں صرف اس لئے تشریف لے جایا کرتے تھے کہ جو مسلمان ملے، اس کو سلام کر کے عبادت کا ثواب حاصل کریں، کچھ خریدنا یا فروخت کرنا مقصود نہ ہوتا تھا۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ، لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتّٰی تُؤْمِنُوْا ، وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰی تَحَابُوْا، أَفَلَا أَدُلُّكُمْ عَلٰی أَمْرٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ ؟ أَفْشَوُا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ۔ ﴾ (رواہ مسلم ص۵۴ ج۱)، ابو داؤد)

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، تم اس

وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوسکتے جب تک مؤمن نہ ہو، اور تم اس وقت تک مؤمن نہیں کھلاسکو گے جب تک کہ آپس میں محبت نہ کرو گے، (پھر فرمایا) کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں کہ جب تم اس پر عمل کرو گے تو تمہاری آپس میں محبت پیدا ہوگی؟ (پھر فرمایا وہ چیز ہے) آپس میں خوب سلام کو پھیلاؤ۔

ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ:

﴿ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ، رَدُّ السَّلَامِ ، وَعِيَا دَةُ الْمَرِيْضِ ، وَاِ تِّبَاعُ الْجَنَا زَةِ ، وَ اِجَابَةُ الدَّعْوَةِ ، وَتَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ ﴾۔

(رواه البخاری فی الجنائز)

پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں۔(۱) سلام کا جواب دینا۔(۲) مریض کی عیادت کرنا۔(۳) جنازوں کے ساتھ جانا۔(۴) دعوت قبول کرنا۔(۵) چھینکنے والے کا جواب دینا۔(یعنی جب وہ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" کہے تو اس کے جواب میں "يَرْحَمُكَ اللّٰهُ" کہنا)۔

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا: مریض کی عیادت، جنازہ کے ساتھ چلنے، چھینک کا جواب دینے، مہمان کی خدمت، مظلوم کی مدد، قسم پوری کرنے اور سلام پھیلانے کا۔ (بخاری)

حضرت ابودرداءؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: سلام کو رائج کرو، تاکہ تمہارا درجہ بلند ہو۔ (ترغیب)

ایک روایت میں آپ ﷺ نے مسلمان کا حق بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿ اِذَا لَقِيْتَهٗ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ ﴾ (مشکوٰۃ)

کہ جب تو مسلمان سے ملاقات کرے تو اس کو سلام کر۔

ایک روایت میں حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے پیارے پیغمبر ﷺ سے دریافت کیا کہ اسلام کے اعمال میں سب سے بہتر کونسا عمل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ تم لوگوں کو کھانا کھلاؤ، اور ایک دوسرے کو سلام عام کرو { عَلٰی مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ } اس کو بھی سلام کرو جس سے جان پہچان ہے اور اس کو بھی سلام کرو جس سے جان پہچان نہیں ہے۔ (صحیح بخاری ص۶: ج۱)

اس سے معلوم ہوا کہ ہر مسلمان کو سلام کرنا چاہئے خواہ ایک دوسرے کو پہچانیں یا نہیں، اس لئے کہ سلام مسلمان کا حق ہے، صرف متعارف اور واقفین کو سلام کرنا مذموم اور نا پسندیدہ ہے، اور یہ قیامت کی علامت ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ

سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک لوگ جاننے پہچاننے والوں کو سلام نہ کریں۔اور ایک روایت میں فرمایا کہ قیامت کے قریب سلام خاص لوگوں کے لئے ہوجائے گا۔ (ادب المفرد)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: سلام اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر اتارا ہے، اس لئے تم آپس میں سلام کو عام کرو، کیونکہ مسلمان آدمی جب کسی مجلس میں جاتا ہے، اور ان کو سلام کرتا ہے تو اس شخص کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک فضیلت کا ایک بلند مقام حاصل ہوجاتا ہے، کیونکہ اس نے سب کو سلام، یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد دلائی، اگر مجلس والوں نے اس کے سلام کا جواب نہ دیا تو ایسے لوگ اس کو جواب دیں گے جو اس مجلس والوں سے بہتر ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے فرشتے۔

ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ: پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جب کوئی شخص اپنے بھائی سے ملاقات کرے تو سلام کرے، اس کے بعد اگر درمیان میں کوئی درخت یا دیوار یا پتھر کی آڑ ہوجائے، اور پھر ملاقات ہوجائے تو پھر سلام کرے۔ (ابوداؤد)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ:

﴿ كَانَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ يَتَمَاشَوْنَ ، فَإِذَا اسْتَقْبَلَتْهُمْ شَجَرَةٌ ، أَوْ أَكْمَةٌ فَتَفَرَّقُوْا يَمِيْنًا وَ شِمَالًا ، ثُمَّ الْتَقُوْا مِنْ وَّرَائِهَا ، سَلَّمَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ﴾۔

رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ جب ایک دوسرے کے ساتھ چلتے تھے، (اور جب چلتے ہوئے کوئی) درخت ان کے درمیان آجاتا تھا تو اس کے دائیں بائیں سے گزرنے کے بعد جب دوبارہ ملتے تو پھر ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے۔ (رواہ البخاری فی ادب المفرد، والطبرانی، وابوداؤد)

☆ ایک حدیث میں ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: بڑا بخیل وہ آدمی ہے جو سلام میں بخل کرے۔ (طبرانی)

☆ حضرت عبد اللہ بن سلامؓ سے روایت ہے کہ: جب پیارے پیغمبر ﷺ مدینہ تشریف لائے تو لوگ ان کے استقبال کے لئے تیزی سے گئے، میں بھی لوگوں کے ساتھ گیا تاکہ (رسول اللہ ﷺ کو) دیکھوں۔ جب میں نے آپ ﷺ کا چہرہ مبارک دیکھا تو میں نے پہچان لیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے آدمی کا نہیں ہوسکتا ہے۔ (اس وقت) میں نے رسول اللہ ﷺ کو جو پہلی بات ارشاد فرماتے ہوئے سنا وہ یہ تھی:

﴿ يَأَ يُّهَا النَّاسُ أَفْشَوُا السَّلَامَ ، وَأَطْعِمُوْا الطَّعَامَ ، وَصِلُوا الْأَرْحَامَ ، وَصَلُّوْا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ ، تَدْ خُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ ﴾۔ (رواه الترمذی، وابن ماجه)

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگو! سلام کو رائج کرو، لوگوں کو کھانا کھلاؤ، اور رات کو اس وقت نماز پڑھو جب لوگ سو رہے ہوں، اور ان اعمال کی وجہ سے جنت میں سہولت و آرام کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔

ایک دن میں بیس مرتبہ سلام کی فضیلت

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایک دن میں بیس مرتبہ سلام کیا خواہ جماعت کو یا تنہا لوگوں کو، اور اسی دن اس کا انتقال ہو گیا تو اس پر جنت لازم ہے۔ (طبرانی، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۳۰)

کسی مجلس میں یا کسی گھر میں جائیں تو سلام کریں

جب کسی کے گھر جائیں یا مجلس میں آئیں تو سب کو با آواز مناسب ایک دفعہ السلام علیکم کہیں اور آنے کی اجازت چاہیں۔

حضرت صفوان بن امیہؓ سے منقول ہے کہ وہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بغیر اجازت لئے چلے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے فرمایا: واپس باہر جاؤ، اور کہو السَّلام علیکم: کیا میں داخل ہو سکتا ہوں؟ (ترمذی)

اسی طرح اگر کسی مجلس میں بیان، یا تعلیم، یا ذکر واذکار، یا مشورہ ہو رہا ہو، یا کسی اور خاص کام میں لوگ مشغول ہوں تو آنے والے کو چاہئے کہ خاموش بیٹھ جائے۔ ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ: پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ جب تم کسی مجلس میں پہنچو تو سلام کرو، اور اگر موقعہ مناسب سمجھو تو بیٹھ جاؤ، پھر جب (روانہ ہونے کے لئے) کھڑے ہو تو دوبارہ سلام کرو، اس لئے کہ جس طرح پہلی مرتبہ سلام کرنے کی اہمیت تھی اسی طرح دوسری مرتبہ بھی سلام کرنا اہم ہے۔ (ترمذی)

حضرت قتادہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جب تم کسی گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کرو۔ اور جب وہاں سے چلنے لگو تو انہیں سلام کے ساتھ رخصت کرو۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

اسی طرح اگر کسی خالی گھر میں جاؤ تو وہاں بھی سلام کرو اور یوں کہو:

﴿ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ۔ ﴾

ہم پر سلام ہو اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو۔

فرمایا: وہاں اللہ کی کوئی دیگر مخلوق فرشتے وغیرہ ہوں گے تو وہ بھی سلام میں شامل ہو جائیں گے۔

اپنے گھر والوں کو سلام

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ جب اپنے گھر جاؤ تو بیوی بچوں کو سلام کرو، اس میں اللہ تعالیٰ تمہارے لئے خیر و برکت ڈال دے گا، اور تمہارے گھر والوں کے لئے بھی۔ حضرت سلمان فارسیؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس بات کو پسند کرتا ہو کہ شیطان نہ تو اس کے کھانے میں شریک ہو اور نہ ہی اس کے ساتھ سونے میں، اور رات گزرنے میں، تو جب گھر میں داخل ہو تو سلام کرے، اور کھانا کھائے تو اللہ کا نام لے۔ (مجمع الزوائد ص ۳۸)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے بیٹے! جب تو اپنے گھر والوں کے پاس جائے تو سلام کر، یہ چیز تیرے لئے اور تیرے گھر والوں کے لئے برکت کا ذریعہ بنے گی۔ (ترمذی)

اور حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

﴿رَجُلٌ دَخَلَ بَيْتَهُ بِسَلَامٍ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ۔﴾ (اخرجه ابو داؤد)

وہ آدمی جو اپنے گھر میں سلام کر کے داخل ہوا ہو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں ہے۔

ابتدا بالسلام کی فضیلت

سلام میں پہل کرنا سنت ہے، اور زیادتی ثواب کا باعث ہے، اور تواضع و مسکنت کی علامت ہے اس لئے سلام میں پہل کرنے کی کوشش کی جائے تا کہ دلوں میں تکبر پیدا نہ ہو، کسی شخص کے لئے لائق نہیں ہے کہ وہ دوسرے شخص کے سلام کا منتظر رہے، بلکہ ہر شخص کو سلام میں پہل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سلام میں پہل فرماتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ صحابہ کرامؓ نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم ایک دوسرے سے ملتے رہتے ہیں، ہم میں سے کون سلام میں پہل کرے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو تم میں اللہ کا فرمانبردار ہو۔ (ترمذی)

ایک روایت میں ہے کہ دو پیدل چلنے والے جب ملاقات کریں، تو جو سلام میں پہل کرے وہ افضل ہے۔

حضرت غالب بن قحطانؒ ایک حدیث نقل کرتے ہیں کہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو لوگوں پر سلام کرے (یعنی سلام میں پہل کرے) تو اسے دس نیکیاں زیادہ ملیں گی۔ (ابن سنی ص ۱۷۶، شمائل ۴۹۸: ج ۴)

ایک روایت میں پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

﴿ أَلْبَادِ ءُ بِالسَّلَامِ بَرِئٌ مِّنَ الْكِبَرِ ﴾۔ (مشکوٰۃ، بیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: جو شخص خود سے ابتداءً سلام کرے (یعنی سلام میں پہل کرے) وہ تکبر سے بری ہے۔

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ:

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اَلَّذِیْ یَبْدَأُ بِالسَّلَامِ ، أَوْ لَى بِاللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ ﷺ ﴾۔ (رواہ احمد،و ابوداؤد ص۳۵۰،ج۲،والترمذی، والطبرانی)

پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ لوگوں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد ﷺ سے قریب تر اور پسندیدہ وہ شخص ہے جو ابتداءً خود سلام کرے۔

تفسیر بحر محیط میں ہے کہ ابتداءً سلام تو اکثر علماء کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے: اور حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا: { أَلسَّلَامُ تَطَوُّعٌ، وَالرَّدُّ فَرِيْضَةٌ } (یعنی ابتداءً سلام کرنے میں تو اختیار ہے، لیکن سلام کا جواب دینا فرض ہے۔

بچوں اور عورتوں کو سلام

جب آپ ﷺ کا بچوں پر گزر ہوتا تو سلام فرماتے، اور ان کے سروں پر شفقت سے ہاتھ مبارک پھیرتے، اور ان کے لئے دعاء فرماتے۔ اسی طرح عورتوں پر گزر ہوتا تو سلام فرماتے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) پیارے پیغمبر ﷺ کی ملاقات عورتوں، بچوں اور خادموں سے ہوئی جو اپنے ہاں شادی میں شرکت کے لئے آرہے تھے۔ پیارے پیغمبر ﷺ نے ان کو سلام کیا اور فرمایا: { وَاللّٰهِ! اِنِّیْ لَاُحِبُّكُمْ } اللہ کی قسم! میں تم لوگوں سے محبت کرتا ہوں۔

بچوں کو سلام کرنا جہاں پیارے پیغمبر ﷺ کے اخلاقِ عظیمہ اور آپ ﷺ کے آداب شریعہ کی دلیل ہے، اور آپ ﷺ کی بچوں کے ساتھ پیار و محبت کو ظاہر کرتا ہے، وہیں تعلیم بھی مقصود تھی کہ وہ بچپن سے ہی سلام کرنے کے اور سنتوں کے سیکھنے کے عادی ہوں، اور اس طرح پروان چڑھیں کہ تمام آداب سے آراستہ ہوں۔ اور بڑوں کے لئے بھی تعلیم ہے کہ وہ تکبر چھوڑیں اور تواضع وانکساری کا اظہار کرتے ہوئے بچوں کی تربیت کریں اور ان کو سنتوں کا عادی بنائیں۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ : مَرَّ عَلَى الصِّبْيَانِ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ وَهُوَ مَعَهُمْ ﴾

پیارے پیغمبر ﷺ لڑکوں کی طرف سے گزرے تو آپ ﷺ نے ان کو سلام کیا، حضرت انس رضی اللہ

عنہ فرماتے ہیں کہ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا۔ (رواہ البخاری، والمسلم، وابوداؤد)

ایک روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

﴿ مَرَّ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :وَنَحْنُ صِبْيَانٌ، فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا صِبْيَانَ ﴾۔

ایک مرتبہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس سے گزرے، ہم بچے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ان الفاظ سے سلام کیا: السلام علیکم بچو!۔ (ابن ابی شیبہ)

حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

﴿ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ : مَرَّ عَلَى نِسْوَةٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِنَّ ﴾ (رواہ احمد، والطبرانی)

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ایک مرتبہ) عورتوں کی طرف سے گزرے اور ان کو سلام کیا۔

فقہائے کرامؒ فرماتے ہیں کہ اگر عورتیں اپنی اعزہ و اقارب میں سے ہوں، یا عمر رسیدہ ہوں تو ان کو سلام کیا جا سکتا ہے۔ البتہ نوجوان اور اجنبی عورتوں کو سلام کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے کہ یہ فتنہ کا باعث ہوسکتا ہے۔اسی طرح عورتیں بھی اجنبی مردوں اور غیر محرم رشتہ داروں کو سلام نہ کریں ۔صرف اپنے محارم اور رشتہ داروں کو جب کہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو سلام کرسکتی ہیں۔حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مرد عورتوں کو سلام کریں،عورتیں مردوں کو سلام نہ کریں۔اگر عورت بوڑھی ہو اور کوئی فتنہ کا اندیشہ بھی نہ ہو تو عورت بھی مرد کو سلام کرسکتی ہے اور جواب بھی دے سکتی ہے۔

سلام کا جواب بہتر الفاظ میں دینے کا حکم اور اس کا اجر

اس سے قبل سلام کی بحث کے ابتداء میں جو آیت کریمہ نقل کی گئی ہے اس میں اللہ ربّ العزت نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

﴿ وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا ﴾ (سورۃ النساء :۸۶)

اور جب تمہیں سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر طور پر سلام کرو یا اُسے لوٹا دو۔

یعنی جب تمہیں کوئی سلام کرے تو تم اس کے سلام کا جواب اس سے بہتر انداز میں دو یعنی اگر کسی نے ”السَّلام علیکم“ کہا تو تم اس کے جواب میں ”وعلیکم السَّلام و رحمۃ اللہ“ کہو، اور اگر اُس نے: ”السَّلام علیکم ورحمۃ اللہ“: کہا ہے تو تم: ”وعلیکم السَّلام و رحمۃ اللہ وبرکاتہٗ“: کہو۔ ورنہ کم از کم وہی الفاظ دُہرا دو جو اس نے کہے ہیں تا کہ

واجب ادا ہو جائے۔ حضرت سہل بن حنیف ؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ : مَنْ قَالَ : اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ ، کُتِبَ لَہُ عَشْرُ حَسَنَاتٍ ، وَمَنْ قَالَ : اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ ، کُتِبَ لَہُ عِشْرُوْنَ حَسَنَۃً ، وَمَنْ قَالَ :اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہُ کُتِبَ لَہُ ثَلَاثُوْنَ حَسَنَۃً ﴾

پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص سلام کرنے کے لئے السلام علیکم کہتا ہے، اُس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں، اور جو شخص السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتا ہے اس کے لئے بیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں، اور جو شخص السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہتا ہے اس کے لئے تیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

(ترمذی، نسائی، احمد، عمل الیوم واللیلۃ :ص ۱۱۷)

حضرت علی ؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَإِذَا أَنَا بِالنَّبِیِّ ﷺ فِیْ عَصَبَۃٍ مِّنْ اَصْحَابِہِ ، فَقُلْتُ: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ ، فَقَالَ وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ ، عَشْرٌ لِیْ وَعَشْرٌ لَکَ ، فَدَخَلْتُ الثَّانِیَۃَ ، فَقُلْتُ: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہُ ، فَقَالَ : وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَ کَاتُہُ، ثَلَاثُوْنَ لِیْ وَ ثَلَاثُوْنَ لَکَ أَنَا وَأَنْتَ فِی السَّلَامِ سَوَاءٌ ، یَا عَلِیُّ اِنَّہُ مَنْ مَّرَّ عَلٰی مَجْلِسٍ فَسَلَّمَ کُتِبَ لَہُ عَشْرُ حَسَنَاتٍ، وَمُحِیَ عَنْہُ عَشْرُ سَیِّئَاتٍ ، وَرُفِعَ لَہُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ۔﴾ (عمل الیوم واللیلۃ)

میں مسجد میں داخل ہوا تو میں نے پیارے پیغمبر ﷺ کو (مسجد) میں صحابہ کرام ؓ کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے پایا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو السلام علیکم کہا، آپ ﷺ نے وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ (کہہ کر جواب دیا اور ارشاد) فرمایا دس نیکیاں مجھے ملیں اور دس نیکیاں تمہیں ملیں۔ (حضرت علی ؓ فرماتے ہیں) میں دوسری مرتبہ گیا تو میں نے ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' کہہ کر سلام کیا، آپ ﷺ نے ''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' (کہہ کر جواب دیا اور) فرمایا تیس نیکیاں مجھے ملیں اور تیس نیکیاں تمہیں ملیں۔ میں اور تم سلام کرنے اور جواب دینے میں برابر رہے۔ (پھر ارشاد فرمایا: اے) علی! جو شخص کسی

مجلس کے پاس سے گزرے، اور ان کو سلام کرے تو اس کے لئے بدلے میں دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں، اور دس برائیاں مٹادی جاتی ہیں، اور دس درجات بلند کئے جاتے ہیں۔

حضرت عمران بن حصینؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ أَنَّ رَجُلًا جَآءَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، فَرَدَّهٗ عَلَيْهِ، ثُمَّ جَلَسَ، فَقَالَ: "عَشْرٌ" ثُمَّ جَآءَ اٰخَرُ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، فَرَدَّهٗ عَلَيْهِ، ثُمَّ جَلَسَ، فَقَالَ: "عِشْرُوْنَ" ثُمَّ جَآءَ اٰخَرَ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، فَرَدَّهٗ عَلَيْهِ ، ثُمَّ جَلَسَ، فَقَالَ: " ثَلَاثُوْنَ "﴾ (رواہ احمد و ابو داؤد عن محمد بن کثیر)

ایک شخص پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے کہا ''السلام علیکم'' یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے سلام کا جواب دے دیا پھر وہ بیٹھ گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو دس نیکیاں ملیں، پھر دوسرا شخص آیا اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ''۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے سلام کا جواب دیا، وہ بیٹھ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو بیس نیکیاں ملیں، پھر تیسرا شخص آیا اس نے کہا ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کے سلام کا جواب دیا، وہ بیٹھ گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو تیس نیکیاں ملیں۔

اور ایک روایت میں حضرت سلمان فارسیؓ مروی ہے کہ:

﴿ جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، فَقَالَ : وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ ، ثُمَّ جَآءَ آخَرُ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَا تُهٗ، ثُمَّ جَآءَ آخَرُ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَا تُهٗ ، فَقَالَ لَهٗ: وَعَلَيْكَ ، فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ : يَا نَبِيَّ اللّٰهِ بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمِّيْ، أَتَاكَ فُلَانٌ وَفُلَانٌ، فَسَلَّمَا عَلَيْكَ،

فَرَدَدْتَّ عَلَيْهُمَا أَكْثَرَ مِمَّا رَدَدْتَّ عَلَیَّ، فَقَالَ: اِنَّکَ لَمْ تَدَعْ لَنَا شَيْئًا، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: {وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا} فَرَدَدْنَا هَا عَلَيْکَ۔﴾

(رواه ابن ابی حاتم معلقا،وابن کثیر)

ایک شخص ایک مرتبہ پیارے پیغمبر ﷺ کے پاس آئے اور کہا ''السلام علیک یا رسول اللہ''،آپ ﷺ نے جواب میں ایک کلمہ بڑھا کر فرمایا:'' وعلیک السلام ورحمۃ اللہ''۔پھر ایک صاحب آئے اور انہوں نے سلام میں یہ الفاظ کہے۔''السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ''،آپ ﷺ نے جواب میں ایک کلمہ اور بڑھا کر فرمایا:'' وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ''۔ پھر ایک اور صاحب آئے اور انہوں نے اپنے سلام میں تینوں کلمے بڑھا کر کہا،''السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ''،تو پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا:''وعلیک''۔اُن کے دل میں شکایت پیدا ہوئی اورعرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، پہلے جو حضرات آئے آپ ﷺ نے ان کے جواب میں کئی کلمات دعاء کے ارشاد فرمائے ، اور میں نے ان سب الفاظ سے سلام کیا تو آپ ﷺ نے'' وعلیک'' پر اکتفاء فرمایا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے ہمارے لئے کچھ نہیں چھوڑا کہ ہم جواب میں اضافہ کرتے ، (تم نے سارے کلمات سلام میں جمع کردیئے)لہٰذا ہم نے قرآنی تعلیم کے مطابق اسی قدر واپس کردیا جتنا تم نے کہا۔

اس حدیث میں ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ سلام کا جواب اس سے اچھے الفاظ میں دینے کا طریقہ یہ ہے کہ سلام کرنے والے کے الفاظ سے بڑھا کر جواب دیا جائے۔

سلام کا جواب کتنا دینا چاہیے

دوسری بات اس سے یہ معلوم ہوئی کہ سلام کے جواب میں کلمات کی زیادتی صرف تین کلمات تک مسنون ہے۔اور ''وَبَرَکَاتُہٗ'' کے بعد آگے کسی اور لفظ کا اضافہ کرنا مسنون نہیں ہے۔اور اسی کو فقہاء نے اختیار کیا ہے۔اورحضرت ابن عباس ؓ کے عمل سے بھی حضرات فقہاء کی تائید ہوتی ہے۔

مؤطا امام مالک میں ہے کہ یمن کے ایک شخص نے اُن کو سلام کیا اور ''السَّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاته'' تک کہنے کے بعد کچھ اور اضافہ کردیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ فرما کر اسے روک دیا{اِنَّ السَّلَامَ قَدِانْتَھٰی اِلَی

الْبَرَكَةِ} یعنی سلام: لفظ برکاتہ تک ختم ہو گیا اس سے زیادہ کرنا مسنون نہیں ہے۔ (مظہری عن البغوی)

حضرت انسؓ کی ایک روایت میں پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک جڑ واہے کے سلام کے جواب میں ''وبرکاتہ'' کے بعد ''وَمَغْفِرَتُهٗ وَرِضْوَانُهٗ'' کے الفاظ بھی منقول ہیں۔ علامہ ابن حجرؒ نے اس پر خوب بحث فرمائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ صحیح احادیث سے ''وبرکاتہ'' تک ثابت ہے اور اس پر زیادتی جن روایات میں آئی ہے وہ ضعیف ہیں۔ (فتح الباری، عمل الیوم واللیلۃ)

کفار اور سلام

قرآن کریم کی جو آیت پہلے گزری مفسرین فرماتے ہیں کہ اس کے مخاطب اہل اسلام ہیں، کیونکہ سلام میں پہل کرنے کے اعزاز کا مستحق مسلمان ہے اور سلام کرنے کا حکم انہی کے لئے ہے یہ حکم کافروں کے لئے نہیں ہے اس لئے کہ کافر اس اعزاز کے مستحق نہیں ہیں۔ لہٰذا حتی الامکان کفار کے ساتھ سلام میں ابتداء نہ کرو۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اِذَا لَقِيْتُمُ الْمُشْرِكِيْنَ فِيْ طَرِيْقٍ فَلاَ تَبْدَؤُهُمْ بِالسَّلاَمِ، وَاِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فِيْ طَرِيْقٍ فَاضْطَرُّوْهُمْ اِلَى أَضْيَقِهَا ﴾ (رواہ مسلم، و ابو داؤد، والترمذی)

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم راستے میں مشرکین سے ملو تو ان کو سلام کرنے میں پہل نہ کرو، ان کو تنگ ترین راستے پر چلے جانے کے لئے مجبور کرو۔ (یعنی ان کے اعزاز و اکرام میں ان کے لئے راستہ کشادہ نہ کرو۔)

اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ:

﴿أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَا تَبْدَؤُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى بِالسَّلَامِ۔﴾

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہود اور نصاریٰ کے ساتھ سلام میں پہل نہ کرو۔

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:اِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمُ الْيَهُوْدُ، فَاِنَّمَا يَقُوْلُ أَحَدُهُمْ :اَلسَّامُ عَلَيْكُمْ ، فَقُلْ: وَعَلَيْكَمْ ﴾ (رواہ البخاری والمسلم، وابوداؤد)

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب یہود میں سے کوئی تمہیں سلام کرتا ہے تو وہ (سلام میں) ''اَلسَّامُ

عَلَيْكُمْ' کہتا ہے۔تو تم جواب میں (صرف) ''وعلیکم'' کہہ دیا کرو۔

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب اہل کتاب (یعنی یہود ونصاریٰ) سلام کریں تو ان کو جواب دینا چاہئے، اور جواب میں'' علیکم، یا وعلیکم''، کہنا چاہیئے ۔ اس لئے کہ وہ'' السلام علیکم''نہیں کہتے ، بلکہ ''اَلسَّامُ عَلَيْكُمْ'' کہتے ہیں، جس کا مطلب ہے کہ تمہارے اوپر جلدی موت آئے،تو اس کے جواب میں تم صرف'' وعلیکم'' کہہ دو جس کا مطلب ہوگا کافر و تمہیں موت آئے۔ اور اگر انہوں نے سلام کیا ہوگا تب بھی'' وعلیکم'' کہنے سے مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تمہیں اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے کہ اسی میں دونوں جہانوں کی سلامتی ہے۔ اور اگر کوئی غیر مسلم خود سلام میں ابتداء کرے تو اس کے جواب میں'' وعلیکم'' کہہ دینا کافی ہے، جس طرح پچھلی روایت میں گزر چکا اس سے زیادہ نہ کہے۔

اسی طرح حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ:

{ أَمَرَنَا أَنْ لَّا نَزِيْدَهُمْ عَلىٰ (وَعَلَيْكُمْ) يَعْنِيْ أَهْلَ الْكِتَابِ ﴾ (رواہ البخاری و احمد)

ہمیں حکم ہے کہ ہم اہل کتاب کے (سلام کے جواب میں) ''وعلیکم'' سے زیادہ نہ کہیں۔

مسلمانوں اور کافروں کی مخلوط مجلس میں سلام

اگر کسی مجلس میں مومن اور کافر ملے جلے ہوں تو سلام کرتے وقت صرف مومنوں کے حق میں نیت کرو یا فرشتوں کا تصور کر کے'' السلام علیکم'' کہو۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَرَّ بِمَجْلِسٍ فِيْهِ أَخْلَاطٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْيَهُوْدِ ، وَالْمُشْرِكِيْنَ وَعَبَدَةِ الْاَوْثَانِ ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ۔ ﴾ (رواہ احمد، والمسلم، والترمذی)

کسی کا سلام پہنچانا اور اُس کا جواب دینا

سلام بھیجنا مستحب ہے اور جس کے ذریعہ سلام بھیجا جائے اگر اس نے پہنچانے کی ذمہ داری قبول کی ہو تو پھر اس پر اس کا پہنچانا واجب ہے، کیونکہ یہ امانت ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ:

﴿ أَنَّ فَتًى مِّنْ بَنِيْ أَسْلَمَ ، قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ! اِنِّيْ أُرِيْدُ الْجِهَادَ ، وَلَيْسَ لِيْ مَا أَتَجَهَّزُ بِهِ ، فَقَالَ: اِذْهَبْ اِلٰى فُلَانِ الْأَنْصَارِيْ ، فَاِنَّهُ قَدْكَانَ تَجَهَّزَ ، وَقُلْ لَهُ

یُقْرِئُکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ السَّلَامَ: وَقُلْ لَہٗ ، اِدْفَعْ لِیْ مَا تَجَھَّزْتَ بِہٖ ﴾۔

قبیلہ بنواسلم کے ایک نوجوان صحابی نے پیارے پیغمبر ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میں جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں ،لیکن میرے پاس کوئی سامان نہیں جس سے میں جہاد کے لئے تیاری کرسکوں ، آپ ﷺ نے فرمایا: فلاں انصاری صحابی کے پاس جاؤ ، انہوں نے جہاد کی تیاری کی ہوئی ہے ، ان سے کہو کہ رسول اللہ ﷺ نے تم کو سلام کہا ہے ۔ اور ان سے کہو کہ مجھے وہ سامان دے دو جس سے تم نے جہاد کی تیاری کی ہوئی ہے۔ (رواہ مسلم ،احمد، وابوداؤد)

اگر کوئی کسی کا سلام پہنچائے تو جس کو سلام پہنچایا ہو وہ کہے ، "عَلَیْکَ وَعَلَیْہِ السَّلَام" حضرت شعبہ فرماتے ہیں کہ میں نے غالب ابن قطان سے سنا جو قبیلہ بنی تمیم کے ایک آدمی کے واسطے سے بیان کررہے تھے کہ اس نے اپنے باپ کی وساطت سے دادا کا مقولہ نقل کیا ہے کہ: مجھے میرے باپ نے پیارے پیغمبر ﷺ کی خدمت میں بھیجا اور کہا حضور ﷺ سے جا کر میرا سلام کہہ دیجئے۔

﴿ أَنَّہٗ أَتَی النَّبِیَّ ﷺ ، فَقَالَ: اِنَّ أَبِیْ یَقْرَأُ عَلَیْکَ السَّلَامَ ، فَقَالَ : عَلَیْکَ وَعَلٰی أَبِیْکَ السَّلَامَ ﴾۔ (رواہ ابو داؤد فی الادب،عمل الیوم واللیلہ ص۱۲۰)

میں پیارے پیغمبر ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور میں نے عرض کیا کہ میرے باپ نے آپ کی خدمت میں سلام بھیجا ہے۔تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تجھ پر اور تیرے باپ پر سلام ہو۔

اسی طرح امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لَھَا: اِنَّ جِبْرَائِیْلَ ، یَقْرَأُ عَلَیْکَ السَّلَامَ : قَالَتْ : وَعَلَیْہِ السَّلَامْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ ،تَرٰی مَالَا نَرٰی۔﴾ (رواہ البخاری)

پیارے پیغمبر ﷺ نے ان سے فرمایا: (اے عائشہ) جبرئیل تم کو سلام کہہ رہے ہیں ۔حضرت عائشہؓ نے فرمایا: "وَعَلَیْہِ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ"۔(یا رسول اللہ ﷺ) جو آپ دیکھ رہے ہیں وہ ہم نہیں دیکھ رہے۔

حضرت عمرو بن وہبؓ سے روایت ہے کہ:

﴿ أَنَّ خَدِيْجَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، خَرَجَتْ تَلْتَمِسُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ بِأَعْلٰى مَكَّةَ ، وَمَعَهَا غَذَاءٌ لَّهُ ، فَلَقِيَهَا جِبْرَائِيْلَ عَلَيْهِ السَّلاَمَ فِىْ صُوْرَةِ رَجُلٍ ، فَسَأَلَهَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَهَابَتْهُ، وَ ظَنَنْتِ أَ نَّهُ بَعْضَ مَنْ يَّغْتَالُهُ ، ثُمَّ اِنَّهَا ذُكِرَتْ ذَالِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ، فَقَالَ:" ذَاكَ جِبْرَائِيْلُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ أَخْبَرَنِىْ أَنَّهُ لَقِيَكِ وَمَعَكِ غِذَاءٌ وَهُوَ حَيْسٌ ، فَقَالَ: اِقْرَأْ عَلَيْهَا مِنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ السَّلاَمَ ، وَ بَشِّرْهَا بِبَيْتٍ فِى الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ ، لاَ صَخَبَ فِيْهِ وَلاَ نَصَبَ "، فَقَالَتْ: هُوَ السَّلاَمُ، وَمِنْهُ السَّلاَمُ ، وَعَلَيْهِ السَّلاَم ، وَعَلٰى جِبْرَائِيْلِ السَّلاَم ، وَعَلَيْكَ يَا رَسُوْلُ اللّٰه ، وَعَلَى مَنْ سَمِعَ اِلَّا الشَّيْطَان ، يَارَسُوْلَ اللّٰه ، مَا بَيْتٌ فِى الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لاَ صَخَبَ فِيْهِ وَلَا نَصَبَ ؟ قَالَ هُوَ بَيْتٌ مِّنْ لُؤْ لُؤَ ةٍ مَخُبَأَةٍ ﴾۔

(رواہ البخاری ، ومسلم،واحمد ، وابن ابی شیبه، والنسائی فی عمل الیوم والليلة)

(ایک مرتبہ) امّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پیارے پیغمبر ﷺ کو تلاش کرتے ہوئے مکہ مکرمہ کے بالائی جانب نکلیں، ان کے پاس پیارے پیغمبر ﷺ کا کھانا بھی تھا، راستے میں ان کی ملاقات حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ہوئی وہ انسانی شکل میں تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت خدیجہؓ سے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں پوچھا۔ اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اُن سے ڈر گئیں، اور سمجھیں کہ یہ کوئی اچانک پکڑنے والا ہے۔ انہوں نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے ذکر کی، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ جبرائیل علیہ السلام تھے۔ انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ وہ تم سے (راستے میں) ملے تھے، اور تمہارے پاس کھانا حَیس (حریرہ) تھا۔ جبرائیل علیہ السلام (جو اس وقت آپ ﷺ کے پاس ہی تھے) فرمایا: خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام کہئے، اور ان کو جنت میں قصب کے مکان کی خوشخبری دیجئے، جس میں نہ شور ہوگا، نہ کوئی محنت و مشقت ہوگی۔ حضرت خدیجہؓ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سلامتی والے ہیں، ان ہی کی طرف سے سلامتی ہوئی ہے، جبرائیل علیہ

السلام پر سلام، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر سلام، اور سوائے شیطان کے جو بھی سنے اس پر بھی سلام ہو۔

ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ جو سلام بھیجے اس کو سلام کا جواب دینے کے ساتھ ساتھ جو سلام پہنچائے اس کو بھی سلام کا جواب دینا مستحب ہے اور سلام کا جواب :علیک السلام: علیکم السلام، اور وعلیکم السلام کے الفاظ کے ساتھ دے، یعنی بغیر واؤ کے اور واؤ کے ساتھ، لیکن واؤ کے ساتھ کہنا افضل ہے۔

سلام کا جواب نہ دینے پر وعید

سلام کرنا سنت ہے، اور سلام کا جواب دینا واجب ہے اس لئے سلام کا جواب فوراً بلا تاخیر دینا چاہئے، اگر سلام کا جواب فوراً نہ دیا، یا بالکل نہ دیا تو گناہ گار ہوگا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن شبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : يُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى الرَّاجِلِ ، وَيُسَلِّمُ الرَّاجِلُ عَلَى الْقَاعِدِ وَيُسَلِّمُ الْاَقَلُّ عَلَى الْاَكْثَرِ ، فَمَنْ أَجَابَ السَّلَامَ فَهُوَ لَهُ ، وَمَنْ لَّمْ يُجِبِ السَّلَامَ فَلَيْسَ مِنَّا ﴾۔ (اخرجه البخاری فی ادب المفرد، واحمد)

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سوار چلنے والے کو سلام کرے، چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے، کم (تعداد کے) لوگ زیادہ (تعداد کے) لوگوں کو سلام کریں، جو سلام کا جواب دے اس کے لئے سلامتی ہو، اور جو سلام کا جواب نہ دے وہ میری امت میں سے نہیں ہے۔

رات میں گھر آنے پر نہایت پست آواز سے سلام کرنا

رات کو جب گھر آئیں اور گھر کے بعض افراد سو رہے ہوں تو اس طرح سلام کرنا چاہئے کہ سونے والے کی نیند میں خلل نہ پڑے۔ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت (جب اپنے گھر) تشریف لاتے تو اس طرح سلام کرتے کہ سویا ہوا جاگتا نہیں، اور جاگتا ہوا سن لیتا۔ (ادب مفرد)

سوار، پیدل، چھوٹے، بڑے کا سلام

اسی طرح آداب سلام میں پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تعلیم ہے کہ چھوٹا بڑے کو سلام کرے، اوپر والا نیچے والے کو پہلے سلام کرے اسی طرح سوار پیدل چلنے والے کو سلام میں پہل کرے، اور چلنے والا بیٹھنے والے کو سلام کرے، اسی طرح

اکیلا شخص زیادہ لوگوں کو سلام کرے، اور جو لوگ تعداد میں قلیل ہوں وہ کسی بڑی جماعت پر گزریں تو ان کو چاہئے کہ سلام کی ابتداء کریں۔ جن لوگوں کو سلام میں ابتداء کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس میں حکمت یہ ہے کہ چھوٹا بڑے کو اس لئے سلام میں پہل کرے کہ چھوٹے پر بڑے کا حق ہے کہ وہ اس کی عزت کرے اور اس کا اکرام کرے، کم تعداد والوں کا زیادہ تعداد کے لوگوں کو سلام کرنے کا حکم اس لئے ہے کہ ان کے تعداد میں زیادہ ہونے کی وجہ سے اُن کا حق زیادہ ہے۔ اور گزرنے والا گھر میں داخل ہونے والے کی طرح ہے، کہ گھر میں داخل ہونے والے کو سلام کا حکم ہے۔ اور سوار کو پیدل چلنے والے کو سلام میں پہل کرنے کے حکم دینے میں حکمت یہ ہے کہ وہ تکبر نہ کرے اور تواضع اختیار کرے۔ اور قلیل کثیر کو اس لئے سلام میں پہل کریں کہ جماعت کو فضیلت حاصل ہوتی ہے۔ (فتح الباری ج۱۱ ص۱۷)

حضرت فضالہ بن عبیدؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿يُسَلِّمُ الْفَارِسُ عَلَى الْمَاشِيْ ، وَالْمَاشِيْ عَلَى الْقَائِمِ، وَيُسَلِّمُ الْقَلِيْلُ عَلَى الْكَثِيْرِ ﴾

گھوڑے پر سوار پیدل چلنے والے کو سلام کرے، گزرنے والا کھڑے ہوئے آدمی کو سلام کرے، اور کم تعداد والے زیادہ تعداد والوں کو سلام کریں۔ (رواہ احمد، والترمذی، والنسائی)

اسی طرح حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

﴿ يُسَلِّمُ الصَّغِيْرُ عَلَى الْكَبِيْرِ ، وَيُسَلِّمُ الْوَاحِدُ عَلَى الْاِثْنَيْنِ ، وَيُسَلِّمُ الْقَلِيْلُ عَلَى الْكَثِيْرِ ، وَيُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِيْ، وَيُسَلِّمُ الْمَارُّ عَلَى الْقَائِمِ ، وَيُسَلِّمُ الْقَائِمُ عَلَى الْقَاعِدِ۔﴾ (رواه البخار، وابوداؤد، والترمذی)

چھوٹا بڑے کو، ایک شخص دو شخصوں کو، کم تعداد والے زیادہ تعداد والوں کو، سوار پیدل چلنے والوں کو، اور گزرنے والا کھڑے ہوئے آدمی کو سلام کرے۔

اور حضرت جابرؓ سے ایک دوسری روایت میں پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ:

﴿ قَالَ: يُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِيْ ، وَالْمَاشِيْ عَلَى الْقَاعِدِ، وَالْمَاشِيَانِ جَمِيْعًا أَيُّهُمَا بَدَأَ بِالسَّلَامِ ، فَهُوَ اَفْضَلُ ﴾ (رواه البخاری، والترمذی ، وابو داؤد)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سوار پیدل چلنے والے کو، اور پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے، دو پیدل چلنے

والے (ملاقات کے لئے) جمع ہو جائیں تو ان میں سے جو سلام میں پہل کرے وہ افضل ہے۔

(عمل الیوم واللیلۃ ص ۲۶۹)

اسی طرح کی روایات حضرت ابو ہریرہ ؓ سے بھی مروی ہیں جن میں حکم دیا گیا ہے کہ سوار پیدل چلنے والوں کو اور تھوڑے لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں۔

مجلس میں ایک شخص کا جواب کافی ہے

جب اجتماعی طور پر کچھ لوگ جماعت کی شکل میں کہیں جائیں تو افضل تو یہ ہے کہ جماعت میں سے ہر ایک سلام کرے اور ہر ایک جواب دے، لیکن جماعت میں سے اجازت طلب کرنے کے لئے ایک شخص کا سلام کرنا بھی کافی ہوگا، پوری جماعت کے ہر ہر شخص کے لئے سلام کرنا ضروری نہیں۔ اسی طرح اگر پوری جماعت میں سے اگر کسی ایک نے آنے والے کے سلام کا جواب دے دیا تو سب کی طرف سے کافی ہو جائے گا اور سب بری الذمہ ہو جائیں گے، ہر شخص کے لئے جواب دینا ضروری نہیں ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ:

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : يُجْزِئُ مِنَ الْجَمَاعَةِ اِذَامَرَّتْ أَنْ يُّسَلِّمَ أَحَدُهُمْ ، وَيُجْزِئُ عَنِ الْقُعُوْدِ أَنْ يَّرُدَّ أَحَدُهُم.﴾۔ (رواہ ابو داؤد، والطبرانی ،والبیہقی)

پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کچھ لوگ جماعت کی صورت میں گزر رہے ہوں تو اُن میں ایک کا سلام کرنا کافی ہے۔ اور بیٹھنے والوں میں سے (جن کو سلام کیا گیا ہے) ایک کا جواب دینا بھی کافی ہے۔

حضرت حسن بن علی ؓ سے روایت ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ سے پوچھا گیا کہ لوگ گھر میں آنے کی اجازت چاہتے ہیں، تو کیا ایک کی اجازت سب کے لئے کافی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ایک کی اجازت کافی ہے۔ پھر پوچھا لوگ گزرتے ہیں، اور ان میں سے ایک سلام کرتا ہے کیا جماعت کی جانب سے کافی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ پھر پوچھا گیا قوم کا ایک فرد جواب دیتا ہے، کیا یہ سب کی طرف سے کافی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۳۵)

اسی طرح حضرت ابو سعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ:

﴿ قِيْلَ : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ : أَلْقَوْمُ يَمُرُّوْنَ ، يُسَلِّمُ رَجُلٌ مِّنْهُمْ ، يُجْزِئُ ذَالِكَ

عَنْهُمْ ؟ قَالَ : نَعَمْ ! قَالَ:فَيَرُدُّ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ ، يجْزِئُ ذَا لِکَ مِنْهُمْ ؟ قَالَ: نَعَمْ ﴾

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: لوگوں کی ایک جماعت گزر رہی ہو اور ان میں سے ایک آدمی سلام کرے تو کیا یہ جماعت کی طرف سے کافی ہو جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، پھر ایک شخص نے پوچھا: اگر جماعت میں سے کوئی ایک جواب دے دے تو کیا ان کی طرف سے کافی ہو جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔

کن حالتوں میں سلام نہ کرے

بعض حالتوں میں سلام کرنا مکروہ ہو جاتا ہے، مثلاً اگر کوئی بول و براز اور استنجاء کی حالت میں ہو تو اس کو سلام کرنا جائز نہیں۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک شخص نے پیشاب کرنے کی حالت میں سلام کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب نہیں دیا۔ (ترمذی)

☆ اسی طرح، اذان اور اقامت کی حالت میں، نماز، تلاوت یا دیگر علمی مشاغل درس و تدریس وعظ و تقریر، علمی مذاکرہ، جمعہ اور عیدین کے خطبہ کے دوران سلام کرنا مکروہ ہے۔

☆ اسی طرح اگر کوئی معصیت کے کام میں مشغول ہو۔ مثلاً کبوتر بازی، پتنگ بازی، بٹیر بازی گانے بجانے، گالم گلوچ میں مشغول ہو، یا کوئی شراب پی رہا ہو، یا جوا اور شطرنج کھیلتا ہو تو اس دوران سلام نہیں کرنا چاہئے کہ یہ مکروہ ہے۔ اس لئے کہ سلام باعث اکرام ہے اور یہ لوگ اس لائق نہیں کہ ان کو سلام کیا جائے۔ (ادب المفرد)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ شراب پینے والوں کو سلام مت کرو۔ (بخاری)

مسجد میں داخل ہوتے وقت سلام

مساجد کے آداب میں سے ہے کہ مسجد پہنچنے پر اگر کچھ لوگوں کو بیٹھا ہوا دیکھیں تو ان کو سلام کریں، اور اگر کوئی نہ ہو تو {أَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلىٰ عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِين} کہیں۔ اور اگر مسجد میں لوگ نوافل میں، تلاوت میں، یا ذکر و اذکار میں مشغول ہوں تو ایسی صورت میں سلام کرنا درست نہیں۔ بعض لوگ جب مسجد میں داخل ہوتے ہیں تو با آواز بلند سلام کرتے ہیں جن سے لوگوں کے معمولات میں خلل پیدا ہوتا ہے اس لئے با آواز بلند سلام نہ کیا جائے، اگر کوئی متوجہ ہو تو اس کو آہستہ آواز میں سلام کہہ دیں۔

خطوط ومراسلات میں تحریری سلام

خطوط ومراسلات کی ابتداء بسم اللہ اور سلام سے کرنا مسنون ہے، پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب بھی کسی کو خط یا مراسلہ بھیجا تو اس کے ابتداء میں سلام لکھوایا، اور حضرات صحابہ کرامؓ نے بھی اسی طریقہ پر عمل کیا اس لئے خطوط اور مراسلات کی ابتداء بسم اللہ اور سلام سے کرنی چاہئے۔ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت معاذؓ کے صاحبزادے کی وفات کے موقعہ پر جو تعزیتی خط لکھا اس کے مضمون کا ابتدائیہ اس طرح تھا:

{ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ، مِنْ مُّحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِلٰى مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ: سَلَامٌ عَلَيْكَ ، فَاِنِّيْ أَحْمَدُ اِلَيْكَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ، أَمَّا بَعْدُ ! }

اسی طرح حضرت زید بن ثابتؓ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا تو اس میں بسم اللہ کے بعد { سَلَامٌ عَلَيْكَ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ } لکھا۔ (ادب المفرد ص ۳۲۷)

آداب سلام

☆ السلام علیکم کہنا سنت ہے بعض لوگ سلام علیکم کہتے ہیں یہ غلط ہے بلکہ الف اور لام کے ساتھ السلام علیکم کہیں۔

☆ اگر سلام کرنے والا السلام علیکم کہے تو سننے والا جواب میں وعلیکم السلام کہے۔

☆ سلام اس طرح کریں کہ جس کو سلام کیا جا رہا ہے وہ سن لے۔

☆ جواب دینے والا بھی اسی طرح جواب دے کہ سلام کرنے والا سن لے۔

☆ خطوط میں جو سلام لکھا جاتا ہے اس کا جواب بھی واجب ہے خواہ زبانی دے یا لکھ کر۔

☆ اگر کسی مجلس میں مرد اور عورتیں سب جمع ہوں تو سلام کرتے وقت مردوں کی نیت کریں۔

☆ راستے پر چلتے ہوئے پیچھے سے آنے والا آگے چلنے والے کو سلام کریں۔

☆☆☆☆☆

مصافحہ سلام کی تکمیل

سلام کی تکمیل مصافحہ سے ہوتی ہے۔اس لئے سلام کرنے کے بعد مصافحہ کیا جائے لیکن یہ یاد رہے کہ صرف مصافحہ پر اکتفاء نہ کیا جائے بلکہ پہلے سلام کرے اور پھر مصافحہ، مصافحہ بغیر سلام کے نہیں ہے کیونکہ یہ تو سلام کی تکمیل کے لئے ہے۔حضرت براء بن عازبؓ کہتے ہیں کہ سلام مکمل اس وقت ہوگا کہ جب تم اپنے بھائی سے مصافحہ بھی کرو۔ (ادب مفرد ص ۹۶۸)

☆ حضرت جندبؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ مصافحہ نہ فرماتے جب تک کہ سلام نہ فرما لیتے۔(مجمع الزوائد)

☆ حضرت ابوامامہؓ پیارے پیغمبر ﷺ سے نقل فرماتے ہیں، عیادت مریض کا اتمام یہ ہے کہ اس پر ہاتھ رکھے اور اس کا حال پوچھے، اور سلام کا اتمام یہ ہے کہ مصافحہ کرے۔ (ترمذی)

☆ ابن دحیہؓ فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ جب کسی سے مصافحہ فرماتے تو سارا دن مصافحہ کرنے والے کا ہاتھ خوشبودار رہتا۔ (اتحاف السادہ ج ۷، ص ۱۵۴)

☆ حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ دوپہر کے وقت مقام بطحاء تشریف لائے، وضو فرما کر ظہر کی نمازِ قصر (یعنی دو رکعت) ادا فرمائی۔فراغت کے بعد لوگ کھڑے ہوئے اور پیارے پیغمبر ﷺ مصافحہ کرنے لگے، اور تبرکاً اپنے چہرے پر ملنے لگے، میں نے بھی آپ ﷺ سے مصافحہ کیا اور منہ پر مل لیا۔(میں نے) آپ ﷺ کا دست مبارک برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زائد خوشبودار پایا۔ (البدایہ ج ۶، ص ۲۴)

مصافحہ کا طریقہ

مصافحہ ایک ہاتھ کی ہتھیلی دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی سے ملانے کو کہا جاتا ہے جو سختی کے ساتھ نہ ہو اور یہ مسنون ہے۔ اور مصافحہ کی تکمیل دونوں ہاتھوں سے ہوتی ہے، بعض لوگ ایک ہاتھ سے مصافحہ کرتے ہیں اور دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے سے گریز کرتے ہیں، یہ ٹھیک نہیں مصافحہ کی تکمیل دونوں ہاتھوں سے ہوتی ہے۔اسی طرح صرف انگلیوں سے مصافحہ کرنا (اور ہتھیلی نہ ملانا) بدعت ہے۔ (مظاہر حق ج ۴ ص ۳۷۶)

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے مجھے تشہد کی تعلیم دی اور میری ہتھیلی آپ ﷺ کی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان میں تھی۔ (بخاری)

معلوم ہوا کہ مصافحہ دونوں ہاتھوں سے ہونا چاہئے، اور یہی مسنون ہے، امام بخاری نے بخاری شریف میں (باب

الأخذ بالیدین) قائم کر کے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کی مسنونیت کو ثابت کیا ہے۔ اور حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ کے متعلق نقل کیا ہے کہ انہوں نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا حماد بن زیدؒ سے۔علامہ عبد الحئ فرنگی محلیؒ مجموعۃ الفتاویٰ میں تحریری فرماتے ہیں کہ تمام فقہاء دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کو مسنون کہتے ہیں۔بعض حضرات نے مصافحہ کی تعریف ان الفاظ سے کی ہے کہ ایک دوسرے کو سلام کر کے حال احوال پوچھنے تک ہاتھ ملائے رکھنا مصافحہ میں شامل ہے۔

(فتوحات ربانیہ ج۵ ص ۳۹۲عمل الیوم واللیلۃ)

مصافحہ کے وقت جھکنا

بعض علاقوں میں رواج ہے کہ وہ جب ملاقات کرتے ہیں تو جھک جاتے ہیں خصوصاً جب کسی بڑی عمر کے آدمی سے ملاقات کرتے ہیں تو اس کے گھٹنے کو ہاتھ لگاتے ہیں یہ ناجائز ہے رکوع اور سجدہ صرف اور صرف اللہ ربّ العزت کا حق ہے کسی اور کے لئے جائز نہیں۔حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص کو میں نے سنا وہ پیارے پیغمبر ﷺ سے دریافت کر رہا تھا کہ آدمی جب اپنے بھائی یا دوست سے ملاقات کرے تو کیا اس کے سامنے جھک جائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔اُس نے پوچھا کیا اس کے ساتھ معانقہ کرے، اور اس کو بوسہ دے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔اس نے کہا کہ کیا اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اس کے ساتھ مصافحہ کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ (ترمذی)

مصافحہ سے گناہوں کی معافی

پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ مصافحہ کرنے والوں کے گناہوں کو گراتا ہے۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا:

﴿مَا مِنْ عَبْدَيْنِ مُتَاحَبَيْنِ فِي اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، يَسْتَقْبِلُ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ، فَيُصَافِحَهُ، وَيُصَلِّيَانِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ، اِلَّا لَمْ يَتَفَرَّقَا، حَتّٰى تَغْفِرَلَهُمَا ذُنُوْبَهُمَا، مَا تَقَدَّمَ مِنْهُمَا وَمَا تَأَخَّرَ ﴾۔ (رواہ البخاری فی التاریخ الکبیر)

جب دو مسلمان اللہ تعالیٰ (کی رضا وخوشنودی) کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، اور آپس میں ملتے ہیں، اور ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے ہیں، پھر وہ دونوں نبی کریم ﷺ پر درود پڑھتے ہیں (تو اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہو جاتا ہے کہ ان کی دعاؤں کو سنے) اور دونوں کے ہاتھوں کے الگ ہونے سے پہلے ربّ العالمین ان کے اگلے پچھلے گناہوں کی مغفرت فرمادیتے ہیں۔

حضرت حذیفہ بن الیمان ؓ سے روایت ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک مؤمن جب دوسرے مؤمن سے سلام کرتا ہے، مصافحہ کرتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح درخت سے پتے، پت جھڑ میں جھڑ جاتے ہیں۔ (ترغیب ج ۳ ص ۴۳۳)

حضرت براء بن عازب ؓ کی روایت ہے کہ:

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِذَا الْتَقَيَا الْمُسْلِمَانِ، فَتَصَافَحَا ،وَحَمِدَ ا اللّٰهَ ، وَاسْتَغْفَرَا، غَفَرَاللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَهُمَا۔ ﴾ (اخرجه ابوداؤد،والبیهقی)

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب دو مسلمان آپس میں ملاقات کرتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں، اور اللہ سے استغفار کرتے ہیں (اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں) تو اللہ ان کی مغفرت فرما دیتا ہے۔

بشاشت کے ساتھ مصافحہ کرنا

سلام اور مصافحہ میں پہل کرنے والا زیادہ اجر وثواب پاتا ہے، اس لئے سلام اور مصافحہ میں اس کا انتظار نہ کیا جائے کہ دوسرا پہل کرے کہ یہ تکبر کی علامت ہے، بلکہ خود پہل کرے، اور خندہ پیشانی سے ملے۔حضرت عمر فاروق ؓ روایت فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب دو مسلمان ملاقات کرتے ہیں، اور ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں، تو ان میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو وہ محبوب وپسندیدہ ہے جو اپنے ساتھی سے خندہ پیشانی اور مسکرا کر مل رہا ہو۔ پھر جب وہ دونوں مصافحہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر سو رحمتیں نازل فرماتے ہیں (۹۰) رحمتیں سلام میں پہل کرنے والے پر اور دوسرے پر (۱۰) رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ (مجمع ج ۸ ص ۳۷، ترغیب ج ۳: ص ۴۳۳)

حضرت براء بن عازب ؓ فرماتے ہیں کہ:

﴿ لَقِيْتُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَصَافَحْتُهُ، فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! هٰذَا مِنْ أَخْلَاقِ الْعَجَمْ، أَوْ هٰذَا يُكْرَهُ اللّٰه؟ فَقَالَ: اِنَّ الْمُسْلِمَيْنِ اِذَا الْتَقَيَا، فَتَصَافَحَا، وَتَكَاشَرَا بِوُدٍّ وَنَصِيْحَةٍ، تَنَا ثَرَتْ خَطَايَاهُمَا بَيْنَهُمَا۔ ﴾ (طبرانی و القرطبی ج ۹ ص ۲۶۶)

ترجمہ: (ایک مرتبہ) میں پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملا، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مصافحہ کیا۔ میں نے

پیارے پیغمبر ﷺ سے پوچھا یہ (مصافحہ کرنا) کیا عجمیوں کی عادت ہے، یا اللہ تعالیٰ اس کو ناپسند فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب دو مسلمان ایک دوسرے سے محبت اور نصیحت کے لئے ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے اور مسکراتے ہیں، تو ان کے گناہ ان کے درمیان جھڑ جاتے ہیں۔

اسی طرح حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جب دو مسلمان ایک دوسرے سے ملتے اور مصافحہ کرتے ہیں، تو ان کے درمیان (۷۰) مغفرتیں تقسیم ہوتی ہیں، (ان میں سے) (۶۹) اس کے لئے ہوتی ہیں جو بشاشت اور مسکراتے چہرے سے ملتا ہے۔ (شمائل کبریٰ)

رخصت کے وقت مصافحہ اور دعاء

ابتداء ملاقات کی طرح ایک دوسرے سے رخصت ہونے کے وقت مصافحہ کرنا بھی مسنون ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ جب کسی کو رخصت فرماتے، تو اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیتے، اور اس وقت تک نہ چھوڑتے جب تک وہ خود آپ ﷺ کے ہاتھ کو نہ چھوڑ دیتا۔ اور آپ ﷺ (اس کو رخصت کرتے ہوئے یہ دعاء دیتے) اور فرماتے تمہارا دین، تمہاری امانتیں اور اواخر اعمال سب اللہ کے حوالے ہیں۔ (ترمذی)

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ مَا أَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِيَدِ رَجُلٍ فَفَارَقَهُ حَتّٰى قَالَ: رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ ﴾ (عمل اليوم والليلة)

پیارے پیغمبر ﷺ جب کسی شخص کا ہاتھ پکڑتے اور پھر اس سے جدا ہوتے تو یہ دعاء ضرور پڑھتے: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرمایئے اور آخرت میں بھی ہمیں بھلائی عطا فرمایئے، اور ہمیں آگ کے عذاب سے محفوظ فرمایئے۔

☆☆☆☆☆

معانقہ کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عادت مبارکہ

اس کے علاوہ معانقہ کی بھی اجازت ہے، اور معانقہ گلے سے گلا ملانے اور سینہ سے سینہ لگانے کو کہتے ہیں اور جن احادیث اور آثار میں معانقہ کا ذکر کیا گیا ہے ان میں تین طرح کے الفاظ وارد ہوئے ہیں {اِعْتَنَقَنِیْ، ضَمَّنِیْ، اِلْتَزَمَنِیْ} جس کا مطلب گردن اور سینہ کا ملانا ہے۔ اور معانقہ کی ابتداء حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے موطا امام مالکؒ کی شرح میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے معانقہ کیا، گویا معانقہ شریعت ابراہیمی کے بقایا میں سے ہے۔ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بعض مواقع پر اپنے صحابہ سے معانقہ بھی فرمایا ہے، یہ انتہائی محبت اور الفت کی علامت ہے اور پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاکیزہ اخلاق میں سے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ملاقات پر مصافحہ، اور سفر سے واپسی یا طویل عرصہ کے بعد ملاقات پر معانقہ فرماتے تھے۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جب ملاقات ہو تو مصافحہ کرو، اور جب سفر سے آؤ تو معانقہ کرو۔ (طبرانی، ترغیب ص ۴۳۳)

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ:

﴿ مَا لَقِيْطُهُ قَطُّ اِلَّا صَافَحَنِیْ ، وَبَعَثَ اِلٰی ذَاتَ يَوْمٍ وَلَمْ أَكُنْ فِیْ أَهْلِیْ ، فَلَمَّا جِئْتُ أُخْبِرْتُ ، فَأَتَيْتُهُ وَهُوَ عَلٰى سَرِيْرٍ فَالْتَزَمَنِیْ فَكَانَتْ تِلْكَ أَجْوَدُ وَأَجْوَدْ۔ ﴾

جب کبھی بھی میں پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھ سے مصافحہ ضرور کیا۔ ایک روز پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے بلانے کے لئے میرے گھر کسی کو بھیجا، میں گھر پر موجود نہیں تھا، جب میں گھر آیا تو مجھے اطلاع ملی تو میں فوراً خدمت میں حاضر ہوا۔ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُس وقت تخت پر تشریف فرما تھے، مجھے (اپنے ساتھ) چمٹا لیا، اور یہ معانقہ (روحانیت اور راحتِ باطنی کے افاضہ میں) بہت ہی عمدہ اور اعلیٰ تھا۔ (رواہ ابوداؤد فی کتاب الادب)

اور امام بیہقیؒ نے اپنی کتاب الآداب میں اس حدیث میں ان الفاظ کا اضافہ بھی نقل فرمایا ہے کہ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ:

﴿ وَكَانَتْ تِلْكَ أَجْوَدُهُنَّ أُرْسِلَ اِلَيَّ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ ، فَأَتَيْتُهُ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ فَأَكْبَبْتُ عَلَيْهِ فَرَفَعَ يَدَهٗ فَالْتَزَمَنِيْ ﴾۔ (الآداب ص۹۴)

یہ عمدہ اور اعلیٰ معانقہ (جس کا پہلے ذکر ہوا) اس وقت ہوا جب پیارے پیغمبر ﷺ نے اپنے مرض الوفات میں مجھے بلا بھیجا، میں آیا تو آپ ﷺ چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے، میں آپ ﷺ کی طرف جھکا تو آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک اٹھایا اور مجھے سینہ سے لگا لیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر سے واپسی کے علاوہ دیگر حالات میں بھی انتہائی محبت اور توجہ کے اظہار کے لئے معانقہ کرنا درست ہے۔ امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ:

﴿ قَدِمَ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ الْمَدِيْنَةَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ بَيْتِيْ ، فَاَتَاهُ فَقَرَعَ الْبَابَ ، فَقَامَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عُرْيَانًا يَجُرُّ ثَوْبَهُ ، وَاللّٰهِ مَا رَأَيْتُهُ عُرْيَانًا قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ فَاعْتَنَقَهُ وَقَبَّلَهُ ﴾ (رواه الترمذی فی باب المعانقه)

حضرت زید بن حارثہؓ (کسی سفر یا غزوہ سے) واپس مدینہ تشریف لائے، آپ ﷺ ہمارے گھر میں تھے، وہ آئے تو دروازہ کھٹکھٹایا، آپ ﷺ کھلے بدن تھے، چادر لے کر کھینچتے ہوئے باہر نکلے (امّ المؤمنین فرماتی ہیں) واللہ! میں نے آپ ﷺ کو اس طرح کھلے بدن نہ پہلے کبھی دیکھا نہ بعد میں، آپ ﷺ نے (حضرت زید بن حارثہؓ سے) معانقہ کیا اور بوسہ لیا۔

حضرت شعبیؒ کا بیان ہے کہ:

﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَلَقّٰى جَعْفَرْ بِنْ أَبِيْ طَالِبٍ فَالْتَزَمَهُ وَقَبَّلَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ ﴾

حضرت جعفر بن ابی طالبؓ جب سفر سے واپس آئے تو پیارے پیغمبر ﷺ نے ان کا استقبال کیا، اور ان کو (اپنے سینہ مبارک کے ساتھ) چمٹا لیا، اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان (پیشانی کو) بوسہ دیا۔

اور دوسری روایت میں خود حضرت جعفرؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ فِيْ قِصَّةِ رُجُوْعِهٖ مِنْ أَرْضِ الْحَبْشَةِ: قَالَ فَخَرَجْنَا حَتّٰى أَتَيْنَا الْمَدِيْنَةَ، فَتَلْقَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَاعْتَقَنِيْ ، ثُمَّ قَالَ : مَا أَدْرِيْ أَنَا بِفَتْحِ

خَيْبَرِ أَفْرَحُ ، أَمْ بِقُدُوْمِ جَعْفَرٍ وَوَافَقَ ذَالِکَ فَتْحُ خَيْبَر ﴾ (رواه فی شرح السنة)

جب وہ حبشہ سے ہجرت کر کے مدینہ آرہے تھے (تو راستے میں خیبر اس وقت پہنچے جب خیبر فتح ہو چکا تھا) جب میں مدینہ آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ملاقات فرمائی، اور مجھ سے معانقہ فرمایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمیں نہیں معلوم فتح خیبر کی مجھے خوشی ہے یا جعفر کے آنے کی۔

حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ جو ایک مشہور شاہ سوار تھے، اور اپنے باپ ابو جہل کی طرح پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شدید عداوت اور دشمنی رکھتے تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر یمن کی طرف بھاگ نکلے اور یمن کے ساحل پر کشتی میں سوار ہو گئے، ادھر ان کی بیوی امّ حکیم رضی اللہ عنہا پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کے لئے امان لے کر ان کے پاس پہنچ گئیں اور انہیں ساتھ لے کر پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں۔ ان کی آمد سے قبل ہی پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

﴿ يَأْتِيْكُمْ عِكْرَمَةَ مُؤْمِنًا، فَلَا تَسُبُّوْا أَبَاهُ فَاِنَّ سَبَّ الْمَيِّتِ يُؤْذِى الْحَىَّ ﴾

عکرمہ مؤمن ہو کر آرہا ہے، لہٰذا اس کے باپ کو برا نہ کہنا، مردہ کو برا کہنے سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے۔

عکرمہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو دیکھا تو:

﴿ قَامَ اِلَيْهِ فَاعْتَنَقَهُ وَقَالَ مَرْحَبًا بِالرَّاكِبِ الْمُهَاجِرِ، فَأَسْلَمَ بَعْدَ الْفَتْحِ ﴾

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھے اور معانقہ فرمایا، اور (مَرْحَبًا بِالرَّاكِبِ الْمُهَاجِرِ) کہہ کر ان کا استقبال فرمایا۔ (سیرۃ مصطفیٰ ص ۵۲ ج ۳)

اسی طرح قبیلہ بنو حریش کے ایک شخص سے روایت ہے کہ:

﴿ ضَمَّنِىْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ، فَسَالَ عَلَىَّ مِنْ عِرْقِ اِبِطَيْهِ مِثْلَ رِيْحِ الْمِسْكِ ﴾

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے (اپنے سینہ مبارک سے لگایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغل مبارک کا پسینہ مثل مشک کے مجھ پر بہہ پڑا۔ (مواہب لدنیہ ۲:۵۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:

﴿ ضَمَّنِىْ النَّبِىَّ ﷺ اِلٰى صَدْرِهِ ، فَقَالَ أَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ ﴾

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے سینہ سے لگایا اور یہ دُعاء دی کہ اے اللہ! اسے حکمت سکھلا دیجئے۔

صحابہ کرامؓ کا معانقہ کرنا

معانقہ کا عمل پیارے پیغمبر ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے بخوبی ثابت ہے، اور جب اصحاب رسول ﷺ آپس میں ملا کرتے تھے تو مصافحہ اور معانقہ فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت شعبیؒ فرماتے ہیں کہ:

﴿ كَانَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ اِذَا الْتَقَوْا صَافَحُوْا، فَاِذَا قَدِ مُوْا مِنْ سَفَرٍ عَانَقَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا ﴾۔ (الآداب ص۹۴، طحاوی)

پیارے پیغمبر ﷺ کے اصحاب جب ملاقات کرتے تو مصافحہ کرتے، اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو ایک دوسرے سے معانقہ کرتے تھے۔

اسی طرح حضرت قتادہؓ اور حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ:

﴿ كَانُوْا اِذَا تَلَاقُوْا تَصَافَحُوْا وَاِذَا قَدِمُوْا مِنْ سَفَرٍ تَعَانَقُوْا ﴾ تحفة الاخوذی ۷:۵۵۴)

صحابہ کرامؓ جب ایک دوسرے سے ملتے تو ایک دوسرے سے مصافحہ فرماتے تھے، اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو معانقہ فرماتے تھے۔

اور حضرت غنیم بن سلمہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ جب ملک شام تشریف لائے تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے استقبال کیا، اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے معانقہ اور مصافحہ کیا، اور ان کو بوسہ دیا، اور الگ ہو کر رونے لگے (یعنی فرط محبت میں رونا آ گیا۔ (کنز العمال)

حضرت جابر بن عبد اللہ کو جب معلوم ہوا کہ شام میں ایک صحابی رسول حضرت عبد اللہ بن اُنیسؓ پیارے پیغمبر ﷺ کی ایک حدیث بیان کرتے ہیں تو اس حدیث کو سیکھنے اور اس کی سند کے حصول کے لئے انہوں نے خاص طور پر ایک اونٹ خریدا۔ اور ایک مہینہ کی مسافت طے کر کے وہ شام حضرت عبد اللہ بن انیسؓ کے گھر پہنچے اور قاصد سے کہا کہ اندر جا کر اطلاع کر دو کہ:

﴿ أَنَّ جَابِرًا بِالْبَابِ ، فَرَجَعَ الرَّسُوْل، فَقَالَ جَابِرْ بِنْ عَبْدُ اللّٰهْ ؟ فَقُلْتُ نَعَمْ ، فَخَرَجَ فَاعْتَقَنِىْ... الخ ﴾ (أدب المفرد باب المعا نقه)

جابر دروازے پر ہیں۔ وہ قاصد اندر جا کر واپس آیا اور پوچھا کہ (آپ) جابر بن عبد اللہ ہیں؟ میں نے

کہا جی ہاں! حضرت عبد اللہ بن اُنیس ؓ یہ اطلاع پا کر گھر سے باہر نکلے اور مجھ سے معانقہ کیا۔

اسی طرح امام غزالیؒ اور فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ لکھتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ جب سفر سے واپس آتے تو ایک دوسرے کے ساتھ معانقہ فرماتے تھے، اور ایک دوسرے کی پیشانی پر بوسہ دیتے تھے، اور جب جدا ہوتے تو مصافحہ فرماتے اور ایک دوسرے کو مغفرت کی دعائیں دیتے ہوئے اور اللہ کی حمد وثناء کرتے ہوئے رخصت کرتے تھے۔

معانقہ کا طریقہ

حضرات صوفیائے کرام کے یہاں معانقہ کا طریقہ یہ ہے کہ سینہ سے سینہ (یعنی دل سے دل) ملا کر محبت کا اظہار کیا جائے، اور معانقہ ایک ہی مرتبہ قلبی جانب میں کیا جائے، عوام میں دو یا تین مرتبہ جو معانقہ رائج ہے یہ درست نہیں۔ حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ جو دار العلوم دیوبند اور ہندوستان کے مفتی اعظم تھے، ان کے بارے میں ان کے خلیفہ مولانا مسعود احمد غازی آبادی ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ان کے ہاں ایک مہمان آئے اور حضرت مفتی صاحب سے معروف طریقہ پر معانقہ کر کے جب دوسری جانب بھی سینہ بڑھایا تو آپ نے فرمایا بھائی دل تو ایک ہی ہے، یا ایک ہی جانب ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ معانقہ ایک ہی مرتبہ ہوگا، اور قلبی جانب میں ہوگا۔

عیدین یا نمازوں کے بعد مصافحہ و معانقہ

مصافحہ صرف سلام اور ملاقات کے وقت مسنون ہے اور معانقہ سفر سے واپسی پر۔ اس لئے عیدین یا کسی بھی نماز کے بعد مصافحہ و معانقہ کرنا مسنون نہیں بلکہ بدعت اور مکروہ ہے، اور محققین علماء نے اس کی تردید کی ہے۔

ملا علی قاریؒ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

{ صرح بعض علمائنا أنها مكروهة ،وحينئذ أنها من البدع المذمومة}۔

ہمارے علماء نے اس کی تصریح کی ہے کہ یہ مکروہ ہے، اور بدعت مذمومہ میں سے ہے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

آنکه بعضے مردم مصافحه می کنند بعد از جمعه جائز نیست، بدعت است۔ (اشعة اللمعات)

یہ جو بعض لوگ نماز جمعہ کے بعد مصافحہ کرتے ہیں جائز نہیں، بدعت ہے۔

طیبی شارح مشکوٰۃ لکھتے ہیں کہ:

{ يُكْرَهُ الْمُصَافَحَةُ بَعْدَ الصَّلٰوةِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ لِأَنَّهَا مِنْ سُنَنِ الرَّوَافِضِ وَهٰكَذَا الْحُكْمُ فِى الْمُعَانِقَةِ۔}

نمازوں کے بعد مصافحہ کرنا ہر حال میں مکروہ ہے، اس لئے کہ یہ روافض کا طریقہ ہے، اور یہی حکم معانقہ کا بھی ہے۔

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

﴿ قد صرح بعض علمائنا وغيرهم بكراهة المصافحة المعتادة عقيب الصلوٰة۔﴾

ہمارے بعض علماء نے نمازوں کے بعد مروّجہ مصافحہ کے بارے میں اس کی تصریح فرمائی ہے کہ یہ مکروہ ہے۔

لٰہذا عیدین اور نمازوں کے بعد مصافحہ اور معانقہ کرنا بدعت اور مکروہ ہے، اس لئے اس سے احتراز کرنا چاہئے۔

﴿ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَعَالٰى، عَلٰى تَوْفِيْقِهٖ ، وَأَسْأَ لُهُ تَعَالٰى الْمَزِيْدَ مِنْ فَضْلِهٖ ، وَ اَنْ يَّرْ زُقَنِىْ مَحَبَّةَ لِقَائِهٖ عِنْدَ مُفَارِقَةِ هٰذِهِ الدُّنْيَا الْفَانِيَةِ اِلَى الدَّارِ الْاَبَدِيَّةِ الْخَالِدَةِ ... مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ، وَحَسُنَ أُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴾

*****

گفتگو کے آداب اور سنتیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

{یَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَیَا سَیِّدَ الْبَشَرْ} {مِنْ وَّجْھِکَ الْمُنِیْرِ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَر}

{لَا یُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقُّہٗ} {بَعْد اَزْ خُدَائے بُزرگ تُوئی قِصَّہ مُختَصَرْ}

قارئین کرام:

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو اور کلام بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت اور سیرت کی طرح نہایت ہی خوبیوں کا حامل ہوتا تھا کہ اس سے زائد کا تصور نہیں ہوسکتا، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گفتگو فرماتے تھے تو الفاظ کے موتی پروتے تھے۔ نہ چلا کر بولتے، اور نہ نا مناسب بات فرماتے۔ وہی کلام فرماتے جس میں ثواب کی امید ہوتی، اور جب آپ کلام فرماتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام جلیس (ہم مجلس لوگ) اس طرح سر جھکا کر بیٹھ جاتے جیسے ان کے سروں پر پرندے آکر بیٹھ گئے ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو کا نقشہ علامہ ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں ان الفاظ میں کھینچا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوق میں سب سے زیادہ فصیح الکلام، اور شیریں کلام تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں بہت میٹھی ہوتی تھیں، دلوں میں پیوست ہو جاتی تھیں، روح کو قید کر لیتی تھیں، جس کی شہادت خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں نے دی۔ جب گفتگو فرماتے تو الگ الگ جدا جدا اس طرح فرماتے کہ اگر کوئی گننے والا چاہتا تو گن سکتا تھا، نہ اسقدر تیز گفتگو فرماتے تھے کہ محفوظ نہ رہ سکے، اور نہ ہی اتنی آہستہ کے کلام میں خلل پیدا ہو، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو ہر اعتبار سے کامل اور خوبیوں سے بھرپور ہوتی تھی۔

چنانچہ امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ:

﴿ مَاکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : یَسْرُدُ سَرْدَکُمْ ھٰذَا ، وَلٰکِنَّہٗ کَانَ یَتَکَلَّمُ بِکَلَامٍ بَیِّنٍ فَصْلٍ یَحْفَظُہٗ مَنْ جَلَسَ اِلَیْہِ ﴾ (رواہ ترمذی، اسوۂ حسنہ ص۹۴)

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلدی جلدی گفتگو نہیں فرماتے تھے، بلکہ اس طرح صاف صاف اور جدا جدا گفتگو فرماتے تھے کہ حاضرین مجلس اسے یاد کر لیتے تھے۔

بسا اوقات کلام کو تین تین مرتبہ لوٹاتے تھے کہ سمجھ میں آجائے، اسی طرح کبھی سلام فرماتے تو تین مرتبہ سلام

فرماتے، طویل خاموش رہتے، بلا ضرورت کلام نہ فرماتے، کلام کا آغاز اور اختتام منہ بھر کر فرماتے (کہ کوئی حرف ادھورا نہ رہتا)۔ جامع گفتگو فرماتے، نہ فضول بولتے، نہ بہت مختصر بولتے، لایعنی کلام تو کرتے ہی نہیں تھے، وہی گفتگو فرماتے جس میں ثواب کی امید ہوتی۔ (زاد المعاد ج ۱ ص ۱۸۲)

درمیانی آواز میں بات کرنا

جب آپ کسی سے گفتگو کریں چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا، آپ اسے جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں، آپ کا دوست ہو، ہم منصب ہو یا کوئی اور، تو گفتگو کے آداب میں سے یہ ہے کہ آپ کی آواز نہایت نرم اور پست ہونی چاہئے، اور ضرورت کے مطابق اپنی آواز بلند کریں، کیونکہ ضرورت سے زائد آواز بلند کرنا گفتگو کرنے والے کو زیب نہیں دیتا، اور یہ اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ اس کے دل میں مخاطب کی پوری عزت نہیں ہے۔ اور اس ادب کا خیال رکھنا خاص طور پر اور بھی زیادہ ضروری ہو جاتا ہے جب آپ اپنے والدین، اساتذہ یا ایسے لوگوں سے بات کر رہے ہوں جو آپ کے نزدیک قابل تعظیم اور قابل احترام ہوں۔ قرآن کریم میں حضرت لقمان علیہ السلام کی نصیحتوں کا ذکر کیا گیا ہے جو انہوں نے اپنے بیٹے کو فرمائیں ان میں سے ایک نصیحت یہ ہے:

﴿وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ﴾ (لقمٰن: ۱۹)

اور اپنی آواز کو پست کر، بلاشبہ سب سے زیادہ مکروہ آواز گدھوں کی آواز ہے۔

یعنی جب لوگوں سے بات کرو تو اپنی آواز کو پست رکھو، اور اُسے ضرورت سے زیادہ اونچا مت کرو، شور مت کرو، کیونکہ ضرورت سے زیادہ آواز کو اونچا کرنا ناپسندیدہ اور برا عمل ہے، جس طرح گدھوں کی آواز سے تکلیف ہوتی ہے اسی طرح انسانوں کے چیخنے اور چلانے سے بھی وحشت اور اذیت ہوتی ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ، وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ ، وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ * اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ، لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ۔﴾ (الحجرات: ۲،۳)

اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے بلند مت کیا کرو، اور نہ ان سے ایسے کھل کر بولا کرو، جیسے تم آپس میں ایک دوسرے سے کھل کر بولا کرتے ہو، کہیں تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ بیشک جو لوگ اپنی آوازوں کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے پست رکھتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لئے خاص کر دیا ہے، ان لوگوں کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔

☆ حضرت عمرؓ اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد جب پیارے پیغمبر ﷺ سے کوئی بات کرتے تو اس طرح بات کرتے جیسے کوئی سرگوشی کرنے والا بات کرتا ہے۔ اس لئے بعض اوقات بات سمجھنے کے لئے آپ ﷺ ان سے بات دھرانے کے لئے ارشاد فرماتے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عونؒ سے جلیل القدر فقیہ اور تابعی امام محمد بن سیرینؒ کے بارے میں منقول ہے کہ امام محمد بن سیرینؒ جب اپنی والدہ محترمہ کے پاس ہوتے اور ان سے بات کرتے تو اتنی پست آواز میں بات کرتے کے دیکھنے والا جو آدمی ان کو جانتا نہ ہوتا کہ یہ اپنی والدہ کے احترام میں آواز کو پست کئے ہوئے ہیں وہ ان کو بیمار سمجھتا۔ (تاریخ الاسلام ۴: ۱۹۷، من ادب الاسلام: ۵۷)

☆ اور یہی امام عبداللہ بن عون بصریؒ جن کی روایت امام ابن سیرینؒ کے بارے میں نقل کی گئی ہے یہ امام ابن سیرینؒ کے شاگرد تھے خود ان کا اپنا واقعہ امام ذہبیؒ نے اپنی کتاب تاریخ اسلام ج ۶ ص ۲۱۳: میں یوں نقل کیا ہے کہ ایک بار ان کی والدہ محترمہ نے ان کو بلایا تو جواب دیتے ہوئے ان کی آواز والدہ محترمہ کی آواز سے اونچی ہوگئی، تو بہت گھبرائے کہ یہ ان سے گناہ سرزد ہو گیا ہے اور فوراً دو غلام آزاد کر دیئے۔

☆ خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی مجلس میں جب ایک شخص بلند آواز سے بولنے لگا تو انہوں نے فرمایا: ایسا مت کرو، ایک شخص کے لئے گفتگو کرتے وقت اتنی آواز بلند کرنا کافی ہے جتنی اس کا بھائی یا ہم مجلس سن سکے۔

(تہذیب تاریخ دمشق لعبد القادر بدران ۷: ۱۲۳: من ادب الاسلام)

الفاظ جدا جدا کر کے بولنا

انسان کو چاہئے کہ وہ جب کسی سے بات کرے تو واضح اور صاف بات کرے تا کہ جو مخاطب ہے اس کو سمجھنے میں دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ جلدی جلدی بولتے ہیں، ایسوں کی گفتگو جلدی سمجھ میں نہیں آتی دوبارہ پوچھنا پڑتا ہے کہ آپ نے کیا کہا؟ یا بلا سمجھے چھوڑ دیا جاتا ہے، یہ خلاف سنت ہے۔ آپ ﷺ کی گفتگو ایسی نہ

ہوتی تھی بلکہ ہر کلمہ ایک دوسرے سے جدا اور ممتاز اور الگ الگ ہوتا تھا جو سنتا تھا سمجھ لیتا تھا۔

چنانچہ امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ:

﴿ كَانَ كَلَامُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ كَلَامًا فَصْلًا ، يَفْهَمُهُ كُلُّ مَنْ يَّسْمَعُهُ ﴾

پیارے پیغمبر ﷺ کی گفتگو تم لوگوں کی طرح جلدی جلدی نہیں ہوتی تھی ، بلکہ آپ کا کلام بالکل صاف جدا جدا اور ممتاز ہوتا تھا۔ آپ ﷺ کے پاس بیٹھنے والا ، اور ہر ایک سننے والا اسے سمجھ لیتا تھا، (اور اسے محفوظ کر لیتا تھا)۔ (رواہ ابوداؤد، شمائل، مسلم)

مشکل یا اہم بات کو تین دفعہ دُہرانا

بات چیت کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ انسان بہت اعلیٰ اور اونچی فصاحت وبلاغت والی زبان استعمال کرنے سے بچے جسے عام لوگوں کے لئے سمجھنا دشوار ہو بلکہ ایسا اسلوب اختیار کرے جو لوگوں کے عقل، سمجھ اور عمر سے جوڑ کھاتا ہو، اور اُن کے معیار کے مناسب اور مطابق ہو۔ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہم انبیاء کی جماعت کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم لوگوں سے ان کی عقل وسمجھ کے مطابق گفتگو کریں۔

پیارے پیغمبر ﷺ گفتگو میں ہر طبقہ کی رعایت فرماتے تھے، اس لئے ٹھیر ٹھیر کر بات فرماتے اور مشکل بات کو تین دفعہ دھراتے تا کہ سننے والے کو یہ خدشہ نہ رہے کہ نہ معلوم آپ ﷺ نے کیا فرمایا ہے۔ اس لئے جو بات آسانی سے سمجھ میں آجائے اُسے دھرانے کی ضرورت نہیں، لیکن جو بات آسانی سے سمجھ میں نہ آئے تو اس کو دُہرا دیا جائے تا کہ سمجھ میں آجائے ، یا جس کو سننے میں دشواری ہو تو اس کے لئے بھی بات کو تکرار کے ساتھ دُہرا دیا جائے ، اسی طرح اگر مجمع زیادہ ہو تو بات کا مکرر کہنا مستحب ہوگا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ:

﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ : كَانَ اِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثَلَاثًا ، حَتّٰى تُفْهَمَ عَنْهُ ، وَاِذَا أَتَى عَلٰى قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثَلَاثًا ﴾ (اخرجه البخاری۹۵)

پیارے پیغمبر ﷺ جب بات فرماتے تو ہر کلمہ کو تین ، تین مرتبہ لوٹاتے تھے تا کہ بات سمجھ میں آجائے۔

اسی طرح پیارے پیغمبر ﷺ کا جب کسی قوم پر گزر ہوتا اور سلام فرماتے تو تین مرتبہ سلام فرماتے تھے۔

تین مرتبہ سلام کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک مرتبہ سلام کہے، اگر جواب نہ ملے تو دوبارہ سلام کہے اور اگر دوبارہ کہنے سے بھی سلام کا جواب نہ ملے تو تیسری مرتبہ پھر سلام کہے، اور اگر تیسری مرتبہ بھی جواب نہ ملے تو خاموش ہو جائے اس سے

زیادہ نہ کہے۔اسی طرح اِستِئْذَان (یعنی اجازت طلب کرنے) کا مسئلہ ہے کہ جب کسی کے ہاں جائیں تو تین مرتبہ اجازت طلب کریں اگر جواب نہ ملے تو واپس ہو جائیں۔اسی طرح حضرت ابن عباس ؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : يُعِيْدُ الْكَلِمَةَ ثَلَاثًا لِتُعْقَلَ عَنْهُ ﴾

آپ ﷺ جب گفتگو فرماتے، (یا سوال کا جواب دیتے) تو تین مرتبہ تکرار فرماتے تھے تا کہ سمجھ میں آجائے۔ (ابن سعد، شمائل کبریٰ ص ۱۴۸ ج ۵)

حضرت ابوامامہ ؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ جب گفتگو فرماتے تو تین مرتبہ فرماتے۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۲۲۱)

آپ ﷺ کے وعظ فرمانے کا انداز

حضرت جابر بن سمرہ ؓ سے مروی ہے کہ میں پیارے پیغمبر ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتا تھا، آپ ﷺ کی نماز درمیانی ہوتی تھی، اور آپ ﷺ کا خطبہ بھی درمیانے درجہ کا ہوتا تھا (نہ بہت مختصر نہ بہت طویل)۔ (مسلم)

☆ پیارے پیغمبر ﷺ مسجد میں وعظ فرماتے تو عصاء مبارک پر ٹیک لگا کر قیام فرماتے، اور اگر میدانِ جہاد میں نصیحت فرماتے تو کمان پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے تھے۔حضرت حکیم بن حزام ؓ سے مروی ہے کہ میں پیارے پیغمبر ﷺ کے ساتھ جمعہ میں شریک ہوا، چنانچہ آپ ﷺ ایک عصا یا کمان پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی اور آپ ﷺ کی گفتگو کے کلمات نہایت ہلکے پھلکے پاکیزہ اور مبارک تھے۔

☆ دوران وعظ جس امر پر نہایت زور دینا ہوتا تو اس پر ان الفاظ سے قسم کھاتے ''وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ'' یعنی قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔

☆ اگر آپ ﷺ کسی موضوع پر گفتگو فرما رہے ہوتے اور بات مکمل ہونے سے پہلے ہی اگر کوئی شخص دوسرے موضوع سے متعلق سوال کر دیتا تو آپ ﷺ اپنے سلسلہ تقریر کو جاری رکھتے، اور اس کی بات کو سنی اَن سنی کر دیتے، اور جب گفتگو فرما لیتے تو اس سائل کی طرف متوجہ ہو کر دوبارہ اس سے سوال پوچھتے اور اس کا جواب دیتے۔

☆ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود ؓ ہر جمعرات کو وعظ فرمایا کرتے تھے، ایک دن ایک صاحب نے ان سے عرض کیا: اے ابوعبد الرحمٰن! میرا دل چاہتا ہے کہ آپ ہمیں ہر دن وعظ ونصیحت کیا کریں۔آپ ؓ نے فرمایا: مجھے اس سے صرف یہ بات روکتی ہے کہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ تم لوگ تنگ دل ہو جاؤ، میں وعظ اور نصیحت میں تمہارا اسی طرح خیال رکھتا ہوں جس طرح رسول اللہ ﷺ ہمارا خیال رکھتے تھے تا کہ ہم تنگ دل اور آزردہ خاطر نہ ہو جائیں۔ (بخاری ومسلم)

مخاطب اور مجمع کی طرف مکمل رُخ کرنا

گفتگو کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ بات کرنے والا اپنی توجہ اور نظر تمام حاضرین کی طرف متوجہ رکھے تا کہ حاضرین میں سے ہر فرد یہ محسوس کرے کہ وہ اُسی سے مخاطب ہے۔ پیارے پیغمبر ﷺ جب صحابہ کرام ؓ کے مجمع میں ہوتے تو بوقت گفتگو کبھی اِدھر رُخ کر کے تخاطب فرماتے ،اور کبھی اُدھر۔مجمع کی زیادتی کی صورت میں ہر طرف رخ فرماتے تھے، اور بات کو دہراتے تھے، اور دوران گفتگو مجمع میں سے ہر شخص آپ ﷺ کے چہرہ انور کو دیکھ لیتا تھا اور ہر ایک یہ سمجھتا تھا کہ آپ ﷺ خاص طور سے اس سے بات فرما رہے ہیں۔حضرت عمرو بن العاص ؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ بات چیت فرماتے ہوئے میری طرف اس قدر متوجہ ہوتے کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ میں سب لوگوں میں بہتر ہوں،تو میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ! کیا میں بہتر ہوں یا ابوبکر ؓ ؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابوبکر، میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ! کیا میں بہتر ہوں یا عمر ؓ ؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عمر ؓ،تو میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ! کیا میں بہتر ہوں یا عثمان ؓ ؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عثمان ؓ۔تو جب میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال جواب کیا تو آپ ﷺ نے حقیقت بیان فرمادی اور میں نے تمنا کی کہ کاش میں آپ ﷺ سے سوال ہی نہ کرتا۔

بات کرنے والے کی طرف ہمہ تن گوش ہو کر سننا

گفتگو کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ جب کوئی بات کر رہا ہو تو اس کی طرف ہمہ تن گوش ہو کر مکمل توجہ سے اس کی بات سنی جائے ،تا کہ اس کی بات اس کے حافظہ میں محفوظ ہو جائے ، چنانچہ پیارے پیغمبر ﷺ حضرات صحابہ کرام ؓ سے جب کوئی بات فرماتے تھے تو صحابہ کرام ؓ پوری یکسوئی ،توجہ اور اہتمام سے آپ ﷺ کی بات سنتے تھے ، اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔اسی طرح پیارے پیغمبر ﷺ سے جب کوئی شخص بات کرتا ، یا سوال کرتا تو آپ ﷺ پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے، اور اس سے نہایت نرمی اور لطافت فرماتے تھے۔چنانچہ حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا کہ جو پیارے پیغمبر ﷺ کے کان میں چپکے سے کوئی بات کرنا چاہتا ہو اور آپ ﷺ اس سے اپنے سر کو اس سے قبل ہٹالیں جب تک کہ وہ خود اپنا سر نہ ہٹالے، اور میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ نے کسی شخص کا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے کر اس وقت تک چھوڑا ہو جب تک کہ وہ خود اپنا ہاتھ آپ ﷺ کے ہاتھ سے نہ چھڑالے۔ (ابوداؤد)

اسی طرح یہ بھی ادب کے خلاف ہے کہ جب کوئی بات کر رہا ہو اور آپ اُس کی بات مکمل ہونے سے قبل ہی اٹھ کر چلے جائیں کہ اس میں بات کرنے والے کے لئے حقارت ظاہر ہوتی ہے ، اس لئے اگر کسی تقاضہ سے اٹھنا ہو تو اُس سے

اجازت لے لیں۔ (اخطاء فی ادب المحادثۃ والمجالسۃ)

سوچ کر اور ٹھہر کر بات کرنا

امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ:

﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ : كَانَ كَلَامُهُ فَصْلًا : (یعنی مفصّلا لا یدخل الحروف بعضها فی بعض) حَتّٰى لَوْ شَآءَ الْعَادُ أَنْ يُّحْصِيَهٗ لَأَحْصَاهُ مِنْ شِدَّةِ تَأَنِّيهِ ﷺ فی الکلام۔ ﴾

یعنی پیارے پیغمبر ﷺ کا کلام مفصل ہوتا تھا، حروف اور کلمات کو خلط ملط نہیں فرماتے تھے، بلکہ گفتگو اس قدر آہستہ آہستہ اور ٹھیر ٹھیر کر فرماتے تھے کہ اگر کوئی گننے والا چاہتا تو وہ آپ ﷺ کے بولے ہوئے کلمات کو گن سکتا تھا۔ (النووی، کنز)

☆ آواز میں خشوع اور خضوع ہونا جیسے خوف زدہ آدمی بات کرتا ہے۔ ☆ حوصلہ اور قوت برداشت کے ساتھ بولنا۔

تبسم کرتے ہوئے گفتگو کرنا یعنی خوش کلامی سے پیش آنا

خوش کلامی کا مطلب یہ ہے کہ جب آپ کسی سے گفتگو کریں تو اپنے مخاطب سے گفتگو کرنے میں ملاطفت، نرمی، محبت و اکرام کا پہلو نمایاں رکھیں۔ اُس سے طعن آمیز، سخت، جھڑک اور الزامی طور سے کلام نہ کریں۔ ایسی گفتگو ہو جو مخاطب کے دل میں بات کرنے والے کی محبت اور اس سے اُنس پیدا کردے۔ تعلقات میں خوشگواری پیدا ہو، باہم محبت اور مروت بڑھے۔

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ جب گفتگو کرتے ہیں تو طعن آمیز گفتگو کرتے ہیں، سیدھے منہ سے بات نہیں کرتے، کسی بات کا جواب دینا ہو تو الزامی جواب دیتے ہیں، یہ خوش کلامی کے خلاف ہے اور پیارے پیغمبر ﷺ کے طریقے کے بھی۔ پیارے پیغمبر ﷺ جب گفتگو فرماتے تو مسکراتے، اور نہایت خندہ پیشانی سے گفتگو فرماتے تھے۔

☆ حضرت ابودرداءؓ جب بھی کسی سے ملتے تو مسکراتے ہوئے ملتے اُن سے وجہ پوچھی گئی تو:

﴿ فَقَالَ مَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُحَدِّثُ حَدِيْثًا اِلَّا تَبَسَّمَ فِيْ حَدِيْثِهٖ ﴾ (احمد)

فرمایا کہ میں نے پیارے پیغمبر ﷺ کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ گفتگو فرماتے ہوئے مسکراتے نہ ہوں۔ (تو میں بھی آپ ﷺ کی اتباع میں مسکرا کر گفتگو کرتا ہوں۔ (مکارم اخلاق)

اور امام احمد حضرت امّ الدرداءؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت ابوالدرداءؓ جب بات کرتے

تھے تو مسکراتے تھے۔ میں نے اُن سے کہا کہ آپ دورانِ گفتگو جو مسکرایا کرتے ہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی وجہ سے لوگ آپ کو احمق سمجھنے لگیں۔ تو حضرت ابو الدرداءؓ نے فرمایا کہ میں نے پیارے پیغمبر ﷺ کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ گفتگو فرماتے ہوئے مسکراتے نہ ہوں۔ (تو میں بھی آپ ﷺ کی اتباع اور پیروی میں مسکرا کر گفتگو کرتا ہوں۔

☆ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: اپنے بھائی کے لئے تم مسکراہٹ (اور خندہ کلامی) سے پیش آؤ تو یہ صدقہ ہے۔ (ترغیب ج۳ص ۴۲۲)

یعنی کسی سے خوش کلامی کرنا جس سے اس کا دل خوش ہو جائے نیکی اور صدقہ ہے۔ اسی طرح کی روایت حضرت ابو ذر غفاریؓ اور حضرت حسنؓ سے بھی مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: تمہارا اپنے بھائی سے مسکرا کر ملنا اور خندہ پیشانی سے پیش آنا صدقہ ہے۔ ☆ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا خوشگوار بات صدقہ ہے۔ (بخاری)

☆ عدی ابن حاتمؓ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا عذابِ دوزخ سے بچو خواہ ایک کھجور کی گٹھلی ہی سے (یعنی اس کے صدقہ سے)۔ اگر یہ نہ پائے تو اچھی بات سے۔ (بخاری ومسلم)

☆ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کا باہر اندر سے، اور اندر باہر سے نظر آتا ہے۔ ابو مالک اشعریؓ نے پوچھا وہ کس کے لئے ہیں؟۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کے لئے جو خوش کلامی سے پیش آئے، کھانا کھلائے اور خدا کی عبادت کرے جب لوگ نیند میں ہوں۔ (حاکم، ترغیب: ج۳ص ۲۴۲)

☆ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ ہمارے یہاں تشریف لاتے اور ہمارے چھوٹے بھائی سے فرماتے: اے ابو عمیر نغیر کیا ہوا۔ (بخاری)

ابو عمیر رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بھائی تھے، جنہوں نے نغیر پرندہ پالا تھا، وہ مرگیا ان سے آپ مزاحاً پوچھتے تھے۔ (شمائل کبریٰ ص ۱۶۸)

☆ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ جب گفتگو فرماتے تو آپ ﷺ کے دانتوں سے نور نکلتا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ (بخاری)

درمیان میں کسی کی بات نہ کاٹنا

جب کوئی آدمی آپ کے سامنے کوئی بات کر رہا ہو، یا کوئی قصہ بیان کر رہا ہو، یا کوئی خبر دے رہا ہو اور آپ کو اس کے بارے میں پہلے سے معلوم ہو تو اس کو شرمندہ کرنے کے لئے، یا اہل مجلس پر یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ آپ اس کے بارے میں پہلے سے جانتے ہیں، اس کی گفتگو میں دخل اندازی نہ کریں کہ یہ ادب کے خلاف ہے بلکہ خاموشی کے ساتھ اس کی

پوری بات سنیں، اور اس انداز سے سنیں کہ آپ اس کے بارے میں پہلی دفعہ سن رہے ہیں اور مستفید ہو رہے ہیں اور پہلے سے آپ کو اس بارے میں کچھ علم نہیں تھا، چاہے وہ بات پہلے سے آپ کو ازبر اور حفظ ہو۔اس طرح بات کرنے والا اپنی بات اچھی طرح پوری کر لے گا۔اسے اس پر خوشی ہوگی، آپ کی طرف اس کا میلان بڑھے گا۔اور آپ عُجب سے اور بے ادبی سے بچ جائیں گے۔ ☆ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب کوئی آدمی بات کر رہا ہوتا تو پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بات کرنے کا موقع دیتے اور درمیان میں اس کی بات کو نہیں کاٹتے تھے، ہاں اگر کوئی نا مناسب بات ہوتی تو اس پر روک دیتے، یا مجلس چھوڑ کر چلے جاتے تھے۔ چنانچہ حضرت حسین ؓ ایک طویل حدیث میں فرماتے ہیں کہ: پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی بات نہ کاٹتے (نہ بیچ میں بولتے تھے، اور نہ منع فرماتے تھے) تاوقتیکہ وہ حد سے تجاوز نہ کرتا، پھر یا تو منع فرماتے یا اٹھ جاتے۔ (شمائل ص ۲۹۱)

☆ حضرت ابراہیم بن جنیدؒ فرماتے ہیں کہ ایک عقلمند حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: جیسے تم گفتگو کرنے کے آداب سیکھتے ہو ایسے ہی گفتگو سننے کے آداب سیکھو، اور گفتگو سننے کے آداب یہ ہیں کہ آپ گفتگو کرنے والے کو پہلے اپنی بات پوری کرنے دیں، اور پوری توجہ اور یکسوئی سے اس کی بات سنیں، اور اگر اس کی گفتگو میں آپ کو کچھ معلوم ہے تو آپ اس کا اظہار نہ کریں۔

☆ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ یہ بے ادبی ہے کہ آپ اپنے ہم مجلس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی کاٹ دیں، اور یہ ظاہر کریں کہ آپ اُس سے زیادہ ذہین ہیں اور زیادہ جانتے ہیں۔ یہ بدتہذیبی اور مجلس کے آداب کے خلاف ہے، بلکہ آپ کے لئے ضروری ہے کہ آپ اس پر یہ ظاہر کریں کہ یہ بات پہلی مرتبہ آپ اُسی سے سن کر مستفید ہو رہے ہیں۔

☆ ابن جریج حضرت عطاءؒ سے نقل کرتے ہیں کہ جب کوئی آدمی میرے سامنے بات کرتا ہے تو میں اس طرح خاموشی اور توجہ سے اس کی بات سنتا ہوں کہ گویا میں نے یہ بات پہلے کبھی سنی ہی نہیں حالانکہ اس کی پیدائش سے بھی پہلے سے میں نے وہ بات سنی ہوتی ہے۔اور اسی مناسبت سے خطیب بغدادیؒ نے ایک شعر کہا ہے:

وَلَا تُشَارِكْ فِي الْحَدِيثِ أَهْلَهُ وَإِنْ عَرَفْتَ فَرْعَهُ وَاصلهُ

یعنی جو شخص گفتگو کر رہا ہے اس میں تم شریک مت ہو، اگر چہ آپ کو اس کی اصل اور تفصیل معلوم ہو۔

دوران گفتگو سوال سے اجتناب کرنا

بعض لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ جب وہ کوئی نئی بات سنتے ہیں تو فوراً اس کی بات کو جھٹلانے کے لئے اور

تکذیب کے لئے تیار ہو جاتے ہیں، اور یا تو صراحتاً کھل کر اس کو جھٹلا دیتے ہیں، یا پھر ہاتھوں سے اور آنکھوں سے اشارے کر کے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ یہ عمل انتہائی مذموم اور بدگمانی پر مبنی ہوتا ہے اور ادب کے خلاف ہے۔ جب گفتگو کرنے والے کی گفتگو میں آپ کو کوئی اشکال ہو تو اس کے اظہار میں جلدی نہ کریں بلکہ صبر کریں اور جب متکلم اپنی بات پوری کرلے تو تب نہایت ادب اور احترام سے عمدہ تمہید کے ساتھ اس سے سوال کریں ممکن ہے وہ اپنی بات کے لئے کوئی معقول وجہ یا دلیل رکھتا ہو۔

☆ اسی طرح اگر تعلیم اور تدریس کی بھی مجلس ہو تو اس میں بھی استاد کی بات پوری سنیں، اور پھر نہایت ادب اور سمجھداری کے ساتھ اپنا سوال یا اشکال پیش کریں، دوران گفتگو بات کو کاٹنا خلاف ادب ہے اور دلوں میں ناپسندیدگی پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے۔

☆ ہیثم بن عدیؒ جو مشہور عالم، ادیب اور مؤرخ تھے، اور خلیفہ ابوجعفر منصور، خلیفہ مہدی، خلیفہ ہادی اور خلیفہ رشید کے ہم مجلس تھے، اُن کا فرمان ہے کہ حکماء کا قول ہے کہ برے اخلاق میں سے یہ بھی ہے کہ دوسرے کی گفتگو میں اپنی گفتگو چھیڑ دینا، اور دوسرے کی بات کاٹتے ہوئے دوران گفتگو اعتراض کرنا۔

بلا ضرورت گفتگو نہ کرنا

پیارے پیغمبر ﷺ کسی ضرورت پر ہی گفتگو فرماتے تھے، بلا فائدہ کچھ نہ بولتے تھے، آپ ﷺ کی عادت زیادہ بولنے کی نہیں تھی۔ حضرت امّ معبدؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ جب خاموش رہتے تو وقار ٹپکتا تھا، گفتگو فرماتے تو بہار ہوتی تھی، آپ ﷺ بہت خوش کلام تھے۔ (بیہقی)

☆ اگر مجلس میں گفتگو ہو رہی ہو اور آپ کے ہم مجلس سے سوال پوچھا جائے تو آپ جواب دینے میں پہل نہ کریں، بلکہ جس سے پوچھا گیا ہے اسے جواب دینے کا موقع دیں، اور جب تک آپ سے پوچھا نہ جائے آپ خاموش رہیں، اس سے آپ کا ادب، مقام اور شخصیت کا مقام بلند ہوگا۔

☆ جلیل القدر تابعی مجاہد بن جبرؒ نے فرمایا: کہ لقمان حکیمؒ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: خبردار اگر کسی دوسرے سے پوچھا جائے اور تم اس طرح جواب دینے لگو گے کہ جیسے تمہیں مال غنیمت یا کوئی تحفہ مل گیا۔ پس اگر تم نے ایسا کیا یعنی جواب دیا تو تم نے جواب دینے کی تحقیر کی، اور سائل کو بوجھل کیا اور بیوقوفوں کو اپنی بیوقوفی اور بے ادبی پر مطلع کیا۔

دوران گفتگو ہاتھ کو حرکت دینا

پیارے پیغمبر ﷺ کی عادت مبارکہ خطاب میں ہاتھ چلانے کی نہیں تھی، البتہ کبھی کبھی کسی چیز کو سمجھانے کے لئے بطور مثال کے ہاتھوں سے اشارہ کر کے دکھاتے تھے، تاکہ خوب اچھی طرح سمجھ میں آجائے۔

ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جب پیارے پیغمبر ﷺ گفتگو فرماتے تو بعض دفعہ گفتگو کے دوران دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں انگوٹھے کے درمیانی حصہ پر مارتے، اور بعض اوقات دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر مارتے۔ (ترمذی)

حضرت ابوجبیر انصاریؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ ﴾ (طبرانی)

میں اور قیامت اس طرح یکے بعد دیگرے بھیجے گئے ہیں جیسے یہ دو انگلیاں، اور آپ ﷺ نے شہادت اور بیچ والی انگلیوں کو ملا کر دکھلایا۔

ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ گفتگو کے دوران بات سمجھانے کے لئے ہاتھ سے اشارہ کیا جا سکتا ہے مگر دائیں ہاتھ سے اشارہ کرے۔ خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے حالات میں ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ بائیں ہاتھ سے اشارہ کر کے باتیں کر رہا ہے تو آپ نے اس کو تنبیہ فرمائی کہ جب کلام کرو تو بائیں ہاتھ سے اشارہ نہ کرو بلکہ دائیں ہاتھ سے اشارہ کرو۔ (تعمیر اخلاق ص ۳۲۵)

کلام کو بے مقصد طول نہ دینا

آپ کی گفتگو ملاقات کے وقت زیادہ تر ایسی ہونی چاہئے جس میں فائدہ اور نفع ہو، اور غیبت، چغلی، اور بے ہودگی سے دور ہو۔ نہ فضول باتیں ہوں اور نہ لمبی رام کہانیاں ہوں۔ پیارے پیغمبر ﷺ کو ربّ العالمین نے نہایت ہی فصیح و بلیغ اور جامع گفتگو سے نوازا تھا۔ آپ ﷺ کا کلام طویل نہیں ہوتا تھا بلکہ مختصر اور جامع ہوتا تھا۔ آپ ﷺ کی ایک ایک بات میں سینکڑوں نکات اور مسائل چھپے ہوئے ہوتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: میں جوامع الکلم کے ساتھ بھیجا گیا ہوں۔ (بیہقی ج ۲ ص ۱۶۰)

حضرت ہند بن ابی ہالہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ جامع گفتگو فرماتے تھے، نہ بہت مختصر اور مجمل گفتگو فرماتے، اور نہ فضول باتیں فرماتے۔ (ترمذی)

ملاقات جب مختصر اور محبت بھری ہو تو وہ پسندیدہ شمار ہوتی ہے، اور جب طویل اور تنگ کرنے والی ہو تو بھاری سمجھی

جاتی ہے۔ جلیل القدر تابعی محمد بن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں: جب مجلس لمبی ہو جائے تو شیطان کا اس میں حصہ ہوتا ہے۔

گفتگو کے دوران بات سمجھانے کے لئے مثال دینا

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ:

﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ زَمَنَ الشِّتَاءِ وَالْوَرَقُ يَتَهَافَتُ ، فَأَخَذَ بِغُصْنَيْنِ مِنْ شَجَرَةٍ قَالَ فَجَعَلَ ذَالِکَ الْوَرَقُ يَتَهَافَتُ، قَالَ : فَقَالَ: يَا اَبَا ذَرٍّ ، قُلْتُ لَبَّيْکَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ الْمُسْلِمَ لَيُصَلِّيَ الصَّلٰوةَ يُرِيْدُ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ تَتَهَافَتُ عَنْهُ ذُنُوْبُهُ كَمَا تَهَافَتُ هٰذَا الْوَرَقُ عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ ﴾۔ (رواہ احمد)

پیارے پیغمبر ﷺ ایک دن جاڑوں (یعنی سردی) کے ایام میں باہر تشریف لائے، اور درختوں کے پتے (خزاں کے سبب سے) از خود جھڑ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ایک درخت کی دو ٹہنیوں کو پکڑا (اور ہلایا) تو ایک دم اس کے پتے جھڑنے لگے، پھر پیارے پیغمبر ﷺ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: اے ابوذر! میں نے عرض کیا حاضر ہوں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب مؤمن بندہ خالص اللہ کے لئے نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ ان پتوں کی طرح جھڑ جاتے ہیں۔

حضرت ابورزین عقیلیؓ فرماتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ، اللہ تعالیٰ مردوں کو کس طرح زندہ فرمائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا بتاؤ تم کبھی (ایسی) خشک زمین پر سے گزرے ہو (جو پہلے خشک تھی) اور پھر بارش ہونے کی وجہ سے ہری بھری ہو گئی ہو؟ میں نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسی طرح زندہ فرمائے گا۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۱۷۹)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَرَئَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهْرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيْهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسًا هَلْ يَبْقٰى مِنْ دَرَنِهٖ شَيْئٌ ، قَالُوْا لَا يَبْقٰى مِنْ دَرَنِهٖ شَيْئٌ ، قَالَ ، فَذَالِکَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ ، يَمْحُوْاللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا ﴾۔ (رواہ البخاری ومسلم)

پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: بتلاؤ اگر تم میں سے کسی کے دروازہ پر نہر جاری ہو، جس میں روزانہ

پانچ دفعہ وہ نہاتا ہوتو کیا اس کے جسم پر کچھ میل کچیل باقی رہے گا؟ صحابہ نے عرض کیا کہ کچھ بھی نہیں باقی رہے گا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بالکل یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے، اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ سے خطاؤں کو دھوتا اور مٹاتا ہے۔

دوسروں کی بات کان لگا کر سننا

جب دو آدمیوں کے پاس بیٹھیں تو ان کی باتوں کی طرف کان مت لگائیں، الاّ یہ کہ وہ راز کی بات نہ ہو، اور نہ ہی ان دونوں سے متعلق ہو، کیونکہ ان کی باتوں کی طرف کان لگانا آپ کے اخلاق کی کمزوری اور ایسی برائی ہے جس کے آپ مرتکب ہو رہے ہیں، چنانچہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

﴿ مَنِ اسْتَمَعَ اِلٰی حَدِیْثِ قَوْمٍ وَھُمْ لَہٗ کَارِھُوْن، صُبَّ فِیْ أُذُنَیْہِ اَلانُکَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ۔ ﴾ (امام بخاری)

یعنی جو شخص دوسروں کی بات کان لگا کر سنتا ہے جس کا سننا ان کو پسند نہیں، قیامت کے دن اس کے کانوں میں (پگھلا ہوا) سیسہ ڈالا جائیگا۔

جب تین آدمی بیٹھے ہوں تو دو کو آپس میں سرگوشی نہیں کرنی چاہئے، کیونکہ اس طرح آپ تیسرے آدمی کو اپنے سے الگ کر رہے ہیں، اور اسے وحشت میں ڈال رہے ہیں، نتیجتاً اس طرح اس کے ذھن میں مختلف قسم کے خیالات آئیں گے، اور یہ خصلت مسلمانوں کو زیب نہیں دیتی، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خصلت کی مسلمانوں سے نفی فرمائی ہے کہ ایسی خصلت کا کسی مسلمان سے صادر ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

﴿ لَا یَتَنَاجٰی اِثْنَانِ بَیْنَھُمَا ثَالِثٌ۔ ﴾ (رواہ ابودؤد)

یعنی دو مسلمان آپس میں سرگوشی نہیں کرتے جب کہ ان کے درمیان تیسرا ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ اگر تین کے بجائے چار آدمی ہوں تو (دو آدمی آپس میں) سرگوشی کر سکتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: پھر کوئی حرج نہیں۔

☆☆☆

زبان کا صحیح استعمال

اِحْفَظْ لِسَانَکَ أَيُّهَا الْإِنْسَانْ   لَایَلْدَغَنَّکَ اِنَّهُ ثُعْبَانْ

کَمْ فِي الْمَقَابِرِ مِنْ قَتِیْلِ لِسَانِهٖ   کَانَت تَهَابُ لِقَائَهُ الشُّجْعَانْ

آدمی کو چاہئے کہ اپنی زبان کو بے لگام نہ چھوڑے، بلکہ اس کی حفاظت کرے کیونکہ بعض اوقات زبان سے ایسے الفاظ نکل جاتے ہیں جو چند لمحات کے اندر دوست کو دشمن، اوراپنے کو بیگانہ بنا دیتے ہیں۔ یہ زبان ربّ العالمین کی ایک عظیم نعمت ہے اگر اس کو صحیح استعمال کیا جائے تو یہ بلندی درجات کا سبب بنتی ہے، اور اسے جہنم سے نکال کر جنت میں پہنچا دیتی ہے، بیگانے کو اپنا اور دشمن کو دوست بنا دیتی ہے۔ اور اگر صحیح استعمال نہ کیا جائے تو خسارہ کا سبب بن جاتی ہے، اور لحہ بھر میں کلمہ کفر بولنے کی وجہ سے اسے جہنم میں پہنچا دیتی ہے، دوست کو دشمن اور اپنے کو بیگانا بنا دیتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے

﴿ قَالَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ : اِنَّ الْعَبْدَ لَیَتَکَلَّمُ بِالْکَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰهِ ، لَا یَلقِیَ لَهَا بَالًا ، یَرْفَعُ اللّٰهُ تَعَالٰی بِهَا دَرَجَاتٍ، وَاِنَّ الْعَبْدَ لَیَتَکَلَّمُ بِالْکَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ تَعَالٰی لَا یُلْقِیَ لَهَا بَالًا یَهْوِیْ بِهَا فِيْ جَهَنَّمَ ﴾   (رواه البخاری فی باب حفظ اللسان)

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ بندہ بعض اوقات زبان سے ایسی بات نکالتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ خوش ہو جاتے ہیں، لیکن وہ بندہ اس حیثیت سے واقف نہیں ہوتا، اور اللہ تعالیٰ اس بات کے بدلے میں اس کے درجات بلند فرما دیتا ہے، اور بعض اوقات بندہ ایسی بات کہہ دیتا ہے جس سے اللہ ربّ العزت ناراض ہو جاتے ہیں، اور وہ اس سے واقف نہیں ہوتا، اور وہ بات اس کو جہنم میں لے جاتی ہے۔

اس لئے ہر عقلمند انسان کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنی زبان کی حفاظت کرے، اور اس کو صحیح استعمال کرے۔ پہلے تو لے پھر بولے، یا خاموشی اختیار کرلے تا کہ بعد میں اس کو ندامت نہ ہو۔

کم گوئی اور خاموشی

زبان کی آفتیں بے شمار ہیں، اور نوک زبان سے نکلنے والی باتیں اکثر و بیشتر بے ہودہ اور لغو ہوتی ہیں، جن کا کہنا صرف آسان ہوتا ہے بلکہ بڑی بھلی معلوم ہوتی ہیں، لیکن بھلی اور بری کی تمیز اس زبان کو کیا ہوگی۔ صرف خاموشی ہی وہ چیز

ہے جو اس آفت سے بچا سکتی ہے۔ اور ہمت و دل کا مجتمع رہنا اسی کی بدولت میسر آسکتا ہے۔ اس لئے جہاں تک ممکن ہو زبان کو چپ رکھنے کی کوشش کی جائے، اور بقدرِ ضرورت بات کرنے کی عادت کو اپنایا جائے۔ (کیمیائے سعادت امام غزالی)

اسی طرح امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ مسلمان کو چاہئے کہ اپنی زبان کو ہر قسم کے کلام سے روک کر رکھے، سوائے اس بات کے جس میں کوئی مصلحت ہو، اس لئے کہ بسا اوقات مباح کلام بھی انسان کو حرام یا مکروہ تک پہنچا دیتا ہے۔ (ریاض الصالحین)

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِذَا أَصْبَحَ ابْنَ آدَمَ فَاِنَّ الْأَعْضَاءَ تُكَفِّرُ اللِّسَانَ وَتَقُوْلُ: اِتَّقِ اللّٰهَ فِيْنَا، فَاِنِ اسْتَقَمْتَ اِسْتَقَمْنَا ، وَاِنْ أَعْوَجَجْتَ أَعْوَجَجْنَا ﴾۔ (رواہ الترمذی، احمد، والبیہقی)

انسان جب صبح کرتا ہے تو تمام اعضاء عاجزی کرتے ہوئے زبان سے کہتے ہیں: ہمارے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈر، کیونکہ ہمارا معاملہ تیرے ساتھ ہے، اگر تو سیدھی رہے گی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے، اگر تو ٹیڑھی ہو جائے گی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: مَنْ صَمَتَ نَجَا ﴾ (ترغیب ج۳ ص۵۳۶)

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا خاموشی میں نجات ہے۔

حضرت ابوشریح الخزاعیؓ فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان لائے، یا تو وہ بھلی بات کہے یا خاموش رہے۔ (مکارم الخرائطی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کسی بندے کو دیکھو کہ دنیا سے بے رغبتی اور کم گوئی اسے دی گئی ہے تو اس کے پاس رہا کرو کہ اللہ نے اسے حکمت اور دانائی سے نوازا ہے۔ (بیہقی ج۷ ص۲۵۴)

حضرت انسؓ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ خاموشی حکمت اور دانائی ہے۔ یہ کم لوگوں کو نصیب ہے۔ (بیہقی ج۷ ص۲۵۶، مکارم ص۴۲۹)

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایمان کی حقیقت تم اس وقت تک نہیں پا سکتے جب تک کہ زبان کی حفاظت نہ کرو۔ (ترغیب)

دوسری روایت میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنی زبان کو محفوظ رکھا، اس کے

عیوب مخفی رہیں گے۔ (ترغیب ج۲ ص۵۲۷)

ایک روایت میں حضرت انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص یہ چاہے کہ سلامتی سے رہے اسے خاموشی اختیار کرنی چاہئے۔ (بیہقی ج۴ ص۲۴۱)

حضرت عمر بن ذر کہتے ہیں کہ میرے والد نے آپ ﷺ کا یہ فرمان سنایا کہ اللہ تعالیٰ ہر بولنے والے کے قریب ہے، پس (ہر بولنے والے کو چاہئے کہ) اپنے رب سے ڈرے، اور دیکھے کہ کیا کہہ رہا ہے (تاکہ کل قیامت کے دن رسوائی نہ ہو)۔ عمران ابن حصین ؓ فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: آدمی کے لئے خاموشی کا مقام ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے۔ (شعب ج۴ ص۲۴۵)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو زبان کی حفاظت کی وصیت

پیارے پیغمبر ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی جانب (گورنر بنا کر) بھیجا تو انہوں نے عرض کیا کہ (یا رسول اللہ ﷺ) مجھے نصیحت کیجئے۔ تو آپ ﷺ نے دیگر نصائح کے ساتھ ساتھ ایک نصیحت اس طرح سے بھی فرمائی کہ آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر فرمایا:

﴿كُفَّ عَلَيْكَ هٰذَا قُلْتُ يَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ، وَاِنَّا لَمُؤَاخِذُوْنَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهٖ؟ فَقَالَ : ثَكَلَتْكَ أُمُّكَ وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلَّا حَصَائِدَ أَلْسِنَتِهِمْ ؟﴾

اپنی زبان کی حفاظت کرو، (تین مرتبہ اس کلمہ کو آپ ﷺ نے دھرایا۔) پھر حضرت معاذ ؓ نے عرض کیا (اے اللہ کے رسول!) جو کچھ ہم بولتے ہیں کیا اس پر ہمارا مواخذہ ہوگا؟۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے معاذ! تمہاری ماں تم کو روئے، کیا لوگ (دوزخ کی) آگ میں اپنے چہرے کے بل زبان کی (بول کی) وجہ سے نہیں گرتے۔ (رواہ الترمذی)

ایک موقع پر پیارے پیغمبر ﷺ نے حضرت ابو درداء ؓ سے فرمایا: میں تم کو ایسی عبادت جو آسان ہو اور بدن پر بہت ہلکا ہو نہ بتا دوں؟ وہ خاموشی اور اچھے اخلاق ہیں۔ (ترغیب ج۳: ص۵۳۳)

حضرت ابو درداء ؓ سے مروی ہے کہ خاموشی سیکھو، جیسے گفتگو سیکھتے ہو، خاموشی بلند اخلاق ہے۔ گفتگو کرنے سے زیادہ سننے کے حریص رہو، بلا فائدہ مت گفتگو کرو، بلا وجہ مت ہنسا کرو، بلا ضرورت یونہی کہیں مت جایا کرو۔ (کنز العمال)

حضرت اسلم ؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ اپنی زبان کھینچ رہے ہیں تو

حضرت عمر فاروقؓ نے اُن سے پوچھا:

﴿ مَا تَصْنَعُ يَا خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللهِ ؟ قَالَ اِنَّ هٰذَا أَوْرَدَنِيَ الْمَوَارِدَ ، اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: لَيْسَ شَيْئٌ مِّنَ الْجَسَدِ اِلَّا وَهُوَ يَشْكُوْ ذَرْبَ اللِّسَانِ ﴾

اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: یہ زبان مجھے ہلاکت کی جگہوں پر لے گئی، اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جسم کا ہر حصہ (اللہ تعالیٰ سے) زبان کی تیزی کی شکایت کرتا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جس کا ہنسنا زیادہ ہوگا اس کی ہیبت کم ہو جائے گی۔ جس کا مذاق زیادہ ہوگا اس کا وقار جاتا رہے گا، جس میں جو چیز زیادہ پائی جاتی ہے وہ اُسی سے پہچانا جاتا ہے، جس کا کلام زائد ہوگا اس کی غلطیاں زیادہ ہوں گی، اور اس کی حیاء کم ہو جائے گی، اور جس کی حیاء کم ہوگی اس کا تقویٰ جاتا رہے گا، اور جس کا تقویٰ کم ہوگا اس کا دل مر جائے گا۔ (شعب الایمان ج ۴ ص ۲۵۷)

امام بیہقی نے فضیل بن عیاضؒ کا یہ قول نقل کیا ہے مؤمن قلیل الکلام اور کثیر العمل ہوتا ہے۔ اور منافق بولتا زیادہ ہے اور عمل کم کرتا ہے۔ (شعب الایمان ۷:۴۶۸)

چغل خوری نہ کریں

پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: چغل خور جنت میں نہ جائیں گے۔ اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے: کہ تم قیامت کے دن بدترین لوگوں میں سے ان کو پاؤ گے جو دو منہ رکھنے والے ہوں گے، اِن کے پاس جائیں گے تو ان کی سی بات کہیں گے، اور اُن کے پاس جائیں گے تو اُن کی سی بات کہیں گے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اُن کے منہ میں آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔

☆ کسی سے لغو بات سنیں تو جواب دینے کے بجائے سلام کہہ کر گزر جائیں۔ ☆ کسی مسلمان کو برا نہ کہیں کہ مسلمان کو برا بھلا کہنا فسق ہے اور اس کو مارنا کفر ہے۔ ☆ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین وہ لوگ ہوں گے جن کو لوگ ان کی برائی اور فحش گوئی کی وجہ سے ڈر کر چھوڑ دیں گے۔ ☆ آپ ﷺ کا ارشاد ہے مؤمن نہ طعنہ دینے والا ہوتا ہے، اور نہ لعن کرنے والا، نہ فحش بکنے والا اور نہ ہی زبان دراز ہوتا ہے۔

٭ خَالِقِ النَّاسَ بِخُلْقٍ حَسَنٍ — لَا تَكُنْ كَلْبًا عَلَى النَّاسِ يَهِرْ

لوگوں سے اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آؤ — کتوں کی طرح لوگوں پر مت بھونکو۔

استخارہ کرنے کا مسنون طریقہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

استخارہ کا مطلب ومقصد

استخارہ کا مقصد ومطلب ہے کسی معاملے میں خیر اور بھلائی کا طلب کرنا اپنی درخواست حق تعالیٰ شانہ کے علم محیط اور قدرت کاملہ کے حوالے کر کے حق تعالیٰ شانہ سے مشورہ لینا ،اور جو صورت اس کے حق میں بہتر اور مفید ہو اس کی توفیق طلب کرنا،اور روزمرہ کی زندگی میں پیش آنے والے تمام معاملات اور ہر جائز کام میں مثلاً کاروبار، شادی بیاہ، ملازمت ، معاہدات،عمارت بنانا اور سفر وغیرہ جن کے خیر وشر کے نتائج سے انسان ناواقف اور بے خبر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا،اور اس کام میں اللہ سے خیر اور بھلائی اور رہنمائی طلب کرنا کہ وہ اپنے علم کامل کے ذریعہ سے ہماری رہنمائی فرمادے کہ یہ کام ہمارے حق میں اچھا ہے یا برا استخارہ کہلاتا ہے۔

زمانہ جاہلیت میں ان تمام کاموں میں رہنمائی حاصل کرنے کے لئے بیت اللہ کے خادم کے پاس سات قسم کے تیر رکھے ہوتے تھے جن پر {"نَعَمۡ ، لَا"} ہاں۔نہیں۔اور اس طرح کی دیگر عبارتیں درج ہوتی تھیں۔جس شخص کو اپنے کسی کام کا مضر یا مفید ہونا معلوم کرنا ہوتا تو وہ خادم کعبہ کے پاس جا کر نذرانہ یا فیس ادا کرتا اور وہ ان تیروں کو ترکش سے نکال کر ان پر لکھی ہوئی عبارت کے مطابق جواب دیتا کہ یہ کام کرنا چاہئے یا نہیں۔قرآن کریم کے اندر اس کی ممانعت کی گئی اور پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے {اِسۡتِقۡسَامُ بِالۡاَزۡلَامِ} تیروں کے ذریعہ فال نکالنے کے بجائے صلاۃ استخارہ کی تعلیم دی ۔اس لئے یہ ایک مسنون عمل ہے جس کا طریقہ اور اس میں مانگی جانے والی دعاء کے بارے میں پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے باقاعدہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو تعلیم اور ترغیب دی ہے۔

استخارہ کی ترغیب

چنانچہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ اِذَا هَمَّ أَحَدُكُمْ بِالْاَمْرِ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيْضَةِ۔ ﴾ (بخاری)

جب تم میں سے کوئی شخص کسی بھی کام کا ارادہ کرے تو اس کو چاہئے کہ فرض نماز کے علاوہ دو رکعت نفل پڑھے۔

حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُعَلِّمُنَا الْاِسْتِخَارَةَ فِي الْاُمُوْرِكُلِّهَا كَمَا يُعَلِّمُنَا سُوْرَةً مِّنَ الْقُرْآنِ۔﴾ (رواہ ترمذی)

ترجمہ: پیارے پیغمبر ﷺ ہمیں (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو) تمام کاموں میں استخارہ اتنی اہمیت سے سکھاتے تھے جیسے قرآن مجید کی سورت کی تعلیم دیتے تھے۔ (اس سے استخارہ کی انتہائی اہمیت معلوم ہوتی ہے)۔

استخارہ نہ کرنا بدنصیبی ہے

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابن آدم کی سعادت و نیک بختی یہ ہے کہ وہ (اپنے اُمور میں) اللہ جل شانہ سے استخارہ بہ کثرت کرے، اور اللہ کی تقدیر پر راضی رہے اور فرمایا:

﴿ مِنْ شِقْوَةِ اِبْنِ آدَمَ تَرْكُهٗ اِسْتِخَارَةَ اللّٰهِ۔﴾ (مجمع الاسانید)

یعنی اللہ تعالیٰ سے استخارہ کا چھوڑ دینا اور نہ کرنا انسان کے لئے بدبختی اور بدنصیبی میں شمار ہوتا ہے۔

حضرت سعد بن وقاص ؓ پیارے پیغمبر ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ اٰدَمَ اِسْتِخَارَتُهٗ مِنَ اللّٰهِ وَمِنْ شِقَاوَتِهٖ تَرْكُ الْاِسْتِخَارَةِ، وَمِنْ سَعَادَ ةِ ابْنِ اٰدَمَ رَضَاهُ بِمَا قَضَاهُ اللّٰه ، وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ اٰدَمَ سَخَطَهٗ بِمَا قَضَى اللّٰهُ۔﴾ (مشکوۃ)

نسان کی سعادت اور نیک بختی یہ ہے کہ اپنے کاموں میں استخارہ کرے اور بدنصیبی یہ ہے کہ استخارہ چھوڑ بیٹھے، اور انسان کی خوش نصیبی اس میں ہے کہ اس کے بارے میں کیے گئے اللہ کے ہر فیصلے پر راضی رہے، اور بدبختی یہ ہے کہ وہ اللہ کے فیصلے پر ناراضگی کا اظہار کرے۔

استخارہ کا فائدہ

(۱) استخارہ کرنے کا پہلا سب سے بڑا فائدہ تو یہ ہے کہ اُس کام میں حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت شامل ہو جاتی ہے جس میں انسان کے لئے سراسر خیر ہے۔ (۲) اور دوسرا اہم فائدہ یہ ہے کہ استخارہ کرنے والا ناکام نہیں ہوگا، ایک حدیث

میں پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿ مَا خَابَ مَنِ اسْتَخَارَ وَلَا نَدِمَ مَنِ اسْتَشَارَ۔ ﴾ (طبرانی، مجمع الزوائد ج:۸ص۹۶)

یعنی جو آدمی اپنے معاملات میں استخارہ کرتا ہو وہ کبھی ناکام نہیں ہوگا، اور جو شخص اپنے کاموں میں مشورہ کرتا ہو اس کو کبھی شرمندگی یا پچھتاوے کا سامنا نہ کرنا پڑے گا۔

وہ کبھی نادم اور پشیمان نہیں ہوگا کہ میں نے یہ کام کیوں کیا؟ یا میں نے یہ کام کیوں نہیں کیا؟ اس لئے کہ جو کام کیا وہ مشورہ کے بعد کیا، اور اگر نہیں کیا تو مشورہ کے بعد نہیں کیا، اس وجہ سے وہ شرمندہ نہیں ہوگا۔

(۳) تیسرا فائدہ یہ ہے کہ استخارہ کرنے سے اُسے اطمینان قلبی حاصل ہوگا کہ میں نے یہ کام استخارہ کے ساتھ اور اپنے بڑوں اور دوستوں کے مشورہ کے ساتھ کیا ہے اب اللہ ربّ العزت کے حوالے جیسا وہ چاہیں فیصلہ فرمادیں اسی میں میری بہتری ہے۔ اور حکم بھی اسی کا ہے کہ استخارہ کرنے کے بعد اس پر مطمئن ہو جاؤ۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جب تم کسی کام کے لئے استخارہ کر چکو تو اس کے بعد اس پر مطمئن ہو جاؤ کہ اب اللہ تبارک وتعالیٰ جو بھی فیصلہ فرمائیں گے وہ خیر ہی کا ہوگا چاہے بظاہر اس میں مجھے خیر نظر نہ بھی آئے، لیکن انجام کار وہ میرے حق میں بہتر ہوگا اس طرح یہ انسان فرشتہ صفت بن جاتا ہے۔

استخارہ کا مسنون طریقہ

جب بھی تمہیں کوئی اہم کام درپیش ہو تو باوضو ہو کر کسی بھی وقت علاوہ اوقات مکروہ کے دو رکعت نماز نفل استخارہ کی نیت سے پڑھیں (یہ ضروری نہیں ہے کہ استخارہ ہمیشہ رات کو سوتے وقت یا عشاء کی نماز کے بعد ہی کیا جائے جیسے بعض لوگ سمجھتے ہیں اس میں کسی وقت رات یا دن یا کیفیت سونے یا جاگنے کی کوئی قید نہیں ہے۔ بلکہ جب بھی موقع ملے اس وقت یہ استخارہ کر لیں) کہ یا اللہ میرے سامنے یہ معاملہ ہے میں یہ کام (تجارت، نکاح وغیرہ) کرنے جا رہا ہوں اس میں میری رہنمائی فرمایئے اور جو میرے حق میں بہتر ہو اس کا فیصلہ فرما دیجئے۔ اور دو رکعت نفل میں کوئی بھی سورت پڑھنا چاہیں پڑھ سکتے ہیں، تاہم بعض روایتوں میں پہلی رکعت میں "قُلْ یٰاَیُّھَا الْکَافِرُوْن" اور دوسری رکعت میں "قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَد" پڑھنے کا ذکر ہے کہ یہ بہتر ہے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد پوری توجہ کے ساتھ یہ دعاء مانگیں جو پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں سکھلائی ہے، جو کہ انتہائی جامع دعاء ہے:

دعائے استخارہ

{ اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ أَسۡتَخِیۡرُكَ بِعِلۡمِكَ، وَ أَسۡتَقۡدِرُكَ بِقُدۡرَتِكَ ، وَأَسۡأَلُكَ مِنۡ فَضۡلِكَ الۡعَظِیۡمِ ، فَاِنَّكَ تَقۡدِرُ وَلَا أَقۡدِرُ ،وَتَعۡلَمُ وَلَا أَعۡلَمُ ، وَأَنۡتَ عَلَّامُ الۡغُیُوۡبِ * اَللّٰھُمَّ اِنۡ كُنۡتَ تَعۡلَمُ أَنَّ هٰذَا الۡاَمۡرَ خَیۡرٌ لِّیۡ فِیۡ دِیۡنِیۡ ، وَمَعَاشِیۡ ، وَمَعَادِیۡ ، وَعَاقِبَةِ أَمۡرِیۡ ، وَ عَاجِلِهٖ وَآجِلِهٖ ، فَاقۡدِرۡهُ لِیۡ ، وَیَسِّرۡهُ لِیۡ ، ثُمَّ بَارِكۡ لِیۡ فِیۡهِ ۔ اَللّٰھُمَّ وَاِنۡ كُنۡتَ تَعۡلَمُ اَنَّ هٰذَا الۡاَمۡرَ شَرٌّ لِّیۡ فِیۡ دِیۡنِیۡ ، وَمَعَاشِیۡ وَمَعَادِیۡ ، وَعَاقِبَةِ اَمۡرِیۡ ،أَوۡعَاجِلِهٖ وَآجِلِهٖ ، فَاصۡرِفۡهُ عَنِّیۡ وَأَصۡرِفۡنِیۡ عَنۡهُ ، وَاقۡدِرۡ لِیَ الۡخَیۡرَ حَیۡثُ كَانَ ثُمَّ أَرۡضِنِیۡ بِهٖ ۔ }　(بخاری، ترمذی)

اے اللہ! میں آپ سے مشورہ اور خیر طلب کرتا ہوں آپ کے (کامل اور ہر چیز پر محیط) علم کے ذریعہ، اور میں آپ کی عظیم الشان قدرت سے فیصلہ طلب کرتا ہوں، اور میں آپ سے آپ کے عظیم فضل کا سوال کرتا ہوں، اس لئے کہ آپ ہر چیز پر قادر ہیں، اور میں کسی چیز پر قادر نہیں ہوں، اور آپ سب کچھ جانتے ہیں، اور میں کچھ نہیں جانتا، اور آپ تو غیب کی باتوں سے بھی خوب باخبر ہیں۔ اے اللہ! اگر آپ کے علم میں یہ ہے کہ یہ کام (یہاں خط کشیدہ الفاظ هٰذَا الۡاَمۡر پر جس کام کے لئے آپ استخارہ کر رہے ہیں اس کا تصور کریں، یا اُس کام کا نام لیں) میرے لئے، میرے دین اور دنیا اور آخرت اور انجام کار کے لحاظ سے جلدی اور دیر دونوں طرح سے بہتر ہے، تو آپ اسے میرے لئے مقدر فرما دیجئے، اور میرے واسطے اس کو آسان فرما دیجئے، پھر اس میں میرے لئے برکت رکھ دیجئے۔ اے اللہ! اور اگر آپ کے علم میں یہ ہے کہ یہ کام میرے لئے میرے دین و دنیا اور آخرت و انجام کار اور جلدی و تاخیر کے اعتبار سے برا ہے تو اس کو مجھ سے دور کر دیں اور مجھے (یعنی میرے قلب کو) اس سے پھیر دیجئے، اور میرے لئے جہاں کہیں خیر مقدر ہو اسی کا فیصلہ فرما دیجئے، پھر مجھے اس پر راضی فرما دیجئے۔

{نوٹ} اگر کسی کو عربی پڑھنی نہیں آتی تو وہ صرف اردو والی دعاء بھی پڑھ سکتے ہیں، لیکن حدیث کے الفاظ جو کہ عربی میں ہیں بہر حال بہتر ہیں۔

استخارہ کے دیگر طریقے اور مختصر دعائیں

اگر فرصت اور موقع ہو تو استخارہ اسی مسنون، بہترین اور باکمال طریقہ کے مطابق کریں جو اوپر بیان ہوا لیکن بعض اوقات انسان کے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا اور جلدی اور ہنگامی طور پر ہی اسے کوئی فیصلہ کرنا ہوتا ہے تو ایسی صورت میں پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے استخارہ کی دیگر مختصر دعائیں بھی تعلیم فرمائی ہیں ایسے مواقع پر ان دعاؤں میں سے کوئی ایک دعاء مانگ لیں: حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کام کا ارادہ فرماتے تو یہ دعاء پڑھتے:

﴿ اَللّٰھُمَّ خِرْ لِیْ وَاخْتَرْلِیْ، وَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی اِخْتِیَارِیْ ﴾ (مظاہر حق ج۲ ص۸۳۶)

اے اللہ! (میرے حق میں تیرے نزدیک جو بہتر اور مناسب ہو اسے) میرے لئے پسند اور میرے لئے اختیار فرما، اور مجھے میرے اختیار کا پابند نہ بنا۔

یا یہ دعاء پڑھ لیں:

﴿ اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ وَسَدِّدْنِیْ ﴾ (مسلم ابواب الذکر والدعاء)

اے اللہ! میری صحیح راہنمائی فرمایئے، اور مجھے سیدھے راستے پر رکھئے۔

اسی طرح ایک اور مسنون دعاء ہے:

﴿ اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ۔ ﴾ (ترمذی، کتاب الدعوات)

اے اللہ! جو صحیح راستہ ہے وہ میرے دل پر القاء فرمادیجئے۔

اس کے علاوہ امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ نے اپنی بیاض گنجینہء اسرار میں استخارہ کرنے کے دو طریقے اور بھی ذکر فرمائے ہیں جن کو استفادہ عام کے لئے نقل کیا جاتا ہے۔

(۱) بعد نماز عشاء دو رکعت نفل نماز اس طرح پڑھیں کہ دونوں رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ یٰسین ایک ایک بار پڑھیں، پھر سلام پھیرنے کے بعد دوسو مرتبہ اسم باری تعالیٰ "یَا خَبِیْرُ" پڑھیں۔ پھر داہنی ہتھیلی پر "یَا حَلِیْمُ یَا مَجِیْدُ" لکھ کر سو جائیں، انشاء اللہ نیند میں متعلقہ امور کے بارے میں ہدایت ملے گی۔

(۲) دو رکعت نماز استخارہ کی نیت سے پڑھیں، اور سلام پھیرنے کے بعد تین سو تیئیس (۳۲۳) بار {بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم} اور تین سو تیئیس (۳۲۳) بار {حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل} پڑھ کر سو جائیں۔ انشاء اللہ غیب سے

راہنمائی ہوگی۔ (عملیات کشمیری ص۱۱۶)

(۳) باوضو ہوکر دائیں کروٹ پر لیٹ جائیں اور { سورۃ الشّمس } سات مرتبہ۔{سورۃ اللیّل } سات مرتبہ اور { سورۃ الاخلاص} سات دفعہ پڑھیں: اور پھر دعاء کریں کہ یا اللہ! مجھے خواب میں یہ معاملہ دیکھا دے، اور اس معاملہ میں میری رہنمائی فرما۔ انشاء اللہ پہلی ہی رات معلوم ہوجائے گا ورنہ سات دن تک یہ عمل کرے۔

(کمالات عزیزی از شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ)

کتنی مرتبہ استخارہ کیا جائے

اگر تین روز میں دل کا خلجان اور ترّدد دور نہ ہوتو سات روز تک کرے۔حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ:

﴿ يَا أَنَسُ! اِذَا هَمَمْتَ بِأَمْرٍفَاسْتَخِرْرَبَّکَ فِيْهِ سَبْعَ مَرَّاتٍ ، ثُمَّ انْظُرْ اِلَى الَّذِیْ يَسْبِقُ اِلٰى قَلْبِکَ ، فَاِنَّ الْخَيْرَ فِيْهِ ﴾۔ (اخرجه الديلمى فى مسند الفردوس۵:۳۶۵)

اے انسؓ! جب تم کسی کام کا ارادہ کروتو اس کے بارہ میں اللہ تعالیٰ سے سات مرتبہ استخارہ کرو، پھر اُس کے بعد (اس کا نتیجہ) دیکھو، تمہارے دل میں جو کچھ ڈالا جائے (اسی کو اختیار کرو کہ) تمہارے لئے وہی بہتر ہے۔

سات مرتبہ کا اس لئے فرمایا: عموماً سات مرتبہ کے بعد شرح صدر ہوجاتا ہے، اور طبیعت کا میلان ایک طرف ہوجاتا ہے۔

استخارہ کا نتیجہ

استخارہ کرنے کے بعد اس کے نتیجہ میں سرخ یا سبز روشنی نظر آنے ،گردن کا دائیں یا بائیں طرف مڑنے یا خواب کا آنا ضروری نہیں ،بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ استخارہ کے بعد خواب آئے گا، اور ہمیں خواب کے ذریعہ یہ بتایا جائے گا کہ یہ کام کرو یا نہ کرو۔ ایسا ہونا ضروری نہیں ہے اور حدیث میں اس کا کوئی اشارہ نہیں ہے کہ بندے کی راہنمائی کیسے کی جائے گی۔

لیکن اللہ تعالیٰ کے بعض بندوں کا یہ تجربہ ہے کہ یہ راہنمائی بسا اوقات خواب وغیرہ میں کسی غیبی اشارہ کے ذریعہ بھی ہوتی ہے۔اس لئے کبھی خواب آ بھی جاتا ہے اور نہیں بھی آتا۔اس لئے استخارہ کرنے کے بعد جس طرف غالب رجحان اور جس بات پر اطمینان ہو وہ کام کرلیں ،اور جس طرف سے دل ہٹ جائے اُسے چھوڑ دیں کہ اسی میں آپ کے لئے بہتری ہے۔اور اپنے دل کی اس کیفیت کو دعاء کا نتیجہ اور منجانب اللہ سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ جو علیم وخبیر ہے ،وہ جانتا ہے کہ بندے کے حق میں کیا

بہتر ہے اور کیا بہتر نہیں، اس لئے وہ ایسے اسباب پیدا فرما دیتے ہیں جس میں بندے کے لئے خیر ہوتی ہے اگر چہ بظاہر وہ کام اس کی مرضی اور طبیعت کے خلاف ہی کیوں نہ نظر آئے ،لیکن انجام کے لحاظ سے بندے کے لئے وہی بہتر ہوتا ہے جس کا پتہ بعض اوقات دنیا ہی میں چل جاتا ہے اور بعض اوقات نہیں چلتا، اس لئے استخارہ کرنے کے بعد اس پر مطمئن ہو جانا چاہئے کہ اب اللہ تعالیٰ جو بھی فیصلہ فرمائیں گے وہ خیر ہی کا فیصلہ فرمائیں گے اور تذبذب کی صورت میں سات دن تک استخارہ کریں جیسے پہلے گزر چکا۔

کسی دوسرے سے استخارہ کروانا

مسنون یہ ہے کہ استخارہ خود کریں بہت سے لوگ خود استخارہ کرنے کے بجائے دوسروں سے کرواتے ہیں، اور اب تو ٹی وی پر بھی استخارے نکلوائے جاتے ہیں، حالانکہ استخارہ کا مقصد اللہ تعالیٰ سے اپنے معاملے میں خیر اور بھلائی کا طلب کرنا ہے نہ کہ اپنے کام کے بارے میں کسی خبر کا معلوم کرنا۔ پیارے پیغمبر ﷺ نے حضرات صحابہ کرام کے استخارے خود نہیں نکالے بلکہ انہیں تعلیم دی کہ تم اس طرح استخارہ کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر آدمی اپنا استخارہ خود کرے خواہ وہ نیک ہو یا گناہ گار۔ اس لئے یہ خیال کرنا کہ ہم تو گناہ گار ہیں اور کسی نیک آدمی سے استخارہ کرائیں گے۔ اگر چہ بعض علماء نے اس کے جواز کے بارے میں بھی لکھا ہے مگر بندہ کتنا ہی گناہ گار کیوں نہ ہو اگر وہ صدق دل سے اللہ کی طرف رجوع کرے گا تو جواب ضرور آئے گا کیونکہ اس کا ارشاد ہے:

﴿اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ﴾

مجھ سے مانگو میں تمہاری دعاء قبول کروں گا۔

استخارہ کن کاموں کے لئے کیا جائے

جو مباح اور جائز کام ہیں ان کی دونوں جانبوں میں سے کسی ایک جانب کے تعین کے لئے استخارہ کرنا چاہئے۔ جو چیزیں فرض یا واجب یا سنت مؤکدہ ہیں ان میں استخارہ کرنے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ اس کا کرنا متعین ہے۔ اسی طرح حرام اور ناجائز کاموں کے لئے استخارہ نہیں ہے اس لئے کہ اس کا ترک متعین ہے۔

☆☆☆☆☆

مجلس کی سنتیں و آداب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جب آپ کسی مجلس میں پہنچیں اور اپنے دوست و احباب کے ساتھ بیٹھیں، ان سے گفتگو کریں اور مجلس برخاست کریں تو ایسے مواقع پر آپ کو کیا کرنا چاہئے، اہل مجلس کو کن الفاظ سے دعا دینی چاہئے اور مجلس میں ہونے والی غلط گفتگو کی تلافی کیسے کی جائے، ان تمام باتوں کے بارے میں بھی پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایات دی ہیں جن کو اختصار کے ساتھ یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

مجلس میں بیٹھتے وقت کی دعاء

﴿ أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّباً مُبَارَكاً فِيْهِ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا أَنْ يُّحْمَدَ ، وَيَنْبَغِيْ لَهٗ وَيَرْضٰى ﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی آیا:

﴿ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَعَلَى الْقَوْمِ ، فَقَالَ أَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ، فَرَدَّ عَلَيْهِ النَّبِيّ ﷺ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ: فَلَمَّا جَلَسَ الرَّجُلُ ، قَالَ: أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّباً مُبَارَكًا فِيْهِ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا أَنْ يُّحْمَدَ ، وَيَنْبَغِيْ لَهٗ وَيَرْضٰى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : كَيْفَ قُلْتَ ؟ فَرَدَّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ كَمَا قَالَ : فَقَالَ النَّبِي ﷺ لِلْقَوْمِ : وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَقَدِ ابْتَدَرَهَا عَشْرَةُ أَمْلَاكٍ كُلُّهُمْ حَرِيْصٌ عَلٰى أَنْ يَّكْتُبَهَا ، فَمَا دَرُوْا كَيْفَ يَكْتُبُوْهَا حَتّٰى رَفَعُوْهَا اِلَى ذِى الْعِزَّةِ فَقَالَ : أُكْتُبُوْهَا كَمَا قَالَ عَبْدِيْ۔ ﴾ (رواہ احمد، والنسائی،وابن حبان)

اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے لوگوں کو السلام علیکم کہہ کر سلام کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں اس کو وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فرمایا: جب وہ شخص مجلس میں بیٹھا تو اس نے یہ کلمات کہے:

﴿ أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّباً مُبَارَكاً فِيْهِ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا أَنْ يُّحْمَدَ ، وَيَنْبَغِيْ لَهٗ وَيَرْضٰى۔ ﴾

اللہ تعالیٰ کیلئے ہی تمام تعریفیں ہیں اللہ تعالیٰ کا بہت بہت پاکیزہ اور بابرکت شکر ہے۔(اور ایسی ہی تعریف اور ایسا ہی شکر ہے) جیسا شکر اور تعریف اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں ، اور جیسا ان کی شان کے لائق ہے، اور جس طرح (کی تعریف اور شکر سے)وہ خوش ہوتے ہیں۔

پیارے پیغمبر ﷺ نے اس سے فرمایا: تم نے کیا کہا؟ اس نے جو کہا تھا وہ دُہرا دیا۔ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشادفرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے ۔ دس فرشتے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے لگے، اور ہر ایک کی خواہش تھی کہ ان کلمات کو لکھ لے ۔ انہیں معلوم نہ ہوا کہ وہ ان کلمات کو کیسے لکھیں ، یہاں تک کہ انہوں نے اس معاملے کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جیسے میرے بندے نے کہا ہے ایسے ہی لکھ لو۔

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ کسی مجلس میں جا کر سب سے سلام کریں، اور سلام کی ابتداء مجلس میں جو بڑا ہو اس سے کی جائے، اور اس کے بعد مذکورہ بالا دعاء پڑھی جائے۔

دوران مجلس کثرت سے استغفار کرتے رہیں ۔حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ ہم پیارے پیغمبر ﷺ کی زبان مبارک سے ان کلمات کو ایک ایک مجلس میں سوسو مرتبہ شمار کیا کرتے تھے:

﴿ رَبِّ اغۡفِرۡ لِیۡ، وَتُبۡ عَلَیَّ اِنَّكَ أَنۡتَ التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ۔﴾

اے میرے رب آپ مجھے معاف فرمادیں، اور میری توبہ قبول فرمالیں، بلاشبہ آپ بہت توبہ قبول کرنے والے اور بڑے ہی مہربان ہیں۔

مجلس کا اختتام

اور جب مجلس کا اختتام ہوتو اہل مجلس کو دعاء دے کر اٹھیں کہ یہ بھی مسنون ہے۔حضرت عبد اللہ بن عمرؓ جب کسی مجلس میں بیٹھتے تو حاضرین مجلس کے لئے ان کلمات سے دعاء کئے بغیر نہیں اٹھتے تھے، اور ان کا یقین تھا کہ رسول اللہ ﷺ بھی حاضرین مجلس کے لئے یہ دعاء فرماتے تھے۔

﴿ اَللّٰهُمَّ اقۡسِمۡ لَنَا مِنۡ خَشۡيَتِكَ مَا تَحُوۡلُ بِهٖ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَ مَعَاصِيۡكَ ، وَمِنۡ طَاعَتِكَ مَا تُبَلِّغُنَا بِهٖ اِلٰى جَنَّتِكَ ، وَمِنَ الۡيَقِيۡنِ مَا تُهَوِّنُ بِهٖ عَلَيۡنَا مَصَائِبَ الدُّنۡيَا۔ اَللّٰهُمَّ مَتِّعۡنَا بِأَسۡمَاعِنَا وَأَبۡصَارِنَا وَقُوَّتِنَا مَا أَحۡيَيۡتَنَا ، وَاجۡعَلۡهُ الۡوَارِثَ مِنَّا، وَاجۡعَلۡ ثَأۡرَنَا عَلٰى مَنۡ ظَلَمَنَا، وَانۡصُرۡنَا

عَلٰی مَنْ عَادَانَا ، وَلَا تَجْعَلْ مُصِيبَتَنَا فِيْ دِيْنِنَا ، وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا اَكْبَرَ هَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا ، وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَّا يَرْحَمُنَا ۔﴾ (رواہ الترمذی، والنسائی، فی عمل الیوم واللیلۃ ص۲۱۲)

اے اللہ! ہمیں اپنے خوف کا ایک حصہ عطا فرمایئے جس سے آپ ہمارے اور گناہوں کے درمیان حائل ہو جائیں ، اور ایسی اطاعت عطا فرمایئے جس کی وجہ سے آپ ہم کو اپنی جنت میں پہنچا دیں، اور ایسا یقین عطا فرمایئے جس سے آپ ہم پر دنیا کی مصیبتیں آسان فرما دیں، اور جب تک آپ ہمیں زندہ رکھیں ہمارے کان، ہماری آنکھیں اور ہماری قوت کو کام کا رکھیئے، اور ہم پر جو ظلم کرے اس سے ہمارا بدلہ لیجئے ، اور جو ہم سے دشمنی کرے اس پر ہمیں غلبہ عطا فرمایئے، اور ہمیں دینی اعتبار سے مصیبت میں مبتلا نہ فرمایئے، اور دنیا کو ہمارے فکر کی سب سے بڑی چیز نہ بنایئے، اور اسے ہماری رغبت کی آخری چیز نہ بنایئے، اور جو ہم پر نا مہربان ہو اس کو ہمارا حاکم نہ بنایئے۔

☆ اسی طرح مجلس سے اٹھنے اور اس کو برخاست کرنے سے قبل درود شریف، استغفار اور اللہ کا کچھ نہ کچھ ذکر ضرور کر لینا چاہئے ۔اور غفلت اور لا پرواہی کے ساتھ کسی مجلس میں نہیں بیٹھنا چاہئے کہ اس پر سخت وعید آئی ہے۔ایک روایت میں ہے کہ ایسی مجلس ان لوگوں کے لئے حسرت اور ندامت کا سبب ہوگی، اگر چہ وہ لوگ جنت میں داخل ہو جائیں۔اور ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی جگہ بیٹھا ہو، اور اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا ہو، جو کسی جگہ کھڑا ہوا ہو اور اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا ہو، جو کسی جگہ لیٹا ہو اور اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا ہو، جو کسی جگہ چلا ہو اور اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا ہو تو اس پر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندامت اور حسرت ہوگی۔ (نسائی،عمل الیوم واللیلۃ ص:۵۳۱)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ابو القاسم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ أَيَّمَاقَوْمٍ جَلَسُوْا فَأَطَالُوْا ، ثُمَّ تَفَرَّقُوْا قَبْلَ أَنْ يَذْكُرُو اللهَ عَزَّ وَجَلَّ ، وَ يُصَلُّوْا عَلٰى نَبِيِّهِمْ ﷺ اِلَّا كَانَتْ عَلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تِرَةً اِنْ شَآءَ عَذَّبَهُمْ وَاِنْ شَآءَ غَفَرَلَهُمْ ﴾ (رواہ احمد والترمذی، والطبرانی)

جو لوگ کسی جگہ بیٹھے ہوں (اور) کافی دیر تک بیٹھے رہیں، پھر اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اپنے رسول ﷺ پر درود پڑھے بغیر ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں ،تو وہ مجلس قیامت کے دن ان لوگوں کے لئے حسرت اور

ندامت کا سبب ہوگی، (اور ذکر نہ کرنے کی وجہ سے) اللہ ربّ العزت چاہئیں تو ان کو عذاب دیں اور چاہئیں تو معاف فرمادیں۔

اور ایک روایت میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿مَا مِنْ قَوْمٍ جَلَسُوْا مَجْلِسًا ، فَيَقُوْمُوْا عَنْ غَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ، اِلَّا كَأَنَّمَا تَفَرَّقُوْا عَنْ جِيْفَةِ حِمَارٍ، وَكَانَ ذَالِكَ الْمَجْلِسُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً يَوْ مَ الْقِيَامَةِ۔﴾

جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں، اور (اس مجلس سے) اللہ تعالیٰ کا ذکر کئے بغیر اٹھ کھڑے ہوں تو وہ ایسے ہیں جیسے وہ مردار گدھے کے پاس سے اٹھے ہوں۔ (ابوداؤد ونسائی والبیہقی)

ایک روایت میں ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ کا مجلس میں سب سے آخری عمل اٹھنے سے قبل اس دعاء کے پڑھنے کا تھا، اور فرمایا کہ یہ دعاء مجلس میں ہونی والی کمی کوتاہی کے لئے کفارہ ہے۔

﴿سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوْبُ اِلَيْكَ۔﴾

اے اللہ! آپ پاک ہیں، اور ساری تعریفیں آپ ہی کے لئے ہیں، میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ (اللہ تعالیٰ) آپ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، میں آپ سے معافی چاہتا ہوں، اور آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

اسی طرح مجلس کے اختتام پر ان کلمات کو پڑھ لیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ ان کلمات کی برکت سے مجلس کی کوتاہیوں کو حسنات سے بدل دیں گے:

﴿سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ * وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ * وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن﴾

❁❁❁

ہنسی اور مزاح کی سنتیں و آداب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایسی ہنسی اور مذاق جس کا مقصد انس ومحبت اور دل بستگی میں اضافہ کرنا ہو اور جس میں جھوٹ، غیبت، بہتان، طعن و تشنیع اور کسی کی دل شکنی اور ایذا رسانی نہ ہو مستحب ہے۔ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرات صحابہ کرامؓ کے ساتھ خوش طبعی فرماتے تھے اور ایک بے تکلف دوست اور خوش مزاج ساتھی کی حیثیت سے ان کے ساتھ میل جول فرماتے تھے۔

حضرت ابو امامہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ ہنس مکھ اور پاکیزہ نفس والے تھے۔ (فیض القدیر ص ۱۸۰)

حضرت عبداللہ بن حارثؓ فرماتے ہیں کہ:

﴿مَا رَأَیْتُ أَحَدًا أَکْثَرَ مَزَاحاً مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَلَا اَکْثَرَ تَبَسَّماً مِنْهُ﴾ (ترمذی)

میں نے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ مزاح اور تبسم کرنے والا کوئی اور نہیں دیکھا۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے میں مسلمان ہوا ہوں پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی مجھ کو منع نہیں فرمایا، اور جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے دیکھتے مسکرا دیتے۔ (مشکوٰۃ کتاب الآداب)

ہنسنے کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیفیت

حیرت یا مسرت کے وقت اس طرح ہنسنا کہ صرف دانت ظاہر ہوں، منہ نہ کھلے اور آواز نہ نکلے۔ امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ مَا رَأَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ مُسْتَجْمِعًا ضَاحِکًا حَتّٰی أُرٰی مِنْهُ لَهَوَاتِهٖ اِنَّمَا کَانَ یَتَبَسَّمُ۔ ﴾

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس قدر ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منہ مبارک کھل گیا ہو اور) مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کے تالو یا حلق کا) کوّا نظر آیا ہو، بلکہ (اکثر وبیشتر) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہنسنا مسکرانے کی حد تک رہتا تھا۔ (یعنی کھل کھلا کر نہیں ہنستے تھے)۔

حضرت عبداللہ بن حارثؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہنسنا مسکرانا ہوتا تھا۔

بات بات پر نہ ہنسیں۔

بات بات پر نہیں ہنسنا چاہئے، ہنسنا ہو تو اعتدال کے ساتھ ہنسیں۔ اور ہنسی کے وقت اگر دانت نظر آنے کا احتمال ہو تو منہ پر ہاتھ رکھ لیں۔ حضرت مرّہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ کو جب ہنسی آتی تھی تو دست مبارک کو منہ مبارک پر رکھ لیتے تھے (جامع صغیر ص ۵ ۲۶۳)

ایسے خوش مذاقی کرنا کہ سچ بھی ہو اور دوسرے کو برا بھی نہ لگے۔

اگر آپ کسی سے خندہ پیشانی سے پیش آئیں اور چہرے پر مسکراہٹ ہو تو یہ چہرہ کی رونق بھی ہے اور سنت رسول اللہ ﷺ بھی، مگر اس ہنسی اور مزاح میں بھی شرعی آداب کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہئے۔

امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ پر مزاح تھے، اور آپ ﷺ فرماتے تھے جو شخص اپنے مزاح میں سچا ہو خدائے پاک اس کا مواخذہ نہیں کرتا۔

سنن ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ ایک دن صحابہ کرامؓ نے پیارے پیغمبر ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ بھی ہم سے خوش طبعی فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ اَنِّیْ لَاَمْزَحُ وَلَا أَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا۔ ﴾ (رواہ مشکوٰۃ، والترمذی)

ہاں (لیکن اس خوش طبعی میں بھی) میں سچی بات کہتا ہوں۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے اُن سے سوال کیا:

﴿ أَ كَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَمْزَحُ؟ فَقَالَ: کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَمْزَحُ۔ ﴾ (رواہ الترمذی)

کیا پیارے پیغمبر ﷺ ہنسی مزاح فرمایا کرتے تھے؟ تو آپؓ نے فرمایا: ہاں آپ ﷺ ہنسی مزاح فرمایا کرتے تھے۔

☆ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ أَنَّ رَجُلاً أَتَی النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ: اِحْمِلْنِیْ، فَقَالَ اِنَّا حَامِلُوْکَ عَلٰی وَلَدِ النَّاقَةِ، قَالَ الشَّیْخُ: وَمَا أَصْنَعُ بِوَلَدِ النَّاقَةِ؟ فَقَالَ: وَهَلْ تَلِدُ الْاِبِلِ اِلَّا النُّوْقِ ﴾

(ایک دن) ایک شخص پیارے پیغمبر ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آپ ﷺ سے سواری کا ایک

جانور مانگا، آپ ﷺ نے فرمایا: کہ میں تمہیں اونٹنی کا بچہ دوں گا! اس شخص نے عرض کیا (یا رسول اللہ ﷺ) میں اونٹنی کے بچہ سے کیا کروں گا؟ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: اونٹ کو اونٹنی ہی تو جنتی ہے۔
(رواہ ابوداؤد)

☆ مجاہد امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ:

﴿ دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا وَعِنْدَ ھَا عَجُوْزٌ فَقَالَ: مَنْ ھٰذِہٖ ؟ قَالَتْ: ھِیَ مِنْ أَخْوَالِیْ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اِنَّ الْعُجُزْ لَا یَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ فَشَقَّ ذَالِکَ عَلَى الْمَرْأَةِ ، فَلَمَّا دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ قَالَتْ لَہٗ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا فَقَالَ : اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ یُنْشِئُھُنَّ خَلْقًا غَیْرَ خَلْقِھِنَّ۔ ﴾ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: ایک دن پیارے پیغمبر ﷺ گھر میں تشریف لائے۔ میرے پاس ایک بڑھیا بیٹھی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا میری رشتہ کی ایک خالہ ہے۔ پیارے پیغمبر ﷺ نے بطور مزاح کے فرمایا: جنت میں کوئی بڑھیا نہ جائے گی۔ وہ بیچاری سخت غمگین ہوئی۔(بعض روایات میں ہے کہ رونے لگی، اس دوران پیارے پیغمبر ﷺ نماز کے لئے تشریف لے گئے جب واپس تشریف لائے تو امّ المؤمنین نے آپ ﷺ سے عرض کیا: آپ ﷺ نے اُن سے ایسا کیا کہہ دیا ہے کہ یہ مسلسل رو رہی ہے تو پیارے پیغمبر ﷺ نے اس کو تسلی دی، اور اپنی بات کی یہ وضاحت بیان فرمائی کہ جس وقت یہ جنت میں جائے گی تو بوڑھی نہ ہوگی بلکہ) اللہ تعالی اس کو جوان کر کے جنت میں داخل فرمائیں گے۔

☆ حضرت صہیبؓ فرماتے ہیں کہ میں پیارے پیغمبر ﷺ کے پاس آیا، آپ کے سامنے روٹی اور کھجور رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا قریب ہو جاؤ اور کھاؤ، میں کھانے لگا، آپ نے فرمایا: کھجور کھا رہے ہو، حالانکہ تمہارے آنکھ میں آشوب چشم ہے۔ میں نے کہا دوسری طرف (کی آنکھ) سے کھا رہا ہوں۔ یعنی جدہر آشوب چشم نہیں ہے۔ اس پر آپ ﷺ مسکرا دیئے۔ (ابن ماجہ ص ۲۴)

☆ حضرت امّ ایمنؓ نے ایک مرتبہ پیارے پیغمبر ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے شوہر آپ ﷺ کو بلا رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے (از راہ مزاح ان سے) فرمایا: کون وہی جس کی آنکھ میں سفیدی

ہے، انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ﷺ اللہ کی قسم ان کی آنکھ میں سفیدی نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں اس کی آنکھ میں سفیدی ہے، انہوں نے پھر عرض کیا نہیں بخدا۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایسا ہے جس کی آنکھ میں سفیدی نہ ہو۔ (اتحاف ج ۷ ص ۵۰۰)

حضرت امّ ایمن ؓ نے سفیدی سے آنکھ کی بیماری والی سفیدی سمجھی، اسی وجہ سے قسم کھاتے ہوئے انکار کیا۔ جب کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ان سے مزاح فرمایا مگر ایسا مزاح جو سچ اور حقیقت پر مبنی تھا۔

☆ حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ ہم میں گھلے ملے رہتے تھے۔ میرا ایک چھوٹا بھائی تھا۔ (جس نے ایک پرندہ لال یا بلبل پال رکھا تھا اس کے مرجانے پر وہ اُداس تھا)۔ پیارے پیغمبر ﷺ از راہ مزاح اس سے فرمایا کرتے تھے: یَا أَبَا عُمَیْر، مَا فَعَلَ النُّغَیْر: اے ابوعمیر وہ نغیر کہاں جاتی رہی۔ (بخاری ص ۹۰۵، ادب مفرد ص ۸۹)

ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ پیارے پیغمبر ﷺ حضرات صحابہ کرام ؓ سے محبت اور شفقت کا تعلق رکھتے تھے اور جس طرح آپ ﷺ ان کے ساتھ خوش طبعی اور ظرافت سے پیش آتے تھے۔

اسی طرح حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین بھی آپ ﷺ کے ساتھ بے تکلفی کے مواقع پر ظریفانہ بات کر لیتے تھے۔ ربّ العالمین ہم سب کو ان ہدایات اور سنتوں پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

چھینک اور جمائی کے متعلق آداب اور سنتیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

چھینک کا آنا پسندیدہ ہے، یہ دماغ میں قوت فکریہ کی جگہ سے گندگی کو دور کرتی ہے اور ایسی رطوبت اور بخارات دماغ سے نکل جاتے ہیں جو اگر نہ نکلیں تو کسی تکلیف اور بیماری کا باعث بن جائیں، اور چھینک آنے سے دماغ ہلکا ہو جاتا ہے، اور اعصاب میں نشاط وسکون پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے اعضاء حس سلامت رہتے ہیں، اس اعتبار سے چھینک کا آنا بھی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور ان میں روح ڈالی گئی تو انہیں چھینک آئی، اس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ وہ "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" کہیں، اور جب انہوں نے الحمد للہ کہا تو ربّ العالمین نے: رَحِمَکَ اللّٰہُ رَبُّکَ" کے الفاظ سے انہیں جواب دیا۔ اس لئے چھینک کے بارے میں بھی پیارے پیغمبر ﷺ نے آداب اور احکام بیان فرمائے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ: رَدُّ السَّلَامِ، وَعِيَادَةُ الْمَرِيْضِ، وَاِتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ، وَاِجَابَةُ الدَّعْوَةِ، وَتَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ ﴾۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں (جب سلام کرے تو اس کو) سلام کا جواب دیا جائے۔ (جب کوئی مسلمان بیمار ہو تو) اس کی عیادت اور بیمار پرسی کی جائے۔ (اور جب کسی مسلمان کا انتقال ہو جائے تو) اس کی نماز جنازہ میں شرکت کی جائے۔ (جب وہ دعوت کرے تو) اس کی دعوت قبول کی جائے۔ (اور جب اس کو چھینک آئے اور وہ الحمد للہ کہے تو) اس کو (یرحمک اللہ کے الفاظ کے ساتھ) چھینک کا جواب دیا جائے۔

چھینک کا جواب کس طرح دیا جائے

چھینک آنے پر کیا کہا جائے اور اس کا جواب کن الفاظ میں دیا جائے اس کے لئے روایات میں مختلف الفاظ آئے ہیں جن کا آگے ہم ذکر کریں گے ان میں سے کسی طرح بھی جواب دیا جا سکتا ہے مگر زیادہ مشہور جو الفاظ ہیں وہ یہ ہیں کہ پہلی اور دوسری مرتبہ چھینک آنے پر {اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ} کہنا چاہئے جس کا معنیٰ ہے سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ اور سننے والے کو {یَرْحَمُکَ اللّٰہُ} کہنا

چاہئے: یعنی اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ اور {یَرْحَمُکَ اللہ} کہنے والے کو ان الفاظ میں جواب دینا چاہئے:

﴿ یَهْدِیْکُمُ اللّٰهُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ ﴾

ترجمہ: اللہ آپ کو ہدایت پر رکھے، اور تمہارے سب حالات سدھار دے۔

چنانچہ امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ:

﴿ عَطَسَ رَجُلٌ عِنْدَ النَّبِیِّ ﷺ ، فَقَالَ: مَا أَقُوْلُ یَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ ؟ قَالَ: قُلْ أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ، قَالَ الْقَوْم: مَا نَقُوْلُ ؟ قَالَ: قُوْلُوْا یَرْحَمُکَ اللّٰهُ، قَالَ الرَّجُلُ: مَا أَقُوْلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ : قُلْ یَهْدِیْکُمُ اللّٰهُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ۔ ﴾

پیارے پیغمبر ﷺ کے پاس ایک شخص کو چھینک آئی، اس نے آپ ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میں کیا کہوں ؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہو، {أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ}، لوگوں نے کہا ہم کیا کہیں؟ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم جواب میں کہو: { یَرْحَمُکَ اللہ} پھر اس آدمی نے کہا: یا رسول اللہ: میں کیا کہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا تم ان کو جواب میں: {یَهْدِیْکُمُ اللّٰهُ وَیُصْلِحُ بَالَکُم:} کہو۔

اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو وہ {أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ} کہے اور اس کے بغل میں بیٹھنے والا {یَرْحَمُکَ اللّٰهُ} کہے۔ اور اس کو جواب دینے والا {یَهْدِیْکُمُ اللّٰهُ وَیُصْلِحُ بَالَکُم} کہے۔ (ابن ماجہ ص ۲۶۴، بخاری ص ۹۱۹)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اِذَا عَطَسَ أَحَدَکُمْ فَلْیَقُلْ: أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ، وَلْیَقُلْ لَهُ أَخُوْهُ أَوْ صَاحِبَهُ یَرْحَمُکَ اللّٰهُ۔ ﴾ (رواه البخاری فی ادب المفرد)

پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو اس کو أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، کہنا چاہئے اور (سننے والا) اس کا بھائی یا ساتھی جواب میں یَرْحَمُکَ اللّٰهُ۔ کہے۔

ایک دوسری روایت میں حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ:

﴿ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِذَا عَطَسَ أَحَدَکُمْ فَلْیَقُلْ: أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ، وَحَقٌّ عَلٰی مَنْ

سَمِعَهُ أَنْ يَّقُوْلَ: يَرْحَمُکَ اللّٰهُ۔ ﴾

جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو وہ {اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ} کہے اور سننے والا کا حق ہے کہ وہ جب سنے تو جواب میں {یَرْحَمُکَ اللّٰہُ} کہے۔

حضرت ابوایوب انصاریؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا:

﴿ اِذَا عَطَسَ أَحَدُکُمْ، فَلْيَقُلْ: أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ۔ ﴾ (رواہ الترمذی)

جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو وہ: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ: کہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِذَا عَطَسَ أَحَدُکُمْ فَلْيَقُلْ : أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ، وَيُقَالُ لَهُ : يَرْحَمُکَ اللّٰهُ ، وَلْيَقُلْ : يَغْفِرُ اللّٰهُ لَکُمْ ۔ ﴾ (رواہ النسائی فی عمل الیوم والیلۃ ۲۲۴)

جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو وہ "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن" کہے اور اس کو جواب میں: یَرْحَمُکَ اللّٰہ، کہا جائے۔ پھر وہ: یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ کہے۔

اہل کتاب کو چھینک کا جواب

اہل کتاب یہود یا نصاریٰ میں سے اگر کسی کو چھینک آئے تو اس کے جواب میں 'یَرْحَمُکَ اللّٰہ کہنے کے بجائے صرف "یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُم" کہے۔ چنانچہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ:

﴿ كَانَتِ الْيَهُوْدُ يَتَعَاطَسُوْنَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ يَرْجُوْنَ أَنْ يَّقُوْلَ لَهُمْ: يَرْحَمُكُمُ اللّٰهُ ، فَكَانَ يَقُوْلُ يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحْ بَالَكُمْ۔ ﴾ (رواہ ابو داؤد والترمذی)

یہودی پیارے پیغمبر ﷺ کے پاس چھینکتے تھے اور یہ چاہتے تھے کہ آپ ﷺ ان کو یَرْحَمُکُمُ اللّٰہ کہیں۔ مگر آپ ﷺ ان کو جواب میں: "یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُم" کہتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت عطا فرمائے، اور تمہارے احوال کو درست فرمائے۔

{نوٹ} چھینک کا جواب دینا فرض علی الکفایہ ہے اگر کچھ لوگوں نے جواب دے دیا تو سب کی طرف سے ادا ہو جائے گا۔ اور اگر نہ دیا تو سب گناہ گار ہوں گے۔ (فتح الباری ۱۱:۶۰۳)

ایک دوسری حدیث میں حضرت سعید بن جبیرؒ سے منقول ہے کہ:

﴿ مَنْ عَطَسَ عِنْدَهُ أَخُوْهُ الْمُسْلِمُ ، وَلَمْ يُشَمِّتْهُ كَانَتْ لَهُ عَلَيْهِ دَيْنًا يُطَالِبُهُ بِهَا يَوْ مَ الْقِيَامَةِ۔ ﴾ (رواہ البخاری)

جس شخص کے پاس اُس کے (کسی مسلمان) بھائی کو چھینک آئی (اور اس نے چھینکنے کے بعد {الحمد للہ} کہا۔ اور اِس نے (اپنے مسلمان بھائی کی چھینک کا) جواب {یَرْحَمُکَ اللہ} کہہ کر نہ دیا تو یہ جواب نہ دینا اس پر قرض رہے گا جس کا مطالبہ چھینکنے والا اس سے قیامت کے دن کرے گا۔

چھینکتے وقت ہاتھ یا کپڑے سے چہرے کو ڈھانکنا

چھینکنے کے آداب میں سے ہے کہ چھینکتے وقت اپنی دونوں ہتھیلیوں سے یا کسی کپڑے سے چہرے کو ڈھانپ لیں اور اپنی آواز کو پست کریں تاکہ لوگوں کو کراہیت نہ ہو۔ خاص کر مجلس میں اور دسترخوان پر کھانا کھاتے وقت اس کا بہت زیادہ خیال رکھیں، اور چھینک آنے کی صورت میں اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیں تاکہ کھانا آلودہ نہ ہو۔ یہ آداب شریعت کا تقاضہ اور تہذیب وشائستگی کی علامت ہے۔ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب چھینک آتی تو ہاتھ میں کپڑا لے کر منہ پر لگا لیتے، یا منہ پر ہاتھ رکھ دیتے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ:

﴿ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا عَطَسَ خَمَّرَ وَجْهَهُ، وَغَضَّ صَوْتَهُ۔ ﴾ (ترمذی و ابی داؤد)

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب چھینک آتی تھی تو ہاتھ یا کپڑے سے چہرہ انور کو ڈھانک لیتے تھے اور چھینک کی آواز کو بلند نہ ہونے دیتے تھے۔

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ چھینکنے کو پسند فرماتا ہے۔ (کیونکہ اس سے دماغ میں خفت اور قوائے ادراکیہ میں صفائی آجاتی ہے جو عبادات اور طاعات میں تازگی اور حضور قلب کے لئے معین و مددگار ہوتی ہے)۔ (مشکوٰۃ)

چھینکنے والے کو کب جواب دینا چاہئے

چھینک کا جواب اس شخص کو دینا واجب ہے جو چھینکنے والے کو الحمد للہ کہتے ہوئے سنے۔ اگر چھینکنے والا الحمد للہ نہ کہے یا اتنی اُونچی آواز سے الحمد للہ نہ کہے کہ دوسرا آدمی سن سکے تو ایسی صورت میں جواب دینا واجب نہیں۔ اسی طرح جواب دینے والے کو بھی چاہئے کہ وہ اتنی اونچی آواز میں جواب دے کہ چھینکنے والا اس کا جواب سن سکے۔

چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

﴿ عَطَسَ رَجُلَانِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَشَمَّتَ أَحَدَهُمَا وَتَرَکَ الْاٰخَرَ، فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ! عَطَسَ عِنْدَکَ رَجُلَانِ ، فَشَمَّتَ أَحَدَهُمَا، وَتَرَکَ الْاٰخَر، فَقَالَ اِنَّ هٰذَا حَمِدَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ، وَهٰذَا لَمْ يَحْمِدَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ۔ ﴾ (رواہ مسلم و ابوداؤد وابن ماجہ)

پیارے پیغمبر ﷺ کے پاس دو آدمیوں کو چھینک آئی، آپ ﷺ نے ایک کا جواب دیا جبکہ دوسرے کا جواب نہ دیا۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ کے پاس دو آدمیوں کو چھینک آئی اور آپ نے ایک کو جواب دیا اور دوسرے کو جواب نہیں دیا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس شخص نے (جس کا میں نے جواب دیا الحمد للہ کہہ کر) اللہ تعالیٰ کی تعریف کی ۔ اور جب کہ دوسرے نے اللہ تعالیٰ کی تعریف نہیں کی (یعنی الحمد للہ نہیں کہا تو میں نے بھی اس کو جواب نہیں دیا۔)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص چھینکنے کے بعد الحمد للہ نہ کہے تو اس کو جواب نہیں دینا چاہئے۔ اسی طرح ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے الحمد للہ کہہ کر اللہ تعالیٰ کو یاد رکھا تو میں نے بھی اسے یاد رکھا، اور جس نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا تو میں نے بھی اس کو بھلا دیا۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے اور وہ الحمدللہ کہے تو تم یرحمک اللہ کہو، اور اگر وہ الحمد للہ نہ کہے تو تم یرحمک اللہ نہ کہو۔ (مسلم ص ۴۱۳، مشکوٰۃ ص ۴۰۵)

کتنی مرتبہ چھینک کا جواب دیا جائے

مسنون یہ ہے کہ جس آدمی کو زکام وغیرہ کی وجہ سے بار بار چھینک آئے تو تین مرتبہ تک اس کو چھینک کا جواب دیا جائے۔ اور اگر تین سے زیادہ مرتبہ چھینک آئے تو سننے والے پر لازم نہیں کہ اس کی چھینک کا جواب دے لیکن اگر دے دے تو منع بھی نہیں بلکہ مستحب ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ تَشْمِيْتُ الْمُسْلِمِ اِذَا عَطَسَ ثَلَاثُ مَرَّاتٍ، فَاِنْ عَطَسَ فَهُوَ زُکَامٌ ﴾

کسی مسلمان کو جب چھینک آئے تو اس کو تین مرتبہ جواب دینا چاہئے، (اگر تین مرتبہ سے زائد) پھر چھینک آئے تو وہ زکام کی وجہ سے ہے۔ (ابوداؤد ۵۰۳۴، موطا امام مالک)

اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک دوسری روایت مروی ہے کہ:

﴿ سَمِعْتُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : اِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيُشَمِّتْهُ جَلِيْسَهُ، فَاِنْ زَادَ عَلٰى ثَلَاثٍ فَهُوَ مَزْكُوْمٌ، وَلَا تَشْمِيْتَ بَعْدَ ثَلَاثِ مَرَّاتٍ۔ ﴾

(اخرجه ابو يعلى، وابن عساكر،وابن ماجه ٢ ص٢٦٤)

میں نے پیارے پیغمبر ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو اس کو اس کا ساتھی چھینک کا جواب دے، اگر وہ تین مرتبہ کے بعد دوبارہ چھینکے تو اس کو زکام ہے، اور تین مرتبہ کے بعد چھینک کا جواب نہیں دیا جاتا ہے۔

حضرت رفاعہ بن رافعؓ سے روایت ہے کہ:

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ ثَلَاثًا، فَاِنْ زَادَ فَاِنْ شَاءَ شَمَّتَهُ، وَاِنْ شَاءَ تَرَكَهُ۔ ﴾ (رواه ابو داؤد، والترمذى)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: چھینکنے والے کو تین مرتبہ جواب دینا چاہئے، پھر اگر تین مرتبہ کے بعد اس کو چھینک آئے تو چاہے تو جواب دیدے، چاہے تو نہ دے۔

کب چھینک کا جواب نہ دیا جائے

☆ جب چھینکنے والا چھینکنے کے بعد الحمد للہ نہ کہے۔

☆ جب کسی کو زکام کی وجہ سے بار بار چھینک آئے۔

☆ نماز جمعہ کے خطبہ کے دوران۔

☆ جب کوئی ایسی حالت یا جگہ میں جہاں ذکر کرنا منع ہے جیسے باتھ روم وغیرہ۔

جمائی کو حتی الامکان روکنے کی کوشش کرنا

جمائی لینا سستی کی علامت ہے جو شریعت میں ناپسندیدہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَكْرَهُ رَفْعُ الصَّوْتِ بِالْعُطَاسِ وَالتَّثَاؤُبِ۔ ﴾ (ابن ماجه والنسائى)

بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ چھینک اور جمائی میں اونچی آواز (نکالنے) کو ناپسند فرماتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث مرفوع میں ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ أَلْعُطَاسُ مِنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، وَالتَّثَاؤُبُ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَإِذَا تَثَائَبَ أَحَدُكُمْ فَلاَ يَقُلْ هَاهْ، هَاهْ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَضْحَكُ فِيْ جَوْفِهِ أَوْ فِيْ وَجْهِهٖ ﴾

چھینک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اور جمائی شیطان کی طرف سے ہے، تم میں سے جس کسی شخص کو جمائی آئے تو اس کو چاہئے کہ (امکان بھر اس کو روکے) اور ہاہ، ہاہ، نہ کہا کرے کیونکہ شیطان اس کے پیٹ یا چہرے میں ہنستا ہے۔ (رواہ ابوداؤد والنسائی، والترمذی)

شیطان کے ہنسنے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ جمائی لیتے وقت منہ کھل جانے کی وجہ سے انسان کا چہرہ بگڑ جاتا ہے، اور چونکہ شیطان اس صورت کے بگاڑ کا سبب ہوتا ہے اس لئے وہ اس سے خوش ہوتا ہے۔

دوسری وجہ شیطان کے ہنسنے کی یہ ہے کہ جب انسان سنت کو ترک کرتا ہے اور منہ پر ہاتھ نہیں رکھتا اور آواز نکالتا ہے تو سنت کے ترک پر خوش ہو کر شیطان ہنستا ہے۔ اس لئے جہاں تک ہو سکے جمائی کو روکنے کی کوشش کی جائے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہونٹ بھینچ لئے جائیں، اور نچلا ہونٹ دانتوں میں پکڑ لیا جائے۔

☆ جمائی کے وقت بائیں ہاتھ کی پشت منہ پر رکھے تاکہ منہ کھلا ہوا نہ رہے، کیونکہ جمائی کی وجہ سے منہ کھل جانے سے شیطان داخل ہو جاتا ہے اور دوران نماز جمائی آنے پر قیام کی حالت میں دائیں ہاتھ اور دیگر تمام حالات میں بائیں ہاتھ کی پشت منہ پر رکھنی چاہئے۔

☆ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جمائی کے وقت پیارے پیغمبر ﷺ کا تصور کر لیا جائے تو اس سے بھی انشاء اللہ جمائی رک جائے گی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان تمام سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

۞ ۞ ۞

سفر کی سنتیں و آداب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سفر قابل نفرت چیزوں سے نجات کا ذریعہ اور محبوب چیزوں کے حصول کا ذریعہ اور صحت اور نشاط کا باعث ہے، اور اس سے تجربات میں اضافہ ہوتا ہے اس لئے پیارے پیغمبر ﷺ نے اس کی ترغیب بھی دی ہے۔ حضرت ابوسعیدؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: سفر کرو صحت حاصل ہوگی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ سفر مشقت کا بھی ایک حصہ ہے اس لئے بلا ضرورت سفر نہیں کرنا چاہئے اور جب ضرورت پوری ہو جائے تو گھر واپس لوٹنے میں جلدی کرنی چاہئے۔

سفر کی اقسام:

سفر کی متعدد اقسام ہیں جن میں سے ایک ہے:

طلب علم کے لئے سفر کرنا

علم واجب بھی ہے اور نفل بھی، اس لئے واجب علم کے حصول کے لئے سفر کرنا واجب اور نفلی علوم کے حصول کے لئے سفر کرنا نفل ہوگا۔ علم کی تین قسمیں ہیں:

(۱) علوم دینیہ: یعنی قرآن، حدیث، تفسیر، فقہ اور اس کے متعلقات کا علم۔

(۲) اپنے اخلاق اور صفات کی درستگی کا علم۔

(۳) عجائبات عالم کا علم۔ ان میں سے جس علم کے لئے بھی سفر کرے گا ثواب پائے گا۔

چنانچہ پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ مَنْ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهٖ فِيْ طَلْبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْجِعَ ﴾ (ترمذی)

جو شخص طلب علم کے لئے اپنے گھر سے نکلے وہ واپسی تک اللہ کے راستے میں ہے۔

اور آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ طَرِيْقًا اِلَى الْجَنَّةِ ﴾ (مسلم)

جو شخص طلب علم کے لئے کسی راستے پر گامزن ہو اللہ تعالیٰ اُس کے لئے جنت کا راستہ آسان فرما دیتے

ہیں۔

اور اس کے لئے حضرات صحابہ کرامؓ اور حضرات تابعینؒ اور بعد کے اکابر اور اسلاف نے مہینوں اور میلوں پر محیط لمبے لمبے دُور دراز کے سفر کئے جن کی تفصیلات کتب میں موجود ہیں، ایسے علماء بہت ہی کم ہوں گے جنہوں نے علم کے وصول کے لئے سفر نہ کیا ہو۔

عبادت کے لئے سفر کرنا

دوسری قسم کا سفر وہ ہے جو عبادت مثلاً حج و عمرہ، جہاد فی سبیل اللہ، مسجد حرام، مسجد نبوی، زیارت روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسجد اقصیٰ کے لئے سفر کرنا کہ یہ عبادت ہے۔ اور دوسرے انبیاء اور صلحاء اور علماء کی زیارت کے لئے سفر کرنا کہ یہ مندوب ہے۔

جسمانی مشکلات کے باعث سفر کرنا

جسمانی مشکلات سے مجبور ہو کر سفر کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ ایسی مشکلات جن کا تعلق انسانی بدن سے ہو جیسے (سوائے طاعون کے کہ اس سے بھاگنا ممنوع ہے) کوئی ایسا مرض جس میں مرنے کا اندیشہ ہو۔ یا اشیاء کی گرانی کی وجہ سے ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف سفر کرنا جن سے اقتصادی مشکلات پیدا ہو جائیں اور زندگی گزارنا آسان نہ رہے وغیرہ۔ تو اس سفر کا دارومدار اس سے حاصل ہونے والے فوائد کے نتیجہ پر ہوگا۔ اگر فوائد واجب ہوں تو سفر بھی واجب، اور اگر فوائد مستحب ہوں تو سفر بھی مستحب ہوگا۔ (احیاء العلوم ص ۳۹۸ ج ۲)

سفر شروع کرنے سے پہلے ان باتوں کا خیال رکھیں

۱: سفر سے پہلے رفیق سفر کی تلاش

جہاں تک ہو سکے بغیر عذر اور مجبوری کے تنہا سفر نہ کریں، کم از کم تین آدمی سفر کریں، بالخصوص ان علاقوں میں جہاں لق ودق جنگل و بیابان ہوں اور راستے پر خطر ہوں۔ تاکہ وہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کر سکیں، دوران سفر خدانخواستہ اگر ایک بیمار ہو جائے تو دو اس کی مدد اور سامان وغیرہ کی حفاظت کے لئے ہوں اور شیطان کے وار سے بچ سکیں۔ ہاں مجبوری کی صورت میں اکیلے سفر کرنا بھی بلا کراہت شرعی جائز اور درست ہے۔ چنانچہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ اَلرَّاکِبُ شَیْطَانٌ ،وَالرَّاکِبَانِ شَیْطَانَانِ وَالثَّلَا ثَۃُ رَکْبٌ ﴾ ترمذی ، ابو داؤد ،النسائی)

ایک سوار ایک شیطان ہے، دو سوار دو شیطان ہیں، اور تین سوار سوار ہیں۔

اور دوسری روایت میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (کسی سفر کے)

بہترین ساتھی اور رفقاء وہ ہیں جو (کم سے کم) چار کی تعداد میں ہوں۔ (ترمذی)

اور حضرت فاروق اعظمؓ کا فرمان ہے کہ نہ تو کوئی تنہا سفر کرے اور نہ کوئی اکیلے گھر میں سوئے۔ (مصنف عبدالرزاق ج۱۰ص۳۴۱)

پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: {خَيْرُ الْاَصْحَابِ أَرْبَعَةٌ} بہترین ساتھی چار ہیں۔ اور اس عدد میں حکمت یہ ہے کہ دوران سفر اگر چار آدمی ہوں گے تو دو ایک کام کر لیں گے اور دو دوسرا، اور اس طرح کسی کو وحشت اور تنہائی کا احساس نہیں ہوگا جبکہ چار سے کم افراد ضرورت کے لئے کافی نہیں ہیں۔ پھر سفر میں ایسے شخص کو اپنا رفیق بنائیں جو پاکیزہ خیالات کا حامل اور دیندار ہو، تا کہ سفر خوشگوار ہو، سفر میں تنہائی کی وحشت سے بچیں اور بوقت ضرورت ایک دوسرے کے معین و مددگار بن سکیں۔ اس لئے حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ {اُطْلُبُوا الرَّفِيْقَ قَبْلَ الطَّرِيْقِ} راستہ چلنے سے قبل رفیق سفر متعین کرلو جو تمہاری رہنمائی کرے۔ پیارے پیغمبر ﷺ نے تنہا سفر کرنے سے منع فرمایا ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے تنہا سفر کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا:

﴿ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي الْوَحْدَةِ مَا سَارَ رَاكِبٌ بِلَيْلٍ وَحْدَةٍ ﴾ (بخاری ص ۴۲۱)

اگر لوگ جان لیتے کہ تنہا سفر کرنے میں کیا نقصان ہے تو کوئی رات میں تنہا نہ چلتا۔

حضرت عمرو بن شعیبؓ سے روایت ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: اکیلا سفر کرنے والا شیطان ہے، دو بھی شیطان ہیں اور تین جماعت اور قافلہ ہے۔ (مشکوٰۃ ص۳۳۹)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: گھر (لینے) سے پہلے پڑوسی کو، سفر سے پہلے رفیق کو تلاش کرو اور کوچ کرنے سے پہلے سفر کے خرچ کا انتظام کرلو۔ ہاں شہری علاقوں میں بوقت ضرورت تنہا بھی سفر کیا جا سکتا ہے۔ (اتحاف: ج۶ص ۲۹۸)

اداء حق

جس سے کوئی معاملہ ہو اس کو پورا کریں، قرض خواہوں کا قرض چکائیں، جن کی امانتیں آپ کے پاس ہوں ان کو واپس کردیں، اپنے اہل وعیال کے نان نفقہ کا معقول انتظام کرلیں تا کہ ان کو تکلیف نہ ہو، اپنے والدین، مشائخ اور جو تمہاری شفقت ومحبت کے مستحق ہوں ان کو خوش کریں، بزرگوں سے نصیحت حاصل کریں، ضروری باتوں کی وصیت کریں، اللہ تعالیٰ سے سارے گناہوں کی معافی مانگ لیں اور توبہ کرلیں، اور راستے کے لئے صرف حلال زادِ راہ اتنی مقدار میں ساتھ رکھیں جو آپ کی ضروریات کے ساتھ ساتھ بوقت ضرورت آپ کے رفقائے سفر کے بھی کام آسکے۔

نیت کی درستگی

سفر سے پہلے کوئی ایسی نیت کر لیں جس کی وجہ سے سارا سفر عبادت بن جائے مثلاً:

ا) رزق حلال کا حصول کہ اس کے ذریعہ ناداروں کی مدد، اہل وعیال کی کفالت، زکوٰۃ، صدقات، قربانی، حج وعمرہ کی ادائیگی وغیرہ کی نیت ہو۔

(ب) صلہ رحمی کا حق ادا کرنا یعنی والدین کی زیارت اور خدمت، رشتہ داروں کی خیریت وغیرہ معلوم کرنا۔

(ج) صحت حاصل کرنے کی نیت کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے صحت حاصل کرنے کے لئے سفر کرو۔

(د) جہاد کی یا دین کی دعوت کی نیت کرنا۔

(ھ) حصول دین کی نیت کرنا۔

(و) کسی کی عیادت یا تعزیت کی نیت کرنا۔

(ز) علماء ومشائخ کی زیارت، مشورہ یا مسئلہ دریافت کرنے کی نیت کرنا۔

سفر سے پہلے نماز پڑھنا

سفر کے ارادہ سے جب گھر سے نکلنے لگیں تو دو یا چار رکعت نماز پڑھ لینا مسنون ہے حضرت ابن عمرؓ جب سفر کے لئے نکلتے تو مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم گھر آؤ تو دو رکعت نماز پڑھو، آمد کے تمام ناپسندیدہ امور سے محفوظ رہو گے۔ اور گھر سے نکلتے وقت دو رکعت نماز پڑھو، تو سفر کی تمام ناپسندیدہ باتوں سے محفوظ رہو گے۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۷۸)

حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ میں تجارت کے سلسلہ میں بحرین کے سفر کا ارادہ رکھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دو رکعت نماز پڑھنے کو کہا۔

سفر کے لئے ضروری چیزیں ساتھ رکھنا

سفر پر نکلنے سے پہلے کھانے پینے اور دیگر ضروریات کی چیزیں ساتھ رکھ لیں تاکہ راستے میں پریشانی نہ ہو اور کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا نہ پڑیں، اور بہتر یہ ہے کہ ایسے خشک میوے اور فروٹ اپنے ساتھ رکھیں جو جلدی خراب نہ ہوں اور جس میں زیادہ بوجھ اور پریشانی بھی نہ ہو۔ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ہجرت کا ارادہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے گھر سے کیا تو میں نے سفر کا کھانا آپ کے لئے تیار کیا۔

اسی طرح پیارے پیغمبر ﷺ سفر میں اپنے ساتھ مسواک، آئینہ، سرمہ دانی، تیل کی شیشی، کنگھا، اور قینچی، رکھا کرتے تھے۔اور ایک روایت میں کھجانے کی لکڑی کا بھی ذکر ہے جس سے بوقت ضرورت بدن کھجاتے تھے۔

امیر سفر مقرر کرنا

سفر میں کسی صالح بزرگ یا تجربہ کار و سمجھ دار شخص کو جو خوش اخلاق اور نرم مزاج اور ایثار پسند ہو امیر سفر مقرر کرلیں تا کہ دوران سفر اس کے ساتھ مشورہ کیا جا سکے اور اس کے مشورے سے امور انجام پائیں، اور اختلاف رائے سے بچ کر کوئی ایسا فیصلہ کرنا آسان ہو جائے جو کارواں کے تمام ارا کین کے لئے موزوں اور مناسب ہو۔

حضرت ابو سعید خدریؓ اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا:

﴿ اِذَاكُنْتُمْ ثَلَاثٌ فَأَمِّرُوْا أَحَدَكُمْ۔ ﴾ (طبرانی، مشکوٰۃ ص ۳۳۹)

جب سفر میں تین آدمی ہوں تو ایک کو امیر بنالو۔

اسی طرح کی روایت حضرت ابن عمرؓ سے بھی مروی ہے کہ: پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی سفر میں ہو تو ایک کو اپنا امیر بنالے۔ (مسند بزار ج ۲ ص ۲۶۷)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: جب تم سفر کرو تو تم میں سے جو سب سے زیادہ پڑھا ہوا ہو اسے امام بناؤ، خواہ کم عمر ہی سہی۔اور جب وہ امام ہو جائے گا تو وہی امیر بھی ہوگا۔ (مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۵۸)

امیر کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان تمام لوگوں کے مفادات کا تحفظ کرے جن کا اسے امیر بنایا گیا ہے، اور اپنے آپ کو ان کی ڈھال تصور کرے ایسا کرنا سنت ہے۔

سفر کس دن شروع کریں؟

سفر کسی بھی دن کیا جاسکتا ہے لیکن سفر کے لئے جمعرات یا ہفتہ کا دن زیادہ مبارک ہے کیونکہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ان دنوں میں سفر کرنے پر برکت کی دعاء فرمائی ہے، اور جمعرات کے دن سفر کرنا آپ ﷺ کو پسند تھا۔اس لئے اکثر و بیشتر جب بھی آپ ﷺ کسی لشکر و جماعت کو سفر پر جہاد کے لئے بھیجتے، یا خود سفر فرماتے تو جمعرات کے دن ہی فرماتے۔ اور حجۃ الوداع کا سفر بھی آپ ﷺ نے مدینہ منورہ سے جمعرات کے دن ہی شروع فرمایا تھا۔اور ایک مرفوع روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ہماری امت میں برکت جمعرات کی صبح کو ہے۔ (فتح الباری: ج ۶ ص ۱۱۳)

حضرت کعب بن مالکؓ سے روایت ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ غزوہ تبوک کے لئے جمعرات کے دن نکلے، آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جمعرات کے دن سفر کرنا پسند تھا۔ (بخاری: ج۱ ص۴۱۴)

البتہ بعض مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہفتہ کے دن بھی سفر کیا جیسا کہ حافظؒ اور علامہ عینیؒ لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہفتہ کے دن بھی سفر کیا۔ (عمدۃ القاری ج۱۲ ص۲۱۲)

دوران سفر ذکر میں مشغول رہنا اور گناہوں سے بچنا

سفر کے دوران نماز کا، ذکر و اذکار، تلاوت قرآن کریم اور درود شریف کا اہتمام کریں، اور خاص طور پر {لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ} کا کہ جس کے بارے میں پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جو شخص سفر کی حالت میں خدا کے ذکر میں مشغول رہتا ہے تو فرشتے اس کے ہم سفر ہو جاتے ہیں، اور اگر شعر و شاعری (گانے بجانے اور فضول گوئی) میں مصروف رہتا ہے تو شیطان اس کا ہم سفر ہو جاتا ہے۔ اس لئے دوران سفر گانے بجانے، بدنگاہی اور ہر قسم کے گناہوں سے بچنے کی بھرپور کوشش کریں اور مسنون دعاؤں اور دینی کتب کے مطالعہ کے ساتھ اپنا سفر جاری رکھیں تا کہ سفر بخیر و خوبی اعمال حسنہ کے ساتھ طے ہو۔

☆ جس کام کے لئے جائیں اس کے متعلق اور اس جگہ کے متعلق معلومات حاصل کر لیں۔

☆ سواری نہ ملنے کی صورت میں سورۃ قریش کا ورد کرنے سے اللہ تعالیٰ آسانی فرما دیتے ہیں۔

☆ سفر میں اپنے ساتھ کتا یا گھنگرو نہ رکھیں کہ اس سے بے برکتی ہوتی ہے۔

سفر کے لئے استخارہ کر لیں

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے {مَا خَابَ مَنِ اسْتَخَارَ} یعنی جو آدمی استخارہ کر لیتا ہے وہ خاسر اور نامراد نہیں ہوتا۔ استخارہ کرنے کا مسنون طریقہ ہم تفصیل کے ساتھ پیچھے بیان کر چکے ہیں وہاں دیکھ لیں۔

سفر سے پہلے نوافل کی ادائیگی

استخارہ کے علاوہ دو رکعت یا چار رکعت نفل نماز پڑھیں، اور ان رکعتوں کے بارے میں حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ سفر پر جانے والا اپنے گھر والوں کے لئے اس سے بہتر اور کوئی نائب چھوڑ کر نہیں جاتا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک شخص پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا کہ میں نے سفر کا ارادہ کیا ہے (اور اس خیال سے کہ شاید واپسی نہ ہو) ایک وصیت بھی مرتب کر لی ہے، میں یہ وصیت کس کے سپرد کروں، بیٹے کے، بھائی کے یا والد کے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی نائب جو بندہ اپنی عدم موجودگی میں اپنے گھر کے لئے مقرر کرے،

اس سے بہتر نہیں کہ جب وہ سفر کا لباس پہن لے تو اپنے گھر میں چار رکعت پڑھے اور ہر رکعت میں سورۃ الفاتحہ اور سورۃ اخلاص کی تلاوت کرے۔ اور امام نوویؒ کے قول کے مطابق ان رکعتوں میں سے پہلی رکعت کے اندر سورۃ الفاتحہ کے بعد: { قُلْ یٰاَیُّھَا الْکَافِرُوْن، یا قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقْ } اور دوسری رکعت میں:{قُلْ ھُوَ اللہ ، یا: قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ } پڑھیں۔سلام پھیرنے کے بعد سورۃ القریش اور آیۃ الکرسی پڑھ کر اپنے سفر اور حاجات کے لئے دعاء کریں اور یہ دعاء مانگیں:

﴿ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ أَتَقَرَّبُ بِهِنَّ اِلَيْكَ ، فَأَخْلِفْنِیْ بِهِنَّ فِیْ أَهْلِیْ وَمَالِیْ ﴾

اے اللہ! میں ان رکعات کے ذریعہ تیری قربت چاہتا ہوں،تو ان رکعات کو میرے گھر والوں میں ،اور مال میں میرا نائب بنا دے۔

ایسا کرنے سے انشاء اللہ اس کے سفر سے واپسی تک یہ رکعات اس کے اہل و مال میں نائب رہیں گی، گھر میں حفاظت رہے گی اور کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آئے گا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا میں تجارت کے سلسلہ میں بحرین کے سفر کا ارادہ رکھتا ہوں، پیارے پیغمبر ﷺ نے اسے دو رکعت نماز پڑھنے کو کہا۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: سفر کرنے والا اپنے اہل وعیال میں اپنا جانشین اور کار پرداز جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے ان چار رکعت سے بڑھ کر نہیں چھوڑ جاتا جسے وہ اپنے گھر میں پڑھے۔

(اتحاف: ج ۶ ص ۴۰۲)

کس وقت سفر شروع کریں؟

اگر سہولت ہو تو سفر صبح کے وقت شروع کیا جائے کہ یہ مسنون ہے اور محدثین نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے، اور آپ ﷺ نے صبح کے وقت کام شروع کرنے میں برکت کی دعاء بھی فرمائی ہے کہ: اے اللہ! ہماری امت کے صبح کے کام میں برکت عطا فرما۔لیکن اگر صبح کے وقت اگر ترتیب نہ بن سکے تو ظہر کی نماز کے بعد سفر شروع کریں کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ظہر کے بعد بھی سفر فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ سفر میں صبح کی نماز پڑھتے اور کوچ فرماتے تھے۔اور دوسری روایت بھی حضرت انسؓ ہی سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے مدینہ میں ظہر کی نماز پڑھی (اور پھر سفر شروع کیا) اور ذوالحلیفہ کے مقام پر بھی دو رکعت پڑھیں۔ (بخاری ص ۲۱۴)

سفر شروع کرتے وقت کی دعائیں

سفر میں پیش آنے والے حوادثات، دشواریوں اور مشقتوں سے بچنے کے لئے پیارے پیغمبر ﷺ نے اپنی امت کو مختلف دعائیں سکھلائی ہیں جن کے اہتمام کرنے سے انسان عافیت کے ساتھ اپنا سفر پورا کر لیتا ہے، اور سفر کی مشکلات سے بھی محفوظ رہتا ہے۔ اس لئے سفر سے قبل اپنے رشتہ داروں اور رفقاء سے ملنا، ان سے مصافحہ کرنا اور ان کو دعائیں دینا اور دعائیں لینا مسنون ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم سفر کا ارادہ کرو تو اپنے بھائیوں (اور ملنے جلنے والے رفقاء) کو سلام کرو، ان کی دعاؤں کے ساتھ تمہاری دعائیں زیادتی خیر کا باعث ہوں گی۔ (مجمع الزوائد ج۳ ص ۲۱۳)

گھر والوں سے رخصتی کے وقت کی دعاء

سفر سے پہلے عزیز و اقارب، دوست احباب اور ملنے جلنے والوں سے رخصت ہوں۔

حضرت زید بن ارقمؓ پیارے پیغمبر ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں:

﴿ اِذَا أَرَادَ أَحَدُکُمْ سَفَرٍ فَلْیُوَدِّعْ اِخْوَانَہٗ، فَاِنَّ اللّٰہَ جَاعِلٌ لَہٗ فِیْ دُعَآءِ ھِمُ الْبَرَکَةَ۔ ﴾ (مکارم الاخلاق)

جب تم میں سے کوئی شخص سفر کا ارادہ کرے تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے بھائیوں سے رخصت ہو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں میں اس کے لئے برکت دیتا ہے۔

حضرت موسیٰ بن وردانؒ فرماتے ہیں کہ میں سیدنا حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس ایک سفر میں جانے سے پہلے رخصت ہونے کے لئے آیا جس کا میں نے ارداہ کیا ہوا تھا، تو حضرت ابو ہریرہؓ نے مجھ سے ارشاد فرمایا:

﴿أَلاَ أُعَلِّمُکَ یَا ابْنَ أَخِیْ شَیْئًا عَلَّمَنِیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ أَقُوْلُہُ عِنْدَ الْوَدَاعِ، قَالَ: قُلْتُ بَلٰی، قَالَ: قُلْ :{ أَسْتَوْدِعُکُمُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا یَضِیْعُ وَدَائِعَہُ۔ ﴾

(عمل الیوم واللیلہ ص۳۰۱)

میرے بھتیجے میں تمہیں وہ دعاء نہ سکھلاؤں جو پیارے پیغمبر ﷺ نے مجھے (سفر پر رخصت کرتے وقت) سکھائی تھی؟ فرماتے ہیں: میں نے کہا ضرور۔ انہوں نے فرمایا یہ دعاء پڑھو:

﴿ أَسْتَوْدِعُكُمُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَا يَضِيْعُ وَدَائِعَهُ۔ ﴾

میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں جس کے سپرد کی ہوئی امانتیں ضائع نہیں ہوتی ہیں۔

گھر والے رخصت کرتے وقت یہ دعاء دیں۔

﴿ أَسْتَوْدِعُكَ اللّٰهَ الَّذِيْ لَا يَضِيْعُ وَدَائِعُهٗ، زَوَّدَكَ اللّٰهُ التَّقْوٰى، وَغَفَّرَ ذَنْبَكَ، وَيَسَّرَ لَكَ الْخَيْرَ حَيْثُ مَا كُنْتَ ﴾

میں تجھے اس اللہ کے سپرد کرتا ہوں جس کی امانتیں ضائع نہیں ہوتیں۔ اللہ تعالیٰ تقویٰ کو آپ کا زادِراہ بنادے، اور آپ کے گناہ معاف کرے اور آپ کے لئے نیکی آسان فرمادے جہاں آپ ہوں۔

اور پھر یہ دعاء دیں

﴿ اَللّٰهُمَّ اِزْوِلَهُ الْاَرْضَ، وَهَوِّنْ عَلَيْهِ السَّفَرَ ﴾ (رواہ الترمذی، ج۵ص۵۰۰والنسائی،فی عمل الیوم والليلة)

اے اللہ! آپ اس کے لئے زمین کی مسافت کو لپیٹ دیجئے، اور اس کے لئے سفر کو آسان کر دیجئے۔

پوری جماعت کو رخصت کرتے وقت کی دعاء

اور اگر پوری جماعت کو رخصت کریں تو یہ دعاء دیں جو پیارے پیغمبر ﷺ لشکر کو رخصت کرتے وقت ثنية الوداع (رخصت کی گھاٹی) پر دیتے تھے:

﴿ أَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكُمْ، وَأَمَانَاتِكُمْ، وَخَوَاتِيْمَ أَعْمَالِكُمْ ﴾

میں تمہارے دین، امانت اور عمل تمام کام کے انجام کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں (وہی سب کا محافظ ہے)۔

مسافر کی رخصت ہوتے وقت اپنے گھر والوں کو دعاء

جب آپ سفر کے لئے اپنے گھر والوں سے رخصت ہوں تو ان کو اللہ کے سپرد کر کے جائیں کہ جو چیز اللہ ربّ العزت کے سپرد کی جاتی ہے اللہ اس کی حفاظت فرماتے ہیں اور ان الفاظ سے گھر والوں کو دعاء دیں اس لئے کہ مسافر کی دعاء قبول ہوتی ہے:

﴿أَسْتَوْدِعَكُمُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَا يُخَيِّبُ وَدَائِعَهٗ﴾ (رواه احمد، وابن ماجه، والنسائي)

میں تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں جس کے سپرد کی ہوئی امانتیں نامراد نہیں ہوتی ہیں۔

سفر پر جانے کے لئے جب کھڑے ہوں تو یہ دعاء پڑھیں

﴿اَللّٰهُمَّ بِكَ انْتَشَرْتُ، وَإِلَيْكَ تَوَجَّهْتُ، وَبِكَ اعْتَصَمْتُ، اَللّٰهُمَّ! أَنْتَ ثِقَتِيْ وَرَجَائِيْ، اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ مَا أَهَمَّنِيْ، وَمَا لَا أَهْتَمُّ بِهٖ، وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ، وَزَوِّدْنِيَ التَّقْوٰى، وَاغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ، وَوَجِّهْنِيْ لِلْخَيْرِ حَيْثُ مَا تَوَجَّهْتُ۔﴾

اے اللہ! میں آپ ہی کے با برکت نام سے سفر (شروع) کرتا ہوں، آپ ہی کی طرف متوجہ ہوتا ہوں، اور آپ ہی کو (ہر مشکل وقت میں) مضبوطی سے پکڑتا ہوں۔ اے اللہ! آپ ہی میرا بھروسہ ہیں (کہ جس پر میں بھروسہ کرتا ہوں) اور آپ ہی میری امید ہیں (کہ جس سے میں اپنی امیدیں وابستہ کرتا ہوں)۔ اے اللہ! جن کاموں کے کرنے کا میں اہتمام کرتا ہوں، اور جن کا نہیں کرتا اور جو آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں (کہ ان میں میرے لئے خیر ہے) ان میں میری کفایت (ومعاونت) فرما دیجئے، میرا توشہ تقویٰ کو بنا دیجئے، میرے گناہ معاف فرما دیجئے، اور جہاں بھی میں جاؤں وہاں میرے لئے خیر کو سامنے کر دیجئے۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ جب بھی سفر کا ارادہ فرماتے تو کھڑے ہو کر مندرجہ بالا دعاء فرماتے اور پھر سفر کے لئے نکلتے تھے۔ (طبرانی، والبیہقی فی سنن الکبریٰ ص ۲۵۰ ج ۵)

﴿نوٹ﴾ سفر میں جاتے وقت گھر والوں کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر دونوں آیۃ الکرسی پڑھ لیں، اور ایک دوسرے پر دم کر دیں، تا واپسی انشاء اللہ تعالیٰ حفاظت رہے گی۔

گھر سے نکلنے کی دعاء

ابن عثمان بن عفانؓ فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے گھر سے سفر کے لئے نکلے، اور وہ نکلتے وقت یہ دعاء پڑھے:

﴿ بِسۡمِ اللّٰهِ آمَنۡتُ بِاللّٰهِ وَاعۡتَصَمۡتُ بِاللّٰهِ ، وَتَوَكَّلۡتُ عَلَى اللّٰهِ لَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ رَزَقَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ خَيۡرَ ذَالِكَ الۡمَخۡرَجِ ، وَصَرَفَ عَنۡهُ شَرَّ ذَالِكَ الۡمَخۡرَجِ ﴾ ۔

میں شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے، میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا ہوں، اور اللہ تعالیٰ ہی کو (مضبوطی سے) پکڑتا ہوں اور اس پر توکل کرتا ہوں نہیں ہے گناہوں سے بچنے کا ذریعہ اور اطاعت کی طاقت مگر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے۔تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کے نکلنے کی جگہ سے (یعنی گھر سے) بہتر جگہ عطا فرماتے ہیں اور اس نکلنے کے شر سے اس کی حفاظت فرماتے ہیں۔

سواری پر بیٹھنے کے وقت کی دعاء

سواری پر بیٹھنے لگیں تو {بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ} پڑھیں

حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلا شبہ ہر اُونٹ کی پیٹھ پر ایک شیطان ہوتا ہے، اس لئے جب تم اس پر سوار ہوتو {بِسۡمِ اللّٰهِ} کہا کرو۔

روایات میں آتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام جب کشتی پر سوار ہوئے تو بسم اللّٰه پڑھی۔حضرت علی بن ربیعہؒ روایت فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے ایک مرتبہ سفر پر جاتے وقت اسی حدیث کے مطابق عمل کیا یعنی جب آپ کے سامنے سواری کے لئے ایک جانور لایا گیا تو آپ نے اپنا پاؤں رکاب میں رکھا اور بِسۡمِ اللّٰه پڑھی اور پھر جب سواری پر اچھی طرح بیٹھ گئے تو یہ دعاء پڑھی:

سواری پر اچھی طرح بیٹھنے کے بعد یہ دعاء پڑھیں

{ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ، سُبۡحَانَ الَّذِيۡ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقۡرِنِيۡنَ۔ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنۡقَلِبُوۡنَ

پاک ہے وہ ذات جس نے ہمارے لئے مسخر (تابع) بنایا اس سواری کو، اور نہ تھے ہم اس کو قابو کرنے والے، اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ (مسلم وترمذی)

پھر تین مرتبہ" اللهُ اَكۡبَر" اور تین مرتبہ "اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ" کہیں، پھر یہ دعاء پڑھیں:

﴿ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنۡتَ سُبۡحَانَكَ اِنِّيۡ ظَلَمۡتُ نَفۡسِيۡ ، فَاغۡفِرۡ لِيۡ ذُنُوۡبِيۡ اِنَّهٗ لَا يَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ اِلَّا أَنۡتَ ﴾ ۔

آپ کے سوا کوئی معبود نہیں (اے اللہ!) آپ پاک ہیں، بے شک میں نے (گناہ کر کے) اپنی جان پر بہت ظلم کیا ہے۔ آپ میرے سارے گناہوں کو معاف فرما دیجئے، آپ کے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے ایک دن یہ دعاء پڑھی، اور پھر آپ ﷺ ہنس دیئے۔ میں نے عرض کیا:

﴿ مِمَّا اِسْتَضْحَكْتَ ؟ قَالَ : لِعَجَبِ رَبِّنَا عَزَّوَجَلَّ، قَالَ: عَلِمَ عَبْدِیْ أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ۔ ﴾

آپ ﷺ کس وجہ سے ہنسے؟ تو پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: ہمارے رب کے تعجب کرنے کی وجہ سے میں ہنسا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔

پھر یہ دعاء پڑھیں:

﴿ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ فِیْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰی ، وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰی * اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطْوِعَنَّا بُعْدَهٗ * اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِی الْاَهْلِ * اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ أَعُوْذُبِكَ مِنْ وَّعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَاٰبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَالْحَوْرِ بَعْدَ الْكُوْرِ وَدَعْوَةِ الْمَظْلُوْمِ ، وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِی الْاَهْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ ﴾

(رواہ المسلم وابن ماجه والترمذی، عمل الیوم واللیلة ص۵۴۸)

اے اللہ! ہم آپ سے اپنے اس سفر میں نیکی کی، اور پرہیز گاری کی، اور جو عمل آپ کو پسند ہو اس کی درخواست کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمارا یہ سفر ہم پر آسان فرما، اور اس کی دوری لپیٹ دے۔ اے اللہ! تو میرا ساتھی ہے سفر میں، اور نائب ہے گھر میں۔ اے اللہ! میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں سفر کی سختیوں سے اور (سفر میں کسی) تکلیف دہ ناکام واپسی سے، ترقی کے بعد تنزل (یعنی کام بننے کے بعد بگڑنے) مظلوم کی بد دعاء، اور مال اور گھر اور بچوں میں کسی تکلیف دہ منظر کو دیکھنے سے پناہ مانگتا ہوں۔

علماء نے لکھا ہے کہ مندرجہ بالا دعاء پڑھتے وقت مسنون ہے کہ شہادت کی انگلی کو نماز میں تشہد کی طرح اٹھائے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ جب سفر کے وقت اپنی سواری پر سوار ہوتے تو اپنی انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے یہ دعاء پڑھتے تھے۔

کشتی پر سوار ہوتے وقت کی دعاء

کشتی پر سوار ہوتے وقت بسم اللہ کہیں اور پھر یہ دعاء پڑھیں۔

﴿ بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسَاهَا اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ٭ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ، وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمٰوَاتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحٰنَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔ ﴾ (ھود:۴۱: الزمر۶۷)

اللہ تعالیٰ ہی کے (بابرکت) نام سے اس کشتی کا چلنا اور اس کا ٹھرنا ہے۔ بلا شبہ میرے پروردگار بڑے ہی حفاظت کرنے اور رحم کرنیوالے ہیں۔ اور (افسوس ہے کہ ان کافروں نے) اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدر کرنے کا جیسا حق تھا ایسی عظمت اور قدر نہ کی، حالانکہ اُس کی وہ شان ہے کہ قیامت کے دن ساری زمین اللہ تعالیٰ کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اُس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔ (درحقیقت) اللہ تعالیٰ ان مشرکوں کے شرک سے پاک، بلند و برتر ہے۔

{فضیلت} حضرت حسین بن علیؓ سے روایت ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ أَمَانٌ لِأُمَّتِيْ مِنَ الْغَرَقِ اِذَا رَكِبُوْا فِي السَّفِيْنَةِ أَنْ يَّقُوْلُوْا: ﴾

جب میری امت کشتی پر سوار ہو تو ان کا اس دعاء کو پڑھنا (کشتی کے) ڈوبنے سے امان (وحفاظت کا سبب) ہے۔

دوران سفر بلندی پر چڑھتے اور اُترتے وقت کی دعاء

جب سواری بلندی پر چڑھے تو اللہ اکبر، اور پستی پر اترے تو سبحان اللہ کہیں۔ اس لئے کہ کسی چیز کی اونچائی کو دیکھتے وقت آدمی کے دل میں اس کی بڑائی کا اثر ہوتا ہے اس لئے حکم دیا گیا کہ جب بھی کسی بڑی چیز کو دیکھیں یا بلندی پر چڑھیں تو اللہ اکبر کہیں تا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بڑائی کا اظہار ہو اور اپنی اور ہر چیز کی بڑائی کی نفی، اور اُترتے وقت سبحان اللہ کہیں تا کہ اپنی پستی کا اظہار ہو اور اللہ کے لئے ہر قسم کی پستی اور عیب وغیرہ سے نفی۔ اسی طرح سیڑھیاں چڑھتے وقت داہنا پاؤں آگے

بڑھائیں اور اَللّٰہُ اَکْبَرْ کہیں اور جب اُتریں تو بایاں پاؤں آگے بڑھائیں اور سُبْحَانَ اللہ کہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص پیارے پیغمبر ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کا ارادہ سفر کا تھا انہوں نے عرض کیا:

﴿يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أُوْصِنِيْ، فَقَالَ: أُوْصِيْكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالتَّكْبِيْرِ عَلٰى كُلِّ شَرَفٍ﴾

یا رسول اللہ ﷺ مجھے کچھ وصیت فرمائیے۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرنے، اور ہر اُونچی جگہ پر چڑھتے وقت اللہ اکبر کہنے کی وصیت کرتا ہوں۔

حضرت جابر بن عبد اللہؓ روایت فرماتے ہیں کہ:

﴿ كُنَّا اِذَا كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَلَى أَكْمَةٍ كَبَّرْنَا، وَاِذَا صَعَدْنَا عَلَى جَبَلٍ كَبَّرْنَا ، وَاِذَا هَبَطْنَا سَبَّحْنَا ﴾ (رواه البخاری ، والنسائی فی سنن الکبریٰ،وفی عمل الیوم واللیلة)

جب ہم پیارے پیغمبر ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔جب ہم کسی ٹیلے پر چڑھتے تھے تو اللہ اکبر کہتے اور جب (پہاڑ یا ٹیلے سے) نیچے اترتے تو سبحان اللہ کہتے تھے۔

☆ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ جب کسی لشکر، سریہ، حج اور عمرہ سے واپس تشریف لاتے تو اور گھاٹی، چوٹی یا سخت بلند جگہ پر چڑھتے تو تو تین مرتبہ {اَللّٰہُ اَکْبَرْ} کہتے پھر یہ دعاء پڑھتے:

{ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ۔ }

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، وہ (اپنی ذات وصفات میں) یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اُسی کے لئے بادشاہت ہے، اور اُسی کے لئے ہر قسم کی حمد وثناء ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اس کے علاوہ اُونچائی پر پیارے پیغمبر ﷺ یہ دعاء بھی پڑھتے تھے:

{ اَللّٰهُمَّ لَكَ الشَّرْفُ عَلٰى كُلِّ شَرْفٍ ، وَلَكَ الْحَمْدُ عَلٰى كُلِّ حَالٍ }۔

اے اللہ! ہر بزرگی کے موقع پر بزرگی، وبرتری آپ ہی کے لئے ہے اور ہر حال میں آپ ہی کا شکر ہے۔

جب کسی شہر یا گاؤں میں داخل ہوں تو یہ دعاء پڑھیں

دورانِ سفر جب کسی بستی یا شہر میں آپ داخل ہونا چاہیں تو اس بستی یا شہر سے باہر رک کر یہ دعاء مانگیں اور اگر آپ

کسی ایسی سواری پر ہوں کہ رُک نہ سکیں تو اس بستی پر نظر پڑتے ہی یہ دعاء مانگیں۔ اس لئے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جب خیبر کے قریب پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا ٹھہرو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رک گئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مندرجہ ذیل دعاء مانگی اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ بِسْمِ اللّٰہ پڑھ کر آگے بڑھو (اور بستی میں داخل ہو جاؤ)۔ وہ دعاء یہ ہے:

{ اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ وَمَا أَظْلَلْنَ ، وَرَبَّ الْأَرَضِيْنِ السَّبْعِ وَمَا أَقْلَلْنَ ، وَرَبَّ الشَّيَاطِيْنِ وَمَا أَضْلَلْنَ، وَرَبَّ الرِّيَاحِ وَمَا ذَرَيْنَ ، فَإِنَّا نَسْأَلُكَ خَيْرَ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ وَخَيْرَ أَهْلِهَا ، وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ أَهْلِهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا۔ } (النسائی فی عمل الیوم واللیلۃ)

اے اللہ! ساتوں آسمانوں اور ان تمام چیزوں کے رب جن پر یہ سایہ کئے ہوئے ہیں، ساتوں زمینوں اور ان تمام چیزوں کے رب جنہیں زمین اٹھائے ہوئی ہے، شیاطین اور ان لوگوں کے رب جن کو شیاطین نے گمراہ کیا ہے، ہواؤں اور ان چیزوں کے رب جن کو ہواؤں نے بکھیرا ہے۔ (اے ہمارے رب!) ہم آپ سے اس بستی میں جو کچھ ہے اس کی اور اس بستی والوں کی خیر مانگتے ہیں، اور آپ سے اس بستی کے شر سے، اور بستی والوں کے شر سے پناہ مانگتے ہیں۔

پھر یہ دعاء مانگیں:

{اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذِهِ الْأَرْضِ وَخَيْرِ مَا جُمِعَتْ فِيْهَا، وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا جُمِعَتْ فِيْهَا۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهَا۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاهَا ، وَحَبِّبْنَا إِلٰى أَهْلِهَا، وَحَبِّبْ صَالِحِيْ أَهْلِهَا إِلَيْنَا۔ }

اے اللہ! میں آپ سے اس بستی اور جو کچھ آپ نے اس بستی میں رکھا ہے اس کی خیر اور بھلائی مانگتا ہوں، اور اس بستی اور جو کچھ اس بستی میں آپ نے رکھا ہے اس کے شر اور برائی سے پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ! ہمارے لئے اس میں برکت عطا فرما۔ اے اللہ! اس بستی کی اچھی پیداوار کو ہمارا رزق بنا، اور ہماری محبت اس بستی والوں کے دل میں ڈال دے، اور اس میں جو تیرے نیک بندے ہیں ان کی محبت ہمارے دلوں میں ڈال دے۔

سفر میں نماز فجر کے بعد کی دعاء

حضرت بریدہ اسلمیؓ فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ جب صبح کی نماز پڑھتے تو اپنی آواز بلند فرماتے (یعنی بلند آواز سے یہ دعاء مانگتے) یہاں تک کہ آپ ﷺ کے اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی سن لیتے تھے، وہ دعاء یہ ہے:

{ اَللّٰھُمَّ اصْلِحْ لِیْ دِیْنِیَ الَّذِیْ جَعَلْتَہٗ عِصْمَۃَ أَمْرِیْ، اَللّٰھُمَّ اصْلِحْ لِیْ دُنْیَایَ الَّتِیْ جَعَلْتَ فِیْھَا مَعَاشِیْ، ... ثَلَاثَ مَرَّات ... اَللّٰھُمَّ اصْلِحْ لِیْ آخِرَتِیَ الَّتِیْ جَعَلْتَ اِلَیْھَا مَرْجَعِیْ، ... ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ... اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ أَعُوْذُ بِرَضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ، اَللّٰھُمَّ أَعُوْذُبِكَ، ... ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ... لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا یَنْفَعُ ذَاالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔ }

اے اللہ! آپ میرے دین کو درست کر دیجئے جو میرے ہر کام کی حفاظت کا ذریعہ ہے اور میری دنیا کو درست کر دیجئے جس میں مجھے زندگی بسر کرنی ہے۔ تین مرتبہ یہ کلمات فرمائے۔ پھر تین مرتبہ یہ دعاء فرمائی: اے اللہ! میری آخرت کو درست کر دیجئے جہاں مجھے لوٹ کر جانا ہے۔ پھر تین مرتبہ یہ دعاء فرمائی: اے اللہ! میں آپ کی خوشی کے ذریعہ آپ کی ناراضگی سے پناہ چاہتا ہوں، اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔ پھر فرمایا: اے اللہ! جس کو آپ عطا فرمائیں اس سے کوئی روکنے والا نہیں ہے۔ اور جس سے آپ روک لیں اس کو کوئی دینے والا نہیں ہے۔ اور کسی دولت مند کی دولت آپ کے عذاب سے (بچانے کے بارے میں) نفع نہیں دے سکتی ہے۔

سفر کی نماز

سفر کے دوران نماز کا اہتمام رکھیں، اگر شرعی سفر ہو جس کی مقدار (۴۸) اڑتالیس میل یا (۷۸) کلومیٹر ہے تو ایسی صورت میں چار رکعت والی نماز میں قصر کیا جائے گا جو ربّ العالمین کی طرف سے مسافروں کے لئے انعام ہے اور دو رکعت پڑھنے پر بھی اجر وثواب چار ہی کا عطا کیا جاتا ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: قصر اللہ کی جانب سے ایک ہدیہ ہے جو تم پر سہولت کے لئے کیا ہے تم اسے قبول کرو۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر حضر میں چار رکعت اور سفر میں دو رکعت مقرر فرمائی ہیں۔

سفر میں سنتوں کا حکم

دوران سفر اگر سہولت اور موقع ہو تو سنن اور نوافل پڑھ لینی چاہئیں، اور اگر موقعہ نہ ملے مثلاً گاڑی وغیرہ میں تو صرف فرضوں پر اکتفا کرنا بھی سنت ہے۔ البتہ فجر سے قبل اور مغرب کے بعد کی دو سنتوں کے بارے میں روایات میں آتا ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو نہیں چھوڑتے تھے۔

چنانچہ امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجر کی دو رکعت سنت نہ سفر میں، نہ گھر میں، نہ صحت میں اور نہ ہی مرض کی حالت میں چھوڑا کرتے تھے۔

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ میں نے حضر اور سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ میں نے حضر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ظہر کی چار رکعتیں پڑھیں اور اس کے بعد دو رکعت سنت پڑھیں۔ اور سفر میں (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ) دو رکعت نماز پڑھی اور اس کے بعد دو رکعت (سنت) پڑھیں۔ پھر عصر کی دو رکعتیں پڑھیں، اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ نہیں پڑھا، اور مغرب سفر و حضر میں تین ہی رکعت پڑھتے تھے، اس سے کم و بیش نہیں کرتے تھے، اور اس کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے۔ (ترمذی، مشکوۃ)

اور حضرت ابن عمرؓ ہی سے ایک دوسری روایت میں یہ بھی مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر میں پہلے اور بعد کی سنتیں نہیں پڑھتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۰۲)

تو دونوں عمل پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہیں بعض موقعوں پر پڑھنا بھی اور بعض مواقع پر نہ پڑھنا بھی جیسا موقع ہو اس کے مطابق عمل کریں۔ البتہ جمہور کا مسلک یہ ہے کہ سفر میں سنتوں کا پڑھ لینا بہتر ہے۔ (زرقانی ص ۷۵، شمائیل ص ۱۵۸ ج ۳)

دوران سفر کسی منزل سے کوچ کے وقت نماز پڑھنا

دوران سفر اگر کسی مقام پر قیام ہو تو وہاں سے کوچ کرتے وقت نماز پڑھ کر اگلا سفر شروع کرنا بھی مسنون ہے۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی جگہ قیام فرماتے اور پھر وہاں سے چلتے تو دو رکعت نماز ضرور پڑھتے تھے۔ (بیہقی)

سفر میں روزہ کا حکم

نماز کی سنتوں کی طرح روزے کے بارے میں بھی دونوں عمل پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہیں بعض موقعوں پر روزہ رکھنا بھی اور بعض مواقع پر نہ رکھنا بھی ثابت ہے۔ اگر روزہ رکھنا مشکل معلوم ہو تو نہ رکھے اور اگر روزہ رکھنے میں دشواری

نہ ہوتو رکھ لینا بہتر ہے۔جیسا موقع ہو اس کے مطابق عمل کرے۔

☆ چنانچہ امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے سفر میں روزہ رکھا بھی ہے اورنہیں بھی رکھا۔

اسی طرح کی روایت حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن مسعودؓ سے بھی منقول ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ سفر میں روزہ رکھتے بھی تھے، اورنہیں بھی رکھتے تھے۔چنانچہ جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے روزہ نہ رکھے۔ (بخاری ج ا ص ۲۶۱)

☆ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ آپ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے۔ہم میں سے بعض تو روزہ سے تھے، اوربعض بلا روزہ کے۔کسی نے بھی ایک دوسرے کو برانہیں کہا۔ (طحاوی ص ۳۳۱)

دوران سفر کے چند اُصول وآداب

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشادفرمایا:

﴿ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ رَفِیْقٌ یُحِبُّ الرِّفْقَ ، فَاِذَا سَافَرْتُمْ فِی الْخَصْبِ فَأَمْکِنُوا الرِّکَابَ أَسِنَّتَهَا ، وَلَا تَجَاوَزُوْا بِهَا الْمَنَازِلَ، وَاِذَا سِرْتُمْ فِی الْجَدْبِ فَاسْتَبَقُوْا ، وَعَلَیْکُمْ بِالدُّلْجَةِ فَاِنَّ الْاَرْضَ تُطْوٰی بِا اللَّیْلِ ، وَاِنْ تَغَوَّلَتْ بِکُمُ الْغِیْلَانُ ، فَنَادُوْا بِالْاٰذَانِ وَاِیَّاکُمْ وَالصَّلَاۃَ عَلٰی جَوَادِ الطَّرِیْقِ ، فَاِنَّهَا مَمَرُّ السِّبَاعِ وَمَأْوَی الْحَیَّاتِ۔ ﴾

(رواہ ابو داؤد،وابن ماجہ ، والنسائی،فع عمل الیوم واللیلۃ)

(۱) بے شک اللہ تعالیٰ نرم ومہربان ہیں ، اورنرمی اورمہربانی کو پسند فرماتے ہیں۔(اس لئے سفر میں بلا وجہ مشقت اٹھانے کی ضرورت نہیں)۔

(۲) جب تم سفر کے دوران سرسبز زمین میں سفر کروتو سواریوں کو خوب چرنے دو۔(یعنی ایسا نہ ہو کہ آگے چارہ نہ ملے اورسواریوں کو اور تمہیں مشقت کا سامنا کرنا پڑے،اس کے علاوہ ان پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہ لادا جائے، اورصبح وشام کے وقت ان سے بوجھ اتار دیا جائے تا کہ انہیں راحت ملے۔)

(۳) سواریوں کو غیر معروف راستوں پر نہ لے جاؤ۔(کہ اس میں خودکو اورسواری کو تھکانا ہے)۔

(۴) اور جب تم قحط زدہ زمین پر گزرو تو جلدی سے گزر جاؤ۔(یعنی جہاں سبزہ اور گھاس وغیرہ نہ ہوتو

وہاں سے جلدی سے گزر جاؤ تا کہ تاخیر کی صورت میں جانور کو پریشانی نہ ہو)

(۵) تم رات میں سفر کرنے کو لازم پکڑو، کیونکہ زمین رات میں لپیٹ دی جاتی ہے۔(یعنی رات کے وقت سفر میں برکت ہوتی ہے اور چلنا آسان ہوتا ہے،اورتھوڑے وقت میں زیادہ مسافت طے ہو جاتی ہے اور تھکاوٹ کا احساس بھی نہیں ہوتا، اور دھوپ اور گرمی سے بھی حفاظت رہتی ہے، اس لئے رات کے کچھ حصہ میں بھی سفر کیا کرو)

(۶) اور اگر بھوت پریت تمہیں راستہ بھلا دیں تو تم اذان کہو۔(یعنی جب جنگل اور بیابان میں رات کے وقت بھوت پریت نظر آئیں تو اذان کہو کہ اس سے شیطان اور بھوت پریت بھاگ جاتے ہیں۔اس کے علاوہ اگر آیۃ الکرسی یاد ہو تو وہ بھی پڑھ لیں، اور تین مرتبہ {اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْكَ}بھی پڑھ لیں۔)

(۷) تم راستوں کے درمیان نماز پڑھنے سے بچو کیونکہ وہ درندوں کے گزرنے اور سانپوں کے رہنے کی جگہ ہیں۔(یعنی حشرات الارض اور درندے رات کے وقت راستوں میں پھرتے ہیں تا کہ راہ گیروں سے جو کچھ کھانے پینے کی چیزیں گرتی ہیں ان کو کھا لیں۔اس لئے دوران سفر نماز و قیام کی صورت میں راستے سے ایک طرف ہٹ کر قیام کریں اور نماز پڑھیں تا کہ آنے جانے والوں کو تکلیف نہ ہو، اور کوئی چیز تمہیں بھی گزند نہ پہنچا سکے۔

سفر میں سامان کی حفاظت اور احتیاط

دوران سفر اپنے سامان کی خود حفاظت کریں، اور کسی دوسرے کے بھروسے پر نہ رہیں تا کہ سامان کے گم ہو جانے کی صورت میں شدید پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔اور کسی جگہ پڑاؤ ہو یا سفر ہر حال میں احتیاط رکھیں، قافلے سے جدا نہ ہوں، اور رات میں غفلت کی نیند نہ سوئیں۔

حضرت عثمان ؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم کسی جگہ قیام کرو اور اپنا سامان رکھو تو سامان کے اردگرد ایک دائرہ کھینچ لو، اور یہ کہو: {اَللّٰہُ رَبِّیْ لَا شَرِیْكَ لَہٗ} سامان محفوظ رہے گا۔

(کنز العمال ج۶ ص۴۰۹)

سفر کے دوران رفقاء کی خدمت کا ثواب

دوران سفر اپنے رفقاء سفر کی خدمت کرنے، مثلاً ان کے سامان اٹھانے میں ان کی مدد کرنے، ان کے لئے سودا سلف

لانے میں ان کی مدد کرنے یا کسی بھی کام کے اندر ان کا ہاتھ بٹانے میں بہت زیادہ اجر وثواب ہے۔ پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: قیادت وسرداری کے لائق وہ ہے جو سفر میں اپنے ساتھیوں کی خدمت کرے، اور ثواب میں خدمت کرنے والے سے کوئی آگے نہیں بڑھ سکتا، ہاں مگر یہ کہ شہادت ہو۔ (کہ شہید کا درجہ بہت بلند ہے) (مشکوٰۃ ص ۳۴۰)

☆ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ آدمی کے اوپر ہر دن ہڈیوں کے جوڑ کا صدقہ ہے۔ آدمی کسی کی سواری میں مدد کرے، اس کا سامان اٹھادے (تو یہ) صدقہ ہے، اچھی بات کہنا صدقہ ہے، نماز کی طرف جو قدم اٹھے (وہ) صدقہ ہے، کسی کو راستہ بتانا صدقہ ہے۔ (بخاری ص ۴۰۴)

☆ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ میں پیارے پیغمبر ﷺ کے ساتھ خیبر کی طرف نکلا، اور میں سفر میں آپ ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ اور دوسری روایت میں فرماتے ہیں کہ میں حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ سفر میں نکلا باوجودیکہ وہ ہم سے عمر میں بڑے تھے (مگر) وہ ہماری خدمت کیا کرتے تھے۔ (بخاری ص ۴۰۵ ج ۱)

اس لئے سفر کے موقعہ پر ہر ایک کو دوسرے کی خدمت میں ایک دوسرے سے سبقت کرنی چاہئے خواہ بڑا ہو یا چھوٹا کہ اس کا اجر وثواب نفلی روزہ سے بھی بڑھ کر ہے۔

سفر سے واپس آنے والوں کے لئے چند اعمال

سفر سے جلد واپسی

پیارے پیغمبر ﷺ فرماتے ہیں جب ضرورت پوری ہو جائے تو سفر سے واپس گھر آجائے اور بلا ضرورت سفر کو طوالت نہ دے کہ اس میں مال اور وقت کا ضیاع ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: سفر عذاب کا ٹکڑا اور مشقت کا ایک حصہ ہے کہ آدمی (حسب عادت) کھانے پینے اور سونے سے محروم رہتا ہے۔ (اس لئے) جب ضرورت پوری ہو جائے تو گھر آنے میں جلدی کرے۔ (مشکوٰۃ ص ۳۳۹)

امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی حج سے فارغ ہو جائے تو اہل وعیال میں آنے میں جلدی کرے، اس میں زیادہ ثواب ہے۔ (بیہقی ج ۵ ص ۲۵۲)

سفر سے گھر واپسی کس وقت کرے

پیارے پیغمبر ﷺ سفر سے صبح چاشت کے وقت یا شام کو واپس تشریف لاتے، اور جب تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں تشریف لیجاتے دو رکعت نماز پڑھتے، پھر لوگوں سے ملاقات فرماتے، پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں

تشریف لے جاتے اور اس کے بعد گھر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے یہاں تشریف لیجاتے، اور گھر کے بچوں سے ملاقات فرماتے۔اس لئے سفر سے واپسی پر مسجد میں جا کر دو رکعت شکرانے کے ادا کر کے پھر گھر میں داخل ہوں۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سفر سے (واپس) آکر گھر والوں کے پاس آنے کا بہترین وقت شروع رات ہے۔ (ابوداؤد)

طویل سفر اور زیادہ دیر تک گھر والوں سے دور رہنے والے مسافروں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات کو دیر سے لوٹنے پر گھر جانے سے منع فرمایا تا کہ ان کا اچانک واپس گھر میں آجانا ان کے لئے نفرت اور تعلقات کے بگاڑ کا باعث نہ بنے، اوران کی عورتوں کو اتنا موقع مل جائے کہ وہ اپنے بدن کی صفائی ستھرائی اور خاوند کے لئے بناؤ سنگھار کر لیں۔اس لئے فرمایا کہ اگر دُور کے سفر کی وجہ سے رات کو دیر سے پہنچیں تو صبح گھر میں داخل ہوں، البتہ اگر گھر والے انتظار میں ہوں یا سفر قریب کا ہوتو اسی وقت گھر میں داخل ہو جانے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے،سفر سے واپس لوٹے تو گھر جانے لگے۔پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رات میں گھر جانے سے رُکے رہو، تا کہ وہ (یعنی تمہاری عورتیں) بالوں کی صفائی وغیرہ اور سر وغیرہ جھاڑ لیں۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر سے رات میں گھر تشریف نہ لاتے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح یا شام کو تشریف لاتے تھے۔ (بخاری،مسلم ج۱:ص۲۴۲)

گھر میں داخل ہوتے وقت یہ دعاء پڑھیں:

﴿ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ * اٰئِبُوْنَ، تَائِبُوْنَ، عَابِدُوْنَ، سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ۔صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ، وَنَصَرَ عَبْدَهٗ ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهٗ ﴾

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے وہ (اپنی ذات وصفات میں) یکتا ہیں، ان کا کوئی شریک نہیں ہے۔ ان ہی کے لئے (ساری) بادشاہی اور تمام تر تعریف ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہیں۔(ہم اپنی غفلت سے) رجوع کرنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں، عبادت کرنے والے ہیں،(اپنے رب کو) سجدہ کرنے والے اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا، اوراپنے بندے (حضرت محمد

ﷺ) کی مدد فرمائی اور تمام لشکروں کو اکیلے ہی شکست دی۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ عن عبد اللہ رضی اللہ عنہ:اَنَّ رَسُوْلَ اللہ ﷺ کَانَ اِذَا قَفلَ کَبَّرَ ثَلاَ ثًا ، ثُمَّ قَالَ: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَ ہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ، لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ ، وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَيْئٍ قَدِیْرٌ ، آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ۔صَدَقَ اللّٰہُ وَعْدَہٗ ، وَنَصَرَ عَبْدَ ہٗ ، وَھَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَہٗ ۔تَوْ بًا تَوْ بًا لِرَبِّنَا أَوْبًا لَا یُغَادِرُ عَلَیْنَا حَوْبًا ﴾

رسول اللہ ﷺ جب کسی سفر سے واپس لوٹتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے، پھر یہ دعاء پڑھتے تھے: اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے وہ (اپنی ذات وصفات میں) یکتا ہیں، ان کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اُن ہی کے لئے (ساری) بادشاہی اور تمام تر تعریف ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہیں۔(ہم اپنی غفلت سے) رجوع کرنے والے ہیں توبہ کرنے والے ہیں، عبادت کرنے والے ہیں،(اپنے رب کو) سجدہ کرنے والے اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا، اوراپنے بندے(حضرت محمد ﷺ) کی مدد فرمائی اور تمام لشکروں کو اکیلے ہی شکست دی۔

اور جب اپنے گھر والوں کے پاس تشریف لیجاتے تو یہ دعاء پڑھتے:

﴿ تَوْ بًا تَوْ بًا لِرَبِّنَا أَوْبًا ، لَا یُغَادِرُ عَلَیْنَا حَوْبًا ﴾

ہم اپنے رب سے (ایسی) توبہ کرتے ہیں (ایسی) توبہ کرتے ہیں جو ہمارا کوئی گناہ نہ چھوڑے۔

سفر سے واپسی پر اہل خانہ کے لئے تحائف لانا

سفر سے واپسی پر والدین ، بیوی بچوں اور خادموں کے لئے حسب استطاعت کوئی تحفہ ساتھ لائیں کہ ان کو انتظار رہتا ہے۔سب سے پہلے والدین کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے دُعائیں لیں اور ان کی خدمت میں لایا ہوا تحفہ پیش کریں اور پھر بیوی بچوں کے ہاتھ میں رکھیں۔

اُمّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: جب تم سفر سے واپس لوٹو تو اہل خانہ کے لئے کچھ تحفہ، ہدیہ لیتے آؤ۔ (کنز العمال: ج۶ ص ۷۰۲)

روایت میں آتا ہے کہ ایک صحابی نے پیارے پیغمبر ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے کہ اللہ ربّ العزت مجھے نظر محبت سے دیکھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ تو سفر سے واپسی پر کوئی تحفہ لاکر اپنی بیوی کے ہاتھ پر رکھے گا تو اللہ تعالیٰ تجھ کو محبت کی نظر سے دیکھیں گے۔

مسافر کی واپسی پر اہل واحباب کے لئے چند مستحب اعمال

مصافحہ اور معانقہ کرنا

شہر کے کنارہ تک جا کر مسافر کا استقبال کرنا، جیسا کہ حضرات صحابہ کرامؓ کا معمول تھا۔ اور اس سے معانقہ اور مصافحہ کرنا، اور آنکھوں کے درمیان پیشانی پر بوسہ دینا سنت ہے۔

☆ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ کے صحابہ کرامؓ جب ملتے تو مصافحہ کرتے اور جب سفر سے واپس آتے تو معانقہ کرتے۔ (طبرانی، شمائل کبریٰ ۱۶۹)

☆ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب بھی دو مسلمان آپس میں ملاقات کرتے ہیں، اور مصافحہ کرتے ہیں، تو دونوں کے جدا ہونے سے قبل ان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (ابوداؤد، ترمذی ج ۳ ص ۴۳۲)

☆ حضرت ابو ذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جب بھی پیارے پیغمبر ﷺ سے ملاقات کی تو آپ ﷺ نے مصافحہ فرمایا۔ (ترغیب ج ۳ ص ۴۳۴)

☆ امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جب زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ آئے تو آپ ﷺ گھر میں تشریف فرما تھے، زید آئے تو انہوں نے دروازے پر دستک دی، آپ ﷺ خالی بدن چادر کھینچتے ہوئے اٹھے۔ خدا کی قسم نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد آپ ﷺ کو خالی بدن دیکھا۔ آپ ﷺ نے زید سے معانقہ کیا اور بوسہ لیا۔

(مشکوٰۃ ص ۴۰۲)

مہمان کا استقبال کرنا

کسی معزز مہمان یا سفر سے واپس آنے والے کے استقبال کے لئے جانا مسنون ہے۔ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ کے استقبال کے لئے ہم لوگ بچوں کے ساتھ ثنیۃ الوداع تک گئے۔

امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ جب کوئی سفر کرے تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے احباب کے پاس آئے اور اُن سے دعاء وسلام کرے، اور اُن سے دعاء کی درخواست کرے، چونکہ یہ اُن سے جدا ہو رہا ہے اس لئے الوداعی ملاقات اس کی طرف سے

ہو۔اور ان کے احباب کا یہ حق ہے کہ جب یہ سفر سے واپس آئے تو وہ اس کے پاس جائیں اور سلام کریں ،اس کی خیریت دریافت کریں، اور اس سے سفر کے حالات جانیں۔یعنی سفر سے واپس آنے والے کا یہ حق نہیں ہے کہ وہ احباب کے پاس ملاقات کو جائے ، بلکہ احباب کا اس کے پاس آکر ان سے ملاقات کرنا ،اور سلام اور مصافحہ کرنا مسنون ہے۔اسی لئے کہا جاتا ہے کہ { اَلْقَادِمُ یُزَار } آنے والے سے ملاقات کی جاتی ہے۔

سفر سے واپسی پر کھانے کی دعوت

جو لوگ ملنے آئیں ان کو کھانا کھلانا سنت ہے۔کسی اہم سفر (مثلاً حج وعمرہ وغیرہ) سے واپسی پر خوشی اور مسرت کے پیش نظر احباب واقارب کا سفر سے لوٹنے والے کے لئے اور سفر سے لوٹنے والے کا اپنے احباب اور اقارب کے لئے دعوت کرنا اور بقدر وسعت اور گنجائش کھانا کھلانا سنت ہے۔

ملا علی قاریؒ اور علامہ طیبیؒ نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ سفر سے واپسی پر دعوت کرنا مسنون ہے حضرت ابن عمرؓ کی عادت تھی کہ جب گھر پر ہوتے تو اکثر روزہ سے رہتے تھے،لیکن جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو (کھانے اور کھلانے کی رعایت سے فوراً) روزہ نہ رکھتے تھے، بلکہ دعوتوں کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ (فتح الباری ص ۱۹۴ ج ۶)

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ (جب سفر سے واپس) مدینہ تشریف لائے تو ایک اونٹ یا گائے ذبح کی ،(اور لوگوں کی دعوت کی)۔ (بخاری ج ۱ ص ۴۳۳)

☆ اگر کوئی حج اور عمرہ سے واپس آئے تو اس کو ان الفاظ سے دعاء دینا:

﴿ قَبِلَ اللّٰهُ حَجَّكَ ، وَغَفَرَ ذَنْبَكَ ، وَأَخْلَفَ نَفَقَتَكَ ﴾

اللہ تعالیٰ تمہارے حج (عمرہ) کو قبول فرمائے،تمہارے گناہ معاف فرمائے،اور تمہاری آمد ورفت کا خرچ واپس عطا فرمائے۔

✿✿✿✿✿

تربیت اولاد کے متعلق آداب اور سنتیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ، نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ ، وَنَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِیَ لَهٗ ،وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيْکَ لَهٗ ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهٗ ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ ، وَأَصْحَابِهٖ ، وَأَتْبَاعِهٖ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ۔ أَمَّا بَعْدُ:

قارئین کرام: جس طرح ماں باپ کی خدمت، ان کا احترام اولاد پر ضروری ہے اسی طرح ماں باپ پر بھی اولاد کے حقوق ہیں اور اُن کی کچھ ذمہ داریاں ہیں جو ماں باپ کو ادا کرنی چاہئیں۔قیامت کے دن پہلے والد سے اس کی اولاد کے متعلق سوال ہوگا اور پھر اولاد سے ماں باپ کے حقوق کے بارے میں پوچھا جائے گا۔جو ماں باپ اولاد کی دینی تربیت کی ذمہ داری پوری کریں گے وہ دنیا اور آخرت میں سرخرو ہوں گے، اور جو اس فریضہ سے پہلو تہی کریں گے انہیں دنیا اور آخرت میں وبال اور عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا اور ان کی پکڑ ہوگی اور وہ اپنے رب کے سامنے اپنی اولاد کے حق میں جواب دہ ہوں گے۔پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا:

﴿ اَلاَ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُم مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ ، فَالْاِمَامُ الَّذِیْ عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْهُمْ ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰى أَهْلِ بَيْتِهٖ وَهُوَ مَسْؤُوْلٌ عَنْهُمْ۔ ﴾

علامہ آلوسیؒ صاحب روح المعانی یہ حدیث نقل فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب ان ماں باپ پر ہوگا جنہوں نے اپنی اولاد کی نیک تربیت نہیں کی ہوگی۔اس لئے اولاد کو اللہ تعالیٰ کا عطیہ اور اس کی امانت سمجھ کر اس کی قدر کی جائے ، اور ان کی ایسی تربیت کی جائے کہ وہ شائستگی اور اچھے اخلاق اور سیرت کے حامل ہوں ، جو ماں باپ اپنی اولاد کی دینی تربیت بچپن میں نہ کر کے ان کو ضائع کر دیتے ہیں تو ایسے بچے بڑے ہو کر نہ تو اپنے آپ کو نفع پہنچانے کے قابل ہوتے ہیں اور نہ ہی والدین کے لئے وہ نافع بنتے ہیں بلکہ وہ والدین کے لئے باعث عذاب بن جاتے ہیں ۔اسی لئے ایک حدیث میں پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿ مَانَحَلَ وَالِدٌ وَلَدًا أَفْضَلَ مِنْ أَدَبٍ حُسْنٍ ﴾

کسی باپ نے اپنی اولاد کو کوئی تحفہ حسن ادب اور اچھی سیرت سے بہتر نہیں دیا۔

اور بچیوں کی تربیت کرنے اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کا ذکر تو احادیث صحیحہ میں ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت ابی سعیدؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ مَنْ كَانَ لَهٗ ثَلَاثُ بِنَاتٍ أَوْ ثَلَاثُ أَخَوَاتٍ ، أَوْ بِنْتَانِ أَوْ أُخْتَانِ ، فَأَحْسَنَ صُحْبَتَهُنَّ، وَصَبَرَ عَلَيْهِنَّ ، وَاتَّقَى اللّٰهَ فِيْهِنَّ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔ ﴾ (شرح السنة)

جو شخص تین بیٹیوں کی یا اسی طرح تین بہنوں کی، یا دو بیٹیوں اور دو بہنوں کی عیالداری (یعنی ان کی پرورش) کی ذمہ داری پوری کرے پھر ان کو ادب (یعنی علم) سکھلا دے، اور ان کو اچھی صحبت دے اور ان پر مہربانی کرے، اور (ان کی تربیت کے راستے میں جو مشکلات آئیں) ان پر صبر کرے، اور ان کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو بے فکر کر دے (یعنی ان کی شادی ہو جائے جس کی وجہ سے وہ پرورش سے بے فکر ہو جائیں) تو اللہ تعالیٰ اس شخص کے لئے جنت کو واجب کر دے گا، ایک شخص نے دو کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: دو میں بھی یہی فضیلت ہے۔ پھر ایک شخص نے ایک کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ ایک کی بھی یہی فضیلت ہے۔

اور حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتّٰى تَبْلُغَا ، جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَا وَهُوَ كَهَاتَيْنِ ، وَضَمَّ أَصَابِعَهٗ۔ ﴾ (رواه مسلم)

جس نے دو بچیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بلوغت کو پہنچ گئیں، قیامت کے دن میں اور وہ اس طرح ساتھ ساتھ ہوں گے جیسے یہ دو انگلیاں، اور آپ ﷺ نے شہادت اور اس کے ساتھ کی انگلیوں کو ملا کر دکھلایا۔

اور امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ جَاءَتْنِي مِسْكِيْنَةٌ تَحْمِلُ اِبْنَتَيْنِ لَهَا ، فَاطْعَمْتُهَا ثَلَاثَ تَمَرَاتٍ ، فَأَعْطَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا تَمْرَةً وَرَفَعَتْ اِلٰى فِيْهَا تَمْرَةً لِتَأْكُلَهَا، فَاسْتَطْعَمَتْهَا اِبْنَتَاهَا ، فَشَقَّتِ التَّمْرَةَ الَّتِىْ كَانَتْ تُرِيْدُ أَنْ تَأْكُلَهَا بَيْنَهُمَا، فَأَعْجَبَنِىْ شَانُهَا، فَذَكَرْتُ الَّذِىْ صَنَعَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: اَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَوْجَبَ لَهَا بِهَا الْجَنَّةَ، أَوْ اعْتَقَهَا بِهَا مِنَ النَّارِ ﴾ (رواه مسلم فی کتاب البر والصلة ،باب الاحسان الی البنات)

میرے پاس ایک غریب عورت اس حال میں آئی کہ وہ اپنی دو بیٹیوں کو اٹھائے ہوئی تھی (میرے پاس اسوقت) تین کھجوریں تھیں جو میں نے اسے دے دیں، اس نے ان میں سے ہر بچی کو ایک ایک کھجور دے دی، اور تیسری کھجور کھانے کے لئے ابھی اپنے منہ کی طرف اٹھائی ہی تھی کہ اس کی بچیوں نے اس سے وہ کھجور بھی کھانے کے لئے مانگ لی اس نے اس کھجور کے دوٹکڑے کئے اور خود کھانے کے بجائے ان کے درمیان تقسیم کردی۔ اس کے اس عمل نے مجھے بڑا متأثر کیا،اور جب پیارے پیغمبر ﷺ تشریف لائے تو میں نے اس عورت کے اس عمل کے بارے میں آپ ﷺ کو بتایا، آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے اس عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے جنت کو واجب کردیا، یا فرمایا کہ اسے دوزخ سے چھٹکارا عطا فرمادیا۔

والدین اولاد کے لئے نمونہ عمل ہیں

پیارے پیغمبر ﷺ نے ہر صاحب اولاد کو اس کی اولاد کا یہ حق بتایا ہے کہ وہ بالکل شروع ہی سے ان کی دینی تعلیم و تربیت کی فکر کرے۔اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانی فطرت کے لحاظ سے بچپن کے دور ہی سے اس کی پوری زندگی کی بنیاد رکھنے کا زمانہ ہے۔ یہی زمانہ اس کی ذہن سازی کا ہوتا ہے۔جیسا ذہن بچے کا بچپن میں بنے گا، جوانی اور بڑھاپے تک اس کے اثرات باقی رہیں گے۔اس لئے بحیثیت مسلمان ہر ماں باپ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت اسلامی انداز میں کریں، اور ان کو کردار اور اخلاق کے اچھے سانچے میں ڈھالیں، اور بچوں کے سامنے اپنی زندگی کا بہترین نمونہ عمل پیش کریں۔اس لئے کہ بچہ وہی سیکھے گا اور بڑے ہوکر وہی نمونہ اپنائے گا جو اس کے سامنے پیش کیا جائے گا۔اگر باپ نماز پڑھے گا تو بچہ بھی اس کی تقلید میں نماز پڑھے گا، اور اگر باپ سگریٹ پیئے گا تو بچہ بھی اس کی تقلید میں سگریٹ پیئے گا۔اگر بچہ یہ

دیکھے گا کہ اس کے ماں باپ اللہ کے ذکر میں مصروف رہتے ہیں اور اُن کی زبان پر ہر وقت: {سُبْحَانَ اللہ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ، اور اَللّٰہُ اَکْبَرْ} کے کلمات جاری رہتے ہیں۔تو وہ بھی ذکر میں لگے گا۔اور اسی طرح بچہ جب یہ دیکھے گا کہ اس کا باپ رات کے وقت اسے چھپ کر فقرا اور مساکین کے گھروں پر صدقہ اور خیرات دینے کے لئے بھیجتا ہے۔تو اس کے دل میں اخلاص کے ساتھ انفاق فی سبیل اللہ اور صدقہ وخیرات کرنے اور غرباء کی امداد کرنے کی رغبت پیدا ہوگی۔اور جب وہ یہ دیکھے گا کہ اس کا باپ رات کو اٹھ کر تہجد کی نماز ادا کرتا ہے، اور اللہ کے خوف سے روتا ہے، تو وہ سوچے گا کہ کیوں میرا باپ روتا ہے، کیوں یہ اپنی نیند کو چھوڑ کر ٹھنڈے پانی سے وضو کرتا ہے اور نماز پڑھتا ہے؟۔تو اس کے دل میں بھی نماز کی اہمیت بیٹھے گی۔ اور اللہ کے سامنے رونے کا جذبہ موجزن ہوگا۔

☆ اور جب وہ اپنے باپ کو دیکھے گا کہ وہ ہر سوموار اور جمعرات اور ایام بیض کے روزے رکھتا ہے، اور با جماعت نماز کی ادائیگی کے لئے مسجد میں حاضر ہوتا ہے، اور اذان کا جواب دیتا ہے، قرآن کی تلاوت کرتا ہے اور اپنے ماں باپ کے لئے دعائیں کرتا ہے، ان کی قبروں پر حاضری دیتا ہے، ان کی طرف سے صدقہ وخیرات کرتا ہے، ان کے متعلقین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا ہے۔تو وہ اپنے باپ سے یہی کچھ سیکھے گا، اور انہیں اخلاق کو اپنائے گا جو اس نے دیکھے ہیں اور اس کے باپ نے اس کے سامنے اپنی زندگی کا نمونہ پیش کیا ہے۔پھر وہ بھی اپنے ماں باپ کے لئے ان کی وفات کے بعد دعاء کرے گا، اور ان تمام اعمال کو کرنے کی کوشش کرے گا جو اس نے اپنے باپ سے سیکھے ہوں گے۔

☆ ایسے ہی بچی جب اپنی ماں کو دیکھے گی کہ وہ ہمیشہ اجنبی مردوں سے پردہ کرتی ہے، تمام اعمال شرعیہ کی پابندی کرتی ہے اور حیاء و پاکدامنی اور عزت اور وقار کے ساتھ زندگی گزارتی ہے تو وہ بھی اپنی ماں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس نمونہ کو اپنائے گی، اور اگر وہ دیکھتی ہے کہ اس کی ماں پردہ کا اہتمام نہیں کرتی، اجنبیوں سے ہاتھ ملاتی ہے ان سے ہنسی مزاح اور خوش گپیوں میں مصروف رہتی ہے، اور رقص وسرور کی محفلیں انجوائے کرتی ہے تو وہ بھی اسی کی نقالی کرے گی۔اس لئے ماں باپ کو اپنے اولاد کے حق میں اللہ سے ڈرتے رہنا چاہئے اور ان کے لئے بہترین اسوۂ حسنہ بننا چاہئے۔

اگر ماں باپ اپنی اولاد کو بدخلقی سے روکیں اور خود اس کے مرتکب ہوں، ان کو جھوٹ بولنے سے روکیں اور خود ان کے سامنے جھوٹ بولیں، ان کو وعدہ خلافی سے روکیں اور خود وعدہ خلافی کریں، ان کو گالی گلوچ اور گھر میں آواز بلند کرنے سے روکیں اور خود بچوں اور ایک دوسرے پر چیختے چلاتے رہیں اور گالم گلوچ کرتے رہیں۔ان کو سگریٹ پینے سے روکیں اور خود سگریٹ نوشی کرتے رہیں، تو اولاد ان کا کہنا کیسے مانے گی؟ اور اگر وہ یہ کہہ دیں کہ ابا جان آپ تو خود یہ سب کرتے ہیں اور ہمیں روکتے ہیں تو آپ کے پاس کیا جواب ہوگا۔{لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ} کیوں ایسی بات کہتے ہو جو خود کرتے

نہیں۔اگر ماں باپ نے بچپن ہی سے اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت اسلامی انداز میں نہ کی اور بڑے ہوکر ان سے گناہوں کا صدور ہوا تو بچوں کے ساتھ ساتھ ماں باپ بھی اس کے ذمہ دار اور گناہ گار ہوں گے۔اس لئے ربّ العالمین نے قرآن کریم میں اہل ایمان کو مخاطب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

{ يَآ أَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡٓا اَنۡفُسَكُمۡ وَاَهۡلِيۡكُمۡ نَارًا۔ } (التحریم:٦)

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔

۞۞۞۞

ولادت کی سنتیں وآداب

اس لئے شریعت اسلامیہ نے امت مسلمہ کے لئے بچے کے پیدائش کے وقت سے ہی احکام بیان کر دیئے ہیں تا کہ بچے کی تربیت کرنے والے ان احکامات کو سامنے رکھ کر اس کی تربیت ان ہی بنیادی احکامات کے مطابق کریں۔

بچے کو غسل دینا

ولادت کے بعد سب سے پہلے بچے کو غسل دے کر پاک صاف کپڑے میں لپیٹ کر رکھیں۔

کان میں اذان اور اقامت کہنا

جب بچہ پیدا ہو اور اس کو غسل دے کر پاک وصاف کر لیا جائے تو اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہیں۔ (ترمذی ج ٦ ص ١٥٢،مسند ابویعلیٰ)

یہ مسلمان بچے کا پہلا حق ہے جو شریعت اسلامیہ نے اس کو دیا ہے کہ پیدائش کے ساتھ ہی اس کے کان میں اذان دی جائے۔چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَذَّنَ فِيْ أُذُنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ يَوْمَ وُلِدَ ، وَأَقَامَ فِيْ أُذُنِهِ الْيُسْرٰى ﴾

جس دن حضرت حسن بن علیؓ پیدا ہوئے تو پیارے پیغمبر ﷺ نے (ان کے دائیں کان میں) اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی۔

حضرت رافعؓ فرماتے ہیں کہ:

﴿ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَذَّنَ فِيْ أُذُنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ حِيْنَ وَلَدتهُ فَاطِمَةَ ﴾

جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت حسن بن علیؓ کی پیدائیش ہوئی تو میں نے پیارے پیغمبر ﷺ کو ان کے کانوں میں اذان دیتے ہوئے دیکھا۔

اور بیہقی اور ابن سنی نے حضرت حسن بن علیؓ سے روایت کیا ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَنْ وُّلِدَ لَهٗ مَوْلُوْدٌ فَأَذَّنَ فِيْ أُذُنِهِ الْيُمْنٰى ، وَأَقَامَ فِيْ أُذُنِهِ الْيُسْرٰى، لَمْ تَضُرُّهُ أُمُّ الصِّبْيَان ﴾

جس کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا اور اس نے اس کے دائیں کان میں اذان، اور بائیں کان میں اقامت کہی تو وہ ام الصبیان کی بیماری سے محفوظ رہے گا۔

اور اذان اور اقامت کے کہنے میں راز اور حکمت یہ ہے کہ تاکہ سب سے پہلے اس کے کانوں میں جو آواز پہنچے وہ {اَللّٰہُ اَکْبَرْ} کی آواز ہو اللہ کی عظمت اور بڑائی کی ہو، اور یہ گویا کہ دنیا میں داخل ہوتے وقت اسے شعار اسلام کی تلقین کی جارہی ہے جیسے دنیا کو چھوڑتے وقت اس کو کلمہ کی تلقین کی جاتی ہے۔ اور آخری حق یہ کہ اس کی وفات پر اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے۔ اس طرح یہ بتلادیا گیا کہ مسلمان کی زندگی اذان اور نماز کے درمیان کی زندگی ہے، اور یہ زندگی بس اس طرح گزرنی چاہئے جس طرح اذان کے بعد نماز اور اس کی تیاری میں گزرتی ہے۔ اور اس دھوکہ میں نہیں پڑنا چاہئے کہ ابھی تو بڑی لمبی زندگی پڑی ہے کرلیں گے توبہ، اور کرلیں گے نیک عمل، اب تو زندگی انجوائے کرلیں۔ اس طرح یہ سبق دے دیا گیا کہ اذان اور اقامت تو ہو چکی اب صرف نماز پڑھنی باقی ہے اور پھر آخرت کی طرف کوچ کر جانا ہے، اسی لئے نماز جنازہ سے پہلے نہ اذان ہے اور نہ اقامت۔

بچے کی پیدائیش پر خوشی کا اظہار

ایک مسلمان کے لئے مستحب ہے کہ بچے کی پیدائیش پر مسرت اور خوشی کا اظہار کرے چاہے وہ لڑکا ہو یا لڑکی اور یہ مسرت بھری خوشخبری اپنے رشتہ داروں کو دے اور اس کے رشتہ دار اس پر اس کو مبارکباد پیش کریں اور خوشی کا اظہار کریں اور بچے کے لئے دعاء خیر کریں۔ قرآن کریم میں ربّ العالمین نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں بچے کی پیدائیش کی اس خوشخبری کا ذکر ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

{ وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرَاهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلَامًا، قَالَ سَلَامٌ ، فَمَا لَبِثَ أَنْ جَآءَ

بِعِجۡلٍ حَنِيۡذٍ } (ھود ۶۹)

اور ہمارے فرشتے (انسانی شکل میں) ابراہیم علیہ السلام کے پاس (بیٹا پیدا ہونے کی) خوشخبری لے کر آئے۔ انہوں نے سلام کہا، ابراہیم علیہ السلام نے بھی سلام کہا۔ پھر ابراہیم کو کچھ دیر نہیں گزری تھی کہ وہ (ان کی مہمانی کے لئے) ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔

{ وَامۡرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتۡ ، فَبَشَّرۡنَاهَا بِاِسۡحَاقَ ، وَمِنۡ وَّرَآءِ اِسۡحَاقَ يَعۡقُوۡبَ } (ھود ۷۱)

اور ابراہیم کی بیوی کھڑی ہوئی تھیں، وہ ہنس پڑیں، تو ہم نے انہیں (دوبارہ) اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی پیدائیش کی خوشخبری دی۔

اور حضرت زکریا علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا:

{ فَنَادَتۡهُ الۡمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيۡ فِي الۡمِحۡرَابِ أَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحۡيٰى }

چنانچہ (ایک دن) جب زکریا عبادت گاہ میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، فرشتوں نے انہیں آواز دی کہ: اللہ آپ کو یحییٰ کی (پیدائیش) کی خوشخبری دیتا ہے۔ (آل عمران: ۳۹)

اور دوسرے مقام پر فرمایا:

{ يَا زَكَرِيَّا اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامِ ࣙاسۡمُهٗ يَحۡيٰى ، لَمۡ نَجۡعَلۡ لَّهٗ مِنۡ قَبۡلُ سَمِيًّا }

(آواز آئی کہ:) اے زکریا! ہم تمہیں ایک ایسے لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا۔ اس سے پہلے ہم نے اس کے نام کا کوئی اور شخص پیدا نہیں کیا۔ {مریم:۷}

اور سیرت کی کتابوں میں ہے کہ جب پیارے پیغمبر ﷺ کی ولادت ہوئی تو آپ ﷺ کے چچا ابولہب کی باندی ثویبہ نے ان کو یہ خوشخبری سنائی کہ حضرت عبد اللہ کے گھر بیٹا پیدا ہوا ہے تو ابولہب نے اس کی خوشی میں اس کو آزاد کر دیا۔ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ ابولہب کی وفات کے ایک سال بعد میں نے اس کو خواب میں انتہائی بری حالت میں دیکھا، اور اس نے بتایا کہ مرنے کے بعد مجھے کوئی راحت نہیں حاصل ہوئی سوائے اس کے کہ ہر سوموار کو میرے عذاب میں کمی کر دی جاتی ہے۔ (اس لئے کہ اس دن آپ ﷺ کی پیدائیش ہوئی، اور ثویبہ نے اس کی خوشخبری ابولہب کو دی اور اس نے اس پر خوشی کا اظہار کیا۔

خوشی کا اظہار بیٹا اور بیٹی دونوں پر ہونا چاہئے

اور اس خوشخبری اور مبارکباد کا تعلق ہر بچے کی پیدائیش سے ہے چاہے وہ لڑکا ہو یا لڑکی۔ لڑکے کی پیدائیش پر خوشی کا اظہار اور لڑکی کی پیدائیش پر نفرت، غم وغصہ کا اظہار کرنا یہ کافرانہ روش ہے اس لئے اس سے بچنا چاہئے۔ اولاد ربّ العالمین کی بہت بڑی نعمت ہے وہ جسے چاہے بیٹا دے، جسے چاہے بیٹی دے، جسے چاہے دونوں دے، جسے چاہے کچھ بھی نہ دے اور بانجھ رکھے۔ اس لئے اولاد کی پیدائیش پر خوشی کا اظہار کرے، اور جاہلوں کی طرح اپنی بیوی کو قصوروار ٹھرانا ظلم ہے کہ یہ اس کے اختیار میں نہیں ہے کہ بیٹا ہو یا بیٹی۔ ہمارے دین میں جس طرح بیٹا نعمت ہے اسی طرح بیٹی بھی، بلکہ بیٹی کی پرورش پر جنت کے وجوب کی بشارت دی گئی ہے جس طرح پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ: پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص تین بیٹیوں کی یا اسی طرح تین بہنوں کی عیالداری (یعنی ان کی پرورش) کی ذمہ داری پوری کرے پھر ان کو ادب (یعنی علم) سکھلادے، اور ان پر مہربانی کرے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو بےفکر کردے (یعنی ان کی شادی ہو جائے جس کی وجہ سے وہ پرورش سے بےفکر ہو جائیں) تو اللہ تعالیٰ اس شخص کے لئے جنت کو واجب کر دے گا، ایک شخص نے دو کے بارے میں آپ ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: دو میں بھی یہی فضیلت ہے۔ پھر ایک شخص نے ایک کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ ایک کی بھی یہی فضیلت ہے۔ (شرح السنۃ)

☆ خود پیارے پیغمبر ﷺ کو جب حضرت فاطمہ ؓ کی ولادت کی خوشخبری سنائی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ریحانہ ہے جسے میں سونگھا کروں گا، اور اس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔

☆ حضرت معاویہ بن سفیان ؓ اپنی بچیوں سے بہت زیادہ پیار کرتے تھے۔ اپنی بیٹی عائیشہ جب چھوٹی تھی تو اس کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرے دل کی بہار ہے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ لڑکیوں کی طرح نہ کوئی مریضوں کی عیادت کر سکتا ہے، نہ مُردوں پر رو سکتا ہے، اور نہ غمگین کی مدد کر سکتا ہے۔

ابو منصور الثعابی کا اپنے دوست کو بیٹی کی پیدائیش پر مبارکباد

ابو منصور الثعابی اپنی کتاب ''سحر البلاغۃ'' میں اپنے ایک دوست کو (جس کو لڑکی کی پیدائیش پر رنج تھا) مبارکباد کا پیغام دیتے ہوئے لکھتے ہیں: سیدی! اللہ تعالیٰ نے اس عزت والی کو بھیج کر تجھے مبارکباد دی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے ایک مبارک نسل کو پیدا فرمائیں گے۔ یہ اپنے بھائیوں کے ساتھ بہت جچے گی، یہ سب فضل وکرم کی محفلوں کو آباد کریں گے، اور زمانہ دراز تک ان کا ذکر باقی رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی بہترین پرورش فرمائیں۔ اس کی پیدائیش کے بعد تجھے کچھ اختیار

نہیں، اور نہ ہی تقدیر خداوندی میں انکار کی مجال ہے۔ آپ کو معلوم ہے لڑکیاں دل کے زیادہ قریب ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان ہی سے ابتدا فرمائی ہے:

{ یَھَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ یَھَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ الذُّکُوۡر } (الشوریٰ :۴۹)

جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عطا فرماتا ہے، اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا فرماتا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ لڑکیوں کو ہبہ سے تعبیر فرمارہے ہیں تو یقینا اس کا شکر ادا کرنا چاہئے، اور اس ہبہ کو ضرور قبول کرنا چاہئے۔خوش آمدید ہے عاقل بچی کو، بیٹوں کی ماں کو، داماد لانے والی کو، پاکوں کی اولاد کو اور اپنے بعد شریف بھائی لانے والی کو۔ اللہ تعالیٰ اس کی پیدائش کو تیرے لئے باعث برکت وسعادت بنادے۔

تو اس پر رشک کر، اور اسے اپنے لئے باعث سعادت سمجھ۔ دنیا بھی مؤنث ہے لوگ اس کی خدمت کرتے ہیں، " ارض" زمین بھی مؤنث ہے اسی سے انسان کو پیدا کیا گیا اور اسی میں نسل انسانی کو بڑھایا گیا "سماء" آسمان بھی مؤنث ہے جسے ستاروں سے آراستہ کیا گیا۔ "حیوۃ" زندگی بھی مؤنث ہے اگر زندگی نہ ہو تو انسان حرکت نہیں کرسکتا۔ "جنۃ" جنت بھی مؤنث ہے جس کا متقین سے وعدہ ہے، اور جس میں انبیاء اور رسل عیش وعشرت کی زندگی گزاریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تجھے عطا فرمایا ہے اس پر تجھے خوش رکھے، ادائیگی شکر کی توفیق سے مالا مال فرمائے، اور تیری نسل کو ہمیشہ ہمیشہ باقی رکھے، بے شک وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ (اولاد کی تربیت قرآن وسنت کی روشنی میں: ص۴۱۹)

نومولود کو دعاء

اسی طرح ماں باپ اور دیگر عزیز واقارب کو چاہئے کہ بچے کو دعائیں دیں کہ اللہ تعالیٰ اس بچے کو نیک وصالح بنائے اور عمرِ دراز عطا فرمائے، اور ہر برائی اور بدعملی اور جنات اور انسانوں کے شر سے بچائے اور اس طرح سے دعاء مانگنا سلف صالحین کا طریقہ رہا ہے۔ ربّ العالمین نے قرآن کریم میں عباد الرحمٰن کی جو صفات بیان فرمائی ہیں ان میں یہ صفت بھی بیان کی گئی ہے کہ:

{ وَالَّذِيۡنَ يَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَا هَبۡ لَنَا مِنۡ اَزۡوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعۡيُنٍ ، وَّاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِيۡنَ اِمَامًا } (سورۃ الفرقان :۷۴)

یعنی اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار لوگ ایسے ہیں جو یہ دعاء کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں بیوی بچے ایسے عطا فرما جنہیں دیکھ کر ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

اور زکریا علیہ السلام کا یوں فرمانا:

{ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاۗءِ } (آل عمران:۳۸)

یارب! مجھے خاص اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرمادے، بیشک تو دعاء کا سننے والا ہے۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یوں دعاء مانگنا:

{ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاۗءِ } (ابراھیم:۴۰)

یارب! مجھے بھی نماز قائم کرنے والا بنا دیجئے، اور میری اولاد میں سے بھی (ایسے لوگ پیدا فرمایئے جو نماز قائم کریں۔) اے ہمارے پروردگار! اور میری دعاء قبول فرما لیجئے۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یوں فرمانا:

{ وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ } (ابراھیم:۳۵)

(پروردگار) اور مجھے اور میرے بیٹوں کو اس بات سے بچایئے کہ ہم بتوں کی پرستش کریں۔

اور خود پیارے پیغمبر ﷺ کا حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے لئے، اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور ابن جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے لئے دعاء کرنا احادیث صحیحہ میں وارد ہے۔

تحنیک کرانا

تحنیک یعنی کسی بزرگ، نیک وصالح آدمی، یا گھر کی کسی نیک خاتون سے چھوارہ چبوا کر یا شہد لعاب دہن سے ملا کر انگلی پر لگا کر بچے کے منہ میں ڈال کر اسے اس کے تالو پر دائیں سے بائیں طرف آہستہ سے لگا کر اسے چٹوائیں اور بزرگ سے دعاء کروائیں۔ امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے بچوں کو پیارے پیغمبر ﷺ کے پاس لایا کرتے تھے، آپ ﷺ ان کے لئے خیر وبرکت کی دعاء فرماتے تھے اور تحنیک فرماتے تھے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابی بردہ، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

﴿ وُلِدَ لِيْ غُلَامٌ فَأَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ فَسَمَّاهُ اِبْرَاهِيْم ، وَحَنَّكَهُ بِتَمْرَةٍ ، وَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ ، وَدَفَعَهُ اِلَيَّ- ﴾ (رواہ بخاری ومسلم)

میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو میں اسے پیارے پیغمبر ﷺ کی خدمت میں لے آیا، آپ ﷺ نے اس کا نام ابراہیم رکھا، اور کھجور سے اس کی تحنیک فرمائی، اور اس کے لئے برکت کی دعاء فرمائی، اور پھر اسے مجھے واپس کر دیا۔

اور صحیحین میں حضرت انس بن مالک ؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابوطلحہؓ کے ہاں جب بیٹا پیدا ہوا تو وہ اسے پیارے پیغمبر ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے، پیارے پیغمبر ﷺ نے اسے اٹھایا اور فرمایا:

﴿ أَمَعَهُ شَيْءٌ ؟ قَالُوْا: نَعَمْ ، تَمَرَاتٌ ، فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ ﷺ فَمَضَغَهَا ، ثُمَّ أَخَذَ هَا مِنْ فِيْهِ فَجَعَلَهَا فِيْ فِيِّ الصَّبِيِّ (ای فی فمه) ، ثُمَّ حَنَكَهُ ، وَسَمَّاهُ عَبْدُ اللّٰه ﴾۔

کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں! کھجوریں ہیں، پیارے پیغمبر ﷺ نے وہ کھجوریں لیں اور ان کو اپنے منہ مبارک میں چبا کر نرم کیا، اور پھر اپنے منہ مبارک سے لیکر بچے کے منہ میں ڈالا، اور اس کی تحنیک کی، اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ مدینہ میں پیدا ہونے والے حضرات مہاجرین کے بچوں میں سے سب سے پہلے بچے ہیں جب وہ پیدا ہوئے تو ان کی والدہ حضرت اسماء بنت صدیق اکبرؓ انہیں لے کر پیارے پیغمبر ﷺ کی خدمت اقدس میں تحنیک کی غرض سے حاضر ہوئیں۔ پیارے پیغمبر ﷺ نے انہیں اٹھایا، گود مبارک میں بٹھایا، کھجور منگوا کر اُسے چبایا اور ان کے منہ میں رکھا، اس طرح ان کی پیدائش کے بعد ان کے پیٹ میں پہنچنے والی سب سے پہلی چیز آپ ﷺ کا لعاب مبارک تھی۔ آپ ﷺ نے ان کے سر پر اپنا دست شفقت پھیرا، عبداللہ نام رکھا، اور جب وہ سات سال کے ہوئے تو اپنے والد کے ساتھ بیعت کرنے کی غرض سے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ ﷺ نے انہیں دیکھ کر تبسم فرمایا اور بیعت لی۔

سر کے بال منڈوانا

ساتویں روز بچے کا سر مونڈ کر اس کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی یا اس کی قیمت فقراء اور مستحقین پر خیرات کریں۔ اور بالوں کے مونڈوانے میں فائدہ یہ ہے کہ اس سے بچے کا سر مضبوط ہوتا ہے، سر کے مسام کھل جاتے ہیں اور قوت حافظہ، بینائی، سماعت وغیرہ کو تقویت ملتی ہے۔ اور صدقہ کرنے سے فقراء اور مساکین کا بھلا ہو جاتا ہے۔ ابن اسحاق نے عبد اللہ بن ابی بکر سے، اور انہوں نے محمد بن علی بن حسین ؓ سے روایت کیا ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے حضرت حسن ؓ کا عقیقہ

کیا، اور حضرت فاطمہؓ سے فرمایا:

﴿ يَا فَاطِمَة ، أحْلِقِيْ رَأْسَهٗ ، وَتَصَدّقِيْ بِزِنَةِ شَعْرِهٖ فِضَّةً ، فَوَزَنَهٗ ، فَكَانَ وَزْنُهُ دِرْهَمًا أَوْ بَعْضَ دِرْهَمٍ ﴾

اے فاطمہ! اس کا سر مونڈواؤ، اور اس کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کرو، (حضرت فاطمہؓ نے ان کا سر مونڈوانے کے بعد جب) ان کے بالوں کا وزن کیا تو اس کا وزن ایک درہم یا درہم کے کچھ حصہ کے برابر نکلا۔

اور امام مالکؒ نے موطا امام مالک میں روایت کیا ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے حضرت حسنؓ حضرت حسینؓ، حضرت زینبؓ اور حضرت اُمّ کلثومؓ کے بالوں کا وزن کر کے اس کے برابر چاندی صدقہ کی۔

اور حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَمَرَ بِحَلْقِ رَأْسِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ يَوْمَ سَابِعِهُمَا فَحَلَقَا، وَتَصَدَّقَ بِوَزَنِهٖ فِضَّةٍ ﴾۔

پیارے پیغمبر ﷺ نے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ (کی پیدائش کے) ساتویں دن اُن کے سر کے منڈوانے کا حکم دیا، چنانچہ ان دونوں کے سر مونڈوائے گئے اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کی گئی۔

☆ سر مونڈنے کے بعد بچے کے سر میں زعفران لگانا بھی مسنون ہے۔ (ابوداؤد)

بچوں کو دودھ پلانا

جب تک بچہ ماں کے رحم میں رہتا ہے تو ربّ العالمین اس کو ناف کے ذریعے سے غذا پہنچاتے ہیں، لیکن وضع حمل کے بعد یہ والدین اور مربیوں کی ذمہ داریوں میں سے ایک ذمہ داری بن جاتی ہے کہ وہ بچے کو اس کے مناسب ایسی غذا دیں جو اس کے لئے نقصان دہ نہ ہو۔ اور بچوں کے حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ اس کو پیدائش کے بعد مدّت رضاعت میں ماں کا دودھ ملے جو ربّ العالمین نے بچے کی سہولت کی خاطر اس کی ماں کے سینہ کی طرف اس کی پیدائش کے بعد منتقل فرمایا ہے۔ ربّ العالمین کا ارشاد ہے:

{ وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ }

اور مائیں دودھ پلائیں اپنی اولاد کو دو سال پورے اس کے لئے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہے۔ (اور کوئی عذر قوی اس سے پہلے دودھ چھڑانے کے لئے مجبور نہ کرے)۔ (البقرہ: ۲۳۳)

دودھ پلانا دیانۃً ماں کے ذمہ واجب ہے، اگر ماں بغیر کسی عذر کے صرف ضد یا ناراضگی کی بنا پر اپنے بچے کو دودھ نہیں پلائے گی تو گناہگار ہوگی۔اور دودھ پلانے پر وہ اپنے شوہر سے کوئی اجرت اور معاوضہ نہیں لے سکتی، جب تک کہ وہ اس کے نکاح میں ہے، کیونکہ وہ اس کا اپنا فرض ہے۔اور عام طور پر ایسا ہی ہوتا ہے جب میاں بیوی آپس میں خوشی خوشی رہ رہے ہوں۔لیکن بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دونوں کے درمیان طلاق واقع ہو جاتی ہے تو عموماً طلاق کے بعد بچوں کی پرورش اور دودھ پلانے یا پلوانے کے معاملات زیر نزاع آجاتے ہیں، اس لئے اس آیت میں ایسے معتدل احکام بیان فرمادیئے گئے ہیں جو عورت اور مرد دونوں کے لئے سہل اور مناسب ہیں: مثلاً یہ کہ مدت رضاعت دوسال ہے، جب تک کوئی خاص عذر مانع نہ ہو بچے کا حق ہے کہ یہ مدّت پوری کی جائے۔اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی بیان فرمادیا:

{ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ، لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا }

یعنی باپ کے ذمہ ہے ماؤں کا کھانا اور کپڑا قاعدہ کے موافق، کسی شخص کو ایسا حکم نہیں دیا جاتا جس کو وہ برداشت نہ کرسکے۔ (البقرہ: ۲۳۳)

اس میں یہ شرعی مسئلہ بتادیا گیا کہ اگرچہ دودھ پلانا ماں کے ذمہ ہے، لیکن ماں کا نان نفقہ اور ضروریات زندگی باپ کے ذمہ ہیں۔اور یہ ذمہ داری جس وقت تک بچے کی ماں اس کے نکاح میں یا عدت میں ہے اس وقت تک ہے، اور طلاق اور عدت پوری ہونے کے بعد نفقۂ زوجیت تو ختم ہو جائے گا، مگر بچے کو دودھ پلانے کا معاوضہ دینا باپ کے ذمہ پھر بھی لازم رہے گا جب تک کہ دودھ پلانے کا زمانہ باقی ہے (جو کہ قمری مہینوں کے اعتبار سے دوسال ہے اور امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک زیادہ سے زیادہ ڈھائی سال ہے)۔ بچے کے دوسرے اخراجات اس کے سوا ہوں گے۔ (معارف القرآن: انوار البیان)

☆ اگر کسی وجہ سے بچہّ ماں کے دودھ سے محروم ہوجائے تو والد کی ذمہ داری ہے کہ بچے کے لئے کسی دودھ پلانے والی کا انتظام کرے، جیسا کہ خود پیارے پیغمبر ﷺ نے حضرت حلیمہ سعدیہ کا دودھ پیا جو آپ ﷺ کی رضاعی والدہ تھیں۔☆ مائیں اپنے بچوں کو دودھ پاکی کی حالت میں پلائیں، اور اس دوران اللہ تعالیٰ کے ذکر یا تلاوت قرآن کے اندر مصروف رہیں۔

عقیقہ کی سنتیں و آداب

بچے کی ولادت کے ساتویں دن اُس کا عقیقہ کریں۔عقیقہ شرع میں اس بکری کو کہا جاتا ہے جو بچے کی پیدائیش کے ساتویں دن اس کے بالوں کے منڈانے کے وقت ذبح کی جاتی ہے اور یہ بچے کا اس کے والد پر حق ہے کہ وہ اس کی طرف سے عقیقہ کرے۔ (النہایۃ)

اور عقیقہ سنت مئوکدہ ہے۔امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ عَقَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ یَوْمَ السَّابِعِ ﴾

پیارے پیغمبر ﷺ نے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کا عقیقہ ساتویں دن فرمایا۔

اسی طرح اصحاب السنن نے حضرت سمرۃ بن جندبؓ سے روایت کیا ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ کُلُّ غُلَامٍ رَھِیْنٌ بِعَقِیْقَتِہٖ ، تُذْبَحُ عَنْہُ یَوْمَ سَابِعِہٖ ، وَیُسَمّٰی فِیْہِ وَیُحْلَقُ رَأْسُہٗ ﴾

ہر بچہ اپنے عقیقہ کے بدلے میں رہن ہوتا ہے ، اس لئے ساتویں دن اس کی طرف سے عقیقہ کا (جانور) ذبح کیا جائے، اور اس کا نام رکھا جائے، اور اس کا سر مونڈا جائے۔اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ عقیقہ کرنے کی وجہ سے بچے سے تمام آفات اور مصیبتیں ٹل جاتی ہیں، اور بچہ بالکل محفوظ و مامون ہو جاتا ہے۔

حضرت سلمان بن عمار الضبیؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ مَعَ الْغُلَامِ عَقِیْقَتُہٗ ، فَأُھْرِیْقُوْا عَنْہُ دَمًا ، وَأَمِیْطُوْا عَنْہُ الْأَذیٰ ﴾ (رواہ البخاری)

بچے کے ساتھ عقیقہ ہے، اس کی طرف سے خون بھاؤ، اور اس کو آفات سے بچاؤ۔

عقیقہ کا وقت

افضل یہ ہے کہ بچے کی پیدائیش کے ساتویں دن عقیقہ کا جانور ذبح کر دیا جائے، اگر ساتویں روز عقیقہ نہ ہو سکے تو چودہویں روز ، ورنہ اکیسویں روز غرض کے جب بھی کریں ساتویں دن کا خیال رکھیں۔مثلاً بچہ کی پیدائیش اگر سوموار کو ہوئی ہے تو ساتواں دن اس کا اتوار پڑے گا، اس دن عقیقہ کر لیں۔امام ابن قدامہؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے ساتویں دن سے پہلے

یا بعد میں کیا تو بھی جائز ہے لیکن سنت ساتویں دن ہے۔

عقیقہ کی مقدار

لڑکے کے عقیقہ میں صحیح سالم، بے عیب دو بکرے یا بکریاں اور لڑکی کے عقیقہ میں ایک بکرا یا بکری ایسی عمر کی ذبح کریں جن کی قربانی جائز ہو۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : عَنِ الْغُلاَمِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ ﴾

پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ہیں جو دونوں ہم عمر اور برابر سرابر ہوں، اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ہے۔ اور ترمذی کی روایت میں ''اَمَرَنَا'' کے الفاظ ہیں کہ ہمیں پیارے پیغمبر ﷺ نے حکم دیا کہ لڑکے کی طرف سے دو دو بکریاں ہیں جو دونوں ہم عمر اور برابر سرابر ہوں، اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ہے۔

اور امام ترمذی نے امّ کرز الکعبیہ رضی اللہ عنھا سے روایت کیا ہے کہ:

﴿ أَنَّهَا سَأَلَت رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْعَقِيْقَةِ : (فقال) عَنِ الْغُلاَمِ شَاتَانِ ، وَعِنِ الْأُنْثٰى وَاحِدَةً ، وَلاَ يَضُرُّكُمْ ذُكْرَانًا كُنَّ أَوْ اِنَاثًا ، اى الذبائح ﴾۔ (ترمذی)

انہوں نے پیارے پیغمبر ﷺ سے عقیقہ کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ہیں، اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ہے۔ چاہے نر ہوں یا مادہ اس سے (ذبح کرنے میں) کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اور حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ فَأَحَبَّ أَنْ يَّنْسُكَ عَنْهُ فَلْيَنْسُكْ ، عَنِ الْغُلاَمِ شَاتَانِ مُكَا فِئَتَانِ، وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ ﴾ (ابوداؤد)

جس کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہو (اور) وہ اس کی طرف سے قربانی کرنا چاہے تو اسے چاہئے کہ قربانی کرے: لڑکے کی طرف سے دو بکریاں برابر سرابر، اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری۔

﴿نوٹ﴾ دو سے زیادہ کرے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں اور اگر وسعت نہ ہو تو ایک بھی کافی ہے۔ اس لئے کہ حضرت ایوب حضرت عکرمہؓ سے اور وہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ:

﴿ أَنَّ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَقَّ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ كَبَشًا كَبَشًا ۔﴾ (ابو داؤد)

پیارے پیغمبر ﷺ نے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے عقیقہ میں ایک ایک مینڈھا ذبح فرمایا تھا۔

(جبکہ نسائی کی روایت میں {كَبْشَيْنِ كَبْشَيْنِ} کے الفاظ آئے ہیں یعنی دو دو بکرے۔)

عقیقہ ذبح کرتے وقت مندجہ ذیل دعاء پڑھیں

دعاء عقیقہ

﴿ اَللّٰهُمَّ هٰذِهٖ عَقِيْقَةُ اِبْنِیْ ــــــــــ دَمُهَا بِدَ مِهٖ، وَلَحْمُهَا بِلَحْمِهٖ ، وَشَحْمُهَا بِشَحْمِهٖ ، وَعَظْمُهَا بِعَظْمِهٖ ، وَجِلْدُهَا بِجِلْدِهٖ وَشَعْرُهَا بِشَعْرِهٖ ۔ أَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا فِدَآءً لِاِبْنِیْ مِنَ النَّارِ ﴾

اے اللہ یہ میرے بیٹے......(اس جگہ بچے کا نام لے) کا عقیقہ ہے۔ اس جانور کے خون کو قبول فرما اِس بچے کے خون کے بدلے میں، اور اس کے گوشت کو گوشت کے بدلے میں، اور اس کی چربی کو چربی کے بدلے میں، اور اس کی ہڈی کو ہڈی کے بدلے میں، اور اس کی کھال کو کھال کے بدلے میں، اور اس کے بالوں کو بالوں کے بدلے میں۔ اے اللہ! اس عقیقہ کو میرے بچے کے لئے جہنم سے نجات کا ذریعہ بنا دیجئے۔

﴿نوٹ﴾ اگر عقیقہ بچی کا ہو تو "اِبنِیْ" کے بجائے "بِنْتِیْ" کہے اور بچی کا نام لے۔ اور (بِدَمِه) میں ہٖ ضمیر کے بجائے ھَا کہے: یعنی اس طرح کہے:

﴿ دَمُهَا بِدَمِهَا، وَلَحْمُهَا بِلَحْمِهَا ، وَشَحْمُهَا بِشَحْمِهَا ، وَعَظْمُهَا بِعَظْمِهَا ، وَجِلْدُهَا بِجِلْدِهَا وَشَعْرُهَا بِشَعْرِهَا ۔ أَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا فِدَآءً لِبِنْتِیْ مِنَ النَّارِ ﴾ ۔

اس کے بعد یہ دعاء پڑھیں:

﴿ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۔ اِنَّ

صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ۔ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ ﴾۔

میں نے اپنا چہرہ متوجہ کردیا اس ذات کی طرف جو زمین اور آسمانوں کو پیدا کرنے والی ہے، سارے ادیان سے مائل ہوکر اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔ تحقیق میری نماز، اور میری قربانی، اور میری زندگی اور موت اللہ ہی کے لئے ہے جو رب ہے سارے جہانوں کا۔ جس کا کوئی شریک نہیں، اور اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے، اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔ اے اللہ! یہ جانور تیری ہی طرف سے ہے اور تیرے ہی لئے ہے۔ پھر {بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرْ}: کہہ کر ذبح کریں۔

اور عقیقہ کرتے وقت جاہلانہ رسومات سے اجتناب کریں جیسے عقیقہ کے جانور کے خون کو لے کر بچے کے سر اور منہ پر لگانا، یا گھر کے دروازے اور دیواروں پر لگانا جیسے بعض لوگ کرتے ہیں اس لئے کہ یہ زمانہ جاہلیت کے رسومات میں سے ہے۔ امام ابوداؤد نے کتاب الضحایا میں حضرت ابی بریدہؓ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

﴿ كُنَّا فِي الْجَاهِلِيَّةِ اِذَا وُلِدَ لِاَحَدِنَا غُلَامٌ ، ذَبَحَ شَاةً ، وَلَطَخَ رَأْسَهٗ بِدَمِهَا ، فَلَمَّا جَآءَ اللّٰهُ بِالْاِسْلَام ، كُنَّا نَذْبَحُ شَاةً ، وَنَحْلُقُ رَأْسَهٗ ،وَنلْطَخَهٗ بِزَعْفَرَانٍ ﴾

زمانہ جاہلیت میں ہمارے ہاں جب بچہ پیدا ہوتا تو ہم بکری ذبح کرکے اس کے خون سے بچے کے سر کو لیپ دیتے تھے۔ پھر جب اللہ نے اسلام کی دولت سے ہمیں نوازا تو ہم (عقیقہ میں) بکری ذبح کرتے ہیں، اور بچے کا سر مونڈتے ہیں اور اس پر زعفران کا لیپ کردیتے ہیں۔

☆ عقیقہ کا گوشت کچا یا پکا تقسیم کرنا دونوں طرح درست ہے۔ (بہشتی زیور حصہ ۳)

☆ عقیقہ کا گوشت گھر کے سب افراد کھا سکتے ہیں۔ (بہشتی زیور حصہ ۳)

☆ بہتر یہ کہ قربانی کے گوشت کی طرح اس کے بھی تین حصے کردیئے جائیں اور ایک حصہ گھر والوں کے لئے رکھ دیں، دوسرا حصہ پڑوسیوں میں اور تیسرا فقراء اور مساکین میں تقسیم کردیں۔

☆☆☆☆☆

بچوں کے نام رکھنے کے متعلق ہدایات اور سنتیں

افضل یہ ہے کہ جب بچہ سات روز کا ہوجائے تو اس کا اچھا سا نام رکھیں۔اصحاب السنن نے حضرت سمرۃ ؓ سے روایت کیا ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ كُلُّ غُلَامٍ رَهِيْنٌ بِعَقِيْقَتِهٖ ، تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ سَابِعِهٖ ، وَيُسَمّٰى فِيْهِ وَيَحْلِقُ رَأْسَهٗ ﴾

ہر بچہ اپنے اپنے عقیقہ کے بدلے میں رہن ہوتا ہے ، اس لئے ساتویں دن اس کی طرف سے عقیقہ کا (جانور) ذبح کیا جائے، اور اس کا نام رکھا جائے، اور اس کا سر مونڈا جائے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ساتویں دن بچے کا نام رکھا جائے۔اور ایک دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے بھی اگر کسی نے نام رکھ لیا تو اس کی بھی اجازت ہے اور ساتویں دن کے بعد بھی مگر ساتویں دن نام رکھنا مسنون ہے۔اور پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ حَقُّ الْوَلَدِ عَلَى الْوَالِدِ أَنْ يُحْسِنَ اِسْمُهٗ، وَيُعَلِّمَهُ الْكِتَابَةَ ، وَيُزَوِّجَهٗ اِذَا بَلَغَ۔ ﴾

بچے کا والد پر یہ حق ہے کہ اس کا اچھا سا نام رکھے، اور اس کو اچھی تربیت دے، لکھنا پڑھنا سکھلائے، اور پھر وہ جب سن بلوغ کو پہنچے تو اس کے نکاح کا بندوبست کرے۔ (رواہ البیہقی)

اور حضرت ابودرداء ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّكُمْ تُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَسْمَائِكُمْ وَبِأَسْمَاءِ آبَائِكُمْ ، فَأَحْسِنُوْا أَسْمَائَكُمْ ﴾

قیامت کے دن تم اپنے اور اپنے اباؤ اور اجداد کے ناموں کے ساتھ پکارے جاؤ گے، لہٰذا تم اچھے نام رکھا کرو۔ (ابوداؤد)

بچے کا اچھا اور بامعنیٰ نام رکھیں، اگر لڑکا ہے تو اُس کا ایسا نام رکھا جائے جو اللہ تعالیٰ کی صفات: جیسے عبد اللہ، عبد الرحمٰن، عبد الجبار، عبد الغفار، عبد الرحیم وغیرہ اور پیارے پیغمبر ﷺ کی صفات کی نسبت سے ہو تو زیادہ پسندیدہ ہے۔ حدیث میں پسندیدہ نام عبد اللہ اور عبد الرحمٰن آئے ہیں کہ ان میں عبدیت کا اعلان ہے۔حضرت عبد اللہ بن عمر ؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ أَحَبَّ أَسْمَائِکُمْ اِلَی اللّٰہِ عَبْدُ اللّٰہِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰن۔ ﴾

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزّوجل کے نزدیک تمہارے پسندیدہ ناموں میں سے عبد اللہ اور عبد الرحمن ہیں۔

لیکن بچوں کے نام ایسے نہ رکھے جائیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں جیسے احد، صمد، خالق، رزاق، غفار وغیرہ۔ بعض لوگ پورا نام نہیں لیتے اور عبد الجبار کو جبار اور عبد الصمد کو صمد کہہ کر پکارتے ہیں یہ جائز نہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: أَغْیَظُ رَجُلٍ عَلَی اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَأَخْبَثُہُ : رَجُلٌ تُسَمّٰی مَلِکَ الْاَمْلَاکِ ،لَا مَلِکٌ اِلَّا اللّٰہ ﴾

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس آدمی پر بہت زیادہ غصہ ہوں گے (اور اللہ کے نزدیک وہ آدمی) ناپسندیدہ ہوگا جس نے اپنا نام ملک الاملاک رکھا ہوگا (یعنی بادشاہوں کا بادشاہ اس لئے کہ) اللہ کے سواہ کوئی بادشاہ نہیں۔

اسی طرح حضرات انبیاء علیہم السلام کے ناموں پر نام رکھیں اس لئے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: {تُسَمُّوْا بِاَسْمَآءِ الْاَنْبِیَاءِ} انبیاء علیہم السلام کے ناموں کے مطابق اپنے نام رکھو۔ اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نام بھی پسندیدہ ناموں میں سے ہیں اُن میں سے کسی کے نام پر بچے کا نام رکھ دیا جائے، یا بزرگانِ دین میں سے کسی کے نام پر رکھا جائے، یا کوئی ایسا نام رکھا جائے جس کا معنیٰ اچھا ہو۔اس لئے کہ امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ:

﴿ کَانَ یُغَیِّرُ الْاِسْمُ الْقَبِیْح ﴾ (رواہ الترمذی)

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برے ناموں کو بدل کر ان کی جگہ اچھے نام رکھ دیا کرتے تھے۔

مثلاً ایک شخص پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس کا نام اصرم تھا جس کے معنیٰ ہیں کاٹنے والا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا نام بدل کر زرعہ رکھ دیا۔ایک بچی کا نام عاصیۃ تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا نام تبدیل کر کے جمیلہ رکھ دیا۔اس لئے کہ نام اچھا ہوگا تو اس کے اثرات بھی اچھے ہوں گے، اور اگر نام برا ہوگا تو اس کے اثرات بھی برے ہوں گے۔

حضرت یحییٰ بن سعیدؒ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص سے پوچھا:

﴿ مَا اسْمُکَ ؟ فَقَالَ جَمْرَۃُ ، قَالَ : اِبْنُ مَنْ؟ قَالَ اِبْنُ شِہَابٍ ، قَالَ: مِمَّنْ ؟ قَالَ مِنَ الْحُرْقَۃِ ، قَالَ : أَیْنَ مَسْکَنُکَ ؟ قَالَ بِحَرَّۃِ النَّارِ ،قَالَ: بِأَیِّہَا ؟ قَالَ بِذَاتِ لَظیٰ ،قَالَ عُمَرُ أَدْ رِکْ أَہْلَکَ فَقَدِ احْتَرَقُوْا ، قَالَ فَکَانَ کَمَا قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ﴾ (موطا امام مالک ص۶۴۸:کتاب الجامع)

تیرا نام کیا ہے؟ وہ بولا جمرہ (انگارہ)، انہوں نے پوچھا باپ کا نام کیا ہے؟ (اس نے) کہا شہاب (شعلہ)، پوچھا کس قبیلہ سے ہو؟ (اس نے) کہا حرقہ سے (جس کے معنیٰ جلنے کے ہیں)، پوچھا کہاں رہتے ہو؟ کہا ''حَرَّۃِ النَّار'' میں ۔ پوچھا کون سی جگہ میں؟ کہا 'ذَاتِ لَظیٰ' میں ۔(ان دونوں کے معنیٰ بھی شعلے اور دہکتی ہوئی آگ کے ہیں)۔حضرت عمرؓ نے فرمایا: جاؤ اپنے لوگوں کی خبر لو وہ سب جل گئے ہیں۔ راوی نے کہا جب وہ شخص گیا تو دیکھا یہی حال تھا جو حضرت عمرؓ نے کہا تھا۔(یعنی سب جل گئے تھے)۔

☆ اسی طرح نام رکھتے ہوئے اس بات کا بھی خیال رکھا جائے کہ وہ شرکیہ نام نہ ہوں جیسے : عبد النبی،عبد الحسن، عبد الحسین ،عبد المناف،عبد الکعبہ،عبد العزٰی ، یا پیراں دتہ، وغیرہ کے یہ شرکیہ نام ہیں اس سے بچنا چاہئے۔اسی طرح مہینوں کے نام پر نام رکھنا بھی درست نہیں۔☆ اسی طرح بچوں کو برے القاب کے ساتھ بلانا بھی جائز نہیں جیسے اوگھو، کانے ، لنگڑے وغیرہ اس لئے کہ قرآن کریم میں ربّ العالمین نے اس سے منع فرمایا ہے:

﴿ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ﴾ (الحجرات: ۱۱)

اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے پکارو۔

☆ اسی طرح بچیوں کے نام بھی پچھلی امتوں میں جو نیک عورتیں گزری ہیں ان کے ناموں کے مطابق، یا امہات المؤمنینؓ ،صحابیاتؓ اور نیک عورتوں کے ناموں پر رکھیں ،اور ان کی اچھی تربیت کریں۔ پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ: جس بندے یا بندی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیٹیوں کی ذمہ داری ڈالی گئی ہو اور اس نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا(اور اس ذمہ داری کو پورا کیا) تو یہ بیٹیاں ان کے لئے جہنم سے بچاؤ کا سامان ہوں گی۔

ختنہ اور اس کے احکامات

اگر بچہ ہو تو اس کے ختنہ کا جلد سے جلد انتظام کریں اس لئے کہ ختنہ کرانا امام اعظم ابو حنیفہؒ اور بعض حنابلہ کے

نزدیک سنت مؤکدہ اور ضروری ہے نہیں کروائے گا تو گناہ گار ہوگا ہے۔حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ پیارے پیغمبر ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ:

﴿ أَنَّهٗ قَالَ: أَلْخَتَّانُ سُنَّةٌ لِلرِّجَالِ ﴾ (رواہ احمد)

پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشادفرمایا: ختنہ مردوں کے لئے سنت ہے۔

جبکہ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک واجب ہے۔حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : أَلْفِطْرَ ةُ خَمْسٌ : أَلْخَتَّانْ ، وَالْإِسْتِحْدَادُ ، وَقَصُّ الشَّارِبِ ، وَتَقْلِيْمُ الْاَظْفَارِ ، وَنِتْفُ الْاِبِطِ ﴾۔ (رواہ بخاری ومسلم)

پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشادفرمایا: پانچ چیزیں فطرت میں سے ہیں: ختنہ کرنا، زیر ناف بالوں کا لینا، مونچھوں کا لینا، اور ناخنوں کا تراشنا، اور زیر بغل بالوں کا لینا۔

اور دوسری حدیث میں دس چیزوں کا ذکر ہے جن میں سے ایک ختنہ بھی ہے۔

حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : أَرْبَعٌ مِنْ سُنَنِ الْمُرْ سَلِيْنِ أَلْخَتَّانُ ، وَالتَّعَطُّرْ وَالسَّوَاک وَالنِّكَاحِ ﴾ (رواہ ترمذی والاحمد)

پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشادفرمایا: چار چیزیں حضرات انبیاء علیہم السلام کی سنتوں میں سے ہیں، ختنہ کرانا، خوشبو لگانا، مسواک کرنا اور نکاح کرنا۔

اگر ہو سکے تو ساتویں روز ختنہ کرادینا مستحب ہے کہ اس میں آسانی ہے۔حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ عَقَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَخَتَنَهُمَا لِسَبْعَةِ أَيَّامٍ ﴾ (بیہقی)

پیارے پیغمبر ﷺ نے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کا عقیقہ اور ختنہ ساتویں دن کیا۔

☆ بعض لوگ ختنہ کے وقت بڑے دھوم دھام سے ختنہ کی رسمیں کرتے ہیں اس سے بچنا چاہئے کہ ان رسومات کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

☆☆☆

بچوں کی تعلیم و تربیت سے متعلق احکامات و سنتیں

بچہ بولنے لگے تو سب سے پہلے اُس کو اللہ کا نام سکھاؤ

جب بچہ بولنے لگے تو سب سے پہلے اس کو اللہ کا نام سکھایا جائے ۔حضرت ابن عباس ؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِفْتَحُوْا عَلٰی صِبْیَانِکُمْ أَوَّلُ کَلِمَۃٍ بِلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔ ﴾ (روی الحاکم، کنزالعمال)

اپنے بچوں کو سب سے پہلے کلمہ : لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ : سکھاؤ۔

اسی طرح حضرت عمرو بن شعیب اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِذَا أَفْصَحَ أَوْلَادُکُمْ فَعَلِّمُوْہُمْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ ﴾

جب تمہاری اولاد بولنے لگے تو تم انہیں:: لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ : سکھاؤ۔

اس لئے علماء نے فرمایا ہے کہ بچہ جب پیدا ہو تو اس کے کانوں میں اذان اور اقامت کہو، تاکہ سب سے پہلے اس کے کانوں میں کلمہ توحید کی آواز پہنچے،اور جب وہ بولنے پہ آئے تو سب سے پہلے اسے کلمہ سکھاؤ تاکہ سب سے پہلا بول بھی کلمہ توحید کا ہو، تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ عقیدہ توحید ہی ایمان کی بنیاد اور جڑ ہے۔ اور جب تین سال کا ہو جائے اور اس میں کچھ سمجھ بوجھ پیدا ہو تو اس کو گھر کی تعلیم دے دیں ، اسے حلال اور حرام کے احکامات سکھلا دیں، دین کی کچھ باتیں سمجھا دیں۔حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں:

﴿ اِعْمَلُوْا بِطَاعَۃِ اللّٰہِ وَاتَّقُوْا مَعَاصِی اللّٰہَ ، وَ مُرُوْا أَوْلَادَکُمْ بِاِمْتِثَالِ الْاَوَامِرِ وَاجْتِنَابِ النَّوَاہِیْ فَذَالِکَ وِقَایَۃٌ لَّھُمْ وَلَکُمْ مِّنَ النَّارِ ﴾ (تربیۃ الاولاد فی الاسلام)

اپنے آپ کو اللہ کی اطاعت کا خوگر بناؤ، اور اللہ کی نافرمانی سے ڈراؤ، اور اپنی اولاد کو اوامر کی بجا آوری کا حکم دو اور منہیات سے بچنے کا حکم دو، اسی میں تمہارے لئے اور ان کے لئے آگ سے بچاؤ کا سامان ہے۔

اور پیارے پیغمبر ﷺ نے ایسے والد کے لئے دعاء فرمائی ہے جو اپنی اولاد کو نیکی کی تعلیم دے آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ رَحِمَ اللّٰهُ وَالِدًا أَعَانَ وَلَدَهٗ عَلٰى بِرِّهٖ ﴾

اللہ تعالیٰ اُس باپ پر رحم فرمائے جو اپنے بچے کی نیکی پر اُس کی مدد کرے۔

بچے کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اہل بیت اور قرآن کی محبت پیدا کرنا

والدین پر لازم ہے کہ بچوں کے دل میں پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، حضرات انبیاء ورسل علیہم السلام، اہل بیتؓ، حضرات صحابہ کرامؓ، اہل اللہ، حضرات علمائے کرام اور قرآن وحدیث کی محبت پیدا کریں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿ أَدِّبُوْا أَوْلَادَكُمْ عَلٰى ثَلَاثِ خِصَالٍ حُبِّ نَبِيِّكُمْ ، وَحُبِّ اٰلِ بَيْتِهٖ، وَتِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ فَاِنَّ حَمَلَةَ الْقُرْاٰنِ فِيْ ظِلِّ عَرْشِ اللّٰهِ ، يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلاَّ ظِلَّهٗ ﴾ (رواہ الطبرانی)

اپنی اولاد کو تین خصلتیں سکھاؤ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت، اہل بیت سے محبت، اور قرآن کریم کی تلاوت، حاملین قرآن اُس دن اللہ کے عرش کے سایہ میں ہوں گے جس دن اللہ کے عرش کے سایہ کے بغیر کوئی سایہ نہیں ہوگا۔

تاکہ بچے کے دل میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، قرآن کریم، اہل بیت اور دیگر برگزیدہ ہستیوں کی سچی اور پکی محبت پیدا ہو، اور اس کے لئے ضروری ہے کہ بچوں کے سامنے سیرت کے واقعات اور پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی کے حالات پڑھ کر سنائے جائیں۔ جب پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود پڑھنا سکھلائیں، حضرات صحابہ کرامؓ کی پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ محبت کے واقعات بیان کریں۔ اور صحابہ کرامؓ کے بچوں کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لانے اور محبت کرنے اور مر مٹنے کے ایمان افروز واقعات کا ذکر کیا جائے۔ مثلاً

بچوں کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ محبت کے چند واقعات

(۱) حضرت علی کرم اللہ وجہہ جو پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کفالت میں تھے، جب اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو رحمۃ اللعالمین بنا کر مبعوث فرمایا تو بچوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت کی تصدیق کرنے والے حضرت علیؓ تھے اس وقت ان کی عمر دس سال تھی اور اس طرح وہ تمام بچوں پر فضیلت لے گئے۔ اسی طرح انہیں یہ شرف بھی حاصل ہے کہ بچوں میں وہ سب سے پہلے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے والے ہیں۔

(۲) حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جنہیں بچپن میں غلام بنا کر بازار عکاظ میں فروخت کیا گیا اور وہاں سے حکیم بن حزام بن خویلد نے انہیں اپنی پھوپی حضرت خدیجہؓ کے لئے خریدا، اور جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح ہوا تو انہوں نے حضرت زید کو پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہبہ کر دیا۔ حضرت زیدؓ کے والد حارثہ کو جب پتہ چلا کہ میرا بیٹا مکہ میں ہے تو وہ اپنے بھائی کعب بن شراحیل کو اپنے ساتھ لے کر مکہ مکرمہ اپنے بیٹے حضرت زیدؓ کو فدیہ دے کر چھڑانے کی غرض سے آئے اور پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کر کے اپنے آنے کا مقصد ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم زید کو اختیار دے دیتے ہیں اگر وہ تمہارے ساتھ جانا پسند کریگا تو اسے ساتھ لے جانا، اور اگر وہ میرے پاس ٹھرنا چاہے اور مجھے اختیار کرنا چاہے تو پھر میں اسے چھوڑ کر دوسروں کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ انہوں نے کہا یہ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہم پر مزید احسان ہے۔ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت زید کو بلا کر انہیں اختیار دیا تو انہوں نے فرمایا: میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلے میں کسی کو بھی اختیار نہیں کر سکتا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید کو اپنی گود میں اٹھالیا اور فرمایا لوگو! تم گواہ بن جاؤ زید میرا بیٹا ہے، یہ میرا وارث ہے، میں اس کا وارث ہوں۔

(۳) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ: وہ عظیم بچے ہیں جنہوں نے مدینہ منورہ میں یتیمی کی حالت میں اپنا بچپن حضرت عبداللہ بن رواحہ کی پرورش میں گزارا۔ اور جن کی تصدیق کے لئے ربّ العالمین نے قرآن میں سورۃ المنافقون کو نازل فرمایا اور پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرما کر ان کی سچائی کی شہادت دی کہ: {اِنَّ اللّٰہَ صَدَّقَكَ}: کہ تیرے قول کی سچائی کی شہادت خود ربّ العالمین نے دی ہے۔

واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ غزوہ بنی المصطلق سے واپسی پر راستے میں ایک پانی پر دو آدمیوں کا جھگڑا ہوا جن میں سے ایک انصاری اور دوسرا مہاجر تھا۔ اس موقعہ پر رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ابن سلول نے غضبناک ہو کر اپنی قوم کے لوگوں سے کہا: تم محمد کے ساتھیوں کی مدد کرنا چھوڑ دو، اور کہا کہ مدینہ پہنچ کر ہم معزز لوگ ان ذلیلوں کو ملک سے نکال باہر کریں گے۔ اس کی یہ باتیں حضرت زید بن ارقمؓ نے سن لیں اور اس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: خدا کی قسم! تم ہی ذلیل وخوار ہو۔ عبداللہ بن ابی نے کہا تم خاموش ہو جاؤ میں تو یوں ہی مذاق کر رہا تھا۔ لیکن حضرت زید بن ارقمؓ سیدھے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ بیان کر دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن ابیّ کو طلب کیا اور وضاحت چاہی تو اس نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ ہوسکتا ہے اس بچہ کو غلط فہمی ہوئی ہو۔ حضرت زیدؓ اپنی بات ثابت نہ کر سکے، اور عبداللہ بن ابیّ کی اس منافقت پر سخت رنجیدہ ہوئے اور غم سے ان

کا دل پھٹنے لگا۔ ربّ العالمین نے حضرت زید بن ارقمؓ کی اس بات کی تصدیق میں سورۃ المنافقون نازل فرمادی جس میں منافقین کا سارا کچا چھٹا ظاہر کردیا۔ اور حضرت زید کو یہ خوشخبری سنانے کے لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کی، مگر صدیق اکبرؓ یہ بازی لے گئے۔ حضرت زیدؓ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ کو آتا ہوا دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبسم فرمایا: اور فرمایا کہ زید آج تمام لوگوں میں عظیم سعادت سے بہرور ہو رہا ہے۔

(۴) حضرت زبیر بن قوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ: جن کی والدہ حضرت صفیہؓ نے ان کے دل میں پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت بھر دی تھی۔ ابھی ان کی عمر صرف بارہ سال تھی کہ انہیں یہ خبر ملی کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کچھ لوگ پکڑ کر پہاڑی کی طرف لے گئے ہیں تو فوراً اپنی تلوار ہاتھ میں لی اور اس پہاڑی کی طرف دوڑ پڑے۔ جب راستے میں پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا زبیر تم یہاں کیسے اور یہ تمہارے ہاتھ میں تلوار؟ عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے یہ خبر ملی تھی اس لئے میں آپ کی تلاش اور حفاظت میں نکل آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر میں واقعی پکڑ لیا جاتا تو پھر آپ کیا کرتے؟ حضرت زبیرؓ نے جواب دیا میں مکے میں اتنے قتل کرتا کہ خون کی ندیاں بہہ جاتیں، یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرا دیئے، اور ان کی جرأت پر انہیں اپنی چادر انعام کے طور پر دی۔

(۵) اسی طرح حضرت معاذ بن عمرو بن جموحؓ اور معوذ بن عفراءؓ جنہوں نے جنگ بدر کے موقعہ پر ابوجہل کو جہنم واصل کیا۔ حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت انسؓ، حضرت عمیر بن ابی وقاصؓ، حضرت رافعؓ، حضرت سمرہ بن جندبؓ، حضرت سلمہ بن اکوعؓ اور ان جیسے دیگر متعدد حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بچپن کے واقعات ہیں جن کو طوالت کے خوف کی وجہ سے چھوڑ رہا ہوں۔ حکایات صحابہ سے ان ایمان افروز واقعات کو بچوں کو سنایا جائے اور ان کے دلوں میں محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جذبات کو اجاگر کیا جائے۔ اسی طرح اہل بیتؓ کے بارے میں اور ان کی اسلام کے لئے قربانیوں کے بارے میں بتایا جائے۔

قرانِ کریم سے محبت

اور تیسری بات جو اس حدیث مبارکہ میں پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمائی وہ یہ ہے کہ بچوں کے دل میں قرآن کریم کی محبت و اہمیت پیدا کی جائے، انہیں قرآن کریم پڑھنے کے فضائل بتائے جائیں۔ اس لئے کہ بچوں کا قرآن سے صحیح تعلق اور وابستگی ان کے ذہنوں میں اسلامی عقائد کو راسخ کرتی ہے۔ اس لئے بچپن ہی سے اپنے بچوں کو قرآن کریم کی تعلیم دیں اس لئے کہ اس وقت بچے کا ذہن نہایت صاف ستھرا اور حافظہ بہت قوی اور تعلیم میں خوب نشاط ہوتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ أَلْعِلْمُ فِي الصِّغَرِ كَالنَّقْشِ فِي الْحَجَرِ ﴾ (بیہقی و طبرانی)

بچپن میں علم حاصل کرنا ایسا ہے جیسے کہ پتھر پر نقش کر دینا۔

حضرات صحابہ کرامؓ کا یہی معمول تھا وہ اپنے بچوں کو یہ ساری چیزیں ایسے سکھلاتے تھے جس طرح قرآن کی سورتیں یاد کروائی جاتی ہیں۔ چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں:

﴿ كُنَّا نُعَلِّمُ أَوْلَادَنَا مَغَازِي رَسُوْلِ اللهِ ﷺ كَمَا نُعَلِّمُهُم السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرآن الْكَرِيْم ﴾

ہم اپنی اولاد کو پیارے پیغمبر ﷺ کی سیرت اور غزوات کے بارے میں ایسے ہی سکھاتے تھے جیسے ہم انہیں قرآن کریم کی سورتیں سکھاتے تھے۔

☆ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک کو لازم پکڑو، قرآن سیکھو اور اپنے بچوں کو سکھلاؤ، اس کے متعلق تم سے باز پرس ہوگی، اور اس کا تمہیں بدلہ ملے گا، صاحب عقل کے لئے یہی قرآن واعظ ہونے کے لئے کافی ہے۔

☆ سیدنا حضرت انس بن مالکؓ جب قرآن کریم کی تکمیل فرماتے تو اپنی اہل وعیال کو جمع فرما کر اجتماعی دعاء فرمایا کرتے تھے۔ تاکہ ان کے دلوں میں بھی تلاوتِ قرآن کا شوق پیدا ہو۔

☆ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب پیارے پیغمبر ﷺ کی وفات ہوئی تو اس وقت میری عمر دس سال تھی اور میں محکمات سورتوں کو زبانی حفظ کر چکا تھا۔ یہی حال سلف صالحینؒ کا تھا کہ وہ اپنے بچوں کو بچپن میں قرآن کی تعلیم دینے اور یاد کروانے پر بڑے حریص تھے۔ حضرت ابن عباسؓ اپنے ساتھیوں سے فرمایا کرتے تھے مجھ سے سورۃ النساء کے متعلق پوچھو کہ یہ میں نے اپنے بچپن میں یاد کی تھی۔

امام شافعیؒ کا فرمان

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ: جو شخص قرآن کریم سیکھ لیتا ہے اس کی قیمت بڑھ جاتی ہے۔ اور جو فقہ میں غور وخوض کرتا ہے اس کی قدر ومنزلت بلند ہو جاتی ہے، اور جو احادیث لکھتا ہے اس کی قوت دلیل مستحکم ہو جاتی ہے، اور جو شخص لغت کا مطالعہ کرتا ہے اس کی طبیعت میں لطافت پیدا ہو جاتی ہے، اور جو حساب میں محنت کرتا ہے اس کی رائے میں وسعت پیدا ہو جاتی

ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ جب میں سات سال کا تھا تو میں نے قرآن حفظ کر لیا تھا، اور جب دس سال کا ہوا تو میں نے موطا یاد کر لی تھی۔ (طبقات الحفاظ للسیوطی ص:۱۵۴)

مامون الرشید کا واقعہ

خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے بچوں امین اور مامون کو ان کے بچپن ہی میں اساتذہ کے سپرد کر دیا تھا کہ وہ انہیں قرآن اور دیگر علوم کی تعلیم دیں، مامون الرشید قرآن کریم زبانی اپنے استاد کسائی کو سنایا کرتے تھے، اور ان کے استاد کسائی کی عادت یہ تھی کہ جب مامون انہیں قرآن سناتے تو وہ اپنا سر جھکا لیتے تھے، اور جہاں غلطی آتی تو سر اوپر اٹھا کر مامون کی طرف دیکھتے تھے تو مامون اپنی غلطی کی اصلاح کر لیتے تھے۔ اور مامون کو بچپن ہی میں قرآن کے سمجھنے میں اس قدر دسترس حاصل تھی کہ ایک مرتبہ وہ اپنے استاد کو سورۃ الصّف سنا رہے تھے اور جب انہوں نے یہ آیت پڑھی:

{ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ } (الصف:۲)

اے ایمان والو! تم کیوں وہ بات کہتے ہو جو کرتے نہیں۔

تو ان کے استاد کسائیؒ نے اپنا سر اٹھا کر مامون کی طرف دیکھا، تو مامون نے اس آیت کو پھر دہرایا لیکن اس کو ٹھیک پایا، (یعنی پڑھنے میں کوئی غلطی نہیں تھی)۔ جب ان کے استاد کسائی واپس چلے گئے تو مامون اپنے گھر گئے اور اپنے والد ہارون الرشید سے کہنے لگے: (ابا جان) آپ نے (میرے استاد) کسائی سے کسی چیز کا وعدہ کیا تھا؟ تو انہوں نے کہا بیٹے تمہیں کیسے معلوم ہوا؟۔ تو مامون الرشید نے سبق سنانے کے وقت جو واقعہ پیش آیا تھا اُس کا تذکرہ اپنے والد سے کیا: اپنے بیٹے کی اس ذہانت پر ہارون الرشید کو بہت زیادہ خوشی حاصل ہوئی۔ (اطفال المسلمین: ص ۱۴۷)

☆ امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ بچوں کو قرآن کریم اور احادیث وواقعات اور نیک لوگوں کی سیرت و حالات پڑھائے وسکھائے جائیں۔ اسی طرح ابن سینا اور علامہ ابن خلدون نے بچوں کو قرآن کریم کی تعلیم دینے اور حفظ کرانے کی اہمیت کو بیان کیا ہے۔

نماز کی تعلیم

جب بچہ سات برس کا ہو جائے تو اسے نماز اور دیگر دین کی باتیں سکھائیں، تا کہ بڑا ہونے تک وہ اس پر پختہ ہو جائے، اور جب دس سال کا ہوجائے تو نماز نہ پڑھنے پر اسے ڈانٹنا اور سزا دینا شروع کر دیں تا کہ وہ نماز کا عادی ہو جائے۔ قرآن کریم میں ربّ العالمین کا ارشاد ہے:

{ وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا۔ } (طٰہٰ)

اور اپنے اہل وعیال کونماز کا حکم کیجئے، اوراس پر ثابت قدم رہئے۔

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والدمکرم سے اور وہ اپنے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو العاصؓ سے روایت کرتے ہیں :

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُرُوْا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعَ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشَرَ سِنِيْنَ وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ ﴾۔ (مشکوۃ ج۱ ص۱۲۶)

پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے بچے جب سات سال کے ہو جائیں تو ان کو نماز کی تاکید کرو۔ اور جب دس سال کے ہو جائیں تو نماز میں کوتاہی کرنے پر ان کو سزا دو، اور ان کے بستر بھی الگ الگ کر دو۔

نماز کی تعلیم اس طرح دیں کہ اس کے سامنے خود وضو کریں اور اسے وضو کرنا سکھلائیں اور پھر اس کو نماز پڑھنا سکھائیں، اپنے ساتھ مسجد لے کر جائیں اور نماز میں اپنے ساتھ کھڑا کریں اور اس کی حوصلہ افزائی کریں۔ اس کو نماز کا سبق اور چھوٹی چھوٹی سورتیں یاد کروائیں۔ نماز کے اندر خشوع اور خضوع سکھلائیں، اور سلف صالحین کا نماز کے اندر خشوع کی کیفیت، اور ان کا قرآن کی تلاوت کی وجہ سے رونے کے واقعات سنائیں جائیں۔

بستر الگ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انہیں علیٰحدہ علیٰحدہ سلایا جائے، اگر دو بھائی بہن یا اجنبی لڑکا لڑکی ایک ہی بستر میں سوتے ہوں تو اس عمر کو پہنچتے ہی ان کے بستر الگ الگ کر دینا چاہئیں۔ اور ان کو اخلاقی تباہ کاریوں سے بچانے کے لئے خاص طور پر نگرانی کرنی چاہئے۔ اسی طرح حضرت سمرۃ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا:

﴿ مُرُوْا الصَّبِيَّ بِالصَّلَاةِ اِذَا بَلَغَ سَبْعَ سِنِيْنَ، فَاِذَا بَلَغَ عَشْرَ سِنِيْنَ فَاضْرِبُوْهُ عَلَيْهَا۔ ﴾ (رواہ ابو داؤد)

بچے کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کا ہو جائے، اور جب دس سال کا ہو جائے تو (نماز میں کوتاہی کرنے پر) اس کو مارو۔

ضرب اور مار سے مراد

ان دونوں احادیث میں پیارے پیغمبر ﷺ نے دوسری بات یہ ارشاد فرمائی ہے کہ جب بچہ دس سال کا ہو جائے

اور کہنے سننے کے باوجود نماز نہ پڑھے تو اسے سختی کے ساتھ اور مار کر نماز پڑھانی چاہئے۔ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس حکم سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ بچے کو دس سال کی عمر سے پہلے کسی دنیوی اور تربیتی امور پر نہیں مارنا چاہئے، اور دس سال کی عمر میں بھی اس کو نماز جیسے رکن اعظم کے چھوڑنے پر مارنے کا حکم ہے جو شہادتین کے بعد سب سے بڑا رکن ہے تا کہ وہ نماز کی پابندی کرنے والا بن جائے۔

(۲) دوسری بات یاد رکھنے کی یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے مار سے بچا جائے اس لئے کہ اصل مقصد بچے کی اصلاح ہے اگر یہ بغیر مار کے حاصل ہو جائے تو اس سے بہتر کوئی اور بات نہیں ہو سکتی، اس لئے اوّل تو بچے کو نرمی اور پیار سے سمجھایا جائے، لیکن اگر یہ کہنا سننا کسی طرح بھی کارگر نہ ہو تو ایسی صورت میں جتنا کم سے کم ہو اسے سزا دی جائے جیسے کھانے میں نمک ہوتا ہے کہ اس کی مقدار تو کم ہوتی ہے لیکن کھانے کا ذائقہ اس سے بہتر ہو جاتا ہے، اور اگر نمک زیادہ ہو جائے تو سارے کھانے کو برباد کر دیتا ہے، اسی طرح زیادہ مار بھی بچے کو بگاڑ دیتی ہے۔

قاضی شریح ؒ فرماتے ہیں کہ قرآن پڑھنے والے بچے کو تین مرتبہ سے زیادہ نہ مارا جائے، جس طرح کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پہلی وحی کے نزول کے وقت پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین مرتبہ اپنے سینے کے ساتھ لگا کر دبوچا تھا۔

علماء تفسیر فرماتے ہیں کہ یہ مار اتنی ہلکی ہو کہ اس کا اثر صرف جلد تک پہنچے اور گوشت تک اس کا اثر نہ پہنچے، ہر وہ مار جس سے گوشت کٹ جائے یا جلد کو اکھیڑ دے، یا گوشت کو زخمی کر دے تو وہ قرآن کے حکم کے خلاف ہوگی۔

اور مارنے والا مارتے وقت اپنے ہاتھ کو زیادہ بلند نہ کرے تا کہ چوٹ زیادہ نہ آئے اس لئے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اور مارنے والا صرف تادیب کے لئے اسے مارے اپنا ذاتی غصہ نہ نکالے اور جب اسے غصہ آرہا ہو تو اس وقت سزا نہ دے، اور حساس اعضاء جیسے چہرہ، سر، گردن اور شرمگاہ پر نہ مارے کہ ان مقامات پر مارنا جائز نہیں۔ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

﴿اِذَا ضَرَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَتَّقِ الْوَجْهَ﴾ (مسلم ،ابوداؤد، اطفال المسلمین کیف :ص۱۰۰)

جب تم میں سے کوئی مارے تو اسے چاہئے کہ چہرہ کو بچائے۔

☆ اگر آپ نے بچے سے آیندہ نہ مارنے کا وعدہ کیا ہو تو اس کے بعد اسے نہ ماریں تا کہ آپ پر سے اس کا اعتماد نہ اٹھ جائے۔ ☆ اگر بچہ پہلی مرتبہ کوئی غلط کام کرے تو اسے فوراً سزا نہ دیں بلکہ اسے موقع دیں۔

☆ کسی ایسے آدمی کے سامنے اسے مت سزا دیں جو اس سے محبت کرتا ہو۔

☆ سزا خود دیں اور اسے سزا کے لئے کسی اور کے حوالے نہ کریں خاص طور پر بھائیوں اور دوستوں کے۔

☆ کسی ایک ہی جگہ پر بار بار ضرب نہ لگائیں۔اور جوتے سے نہ ماریں، اور ہر ضرب کے درمیان تکلیف کو کم کرنے کے لئے وقفہ دیں، اور مار کے درران یا بعد میں اسے رونے سے مت روکیں۔

☆ اسی طرح ۱۱، ۱۲ سال کی عمر میں بچے کی ہمت اور طاقت کے مطابق اسے روزہ رکھنے کی مشق شروع کرادیں اور ان کی نماز روزہ کی فکر کریں، حدیث میں پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿ رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا قَالَ : يَا أَهْلَاهُ ، صَلَا تُكُمْ ،وَ صِيَامُكُمْ، وَ زَكَا تُكُمْ مِسْكِيْنُكُمْ، وَ يَتِيْمُكُمْ جِيْرَا نُكُمْ لَعَلَّ اللّٰهَ يَجْمَعَهُمْ مَعَهٗ فِى الْجَنَّةِ ﴾ (غرائب القرآن)

اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم فرمائے جو اپنے گھر والوں کو یہ کہے : اے گھر والو! تم اپنی نماز اور اپنے روزے، اور اپنی زکوٰۃ ، اپنے مسکین اور اپنے یتیم اور اپنے پڑوسی کا خیال رکھو۔تا کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس کے ساتھ جنت میں جمع فرمادے۔

اجازت طلب کرنے کے آداب

سات سال سے دس سال تک کی عمر میں بچے کو کسی کے گھر وغیرہ جانے کی صورت میں اجازت طلب کرنے اور اِدھر اُدھر دیکھنے کے آداب سکھلا دینے چاہئے۔

☆ اور دس سے چودہ سال کی عمر جسے قریب البلوغ کی عمر کہا جاتا ہے اس میں بچے کو ان تمام چیزوں سے دور رکھنا چاہئے جو جنسی جذبات کو بھڑکانے والی ہوں۔

☆ اور چودہ سے سولہ سال کی عمر جسے بلوغ کا زمانہ کہا جاتا ہے اس میں اگر اس کی شادی تیار ہو تو اسے جنسی روابط وجنسی اتصال کے آداب سکھا دینے چاہئے ،اور اسے پاکدامنی کے آداب اور محاسن بتلا دینے چاہئے۔قرآن کریم میں ربّ العالمین نے خود خاندان اور گھرانوں سے متعلق آداب نہائیت ہی فصاحت کے ساتھ کھل کر بیان فرمائے ہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{ يٰٓاَ يُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْ ذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ، مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْ

بَعۡدِ صَلٰوةِ الۡعِشَاءِ ، ثَلٰثُ عَوۡرٰتٍ لَّكُمۡ ، لَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ وَلَا عَلَيۡهِمۡ جُنَاحٌۢ بَعۡدَهُنَّ ، طَوّٰفُوۡنَ عَلَيۡكُمۡ بَعۡضُكُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ ، كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الۡاٰيٰتِ ، وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ * وَاِذَا بَلَغَ الۡاَطۡفَالُ مِنۡكُمُ الۡحُلُمَ فَلۡيَسۡتَاۡذِنُوۡا كَمَا اسۡتَاۡذَنَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمۡ اٰيٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ } (النور:۵۹،۵۸)

اے ایمان والو! جو غلام لونڈیاں تمہاری ملکیت میں ہیں، اور تم میں سے جو بچے ابھی بلوغ تک نہیں پہنچے، ان کو چاہئے کہ وہ تین اوقات میں (تمہارے پاس آنے کے لئے) تم سے اجازت لیا کریں: نماز فجر سے پہلے، اور جب تم دوپہر کے وقت اپنے کپڑے اتار کر رکھا کرتے ہو، اور نماز عشاء کے بعد۔ یہ تین وقت تمہارے پردے کے اوقات ہیں۔ ان اوقات کے علاوہ نہ تم پر کوئی تنگی ہے نہ ان پر۔ان کا بھی تمہارے پاس آنا جانا لگا رہتا ہے، تمہارا بھی ایک دوسرے کے پاس۔ اللہ اس طرح آیتوں کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے، اور اللہ علم کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک۔☆ اور جب تمہارے بچے بلوغ کو پہنچ جائیں، تو وہ بھی اسی طرح اجازت لیا کریں، جیسے ان سے پہلے بالغ ہونے والے اجازت لیتے رہے ہیں۔ اللہ اسی طرح اپنی آیتیں کھول کھول کر تمہارے سامنے بیان کرتا ہے، اور اللہ علم کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک ہے۔

اس قرآنی نص کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مربیوں کو نابالغ چھوٹے بچوں کو گھر والوں کے پاس جانے کے وقت اجازت طلب کرنے کے سلسلہ میں گھریلو تربیت کے اصول سے مطلع فرما رہے ہیں کہ تین اوقات میں ان کو اجازت طلب کرنے کی تعلیم دی جائے۔(۱) نماز فجر سے قبل کہ جس میں عام طور پر لوگ سوئے ہوئے ہوتے ہیں۔

(۲) دوپہر کے وقت کہ یہ بھی آرام کا وقت ہوتا ہے اور عام طور پر انسان اپنے گھر والوں کے ساتھ مختصر لباس میں ہوتا ہے۔(۳) عشاء کی نماز کے بعد کہ یہ بھی آرام اور سونے کا وقت ہوتا ہے۔

ایسا نہ ہو کہ ان اوقات میں بچہ بلا اجازت والدین کے پاس ایسی حالت میں آجائے اور ان کو ایسی حالت میں دیکھ لے جس حالت میں وہ بچے کے سامنے جانا پسند نہیں کرتے۔ اور یہ نقشہ جب اس کے سامنے آئے گا تو پھر اس کے خیالات اس کے گرد گردش کریں گے۔اس لئے مربی کو چاہئے کہ وہ بچے کو ان تمام چیزوں سے دور رکھے جو جنسی جذبات بھڑکانے والی

ہوں۔

جب بچہ بلوغ کی عمر کو پہنچ جائے تو ایسی صورت میں ان تین اوقات کے علاوہ باقی اوقات میں بھی اسے داخل ہونے سے قبل اجازت طلب کرنے کے آداب سکھلائے جائیں۔تاکہ اس کی ایسی تربیت ہو کہ وہ شرم وحیاء، بہترین معاشرتی کردار اور شاندار اسلامی آداب کے ساتھ بلوغت کی عمر میں قدم رکھے۔

نظر کی حفاظت

اسی طرح اس بات کی تعلیم دی جائے کہ وہ اپنی نگاہوں کی حفاظت کرے اور کسی اجنبی عورت کی طرف نہ دیکھے، اور اجنبی سے مراد وہ عورت ہے کہ جس سے مرد کو نکاح کرنا درست ہو۔ ایسے ہی بچی ہے تو اس کو بتایا جائے کہ اس کے لئے کسی اجنبی مرد کو دیکھنا ناجائز ہے اور اجنبی مرد سے مراد وہ ہے جس سے اس عورت کا نکاح کرنا جائز ہو۔ اس لئے کہ ربّ العالمین نے قرآن کریم میں فرمایا ہے:

{ قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ، ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ، اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ٭ وَقُلْ لِلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ ، وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ } (النور ۳۱،۳۰)

مؤمن مردوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہی ان کے لئے پاکیزہ ترین طریقہ ہے۔ وہ جو کاروائیاں کرتے ہیں، اللہ ان سب سے پوری طرح باخبر ہے۔اور مؤمن عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، اور اپنی سجاوٹ کو کسی پر ظاہر نہ کریں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے دس ذی الحجہ کو حضرت فضل بن عباس ؓ کو اپنے پیچھے سواری پر بیٹھایا ہوا تھا، اس وقت وہ بلوغت کی عمر کے قریب پہنچ چکے تھے،حضرت فضل قبیلہ خشعم سے تعلق رکھنی والی ایک عورت کی طرف دیکھنے لگے جو آپ ﷺ سے دینی امور کے بارے میں پوچھ رہی تھی،تو نبی کریم ﷺ نے حضرت فضل بن عباس ؓ کی ٹھوڑی پکڑ کر ان کا چہرہ اس عورت کی طرف سے دوسری طرف پھیر دیا۔جس سے معلوم ہوا کہ پیارے پیغمبر ﷺ قریب البلوغ بچوں کی تربیت کا بہت زیادہ اہتمام فرماتے تھے۔

اس لئے مربی کو چاہئے ہ وہ قریب البلوغ بچوں کی داخلی اور خارجی ہر طرح کی دیکھ بھال کریں تاکہ ان کے اخلاق

خراب نہ ہوں خصوصاً آج کے دور میں جب کہ موبائیل ہر پاکٹ تک پہنچ چکا ہے بچوں کی بہت زیادہ دیکھ بھال کی ضرورت ہے۔ بچہ جب بلوغت کے قریب پہنچ جائے تو اس کو بلوغت کی علامات اور نشانیوں سے آگاہ کریں، اور شرعی احکامات سکھلائیں کہ کب غسل فرض ہوتا ہے اور کب نہیں وغیرہ۔

بلوغت یعنی جوان ہونے کی علامات

بلوغت کی علامات یعنی احتلام، زیر ناف بالوں کا آجانا، یا لڑکیوں کے لئے ماہانہ نظام ظاہر ہونے پر انہیں بالغ سمجھا جائے گا۔ اگر بلوغت کی کوئی علامت ظاہر نہ ہو تو پندرہ برس کی عمر بلوغت کی عمر سمجھی جائے گی بالغ ہونے کے بعد تمام احکام شریعت فرائض وواجبات اور گناہ وثواب لاگو ہو جائیں گے۔

ماں کی گود سے ہی بچوں کی تربیت کرنا

مولانا ابوالحسن علی ندویؒ لکھتے ہیں کہ دل کی بھٹی میں، دل کی خاک میں اور دل کے کشت زار میں تخم مائیں ڈال سکتی ہیں۔ اور یہ تخم جب پک جاتا ہے تو پھر اس کو حکومتیں بھی نہیں اکھاڑ سکتی ہیں۔ ماں اور بہنوں سے پڑھا ہوا سبق، ان سے سیکھا ہوا دین، اور ان کا بیدار کیا ہوا جذبہ بڑے بڑے مجاہدین کی استقامت اور ثابت قدمی کا ذریعہ بنا ہے۔

☆ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ ماں کی گود بچے کے لئے ابتدائی مکتب ہے۔ اگر اس مکتب میں اس کی اچھی تربیت ہوئی تو پھر آخر تک اس کی اسی طرز پر تعلیم وتربیت ہوتی رہتی ہے، اور اگر خدانخواستہ بچپن ہی سے بری صحبت اور غلط تربیت ہوئی تو پھر اس کی اصلاح بہت مشکل ہو جاتی ہے۔

خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج   تا ثریا می رسد دیوار کج

اس لئے بچے کی پیدائش کے ساتھ ہی اس کی تربیت شروع ہو جاتی ہے، اس کے سامنے کوئی بری حرکت نہ کریں، کوئی برا کلمہ نہ کہیں۔ امام غزالیؒ نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک جوڑے نے جب ان کو بچے کی امید ہوئی تو انہوں نے یہ طے کیا کہ ہم ابھی سے کوئی گناہ نہیں کریں گے تاکہ بچے پر اس کا کوئی غلط اثر مرتب نہ ہو۔ چنانچہ بچہ جب پیدا ہوا تو اس کے بعد بھی اس بات کا خیال رکھا گیا۔ لیکن ایک دن انہوں نے دیکھا کہ ان کے بچے نے پڑوس کی ایک کھجور اٹھا کر چپ چاپ کھالی، جس کا انہیں بہت افسوس ہوا اور فکر ہوئی کہ ایسا کیوں ہوا آخر ہم سے کیا غلطی ہوئی غور کرنے پر معلوم کہ جب اس بچے کی ماں امید سے تھی تو ان دنوں میں ایک دن اسے بہت سخت بھوک لگی اور گھر میں کھانے کو کچھ نہیں تھا تو پڑوس کے گھر میں لگی ہوئی کھجور کی وہ شاخ جو اس کے گھر میں آئی ہوئی تھی اس نے اس شاخ سے ایک کھجور توڑ کر کھالی تھی جس کا اثر بعد میں بچے

میں ظاہر ہوا۔ (مقالات غزالی۔ بڑوں کا بچپن: ص۹)

☆ امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ ماؤں کو اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت میں سب سے پہلے یہ خیال رکھنا چاہئے کہ یہ بچے صرف ان کے ہی نہیں بلکہ پوری قوم کے ہیں۔ اگر ان کی تعلیم وتربیت میں کسی قسم کی کوئی خرابی ہوئی تو پوری قوم کے ساتھ انتہائی بے ایمانی اور غداری اور ایسی خیانت ہوگی کہ جس کا کوئی بدلہ نہیں ہوسکتا۔

☆ علامہ ابن خلدونؒ فرماتے ہیں کہ ماں اپنے بچوں کی تربیت اس لئے نہیں کرتی کہ وہ بچہ بڑھاپے میں ان کے کام آسکے بلکہ ان کی تربیت اور محنت ومشقت کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ یہ بچے قوم کی امانت ہیں، اور ان کی صحیح تربیت کر کے ان کو قوم کے سپرد کرنا ہے۔ (ابن خلدون)

☆ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ: میری والدہ کا معمول تھا کہ جس دن ہمارے گھر میں پکانے کے لئے کچھ نہ ہوتا تو والدہ فرماتیں کہ آج ہم سب اللہ کے مہمان ہیں مجھے یہ بات سن کر بہت مزہ آتا تھا۔ ایک دن ایک شخص بہت سا غلہ ہمارے گھر دے گیا جس کی وجہ سے چند دنوں تک مسلسل روٹی پکتی رہی۔ مگر مجھ کو تمنا تھی کہ وہ دن کب آئے گا جب والدہ کہیں گی کہ آج ہم سب اللہ کے مہمان ہیں آخر ایک دن وہ غلہ ختم ہوگیا تو والدہ نے کہا کہ آج ہم سب اللہ کے مہمان ہیں، یہ سن کر مجھے ایسا ذوق وسرور حاصل ہوا کہ بیان نہیں کیا جاسکتا۔ (تاریخ دعوت وعزیمت)

جھوٹ سے بچانا

والدین کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی اولاد کو جھوٹ بولنے سے بچائیں، اور ان کے دلوں میں جھوٹ بولنے سے نفرت پیدا کریں، اور جھوٹ بولنے کی برائی اور قباحتیں ان کے سامنے بیان کریں کہ جھوٹ بولنا نفاق کی علامت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا:

﴿ أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا ، وَمَنْ كَانَ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنْهُنَّ كَانَ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعْهَا : اِذَا وُّ تُمِنَ خَانَ ، وَاِذَا حَدَّثَ كَذِبَ ، وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ ، وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ ﴾۔ (بخاری ومسلم)

چار خصلتیں جس انسان میں پائی جائیں تو وہ پکا منافق ہے، اور جس میں ان میں سے کوئی ایک خصلت پائی جائے تو اس میں ایک خصلت نفاق کی ہوگی جب تک کہ وہ اسے چھوڑ نہ دے، جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ اس میں خیانت کرے، اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے، اور جب وعدہ کرے تو وعدہ

خلافی کرے، اور جب کسی سے جھگڑے تو گالم گلوچ کرے۔

اور ایک روایت میں حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا:

﴿ اِیَّاکُمْ وَالْکَذِبْ ، فَاِنَّ الکِذْبَ یَھْدِیْ اِلَی الْفُجُوْر وَاِنَّ الْفُجُوْرَ یَھْدِیْ اِلَی النَّارِ وَمَا یَزَالُ الْعَبْدُ یَکْذِبُ ، وَ یَتَحَرّٰی الکِذْب حَتّٰی یَکْتُبَ عِنْدَ اللّٰہِ کَذَّابًا ﴾

لوگو! جھوٹ سے بچو، پس بیشک جھوٹ فسق و فجور کی طرف رہنمائی کرتا ہے، اور فسق اور فجور رہنمائی کرتا ہے دوزخ کی طرف، اور جب بندہ جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ کے لئے کوشش کرتا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ جھوٹا لکھا جاتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

اس لئے والدین اور مربی خود بھی بچوں کے سامنے جھوٹ نہ بولیں اور نہ ہی ان سے جھوٹا وعدہ کریں۔ حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (جب میں بچہ تھا) تو میری ماں نے مجھے اپنے پاس بلایا اور کہا ادھر آؤ میں تمہیں چیز دیتی ہوں، پیارے پیغمبر ﷺ اس وقت ہمارے گھر میں تشریف فرما تھے، آپ ﷺ نے میری والدہ سے پوچھا:

﴿ مَا أَرَدْتِّ أَنْ تُعْطِیَہٗ ؟ قَالَتْ أَرَدْتُّ أَنْ أُعْطِیَہٗ تَمَرًا ، فَقَالَ لَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ أَمَا اِنَّکِ لَوْ لَمْ تُعْطِیْہِ شَیْئًا کُتِبَتْ عَلَیْکِ کَذْبۃ ﴾ (رواہ البیہقی)

تمہارا اسے کیا چیز دینے کا ارداہ ہے؟ انہوں نے (یعنی میری والدہ نے) کہا میرا اسے کھجور دینے کا ارادہ ہے تو پیارے پیغمبر ﷺ نے میری والدہ سے فرمایا: اگر تم اسے کوئی چیز نہ دیتی تو تمہارے اوپر جھوٹ لکھا جاتا۔

اس طرح پیارے پیغمبر ﷺ نے والدین کو بچوں کو ورغلانے کے لئے بھی جھوٹ بولنے سے منع فرمایا، جب کہ آج کل والدین اس بات کا بالکل بھی خیال نہیں کرتے اور کوئی گھر پہ آجائے اور اس سے ملنے کا ارادہ نہ ہو تو بچوں کو کہہ دیتے ہیں کہ جاکر کہہ دو ابو گھر پہ نہیں ہیں اس سے بچوں کے دلوں سے جھوٹ کی نفرت نکل جاتی ہے اور وہ جھوٹ بولنے کو پھر معیوب نہیں سمجھتے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا واقعہ

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ جب تعلیم حاصل کرنے کے لئے بغداد جانے لگے تو ان کی والدہ نے اُن سے فرمایا:

دیکھو بیٹا! میں تمہیں ایک نصیحت کرتی ہوں کہ جھوٹ کبھی نہ بولنا۔ روانگی کے وقت والدہ نے آپ کے کپڑوں میں چالیس اشرفیاں سی دیں تاکہ محفوظ رہیں۔

جب قافلہ چلا تو راستے میں ڈاکوؤں اور چوروں کی ایک ٹولی نے قافلہ پر حملہ کر دیا۔ چوروں نے دوران تفتیش ہر ایک سے پوچھا تمہارے پاس کچھ ہے سب نے انکار کیا مگر تلاشی لینے پر سب کے پاس سے مال نکلا، جب وہ لوگ حضرت عبد القادر جیلانیؒ کے پاس آئے اور ان سے دریافت کیا کہ تمہارے پاس کچھ ہے تو انہوں نے فرمایا ہاں ہے۔ میرے پاس چالیس اشرفیاں ہیں جو میری والدہ نے مجھے دی تھیں وہ موجود ہیں۔ ڈاکو اسے پکڑ کر اپنے سردار کے پاس لے گئے اور ساری بات بتادی۔ سردار نے بھی اس سے یہی سوال کیا کہ بتاؤ تمہارے پاس کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا میرے پاس چالیس اشرفیاں ہیں۔ سردار نے کہا کہ اگر تمہارے پاس چالیس اشرفیاں ہیں تو پھر دکھاؤ وہ کہاں ہیں؟ آپ نے فوراً اپنے لباس کی اس جگہ کو ادھیڑ ڈالا جس میں اشرفیاں تھیں، اشرفیوں کو دیکھ کر تمام ڈاکو حیران رہ گئے۔ قافلہ کے سردار نے آپ سے پوچھا اے لڑکے! جب میرے آدمیوں نے تمہاری تلاشی لی تو انہیں کچھ نہیں ملا اگر تم نہ بتاتے تو ہمیں یہ اشرفیاں نہ ملتیں، آخر تم نے انکار کیوں نہیں کیا؟۔

﴿ مَا حَمَلَکَ عَلَى الصِّدْقِ؟ قُلْتُ عَاهَدَتْنِیْ أُمِّیْ عَلَى الصِّدْقِ ، فَأَخَافُ أَنْ أَخُوْنَ عَهْدَهَا ! ﴾

کس چیز نے تمہیں سچ کہنے پر مجبور کیا؟ تو انہوں فرمایا کہ میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے بغداد جا رہا ہوں۔ گھر سے رخصتی کے وقت مجھے میری والدہ نے سچ بولنے کی تاکید کی تھی اور جھوٹ بولنے سے منع کیا تھا اور میں نے اپنی والدہ سے (ہمیشہ) سچ بولنے کا وعدہ کیا تھا اس لئے مجھے خوف تھا کہ والدہ سے کئے ہوئے وعدہ میں خیانت نہ ہو جائے (اس لئے میں نے سچ بولا)۔ ان کی اس بات کا ان ڈاکوؤں پر اتنا اثر ہوا کہ فرماتے ہیں کہ:

﴿فَأَخَذَتِ الْخَشْیَةُ رَئِیْسَ اللُّصُوْصِ ، فَصَاحَ وَمَزَّقَ ثِیَابَهٗ ، وَقَالَ : أَنْتَ تَخَافُ أَنْ تَخُوْنَ عَهْدَ أُمِّکَ ، وَأَنَا لَا أَخَافُ أَنْ أَخُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ ؟-- ﴾

ڈاکوؤں کے سردار پر کپکپی طاری ہوگئی ہے اس نے چیخ ماری اور کہنے لگا: تو اپنی ماں سے کئے ہوئے وعدہ کو توڑنے سے ڈرتا ہے اور میں اپنے اللہ سے کئے ہوئے عہد کو توڑنے سے نہیں ڈرتا؟ اس نے (اپنے

ساتھیوں کو) حکم دیا کہ جو کچھ قافلہ والوں سے لوٹا ہے انہیں واپس لوٹا دو، انہوں نے وہ لوٹی ہوئی دولت قافلہ والوں کو لوٹا دی اور کہنے لگا:

﴿ أَنَا تَائِبٌ لِلّٰہِ عَلٰی یَدَیْکَ ، فَقَالَ مَنْ مَّعَهٗ : أَنْتَ کَبِیْرُنَا فِی قَطْعِ الطَّرِیْقِ ، وَأَنْتَ الْیَوْمَ کَبِیْرُنَا فِی التَّوْبَةِ ، فَتَا بُوْا جَمِیْعًا بِبَرَکَةِ الصِّدْقِ۔ ﴾(تربية الاولاد فی الاسلام ص ۱۸۵)

میں تمہارے ہاتھ پر اللہ سے توبہ کرتا ہوں۔ یہ سن کر اس کے ساتھی کہنے لگے کہ تم ڈاکہ مارنے میں ہمارے سردار تھے تو آج توبہ کرنے میں بھی ہمارے سردار ہو۔اس طرح سچ کی برکت سے وہ سب توبہ تائب ہو گئے۔

یہ تھی سچ کی برکت کہ انہوں نے اپنا طریقہ کار بھی چھوڑ دیا اور برے کاموں سے توبہ کر لی اور اچھائی کا راستہ اختیار کر لیا۔اس لئے والدین اور مربیوں کو چاہئے کہ اپنی اولاد کو ہمیشہ سچ بولنے کی تلقین کریں اور ان کے اعمال پر نگاہ رکھیں انہیں چوری سے بچائیں اگر ان کے پاس نقدی یا کوئی چیز دیکھیں تو ان سے پوچھیں کہ یہ تم نے کہاں سے حاصل کی ہے، اگر کسی غلط طریقے سے کوئی چیز ان تک پہنچی ہو یا کسی کی کوئی چیز انہوں نے اٹھالی ہو تو ان کی سرزنش کریں اور وہ چیز اس سے واپس دلوائیں۔ والدین کا اپنی اولاد پر یہ بہت بڑا ظلم ہوگا کہ ان کی اولاد ناجائز طریقہ سے مال بنا کر انہیں دیں اور وہ اس پر چشم پوشی کریں اور ان کا حوصلہ بڑھائیں۔آج بہت سارے نوجوان یہاں دیکھے جاتے ہیں کہ وہ ڈرگ اور دیگر ناجائز طریقوں سے پیسے کما رہے ہیں اور بڑی بڑی گاڑیوں میں سڑکوں پر منڈلاتے پھر رہے ہیں اور والدین اس کو معیوب نہیں سمجھتے بلکہ اس پر خوش ہوتے ہیں۔اور جب وہ پکڑے جاتے ہیں اور ان کو سزا ملتی ہے اور جیل میں ڈالا جاتا ہے تو پھر روتے پھرتے ہیں۔

ایک عبرتناک واقعہ

ایک نہائیت ہی عبرتناک واقعہ کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک چور کو چوری کی سزا میں جب ہاتھ کاٹنے کی سزا سنائی گئی تو وہ بلند آواز سے چلایا کہ میرا ہاتھ کاٹنے سے پہلے میری ماں کی زبان کاٹی جائے اس لئے کہ جب میں نے پہلی بار اپنے پڑوسیوں کے گھر سے انڈا چرایا تو میری ماں نے میری سرزنش کرنے کے بجائے ، اور اس انڈہ کو پڑوسیوں کی طرف لوٹانے کے بجائے میرا حوصلہ یہ کہتے ہوئے بڑھایا کہ الحمد للہ آج میرا بیٹا جوان مرد بن گیا ہے۔اگر میری ماں اس وقت میری چوری پر اپنی زبان سے یہ الفاظ نہ نکالتی تو آج میں اتنا بڑا چور نہ بنتا۔ (اخلاقنا الاجتماعیہ للسباعی: ص ۱۶۲)

اولاد کو نصیحت اور رہنمائی

شروع ہی سے بچوں کی تربیت اچھی کریں، ان کے عقیدہ کی درستگی کی فکر کریں اور انہیں اچھے اخلاق سکھائیں۔ بے جا لاڈ و پیار سے اجتناب کریں تاکہ ان میں بگاڑ پیدا نہ ہو۔ اور وقتاً فوقتاً ان کو وعظ و نصیحت کرتے رہیں۔ ان کے دلوں میں پیارے پیغمبر ﷺ کی محبت اور خلفائے راشدین کی عقیدت پیدا کریں اور انہیں بتائیں کہ وہ اسی ترتیب سے مستحق خلافت تھے جس ترتیب سے وہ خلیفہ بنے۔ یعنی پہلے نمبر پر حضرت ابوبکر صدیقؓ (۲) دوسرے نمبر پر حضرت عمر فاروقؓ (۳) تیسرے نمبر پر حضرت عثمان غنیؓ (۴) اور چوتھے نمبر پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔

انہیں قول و عمل میں سچائی، جھوٹ رشوت، سود، اور حرام خوری سے اجتناب، صدقہ اور خیرات کی ترغیب، غرباء سے میل جول کی تعلیم، ایفائے عہد کی پاسداری، اور وعدہ خلافی سے اجتناب، ایثار، بھائی چارہ اور ہمدردی کی تعلیم دیجئے، ان میں قناعت پسندی کا جذبہ پیدا کیجئے۔ وقت کی قدر اور وقت سے کما حقہ فائدہ اٹھانے کی ترغیب دیجئے۔ شجاعت اور بہادری کی تعلیم اور عقیدہ کی درستگی کی تعلیم دیجئے جس کی طرف قرآن وحدیث میں ہماری رہنمائی فرمائی گئی ہے۔

پیارے پیغمبر ﷺ کے ساتھ ایک چھوٹا بچہ عمر بن ابی سلمہؓ ایک ہی برتن میں کھانا کھاتے ہوئے جب سارے برتن میں ہاتھ چلاتا ہے، تو مربّیٔ اعظم ﷺ فوراً اس کی تربیت کی طرف متوجہ ہوکر اسے کھانے کا ادب سکھلاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ يَا غُلَام سَمِّ الله ، وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ ، وَكُلْ مِمَّا يَلِيْك ﴾۔

اے بیٹے! (جب کھانا کھانے لگو تو) اللہ کے نام سے کھانا شروع کرو (اور بسم اللہ پڑھو) اور اپنے دائیں ہاتھ سے کھانا کھاؤ، اور اپنے سامنے سے کھانا کھاؤ۔

حضرت حسن بن علیؓ صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور لے کر منہ میں ڈالتے ہیں تو آپ ﷺ فوراً اسے ٹوکتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں:

﴿كَخْ كَخْ، اِرْمِ بِهَا، أَمَا عَلِمْتَ أَنَّا لَا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ ؟ ﴾

اسے پھینک دو پھینک دو، تمہیں معلوم نہیں کہ ہم صدقہ کی چیز نہیں کھاتے۔

☆ اس طرح پیارے پیغمبر ﷺ نے ہمیں سکھلا دیا کہ ہم اپنی اولاد کی تربیت کیسے کریں، اس لئے اگر ہمارے سامنے بچے کو چھینک آئے تو ہمیں چاہئے کہ ہم اُسے بتائیں: کہ بیٹا: جب چھینک آئے تو {اَلْحَمْدُ لِلّٰہ} کہو۔ اور اگر

اُسے کسی کے سامنے چھینک آئے اور وہ الحمدللہ کہے تو ہمیں چاہئے کہ اس کو {یَرْحَمُكَ الله} کہہ کر جواب دیں، اور پھر اسے بتائیں کہ جب کوئی {یَرْحَمُكَ الله} کہتا ہے تو اس کے جواب میں {یَھْدِیْکُمُ اللهُ وَ یُصْلِحُ بَالَکُمْ} کہتے ہیں۔اور اسے بتائیں کے جب چھینک آتی ہے تو منہ کے سامنے ٹشو یا ہاتھ رکھ لیا کرتے ہیں۔اگر کھانے کے دوران اسے چھینک آئے تو ہم اسے بتائیں کہ: اپنا منہ کھانے اور دسترخوان سے دوسری طرف پھیر کر چھینکا کرتے ہیں اور ٹشو یا ہاتھ اپنے منہ کے سامنے رکھا کرتے ہیں۔

☆ اگر ہم اُسے کسی دوست یا بھائی کو گالی دیتا ہوا دیکھیں تو اسے سمجھائیں کہ اگر تم نے دوبارہ ایسا کیا تو اللہ تم سے اس پر غصہ ہوگا، اور دوزخ کی آگ میں ڈالے گا۔کیا تم چاہتے ہو کہ کوئی دوسرا تمہیں اس طرح گالی دے؟۔

☆ اگر کسی کی غیبت کرتے ہوئے دیکھیں تو اسے بتائیں کہ غیبت حرام ہے، اور یہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف ہے، کیا تم چاہو گے کہ تمہارے مردہ بھائی کا کوئی گوشت کھائے؟۔

☆ اگر وہ بے جا کوڑا کرکٹ پھینکے تو اسے سمجھائیں کہ صفائی نصف ایمان ہے، کیا تم چاہو گے کہ کوئی دوسرا تمہارے کمرے میں اس طرح گندگی ڈالے؟۔

☆ اگر کسی کے سامنے کپڑے اتارے تو اسے بتائیں کہ کسی مرد یا عورت کے سامنے کپڑے نہیں اتارا کرتے۔

☆ اگر وہ چیخے چلائے تو اسے بتائیں کہ اس طرح آواز بلند کرنا یہ گدھے کی صفات میں سے ہے جو قبیح اور بری آواز ہے کسی مؤدب انسان کے لئے اس طرح کی آواز نکالنا کسی طرح بھی مناسب نہیں۔

☆ اگر وہ بغیر اجازت لئے اور سلام کئے کمرے میں داخل ہو تو اس کو سمجھائیں کہ بغیر اجازت لئے اور سلام کیئے گھر میں یا کمرے میں داخل نہیں ہوتے واپس باہر جاؤ اور اجازت لے کر اور سلام کر کے دوبارہ داخل ہو۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ:

﴿ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : یَا بُنَیَّ اِذَا دَخَلْتَ عَلٰی أَھْلِکَ فَسَلِّمْ ، یَکُنْ بَرَکَۃً عَلَیْکَ وَعَلٰی أَھْلِکَ ﴾۔

مجھ سے پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیٹا جب گھر والوں پر داخل ہو تو سلام کیا کرو، اس سے تم پر اور تمہارے گھر والوں پر برکت ہوگی۔

☆ اگر وہ پیٹ کے بل سوئے تو اسے سمجھائیں کہ اس طرح سونا ٹھیک نہیں یہ دوزخیوں کا اور ان لوگوں کے سونے

کا طریقہ ہے جو اللہ کے مبغوض ہیں۔حضرت یعیش بن طخفۃ الغفاری اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ:

﴿ بَيْنَمَا أَنَا مُضْطَجِعٌ فِي الْمَسْجِدِ عَلَى بَطْنِيْ اِذَا رَجُلٌ يُحَرِّكُنِيْ بِرِجْلِهِ فَقَالَ : اِنَّ هٰذِ هِ ضَجْعَةٌ يَبْغَضُهَا اللّٰهُ ،قَالَ :فَنَظَرْتُ، فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ...وفي رواية:... هٰذِهِ ضَجْعَةُ أَهْلِ النَّارِ ﴾ (ابو داؤد)

میں مسجد میں پیٹ کے بل سویا ہوا تھا کہ اچانک ایک آدمی نے مجھے اپنے پاؤں سے حرکت دیتے ہوئے کہا کہ اس طرح سونا اللہ کو پسند نہیں۔کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا تو وہ اللہ کے رسول ﷺ تھے۔اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: کہ اس طرح سونا دوزخیوں کا طریقہ ہے۔

☆ اگر وہ بدنگاہی کرے تو اُسے اِس سے روکیں: حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

﴿ كُنْتُ رَدِيْفُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَبَيْنَمَا هُوَ يَسِيْرُ اِذْ عرض لَهٗ أَعْرَابِيٌّ مُرْدِفاً اِبْنَةٌ لَهٗ جَمِيْلَةٌ وَكَانَ يُسَايِرُهٗ ، قَالَ فَكُنْتُ أَنْظُرُ اِلَيْهَا ، فَنَظَرَ اِلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَلَّبَ وَجْهِيْ عَنْ وَجْهِهَا حَتّٰى فَعَلَ ذَالِكَ ثَلَاثًا--- ﴾ (رواه احمد)

میں پیارے پیغمبر ﷺ کے ساتھ سواری پر آپ ﷺ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا کہ چلتے ہوئے ہمارے سامنے ایک دیہاتی آ گیا جس کے ساتھ اس کی خوبصورت بیٹی بھی تھی ، میں اس کی طرف دیکھنے لگا تو پیارے پیغمبر ﷺ نے میری طرف دیکھا اور میرا چہرہ اس کے چہرے سے دوسری طرف پھیر دیا، اور یہ عمل آپ ﷺ نے تین مرتبہ دہرایا۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بھتیجے! جو آدمی اپنی نگاہ، شرمگاہ اور زبان کی حفاظت کرے گا اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔

☆ حضرت رافع بن عمرو الغفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جب بچہ تھا تو ایک انصاری صحابی کے کھجور کے درختوں پر پتھر مارتا تھا، وہ صحابی پیارے پیغمبر ﷺ کے پاس آئے اور میری شکایت کی تو مجھے آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا آپ ﷺ نے فرمایا: بیٹے تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ میں نے کہا: کھانے کے لئے! آپ ﷺ نے فرمایا درخت پر پتھر مت مارو اور جو پھل خود بخود درخت سے نیچے گر جائے اسے اٹھا کر کھا لو، پھر آپ ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ رکھ کر مجھے

دعاء دی کہ یا اللہ اس کے پیٹ کو بھر دے۔

علیٰ ھٰذا القیاس بچوں کی ہر ہر حرکت کو اور ہر عمل کو نوٹ کریں اور اُن کی اصلاح کی کوشش کریں، اور ان کو عمل کے دونوں رخ سمجھائیں کہ ایسا کرو، اور ایسا نہ کرو، اس میں یہ فائدہ ہے اور اس میں یہ نقصان ہے تا کہ وہ فائدہ والی چیز کو اپنا سکے اور نقصان والی چیز سے بچ سکے۔ انہیں شرک سے ڈرائیں کہ کسی حال میں بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ذات وصفات میں کسی کو بھی اس کا شریک نہ ٹھرائیں۔ اس کے سوا کسی کو مشکل کشا اور حاجت روا نہ سمجھیں، جو مانگنا ہو صرف اسی سے مانگیں۔

ربّ العالمین کا قرآن کریم میں ارشاد ہے:

{ وَلاَ تَدۡعُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لاَ يَنۡفَعُكَ ، وَلاَ يَضُرُّكَ ، فَاِنۡ فَعَلۡتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيۡنَ } (یونس:١٠٦)

اور مت پکارو اللہ کے سوا (ایسوں کو) جو نہ تو تمہیں نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان۔ پس اگر تم نے ایسا کیا (یعنی غیر اللہ کو پکارا) تو تم ظلم کرنے والے (یعنی مشرک) ہو گے۔

اور یاد رکھیں کہ یہ ساری چیزیں بچوں میں کسی دلیل وفلسفہ سے نہیں بلکہ گھر کے ماحول سے اور ماں باپ کے کہنے سننے اور روک ٹوک سے پیدا ہوتیں ہیں۔ ان میں سب سے بڑھ کر جو چیز ہے وہ یہ ہے کہ ان کے دلوں میں شرک کی نفرت پیدا کی جائے خواہ وہ کسی بھی شکل میں ہو۔

حضرت لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو حکمت بھری نصیحتیں

حضرت لقمان علیہ السلام اپنے بیٹے کو عقیدہ، اصول، عبادات اور اخلاق کریمانہ پر مشتمل جو حکمت بھری نصیحتیں کی ہیں وہ تربیت اولاد کے سلسلہ میں ایک شاندار قانون اصلاح وتہذیب کا درجہ رکھتی ہیں، وہ اپنی زندگی کے تجربات کا نچوڑ انہیں عطا کرتے ہیں تا کہ وہ ایک بہترین انسان بن سکے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ربّ العالمین نے حضرت لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو کی گئی ان قیمتی نصیحتوں کا ذکر کر کے انہیں ہمیشہ کے لئے زندہ جاوید بنا دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{ وَاِذۡ قَالَ لُقۡمَانُ لِابۡنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشۡرِكۡ بِاللّٰهِ ، اِنَّ الشِّرۡكَ لَظُلۡمٌ عَظِيۡمٌ ★ يَا بُنَيَّ اِنَّهَا اِنۡ تَكُ مِثۡقَالَ حَبَّةٍ مِّنۡ خَرۡدَلٍ فَتَكُنۡ فِيۡ صَخۡرَةٍ اَوۡ فِي السَّمٰوَاتِ اَوۡ فِي الۡاَرۡضِ يَأۡتِ بِهَا اللّٰهُ ، اِنَّ اللّٰهَ لَطِيۡفٌ خَبِيۡرٌ ★ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاۡمُرۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَانۡهَ عَنِ

الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذَالِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُوْرِ ★ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ، إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ★ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ★ } (سورۃ لقمان آیت ۱۳ تا ۱۹)

اور جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ بیٹا! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھرانا، بے شک شرک کرنا بڑا بھاری ظلم ہے۔ بیٹا! (حق تعالیٰ کا علم اور قدرت اس درجہ ہے کہ) اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر بھی ہو، اور وہ کسی چٹان میں ہو، یا آسمانوں میں، یا زمین میں، تب بھی اُسے اللہ حاضر کردے گا (قیامت کے دن جب بندوں کے اعمال تولنے کے لئے ترازو رکھے جائیں گے اور اچھائی کا بدلہ اچھائی اور برائی کا بدلہ برائی کے ساتھ دیا جائے گا)۔ یقین جانو اللہ بڑا باریک بین، بہت باخبر ہے۔ بیٹا! نماز قائم کرو، (اس کے ارکان اور واجبات کے ساتھ، اور خشوع اور خضوع کے ساتھ) اور لوگوں کو نیکی کی تلقین کرو، اور برائی سے روکو، (نرمی کے ساتھ بغیر سختی کے) اور (اس راستے میں) تمہیں جو تکلیف پیش آئے، اس پر صبر کرو۔ بیشک یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔ اور لوگوں کے سامنے (غرور سے) اپنے گال مت پھیلاؤ، اور زمین میں اتراتے ہوئے مت چلو۔ یقین جانو اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا۔ اور اپنی چال میں اعتدال اختیار کرو، اور اپنی آواز آہستہ رکھو۔ بیشک سب سے بری آواز گدھوں کی آواز ہے۔

اسی طرح قرآن کریم میں ربّ العالمین نے حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی نصائح کا ذکر فرمایا ہے جو انہوں نے اپنی اولاد اور اہل وعیال کو فرمائیں۔ جن کو طوالت کے خوف کی وجہ سے یہاں ذکر نہیں کیا جا سکتا، لیکن تفاسیر کے اندر انہیں دیکھا جا سکتا ہے۔

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہم وصیتیں

خود آقائے نامدار سرور کائنات رحمت دوعالم جناب حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو ساری دنیا کے رسول ہیں اور جن کی تعلیمات قیامت تک آنے والی ساری نسل انسانی کے لئے ہیں اُن سے بھی ارشاد ہوتا ہے کہ محبوب:

{ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا۔ } (طٰہٰ)

اور اپنے اہل وعیال کو نماز کا حکم کیجئے، اور خود بھی اس پر ثابت قدم رہئے۔

حضرت ابن عباس ؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ كُنْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ، فَقَالَ: يَا غُلَامُ اِنِّيْ مُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ ، اِحْفَظِ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَحْفَظْكَ ، اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ اَمَامَكَ ، وَاِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ، وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوْكَ بِشَيْئٍ لَمْ يَنْفَعُوْكَ اِلَّا بِشَيْئٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَكَ ، وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلَى أَنْ يَّضُرُّوْكَ بِشَيْئٍ لَمْ يَضُرُّوْكَ اِلَّا بِشَيْئٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلَيْكَ ، جَفَّتِ الْاَقْلَامُ ، وَطُوِيَتِ الصُّحُفُ۔ ﴾ (رواہ الترمذی :۲۵۱۸:کتاب عمل الیوم واللیلۃ ص۲۰۲)

(ایک دن) میں پیارے پیغمبر ﷺ کے پیچھے سوار تھا۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے لڑکے! میں تمہیں چند باتیں بتا تا ہوں (انہیں غور سے سنو)

(۱) تم اللہ تعالیٰ کے احکام کی حفاظت کرو، (یعنی اوامر کو بجا لاؤ اور نواہی سے بچو) اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت فرمائیں گے، (دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی)۔ (۲) تم اللہ تعالیٰ کے حقوق کی حفاظت کرو گے تو اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے پاؤ گے، (یعنی اللہ تمہاری مدد کرے گا)۔ (۳) جب تم (کچھ) مانگو تو اللہ تعالیٰ ہی سے مانگو، اور جب تم مدد کے طالب ہو تو اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کرو۔ (یعنی دنیا اور آخرت کی ہر ایک چیز جیسے بیماری سے شفا، رزق کی طلب، اولاد کی طلب وغیرہ جو اللہ کے ساتھ مخصوص ہیں)۔ (۴) یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ اگر ساری دنیا والے مل کر تمہیں نفع پہنچانا چاہیں تو تمہیں صرف اتنا ہی نفع پہنچا سکتے ہیں، جتنا اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقدر میں لکھ دیا ہے، اور اگر سارے دنیا والے مل کر تمہیں نقصان پہنچانا چاہیں تو تمہیں اتنا ہی نقصان پہنچا سکتے ہیں جتنا اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقدر میں لکھ دیا ہے۔ (۵) قلم (لکھنے کے بعد) خشک ہو چکے ہیں (اور ان کا لکھا بھی خشک ہو چکا ہے) اور صحیفے (لکھنے کے بعد) لپیٹ دیئے گئے ہیں۔

اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا:

(۶) ﴿ تعرف اِلَى اللّٰهِ فِي الرّخَاء يعرفك في الشّدّة ﴾

یعنی تم اپنی راحت کے وقت اللہ کو یاد رکھو (اور اللہ کے اور انسانوں کے حقوق ادا کرو) تو وہ تیری مصیبت کے وقت تجھے یاد رکھے گا (اور اُس سے تجھے نجات عطا فرمائے گا)۔

(۷) ﴿ وَاعْلَمْ أَنَّ مَا أَخْطَاكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيْبَكَ وَمَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيَخْطَئَكَ ﴾

ترجمہ: اور جان لو کہ (جب اللہ تعالیٰ) کسی چیز کو تم سے روک لے تو وہ تمہیں مل نہیں سکتی، اور جب اللہ تعالیٰ تمہیں کچھ عطا کر دے تو اسے کوئی روک نہیں سکتا۔

(۸) ﴿ وَاعْلَمْ أَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ ﴾

اور جان لو کہ (اللہ تعالیٰ کی) نصرت اور مدد (دشمن اور نفس کے خلاف موقوف ہے) صبر کے ساتھ۔

(۹) ﴿ وَاَنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ﴾

اور بیشک تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : يَا بُنَيَّ ، اِذَا قَدَرْتَ أَنْ تُصْبِحَ وَ تُمْسِيْ ، لَيْسَ فِيْ قَلْبِكَ غَشٌّ لِأَحَدٍ فَافْعَلْ ، ثُمَّ قَالَ لِيْ : يَا بُنَيَّ وَذَالِكَ مِنْ سُنَّتِيْ ، وَمَنْ أَحْيَا سُنَّتِيْ فَقَدْ أَحَبَّنِيْ ، وَمَنْ أَحَبَّنِيْ كَانَ مَعِيْ فِي الْجَنَّةِ ﴾ (رواه الترمذی فی کتاب العلم)

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے میرے بیٹے! اگر تو اس بات پر قدرت رکھتا ہے کہ اس حال میں صبح و شام کرے کہ تیرے دل میں کسی کے بارے میں کھوٹ نہ ہو تو ضرور ایسا کر۔ پھر مجھ سے ارشاد فرمایا: اے میرے بیٹے! ایسا کرنا میری سنت ہے، اور جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھ سے محبت کی، اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بچے کو بچپن ہی سے اللہ تعالیٰ کے احکام و حقوق کی حفاظت کرنے، اللہ تعالیٰ ہی سے سوال کرنے اور مدد مانگنے، اور ہر نفع و نقصان اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے سمجھاتے رہنا چاہیئے۔

☆☆☆☆☆

حقوق اللہ کے بعد معاشرتی حقوق کی طرف راہنمائی کرنا

حقوق اللہ کے بعد معاشرتی حقوق کی طرف بھی بچے کی راہنمائی کرنا انتہائی ضروری ہے تا کہ وہ ان حقوق کا بھی عادی بن جائے اور اچھی طرح سے ان حقوق کو ادا کر سکے ان معاشرتی حقوق میں سے اہم ترین حقوق یہ ہیں:

۱) والدین کے حقوق (۲) رشتہ داروں کے حقوق (۳) پڑوسیوں کے حقوق

۴) استاد کے حقوق (۵) ساتھیوں کے حقوق (۶) بڑوں کے حقوق

۱) والدین کے حقوق

والدین اور مربیوں کے ذمہ داریوں میں سے اہم ترین ذمہ داری اور فریضہ یہ بھی ہے کہ وہ بچوں کو والدین کے ساتھ حسن سلوک، نیکی، اطاعت اور فرمانبرداری کرنے، اور خاص طور پر ان کے بڑھاپے کے زمانے میں ان کی خدمت کرنے کا جذبہ ان کے اندر پیدا کریں، والدین کے حقوق ان کو بتائے جائیں، اور ان کے انتقال کے بعد ان کے لئے دعاء کرنے کی تلقین کریں ربّ العالمین نے قرآن کریم میں اپنی عبادت کا حکم دینے کے بعد والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے: ارشاد باری ہے:

﴿ وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَآ اَوْ کِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا * وَاخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَۃِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا * ﴾

اور تمہارے پروردگار نے یہ حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر والدین میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے پاس بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اُف تک نہ کہو، اور نہ انہیں جھڑکو، بلکہ ان سے عزت کے ساتھ بات کیا کرو۔ اور ان کے ساتھ محبت کا برتاؤ کرتے ہوئے ان کے سامنے اپنے آپ کو انکساری سے جھکاؤ، اور یہ دعاء کرو کہ: یارب! جس طرح انہوں نے میرے بچپن میں مجھے پالا ہے، آپ بھی اُن کے ساتھ رحمت کا معاملہ کیجئے۔ (بنی اسرآئیل: ۲۳: ۲۴)

والدین کے ساتھ نیکی و حسن سلوک کے آداب

ماں باپ کے ساتھ نیکی وحسن سلوک کے آداب میں سے یہ ہے کہ:

☆ راستے میں ان کے آگے نہ چلیں۔ ☆ ماں باپ کو نام لے کر نہ پکاریں۔

☆ ان سے پہلے نہ بیٹھیں اور نہ ہی ان سے اونچی جگہ پر بیٹھیں۔ ان کے سامنے ٹانگیں مت پھیلائیں۔اور ان کے آرام کے وقت ان کی اجازت کے بغیر ان کے پاس مت جائیں۔ ☆ ان کی نصیحت سے تنگ دل نہ ہوں۔

☆ جب وہ تمہیں بلائیں تو فوراً ان کی پکار کا جواب دیں اور ان سے نرمی اور احترام کے ساتھ ابو جان اور امی جان کہہ کر خطاب کریں۔ پاپا یا ماما کہہ کر ان کو مخاطب نہ کریں۔

☆ ان کے حکم کی خلاف ورزی نہ کریں سوائے اس حکم کے جو اللہ کی نافرمانی کا موجب ہو اس لئے کہ {لَاَ طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ} جس چیز میں خالق کی نافرمانی ہو رہی ہو اس میں مخلوق کی اطاعت کرنا جائز نہیں۔

☆ جب وہ آئیں تو ان کے احترام میں کھڑے ہو جائیں۔

☆ تمام امور میں ان سے مشورہ طلب کریں اور جس چیز میں ان کی رائے تمہاری رائے سے مختلف ہو اس میں ان کی رعایت کریں۔

☆ ان کے لئے کثرت سے دعاء اور استغفار کریں۔اور ان سے اپنے حق میں دعاء خیر کرائیں اور ان کی بد دعاؤں سے بچیں۔

☆ ان کی عزت، نام ونمود، شرافت اور مال ودولت کی حفاظت کریں، اور ان کی اجازت کے بغیر ان کی کوئی چیز نہ لیں۔

☆ ان کے سامنے اپنی آواز کو اونچا نہ کریں اور ان کی بات نہ کاٹیں۔

☆ ایسے کام کریں جن سے انہیں خوشی حاصل ہو جیسے خدمت، ان کی ضرورت کی چیزوں کی خریداری اور تعلیم کے حصول میں محنت وغیرہ۔

☆ گھر سے باہر جاتے وقت ان سے اجازت لے کر اور ان سے دعائیں لے کر باہر جائیں، اور اگر وہ تمہیں سفر پر جانے کی اجازت نہ دیں تو ان کی اجازت کے بغیر سفر نہ کریں چاہے وہ سفر تمہارے لئے کتنا ہی اہم کیوں نہ ہو۔

☆ ان پر اپنے بیوی بچوں کو ترجیح نہ دیں، اور ان کے رشتہ داروں اور دوست احباب کا ان کی زندگی میں بھی اور

ان کے وفات کے بعد بھی احترام کریں۔

☆ جب وہ بات کریں تو ان کی بات مت کاٹیں، اور نہ ہی ان کی بات کو جھٹلائیں، ان کو ملامت نہ کریں اور ان کے سامنے بلا وجہ نہ ہنسیں۔

☆ کھانے میں ابتداء اُن سے کرائیں، اور برتن میں ان کے سامنے سے نہ کھائیں، اور ان سے پہلے کھانا مت شروع کریں اور کھانے میں ان کا اکرام کریں۔ پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿ مَا بَرَّ أَبَاهُ مَنْ سَدَّدَ اِلَيْهِ الطَّرفُ بِغَضَبٍ ﴾ (مجمع الزوائد ج۸)

اس شخص نے اپنے والد کے ساتھ نیکی نہیں کی جس نے اس کی طرف غصہ سے دیکھا۔

امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ:

﴿ أتٰى رسول الله ﷺ رَجُلٌ وَمَعَهُ شَيْخٌ فَقَالَ لَهُ : يَا هٰذَا : مَنْ هٰذَا الَّذِىْ مَعَكَ؟ قَالَ :أَبِىْ قَالَ: فَلَا تَمْشِ أَمَامَهُ وَلَا تَجْلِسْ قَبْلَهُ ، وَلَا تَدْعُهُ بِاِسْمِهٖ ، وَلَا تَسْتَسْبِبْ لَهُ ﴾ (مجمع الزوائد :ج ۸)

پیارے پیغمبر ﷺ کے پاس ایک صاحب آئے، ان کے ساتھ ایک بوڑھے آدمی بھی تھے، آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: یہ تمہارے ساتھ کون صاحب ہیں؟ انہوں نے عرض کیا: میرے والد صاحب ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر تو تم ان کے آگے مت چلو، اور نہ ان سے پہلے بیٹھو، اور نہ ان کو ان کا نام لے کر پکارو، اور نہ ان کو گالی دلانے کا ذریعہ بنو۔

ابو غسان ضبیؒ فرماتے ہیں کہ میری ملاقات حضرت ابو ہریرہؓ سے حرہ کے مقام پر ہوئی جب کہ میں اپنے والد کے ساتھ چل رہا تھا۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے مجھ سے پوچھا:

﴿ مَنْ هٰذَا ؟ قُلْتُ أَبِىْ ، قَالَ : لَا تَمْشِ بَيْنَ يَدَىْ أَبِيْكَ وَلٰكِنْ اِمْشِ خَلْفَهُ أَوْ اِلٰى جَانِبِهٖ ، وَلَاتَدْعُ أَحَداً يَحُوْلُ بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ ، وَلَا تَمْشِ فَوْقَ اجَّار (سطح) أَبِيْكَ ، وَلَا تَأْكُلْ عَرْقًا قَدْ نَظَرَ أَبُوْكَ اِلَيْهِ لَعَلَّهُ اِشْتَهَاهُ ﴾۔ (مجمع الزوائد)

یہ کون صاحب ہیں؟ میں نے کہا یہ میرے والد صاحب ہیں، تو انہوں نے فرمایا: کہ اپنے والد کے آگے

مت چلو ان کے پیچھے چلو، یا ایک جانب کنارہ پر چلو، اور اپنے اور ان کے درمیان کسی کو حائل نہ بننے دو، اور اپنے والد کے مکان کی چھت پر نہ چلو، اور اس ہڈی (یعنی بوٹی) کو نہ کھاؤ جس کی جانب تمہارے والد نے دیکھا ہو اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ انہیں وہ مرغوب ہو۔

اللہ کی رضامندی والدین کی رضامندی میں مضمر ہے

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص ؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ رِضَى اللّٰهُ فِيْ رِضَى الْوَالِدَيْنِ وَسَخْطَ اللّٰهُ فِيْ سَخطِ الْوَالِدَيْن ﴾ سبل السلام)

اللہ تعالیٰ کی خوشنودی والدین کی رضا مندی میں ہے، اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والدین کی ناراضگی میں مضمر ہے۔

حضرت ابو درداء ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے پیارے پیغمبر ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

﴿ أَلْوَالِدُ أَوْسَطُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ ، فَحَافِظْ عَلٰى ذَالِكَ الْبَاب اِنْ شِئْتَ أَوْ دَعْ ﴾

والد جنت کے دروازوں میں سے درمیانہ دروازہ ہے، تم چاہو تو اس دروازے کی حفاظت کرلو، اور چاہو تو چھوڑ دو (یعنی اس کو ضائع کردو)۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک جہاد سے مقدم

حضرت عبد اللہ بن عمر ؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ : أُجَاهِدْ ، قَالَ لَکَ أَبَوَانْ ؟ قَالَ: نَعَمْ ، قَالَ: فَفَيْهِمَا فَجَاهِدْ ﴾

ایک صاحب نے پیارے پیغمبر ﷺ سے عرض کیا: کیا میں جہاد میں شرکت کروں؟ تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: کیا تمہارے والدین حیات ہیں؟ انہوں نے کہا جی ہاں، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان دونوں کی خدمت میں جہاد کرو (یعنی ان کی خدمت کرو)۔

مرنے کے بعد اُن کے لئے دعاء کرنا

اولاد کو چاہئے کہ ماں باپ کے انتقال کے بعد ان کے لئے دعاے مغفرت کرتے رہیں کہ انسان مرنے کے بعد

سب سے زیادہ اسی کا محتاج ہوتا ہے، ان کے لئے استغفار کریں، اگر انہوں نے کسی سے کوئی عہد کیا ہوتو اس کو پورا کریں، ان کے دوستوں کا اکرام کریں، اور ان کے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کریں۔حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ تُرْفَعُ لِلْمَيِّتِ بَعْدَ مَوْتِهٖ دَرَجَتَهٗ فَيَقُوْلُ : أَىْ رَبِّىْ أَىُّ شَىْءٍ هٰذَا ؟ فَيَقُوْلُ لَهٗ : وَلَدُکَ أَسْتَغْفَرَ لَکَ ﴾ (رواه البخاری فی ادب المفرد)

میّت کے مرنے کے بعد اس کا درجہ بڑھا دیا جائے گا تو وہ پوچھے گا: اے میرے رب ایسا کس وجہ سے ہوا ہے؟ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے: اس لئے کہ تمہارے بیٹے نے تمہارے لئے استغفار کیا تھا۔

والدین کی نافرمانی سے بچیں

بچوں کو سکھایا جائے کہ وہ والدین کی نافرمانی اور عقوق اور مخالفت سے بچیں، اور عقوق اور نافرمانی میں یہ داخل ہے کہ:

☆ اپنے آپ کو باپ کے مساوی اور برابر سمجھنا۔

☆ غصہ کے وقت والدین کی طرف تیز نگاہوں سے دیکھنا۔

☆ والدین کے احترام میں کھڑا نہ ہونا اور ان کے ہاتھ چومنے کو معیوب سمجھنا۔

☆ والدین کی ضرورتوں اور نان نفقہ کا خیال نہ کرنا۔

☆ والدین کی شخصیت کو مجروح کرنا، ان کی شان میں گستاخی کرنا، ناک بھوں چڑھانا، اور اپنی آواز اُن سے اونچی کرنا اور کسی منصب پر فائز ہونے کے بعد خود فریبی کا شکار ہوتے ہوئے ان کا کسی سے تعارف کروانے میں عار وشرم محسوس کرنا۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: تین آدمی ایسے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کردی ہے ان میں سے ایک اپنے والدین کی نافرمانی کرنے والا ہے۔

حضرت ابو بکرہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ كُلُّ الذُّنُوْبِ يُؤَخِّرَ اللّٰهَ مَا شَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ، اِلَّا عُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ ، فَاِنَّ اللّٰهَ يُعَجِّلُهٗ لِصَاحِبِهٖ فِى الْحَيَاةِ قَبْلَ الْمَمَاتِ ﴾ (رواه الحاكم والاصبهانی)

تمام گناہوں کی سزا اللہ تعالیٰ روز قیامت تک جب تک چاہتے ہیں مؤخر فرماتے رہتے ہیں، سوائے والدین کی نافرمانی کے کہ اللہ تعالیٰ والدین کی نافرمانی کرنے والے کی سزا اس کو مرنے سے قبل دنیا ہی

میں دے دیتے ہیں۔

رشتہ داروں کے حقوق

والدین کے حقوق کے ساتھ ساتھ بچوں کو قریبی رشتہ داروں کے حقوق کے بارے میں بتایا جائے اور ان کے ساتھ محبت اور صلہ رحمی کی ترغیب دی جائے، انہیں بتایا جائے کہ ان سے ملتے رہو اگر چہ وہ نہ ملیں، ان کی مدد کرتے رہو اگر وہ محتاج ہوں، اگر وہ اذیت دیں تو ان کی اذیت برداشت کرو۔ اور ان پر اذیت اور تکلیف آجائے تو اسے دور کرو، ان کی خوشی اور غمی میں ان کے ساتھ شریک رہو، عید اور خوشی کے مواقع پر ان کو ہدیہ دیتے رہو۔ اور اس طرح درجہ بدرجہ دیگر رشتہ داروں کے حقوق کی تعلیم دی جائے تا کہ بچہ جب بڑا ہو تو ان کے ساتھ احترام اور شفقت سے پیش آئے اور ان کی خوشی اور غمی میں ان کے ساتھ کھڑا ہو۔ پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَّبْسُطَ لَهٗ فِيْ رِزْقِهٖ وَيَنْسَأَلَهٗ فِيْ أَثْرِهٖ فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ ﴾

جو شخص یہ پسند کرے کہ اس کا رزق بڑھا دیا جائے، اور اس کی عمر دراز کر دی جائے تو اسے چاہئے کہ صلہ رحمی کرے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا:

﴿ ثَلَاثٌ مَّنْ كُنَّ فِيْهِ حَاسَبَهُ اللّٰهُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ، وَأَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِهٖ ، قَالُوْا: وَمَاهِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمِّيْ ؟ قَالَ : تُعْطِيْ مَنْ حَرَمَكَ ، وَتَصِلُ مَنْ قَطَعَكَ ، وَتَعْفُوْ عَمَّنْ ظَلَمَكَ ، فَإِذَا فَعَلْتَ ذَالِكَ يَدْخُلَكَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ ﴾ (طبرانی)

تین خصلتیں ایسی ہیں کہ جو جس شخص میں بھی پائی جائیں گی اللہ تعالیٰ اس سے آسان حساب لیں گے اور اسے اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرمائیں گے۔ صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ہمارے ماں باپ آپ پر قربان وہ کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کو دو جو تمہیں محروم رکھے، اور جو قطع رحمی کرے تم اس سے صلہ رحمی کرو، اور جو تم پر ظلم کرے تم اس کو معاف کر دو، جب تم ایسا کر لو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں داخل فرما دے گا۔

حضرت جبیر بن مطعم ؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے پیارے پیغمبر ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

﴿ لَا يَدْ خُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعُ رَحِمٍ ﴾ (رواہ بخاری و مسلم)

قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک

اپنی اولاد کو پڑوسیوں کے حقوق سے آگاہ کیا جائے کہ اگر وہ محتاج ہوں تو ان کی مدد کرو، ان کے گھر کے سامنے گندگی نہ پھیلاؤ، انہیں چیخ و پکار اور شور وشرابے کے ذریعے تکلیف مت پہنچاؤ، خوشی اور غمی میں ان کے ساتھ شریک رہو۔ ہمارے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑوسیوں کے حقوق کی ادائیگی پر بہت زور دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

﴿ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهٗ ﴾ (بخاری ومسلم)

جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے پڑوسی کا اکرام کرے۔

پڑوسیوں کے حقوق میں سے یہ ہے کہ: غمی کے موقع پر اس کے ساتھ تعزیت کرے، اور جب اس کا انتقال ہو جائے تو اس کے جنازے میں شرکت کرے، بیماری میں اس کی عیادت کرے، خوشی کے موقع پر اسے مبارکباد دے، اسے سلام کرنے میں پہل کرے، دین ودنیا کے معاملات میں اپنے علم وفہم کے مطابق اس کی راہنمائی کرے، وہ اگر آگ، نمک، پانی وغیرہ مانگے تو وہ اسے دے دیا جائے، اور گھریلو سامان اور روز مرّہ کی وہ اشیاء جو لوگ عام طور پر عاریتاً ایک دوسرے کو دے دیتے ہیں: مثلاً ہانڈی، پیالہ، چھری، کلہاڑی وغیرہ ان کو عاریتاً دے دے۔

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿ أتدری ما حق الجار ؟ : اذا استعانک اعنته ، واذا استقرضک اقرضته ، واذا أفتقر عدت عليه ، واذا مرض عدته ، واذا أصابه خير هناته ، واذا أصابته مصيبة عزيته ، واذا مات اتبعت جنازته ، ولا تستطل عليه بالبنيان فتحجب عنه الريح الا باذنه ، ولا تؤ ذه بقتار ريح قدرک الا ان تغرف له منها وان اشتريت فاكهة فاهدله ، فان لم تفعل فاخلها سرا ، ولا يخرج بها ولدک ليغيظ بها ولده ﴾

کیا تم جانتے ہو پڑوسی کا کیا حق ہے؟ وہ جب تم سے مدد طلب کرے تو تم اس کی مدد کرو، اور جب قرض

مانگے تو اسے قرض دو، اور جب وہ کسی چیز کا محتاج ہو تو اس کی حاجت روائی کرو، اور جب بیمار ہو تو اس کی عیادت کرو، اور جب اسے کوئی خیر و بھلائی حاصل ہو تو اسے مبارکباد دو، اور جب اسے کوئی مصیبت پہنچے تو اس کی تعزیت کرو، اور جب اس کا انتقال ہو جائے تو اس کے جنازے میں شریک ہو، اور اپنا مکان اس کے مکان سے اونچا نہ بناؤ تا کہ اس کے مکان کی ہوا رک نہ جائے مگر یہ کہ وہ اجازت دے دے (تو کوئی حرج نہیں) اور تم اسے اپنی ہانڈی کی بھاپ سے تکلیف نہ پہنچاؤ مگر یہ کہ تم اس میں سے اسے بھی دے دو، اور اگر تم کوئی پھل خرید و تو اس کو بھی اس میں سے ہدیہ کر دیا کرو، اور اگر ایسا نہ کر سکو تو چپکے سے چھپا کر اپنے گھر لے جاؤ، اور تمہارا بیٹا وہ پھل لے کر باہر نہ جائے ایسا نہ ہو کہ تمہارا بیٹا پھل باہر لیجائے اور اسے دیکھ کر پڑوسی کے لڑکے کو تکلیف ہو۔

اور پڑوسیوں کے حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ: اپنے پڑوسی کو مصیبت سے نجات دلائے، اس کی پریشانی دور کرے اپنے پڑوسی کو ایذاء اور تکلیف نہ پہنچائے جیسے: برا بھلا کہنا، چوری کرنا، گالم گلوچ کرنا اس کے گھر کے سامنے یا راستے میں کوڑا کرکٹ پھینکنا، اس کی عزت و آبرو پر ڈاکہ ڈالنا کہ یہ سخت ترین گناہ ہے۔

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ انسان دس عورتوں سے زنا کرے یہ بات اس کی بنسبت معمولی ہے کہ انسان اپنی پڑوسن کے ساتھ زنا کرے۔ اور فرمایا کہ انسان دس آدمیوں کے مال کو چرائے یہ اس سے کم ہے کہ آدمی پڑوسی کے یہاں چوری کرے۔ اور فرمایا:

﴿ وَاللّٰهِ لَايُؤْمِنُ ، وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ ، وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ ، قِيْلَ مَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ: الَّذِىْ لَا يَأْمَنُ جَارَهٗ بوَا ئِقَهٗ ﴾ (رواه بخاری ومسلم)

بخدا وہ شخص مؤمن نہیں، اللہ کی قسم وہ شخص مؤمن نہیں، اللہ کی قسم وہ شخص مؤمن نہیں، پوچھا گیا کون اے اللہ کے رسول؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ شخص جس کا پڑوسی اس کے شر سے امن میں نہ ہو۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ اِذَا طَبَخَ أَحَدُكُمْ قِدْرًا فَلْيُكْثِرْ مِرْقَهَا ، ثُمَّ لَيَنَاول جَارَهُ مِنْهَا ﴾ (صحيح)

جب تم میں سے کوئی ھنڈی پکائے تو اسے چاہئے کہ اس میں شوربا زیادہ کردے اور پھر اس میں سے اپنے

پڑوسی کو بھی کھلائے۔ اور فرمایا:

﴿ مَا آمَنَ بِيْ مَنْ بَاتَ شَبْعَانًا وَجَارُهُ جَائِعٌ إِلٰى جَنْبِهٖ وَهُوَيَعْلَمُ ﴾ ۔ (صحیح)

وہ شخص مجھ پر ایمان نہیں لایا جو خود تو پیٹ بھر کر رات گزارے، جبکہ اسے معلوم ہو کہ اس کا پڑوسی بھوکا ہے۔

استاذ کا حق

والدین کو چاہیئے کہ اپنے بچوں کو اساتذہ کے اکرام، احترام اور حقوق کے بارے میں بتاتے رہیں تاکہ وہ اپنے اساتذہ اور مربی و مرشد کے حقوق کے ادا کرنے والے بنیں، اور اساتذہ کے حقوق میں سے یہ ہے کہ:

☆ ان کے سامنے تواضع اور عاجزی اختیار کریں کہ استاذ کے سامنے جھکنے اور عاجزی اختیار کرنے ہی میں رفعت اور بلندی ہے، اور اس کے بغیر علم حاصل نہیں ہوتا۔ جو شاگرد استاد کا ادب نہیں کرتا وہ علم حاصل کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔

حضرت انس بن مالک ؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ قَالَ ﷺ : طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ ، وَوَاضِعُ الْعِلْمِ عِنْدَ غَيْرِ أَهْلِهٖ كَمُقَلِّدِ الْخَنَازِيْرِ الْجَوْهَرِ وَاللُّؤْلُؤَ وَالذَّهَبِ ﴾ (ابن ماجه ، كتاب المقدمة ٢٢٠)

پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، اور غیر اہل کو علم سے آراستہ کرنا ایسا ہے جیسے خنزیر کے گلے میں جواہرات اور موتیوں اور سونے کا ہار پہنانا۔

☆ استاذ کو عظمت اور احترام کی نگاہ سے دیکھے، اس کے مشورے سے اعراض نہ کرے، اور اس کو کامل سمجھے، اس کے سامنے ٹیک لگا کر نہ بیٹھے، اس کے سامنے اپنی آواز کو بلند نہ کرے، اس کو تم اور تُو سے خطاب نہ کرے بلکہ نہایت ادب سے استاذ جی، یا حضرت مولانا کہہ کر خطاب کرے۔ علم دین میں ان کی عادات اور طریقوں کی رعایت رکھے اور ان کی حرکات وسکنات کی پیروی کرے۔

☆ اساتذہ کے حق کو پہچانے اور ساری زندگی ان کے لئے دعاءِ خیر کرتا رہے، ان کی خدمت میں حاضر ہوتا رہے، اور ان کی وفات کے بعد ان کی قبروں پر حاضری دیتا رہے اور ان کے لئے استغفار کرے، ان کے رشتہ داروں اور دوستوں کا خیال رکھے۔

☆ اپنے استاذ کی سخت گیری اور سخت مزاجی کو برداشت کرے، اور ان کی ناراضگی کی صورت میں ان سے معذرت کرے اپنے آپ کو ہی قصوروار ٹھرائے اور توبہ کرے، ان کا دل جیتنے کی کوشش کرے اس لئے کہ استاد کا دل خوش رہے گا تو

طالب علم کو دین ودنیا اور آخرت کے منافع حاصل ہوں گے۔

☆ دوران تعلیم اپنے استاذ کے سامنے نہایت سکون، تواضع اور احترام سے بیٹھے، اور ہمہ تن گوش اس کی طرف متوجہ رہے اور بلا ضرورت دائیں بائیں آگے پیچھے نہ دیکھے اور نہ ہی کسی دوسری طرف سے آنے والی آواز کی طرف متوجہ ہو۔اس کے سامنے کوئی ایسی حرکت نہ کرے جو ادب اور وقار کیخلاف ہو، اپنے ہاتھ، پاؤں، کپڑوں اور جسم کے کسی حصہ سے نہ کھیلے، اس کے سامنے ناک صاف نہ کرے، بلا ضرورت زیادہ بات نہ کرے۔

☆ بغیر اجازت کے استاذ کے گھر، درسگاہ یا خصوصی نشت گاہ میں داخل نہ ہوں، تین مرتبہ سے زیادہ داخلے کی اجازت نہ مانگیں، دروازہ آہستہ ناخن کے ذریعہ کھٹکھٹائیں، گھنٹی آہستہ اور مختصر بجائیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ ،وَتَعَلَّمُوْا لِلْعِلْمِ السَّكِيْنَةَ وَالْوَقَار،وَتَوَاضَعُوْا لِمَنْ تَعَلَّمُوْنَ مِنْهُ ﴾

علم حاصل کرو، اور علم حاصل کرنے کے لئے وقار اور سکون کو سیکھو، اور جن سے علم حاصل کرتے ہو ان کے سامنے تواضع اختیار کرو۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط)

حضرت عبادہ بن الصامتؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿ لَيْسَ مِنْ أُمَّتِىْ مَنْ لَّمْ يُجِلّ كَبِيْرَنَا ، وَيَرْحَمْ صَغِيْرَنَا ، وَيَعْرِفُ لِعَالِمِنَا (اى حقه) ﴾ (رواه احمد والطبرانی والحاكم)

وہ شخص میری امت میں سے نہیں جو ہمارے بڑوں کا احترام نہ کرے، اور چھوٹوں پر رحم نہ کرے، اور علماء کے حق کو نہ پہچانے۔

امام احمد حضرت سہل بن سعد الساعدیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿ اَللّٰهُمَّ لَا يُدْرِكْنِىْ زَمَانٌ ، لَا يُتَّبَعُ فِيْهِ الْعَلِيْمُ ، وَلَا يُسْتَحْىٰ فِيْهِ مِنَ الْحَلِيْمِ ، قُلُوْبُهُمْ قُلُوْبُ الْاَعَاجِمِ ، وَاَلْسِنَتُهُمْ اَلْسِنَةُ الْعَرَبِ ﴾۔ (روى الامام الاحمد)

اے اللہ! میں ایسا زمانہ نہ دیکھوں جس میں علم والوں کی پیروی نہ کی جائے، اور حلیم اور بردبار سے حیاء نہ کی جائے، جن کے دل عجمیوں کے سے ہوں گے، اور ان کی زبانیں عربوں کی سی ہوں گی۔

☆ حضرت ابن عباسؓ باوجود جلالت قدر اور بلند مقام پر فائض ہونے کے اپنے استاد حضرت زید بن ثابتؓ کی سواری کی پالان پکڑ لیتے تھے اور فرماتے تھے:

﴿ هٰكَذَا أُمِرْنَا أَنْ نَفْعَل بِعُلَمَآ ئِنَا ﴾

ہمیں اپنے علماء کے ساتھ اسی طرح کا سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ حضرت زید بن ثابتؓ کے دروازے پر بیٹھ کر ان کے جاگنے کا انتظار کرتے تھے اور جب آپ سے کہا جاتا کہ کیا ہم ان کو جگا دیں تو فرماتے نہیں، اور بسا اوقات طویل انتظار کرتے تھے یہاں تک کہ دھوپ تیز ہو جاتی تھی۔

☆ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں میں نے طالب علمی کے زمانے میں ذلت اختیار کی تو میں اس وقت معزز و محترم بن گیا جب میں مطلوب بنا۔

☆ حضرت علی کرم اللہ وجہہ استاذ کے حقوق بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ من حق العالم عليك أن تسلم على القوم عامة ، وتخصه بالتحية ، وأن تجلس أمامه ، ولا تشيرنّ عنده بيديك ، ولا تغمز بعينك غيره ، ولا تقولنّ: قال فلان خلاف قوله ، ولا تغتابنّ عنده أحدًا ، ولا تطلبنّ عثرته ، وان زلّ قبلت معذرته ، وعليك أن توقره لله تعالىٰ ، وان كانت له حاجة سبقت القوم الىٰ خدمته ، ولا تسارر أحد اً فى مجلسه ، ولا تأخذ بثوبه ، ولا تلحّ عليه اذا كسل ، ولا تشبع من طول صحبته ، فانما هو كالنخلة تنتظر متى يسقط عليك منها شيء -- ﴾

آپ پر عالم کا ایک حق یہ بھی ہے کہ آپ لوگوں کو عمومی سلام کریں، اور استاذ کو خصوصی سلام کریں، اور ان کے سامنے با ادب بیٹھیں، اور ان کے سامنے ہاتھوں سے اشارہ نہ کریں، اور نہ کسی کو آنکھ سے اشارہ کریں، اور نہ ان کے فرمان کیخلاف کسی دوسرے کا کوئی قول نقل کریں، اور نہ ان کے سامنے کسی کی غیبت کریں، اور نہ ان کی لغزش کی گرفت کی تاک میں رہیں، اور اگر ایسا ہو جائے تو ان کے عذر کو فوراً قبول

کرلیں ،اور صرف اللہ کی خوشنودی اور رضا کے لئے ان کا احترام کریں،اور اگر ان کو کوئی ضرورت درپیش ہوتو اوروں سے قبل آپ اسے پورا کرنے کی کوشش کریں، اور ان کی مجلس میں کسی سے سرگوشی نہ کریں ،نہ ان کے کپڑے پکڑیں، اور اگر وہ تھکے ہوئے ہوں تو ان کو مجبور نہ کریں، اور ان کی صحبت کے طویل ہونے کی وجہ سے سیر نہ ہوں اس لئے کہ ان کی مثال اس کھجور کے درخت کی سی ہے جس کے پھل کے گرنے کا انتظار کیا جاتا ہے کہ کب اس کا پھل گرے۔

☆ امام شافعیؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں (اپنے استاد) امام مالکؒ کے سامنے صفحات اس خوف سے آہستہ پلٹا کرتا تھا کہ وہ آواز نہ سن لیں۔

☆ امام شافعیؒ کے شاگرد ربیع فرماتے ہیں: بخدا میں نے امام شافعیؒ کے رعب کی وجہ سے کبھی یہ جرأت نہیں کی کہ ان کے سامنے پانی پیؤوں۔

☆ حضرت شعبہؒ فرماتے ہیں: میں جب کسی صاحب سے حدیث سن لیتا ہوں تو میں زندگی بھر کے لئے ان کا غلام بن جاتا ہوں۔

یاد رہے کہ ان آداب کا تعلق ان معلمین اور اساتذہ کے ساتھ ہے جو خود متقی ، دین دار اور اللہ کی عظمت اور بڑائی پر یقین رکھنے والے ہوں۔ باقی رہے وہ معلمین اور اساتذہ جو ملحد اور بے دین ہیں ان کے لئے کوئی عظمت اور احترام نہیں بلکہ والدین کو چاہئے کہ اپنی اولاد کو ایسے معلمین کی تربیت سے بچائیں جو ملحد اور بے دین ہوں اور اسلام پر حملہ آور ہوں، محمد ابن سیرین فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّ ھٰذَا الْعِلْمَ دِیْنٌ ، فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَأْ خُذُوْنَ دِیْنَکُمْ ﴾ (مسلم)

بیشک یہ علم دین ہے، پس چاہئے کہ تم دیکھو کہ تم اپنا دین کس سے حاصل کر رہے ہو۔

اور پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

﴿ أَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ ، فَلْیَنْظُرْ أَحَدُکُمْ مَنْ یُّخَالِلْ ﴾

آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے اسے چاہئے کہ یہ دیکھے کہ اس نے کس کو دوست بنایا ہے۔

اس لئے والدین کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت کے لئے اچھے اساتذہ کی تلاش کریں اور ان سے انہیں تعلیم دلائیں اس لئے کہ بچہ استاد کے اخلاق ،آداب اور اس کی خصلتوں سے ہی سیکھتا ہے۔ (تربیۃ الاولاد فی الاسلام

ص:۴۰۶)

☆ اس کے ساتھ ساتھ اپنے ساتھیوں کے حقوق کہ ان کو سلام کیا جائے، اگر بیمار ہوں تو ان کی عیادت کی جائے، اگر وہ دعوت کریں تو اسے قبول کریں، اگر وہ محتاج ہوں تو ان کی مدد کریں، اگر کسی کے ساتھ جھگڑا ہو جائے تو ان کے درمیان صلح کر دی جائے، اگر غلطی کریں تو ان کو معاف کر دیا جائے، تین دن سے زیادہ ناراض نہ رہیں وغیرہ۔

☆ اور بڑوں کے حقوق کہ اگر وہ محتاج ہوں تو ان کی مدد کرو، دوران سفر خود کھڑے ہو کر اُن کو بیٹھنے کے لئے جگہ دو، اُن کے ساتھ ٹھٹا اور مزاح نہ کرو۔ ان کو راستہ عبور کرنے کی ضرورت ہو تو ہاتھ پکڑ کر راستہ عبور کرا دو، ان کا سامان اٹھا کر ان کی مدد کرو، ان سے پہلے نہ کھاؤ نہ پیؤ اور نہ ہی راستے میں ان سے آگے چلو وغیرہ۔

☆ خاوند کے حقوق، بیوی کے حقوق کے بارے میں بھی بچوں کو تلقین کرتے رہیں تاکہ ہمارا بچہ ادب واحترام اور اچھائیوں کے ساتھ نشوونما پائے، اور اعلیٰ ترین اخلاق اور بے نفسی کے وصف کو لے کر بڑھے پلے۔

تربیتِ اولاد کے بارے میں احادیثِ رسول

پیارے پیغمبر ﷺ نے نہ صرف خود اپنے اہل وعیال اور اقرباء کی تربیت فرمائی بلکہ تمام صحابہ کرامؓ اور ساری امت کو یہ تعلیم دی کہ اولاد کی کیسی تربیت کی جائے، اور اس پر اللہ کیا انعام عطا فرماتے ہیں۔ چنانچہ پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشادگرامی ہے:

۱) ﴿ عَلِّمُوْا أَوْلَادَكُمْ وَأَهْلِيْكُمُ الْخَيْرَ وَأَدِّبُوْهُمْ۔ ﴾ (کنز العمال)

اپنی اولاد کو اور گھر والوں کو بھلائی کی تعلیم دو، اور ان کو ادب سکھاؤ۔

۲) ﴿ لَأَنْ يُّؤَدِّبَ أَحَدُكُمْ وَلَدَهٗ خَيْرٌ لَهٗ مِنْ أَنْ يَّتَصَدَّقَ كُلَّ يَوْمٍ بِنِصْفِ صَاعٍ عَلَى مِسْكِيْنٍ۔ ﴾ (کنز العمال)

روزانہ ایک صاع صدقہ کرنے سے بہتر ہے کہ کہ آدمی اپنے لڑکے کو بھلائی کی تعلیم دے۔

۳)﴿ مُرُوْا أَوْلَادَكُمْ بِامْتِثَالِ الْأَوَامِرِ ، وَاجْتِنَابِ النَّوَاهِيْ ، فَذَالِكَ وِقَايَةٌ لَّهُمْ مِّنَ النَّارِ ﴾ (رواه ابن جرير)

اپنی اولاد کو اوامر کی پیروی اور نواہی سے بچنے کا حکم کرو، کہ یہ ان کے لئے جہنم کی آگ سے بچاؤ کا ذریعہ

ہے۔

۴) حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ رَحِمَ اللّٰہُ وَالِدًا أَعَانَ وَلَدَہٗ عَلٰی بِرِّہٖ ﴾ (کنز العمال)

اللہ تعالیٰ رحم فرمائے ایسے والد پر جو اپنے بیٹے کی نیکی میں مدد کرے۔

۵) حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ أَکْرِمُوْا أَوْلاَدَکُمْ وَ أَحْسِنُوْا أَدَبَھُمْ ﴾ (ابن ماجه)

اپنی اولاد کی عزت کرو، اور ان کو اچھا ادب سکھاؤ۔

اولاد کے درمیان برابری کرنا

اولاد کے حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ والدین اپنی اولاد کے درمیان لین دین اور دیگر تمام معاملات میں عدل اور مساوات رکھیں۔ فرمایا پیارے پیغمبر ﷺ نے:

﴿ سَاوُوْ ابَیْنَ أَوْلاَدِ کُمْ فِی الْعَطْیَةِ ﴾ (رواہ طبرانی)

اپنے بچوں میں لینے دینے کے معاملے میں مساوات اور برابری کیا کرو۔

حضرت نعمان بن بشیرؓ سے مروی ہے کہ ان کے والد انہیں پیارے پیغمبر ﷺ کے پاس لے کر آئے اور عرض کیا: میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام ہدیۃً دیا ہے۔ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے اپنے ہر بیٹے کو ایسا ہی ہدیہ دیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا جی نہیں، تو پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ پھر اس سے بھی واپس لے لو۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ أَفَعَلْتَ ھٰذَا بِوَلَدِکَ کُلِّھِمْ ؟ قَالَ : لَا ، قَالَ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَام : اِتَّقُوا اللّٰہَ وَاعْدِلُوْا فِيْ أَوْلاَدِ کُمْ ، فَرَجَعَ أَبِيْ ، فَرَدَّ تِلْکَ الصَّدَقَةَ ﴾ (متفق علیه)

کیا تم نے اپنی سب اولاد کے ساتھ ایسا کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا جی نہیں۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (اپنی اولاد کے معاملے میں) اللہ سے ڈرتے رہو، اور اپنی اولاد کے درمیان (مال، ہدیہ اور تحفہ تحائف اور ہر ایک چیز میں) عدل و انصاف سے کام لو۔ راوی فرماتے ہیں کہ میرے والد واپس لوٹے

اور اس ہدیہ کو واپس لے لیا۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک صاحب پیارے پیغمبر ﷺ کی پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کا بیٹا آ گیا، تو انہوں نے اسے چوما اور گود میں بٹھا دیا، پھر ان کی بیٹی آئی تو انہوں نے اسے اپنے سامنے بٹھا دیا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے ان دونوں کے درمیان برابری کیوں نہیں کی؟۔

مربی اور والدین جب جب بچوں کے ساتھ لین دین میں عدل اور مساوات اور برابری کو اختیار کریں گے تو ان کے دلوں سے بغض، حسد، کینہ اور احساس کمتری کی بیماری دور ہو جائے گی اور وہ پیار و محبت کے ساتھ زندگی گزاریں گے۔

بچوں پر رحم کرنا

بچوں کے ساتھ ہمیشہ نرمی اور پیار و محبت سے پیش آئیں ان کے کھیل کے وقت، سکول اور مدرسہ جاتے آتے وقت ان کی پیشانی پر بوسہ دے کر انہیں پیار کریں کہ اس سے بچے کے اندر نہ صرف محبت اور شجاعت بڑھتی ہے بلکہ اس کے بعد میں بہت اچھے اثرات نکلتے ہیں اور یہ ہمارے پیغمبر ﷺ کی سنت بھی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ (ایک مرتبہ) پیارے پیغمبر ﷺ نے حضرت حسن بن علیؓ کو بوسہ دیا، آپ ﷺ کے پاس اس وقت اقرع بن حابس تمیمی بیٹھا ہوا تھا۔ اقرع پیارے پیغمبر ﷺ سے کہنے لگا کہ:

﴿ اِنَّ لِیْ عَشْرَ ۃً مِّنَ الْوَلَدْ مَا قَبَّلْتُ أَحَدًا مِّنْهُمْ ، فَنَظَرَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: وَقَالَ : مَنْ لَّا يَرْحَمُ لاَ يُرْحَمُ ﴾ (بخاری ،کتاب الادب)

میرے دس بیٹے ہیں اور میں نے ان میں سے کسی کو کبھی بوسہ نہیں دیا، پیارے پیغمبر ﷺ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا: جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

اسی طرح امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ ایک دیہاتی پیارے پیغمبر ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ سے کہنے لگا کہ کیا تم اپنے بچوں کو بوسہ دیتے ہو؟ ہم تو ایسا نہیں کرتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ أَوَ أَمْلِکَ لَکَ أَنْ نَزَعَ اللّٰهُ مِنْ قَلْبِکَ الرَّحْمَةَ ﴾ (رواہ البخاری ،کتاب الادب)

اگر اللہ نے آپ کے دل سے رحمت کو نکال دیا ہے تو اس میں میں کیا کر سکتا ہوں۔

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ مَنْ يُّحْرَمُ الرِّفْقَ يُحْرَمُ الْخَيْرَ كُلَّهُ ﴾ (مسلم)

جو نرمی سے محروم رہا تو وہ ہر خیر سے محروم رہا۔

پیارے پیغمبر ﷺ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بھائی سے فرماتے: {یا أَبَا عُمَیْرِ مَا فَعَلَ النُّغَیْرُ} اے اباعمیر تم نے نغیر کے ساتھ کیا کیا (نغیر: چڑیا کے مانند ایک چھوٹا پرندہ ہوتا ہے اس کے ساتھ ابوعمیر کھیلتے تھے اس کے مرنے پر آپ ﷺ نے ان سے یہ فرمایا تا کہ ان کا غم ہلکا ہو)۔

اور پیارے پیغمبر ﷺ کو تو بچوں پر اس قدر رحمت تھی کہ اگر دوران نماز کسی بچے کے رونے کی آواز آتی تو آپ ﷺ نماز مختصر فرما دیتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب پیارے ﷺ نماز میں کسی بچے کے رونے کی آواز سنتے تو نماز مختصر کر دیتے تھے تا کہ اس کی ماں کو تشویش اور تکلیف نہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن شداد بن ہاد اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ:

﴿ خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فِیْ اِحْدٰی صَلَا تِی الْعِشَآءِ وَھُوَ حَامِلُ حَسَناً أَوْ حُسَیْناً، فَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَوَضَعَہٗ، ثُمَّ کَبَّرَ لِلصَّلَاۃِ فَصَلّٰی فَسَجَدَ بَیْنَ ظَھْرَانِی صَلَا تَہُ سَجْدَۃً أَطَالَھَا ، قَالَ أَبِیْ: فَرَفَعْتُ رَأْسِیْ وَاِذَا الصَّبِیُّ عَلٰی ظَھْرِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَھُوَ سَاجِدٌ فَرَجَعْتُ اِلَی سُجُوْدِیْ ، فَلَمَّا قَضٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ أَلصَّلَا ۃَ قَالَ النَّاسُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اِنَّکَ سَجَدْتَّ بَیْنَ ظَھْرَانِی صَلَا تِکَ سَجْدَ ۃً أَطَلْتَھَا حَتّٰی ظَنَنَّا أَنَّہٗ قَدْ حَدَثَ أَمْرٌ وَأَنَّہٗ یُوْحٰی اِلَیْکَ قَالَ: کُلُّ ذَالِکَ لَمْ یَکُنْ وَلٰکِنِ ابْنِیْ قَدِارْتَحَلَنِیْ فَکَرِھْتُ أَنْ أُعَجِّلَہٗ حَتّٰی یَقْضِیَ حَاجَتَہٗ ﴾

(رواہ النسائی فی الکبریٰ ۲۴۳،۱ رقم ۷۲۷)

ایک مرتبہ پیارے پیغمبر ﷺ عشاء کی نماز پڑھانے کے لئے تشریف لائے، آپ ﷺ حضرت حسن رضی اللہ عنہ یا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اٹھائے ہوئے تھے، پیارے پیغمبر ﷺ نے آگے بڑھ کر ان کو ایک طرف بیٹھا دیا، پھر نماز کے لئے تکبیر ہوئی آپ ﷺ نماز پڑھانے لگے۔ جب نماز پڑھاتے ہوئے سجدہ میں تشریف لے گئے تو طویل سجدہ فرمایا، راوی کہتے ہیں کہ میرے والد نے کہا کہ میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو بچہ پیارے پیغمبر ﷺ کی پیٹھ پر تھا اور آپ ﷺ سجدہ میں تھے، میں پھر سجدہ میں چلا گیا۔ جب رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز مکمل فرمائی تو لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: آپ نے آج نماز کے دوران بڑا لمبا سجدہ فرمایا، یہاں تک کہ ہمیں گمان ہوا کہ کوئی خاص واقعہ پیش آیا ہے اور آپ کی طرف وحی کی جارہی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایسی کوئی بات نہیں تھی لیکن میرا بیٹا (میری پیٹھ پر) سواری کر رہا تھا اور میں نے مناسب نہ سمجھا کہ اس کی حاجت پوری ہوئے بغیر اسے جلد اتاردوں۔

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرات حسنین کو مسجد میں آتے ہوئے دیکھا تو خطبہ چھوڑ کر منبر سے نیچے اتر آئے، ان کو اٹھایا اور اپنے سامنے بٹھا کر فرمایا اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے:

﴿ اِنَّمَا اَمۡوَالُکُمۡ وَ اَوۡلَادُکُمۡ فِتۡنَۃٌ ﴾

ترجمہ: کہ بیشک تمہارا مال اور اولاد فتنہ ہے۔

میں نے ان بچوں کو چلتے ہوئے دیکھا تو مجھ سے صبر نہ ہو سکا اور بات ادھوری چھوڑ کر ان کو اٹھا لیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی نے ماں اور اس کے بچے کے درمیان جدائی ڈالی تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے اور اس کے پیاروں کے درمیان جدائی ڈالے گا۔ یہاں تک کہ مجالس میں والد اور بچے کے درمیان کسی دوسرے کو بیٹھنے سے منع فرمایا۔ جب کوئی نیا پھل آتا تو سب سے پہلے کسی چھوٹے بچے کو بلا کر اسے کھلاتے۔

یہ سب بچوں کے ساتھ رحم دلی کی تعلیم تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی۔ اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے تمام افعال، معاملات اور زندگی کے تمام شعبوں میں پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری کو اختیار کریں۔

بچے کو گود میں بیٹھانا

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کریمانہ اور بچوں پر رحم دلی میں سے یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھوٹے بچوں کو اپنی گود میں بٹھا لیتے تھے اور ان کے سر اور چہرہ پر پیار سے اپنا دست مبارک پھیرتے اور ان کے لئے دعاء خیر فرماتے تھے۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ سے مروی ہے کہ:

﴿كَانَ نَبِيّ الله ﷺ يَأْخُذُنِيْ فَيَقْعُدُنِيْ عَلٰى فَخِذِ هٖ وَيُقعد الحسن بن علىّ عَلٰى فَخِذِهِ الْأُخْرٰى ثُمَّ يَضُمَّنَا، ثُمَّ يَقُوْل: اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُمَا فَاِنِّيْ أَرْحَمُهُمَا ﴾

(رواه البخاری، کتاب الادب : اطفال المسلمین کیف رباهم : ص۳۷)

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے پکڑ کر اپنی ایک ران پر بٹھا لیتے اور حضرت حسنؓ کو دوسری ران پر، پھر ہم دونوں

کو ایک ساتھ ملا کر اللہ سے یوں دعاء فرماتے تھے اے اللہ! ان دونوں پر رحم فرما کہ بیشک میں بھی ان دونوں پر رحم کرتا ہوں۔

اور حضرت یوسف بن عبداللہ بن سلامؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ سَمَّانِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ :یُوْسُف وَأَقْعُدُنِی عَلٰی حِجْرِہٖ وَمَسَحَ رَأْسِیْ ﴾

پیارے پیغمبر ﷺ نے میرا نام یوسف رکھا، اور مجھے اپنی گود میں بٹھایا اور میرے سر پر ہاتھ پھیرا۔ (صحیح الاسناد)

مربیوں اور والدین کی ذمہ داری

پہلے پیارے پیغمبر ﷺ کی ایک حدیث گزر چکی ہے کہ:

﴿ کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ ﴾۔

یعنی تم میں سے ہر ایک راعی (نگہبان) ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔

خاص کر ماں اور باپ سے۔ اس لئے مربیوں اور والدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی اولاد کو کھانے، پینے، اٹھنے، بیٹھنے، سونے، جاگنے اور پڑھنے لکھنے کے آداب سکھلائیں کہ کھانا کس ہاتھ سے کھایا جاتا ہے، پانی کس ہاتھ سے پیتے ہیں، کسی سے کوئی چیز لیتے ہیں تو کس ہاتھ سے؟۔

ہر کام شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا سکھلایا جائے۔ انہیں صفائی کی تعلیم دی جائے۔ بڑوں کا ادب سکھلایا جائے، ماں باپ اور بڑوں سے بات چیت کرنے کا سلیقہ سکھلایا جائے، مہمان کا احترام، پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک سکھایا جائے۔

محرمات سے بچانا

بچوں کو گالی گلوچ، بد خلقی اور فساد اور بری صحبت سے دور رکھا جائے۔

پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ اِنَّ مِنْ أَکْبَرِ الْکَبَائِرِ أَنْ یَّلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَیْہِ ، قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ یَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَیْہِ ؟ قَالَ : یَسُبُّ الرَّجُلُ أَبَا الرَّجُلِ فَیَسُبُّ أَبَاہُ ، وَیَسُبُّ أُمَّہٗ فَیَسُبُّ أُمَّہٗ ﴾ (رواه البخاری)

بیشک کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنے ماں باپ کو لعن طعن کرے، (صحابہؓ) نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ آدمی اپنے ماں باپ کو کیسے لعن طعن کر سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی جب کسی دوسرے آدمی کے باپ کو گالی دیتا ہے (تو وہ جواب میں) اس کے باپ کو گالی دے گا، اور وہ اگر کسی دوسرے کی ماں کو گالی دے گا تو جواب میں وہ اس کی ماں کو گالی دے گا۔

اس طرح گویا وہ خود ہی اپنے ماں باپ کو گالی دینے کا سبب بنا اس لئے بچوں کو گالم گلوچ سے بچایا جائے، پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا کسی مسلمان کو گالی دینا فسق و فجور کی علامت ہے۔

☆ اولاد کو سمارٹ فونز، ٹی وی، وی سی آر، اور کیبل سے اور ایسے جرائد، رسائل اور میگزین سے بچائیں جن میں ننگے فوٹو ہوں یا جنسی سٹوریز یا اس طرح کا مواد ہو جو ان کے اخلاق کو بگاڑے اس لئے کہ یہ چیزیں بے حیائی، زنا کاری، بے راہ روی اور معاشرے میں فساد کا سبب بنتی ہیں۔

☆ گانا بجانے سے اور گانے سننے سے اولاد کو روکیں اس لئے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ایسے لوگوں کے لئے سخت وعید فرمائی ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ مَنْ قَعَدَ اِلٰی قَیْنَۃَ یَسْتَمِعُ مِنْھَا ، صَبَّ اللّٰہُ فِیْ أُذُنَیْہِ الآنْکَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ﴾

جو کسی گانے بجانے والے کے پاس گانا سننے کے لئے بیٹھے گا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے کانوں میں پگلا ہوا سیسہ ڈالیں گے۔

بچوں کی جسمانی تربیت

والدین اور مربیوں کی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ترین ذمہ داری بچوں کی جسمانی تربیت کی بھی ہے تاکہ جسمانی طور پر بھی وہ صحت و تندرستی کے مالک ہوں، اور جسمانی تربیت میں سب سے پہلا درجہ اسلام نے نان نفقہ کا واجب کیا ہے۔

نان نفقہ کا وجوب

ربّ العالمین کا ارشاد ہے:

﴿ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾۔ (البقرہ:۲۳۳)

اور لڑکے والے یعنی باپ پر کھانا اور کپڑا ہے ان عورتوں کا دستور کے موافق۔

اور حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ دِيْنَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ ، وَدِيْنَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِيْ رَقَبَةٍ، وَدِيْنَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهٖ عَلٰى مِسْكِيْنٍ وَدِيْنَارٍ أَنْفَقْتَهٗ عَلٰى أَهْلِكَ ، أَعْظَمُهَا أَجْرًا اَلَّذِيْ أَنْفَقْتَهٗ عَلٰى أَهْلِكَ ﴾

ایک دینار وہ ہے جسے تم نے اللہ کے راستے میں خرچ کیا، اور ایک دینار وہ ہے جسے تم نے کسی غلام کے آزاد کرنے میں خرچ کیا، اور ایک دینار وہ ہے جسے تم نے کسی غریب پر صدقہ کیا، اور ایک وہ دینار ہے جسے تم نے اپنے گھر والوں پر خرچ کیا۔ ان سب میں زیادہ اجر و ثواب والا وہ دینار ہے جو تم نے اپنے گھر والوں پر خرچ کیا ہے۔ (مسلم، کتاب الزکوٰۃ)

حضرت ابو مسعودؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا:

﴿ اِذَا أَنْفَقَ الْمُسْلِمُ نَفَقَةً عَلٰى أَهْلِهٖ كَانَتْ لَهُ صَدَقَةً ﴾ (رواه البخاری)

جب مسلمان اپنے گھر والوں (بیوی بچوں) پر خرچ کرتا ہے تو یہ (خرچ کرنا) اس کے لئے صدقہ بن جاتا ہے۔

اور جس طرح اپنی اولاد اور اہل و عیال پر خرچ کرنے پر پیارے پیغمبر ﷺ نے اجر و ثواب کا ذکر فرمایا ہے اسی طرح خرچ نہ کرنے اور بخل اختیار کرنے پر وعید بھی بیان فرمائی ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿ كَفٰى بِالْمَرْءِ اِثْمًا أَنْ يَّحْبِسَ عَمَّنْ يَّمْلِكَ قُوْتَهٗ ﴾ (رواه مسلم)

انسان کے گناہ گار ہونے کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ وہ ان لوگوں پر خرچہ کرنے سے رک جائے جن کے خرچ کا وہ مالک ہے۔

☆ بچوں کو ضرورت سے زیادہ پیٹ بھر کر کھانے سے بچایا جائے پیارے پیغمبر کا ارشاد ہے:

﴿ مَا مَلَاَ اٰدَمِيٌّ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنِهٖ ، يَحْسَبُ اِبْنُ آدَمَ لَقِيْمَاتٌ يُقِمْنَ صُلْبَهٗ ، فَاِنْ كَانَ لَابُدَّ فَاعِلًا، فَثُلُثٌ لِطَعَامِهٖ، وَثُلُثٌ لِشَرَابِهٖ ، وَثُلُثٌ لِنَفَسِهٖ ﴾

(احمد والترمذی)

کسی آدمی نے اپنے پیٹ سے زیادہ برا برتن نہیں بھرا۔آدمی کے لئے وہ چند لقمے کافی ہیں جو اس کی کمر سیدھی رکھ سکیں، پس اگر انسان زیادہ کھانا ہی چاہے تو یہ کر لے کہ ایک تہائی حصہ کھانے کے لئے رکھے، اور ایک تہائی حصہ پانی کے لئے اور ایک تہائی حصہ سانس لینے کے لئے خالی رکھے۔

☆ بچوں کو موذی اور متعدی امراض سے بچانا اور اگر بچوں میں سے کوئی متعدی امراض کا شکار ہو جائے تو باقی بچوں کو اس سے الگ تھلگ رکھنا چاہئے تا کہ مرض نہ پھیلے۔ پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشادگرامی ہے:

﴿ فَرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ فِرَارَکَ مِنَ الْأَسَدِ ﴾ (بخاری ومسلم)

تم جذامی سے ایسے دور بھاگو جیسے تم شیر سے بھاگتے ہو۔ بچوں کی بیماری کی صورت میں ان کا علاج معالجہ کرنا۔اس لئے کہ پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿ لِکُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ ، فَاِذَا أَصَابَ الدَّوَاءُ الدَّاءَ بَرَأَ بِاِذْنِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ ﴾

ہر بیماری کی ایک دوا ہوتی ہے۔ چنانچہ بیماری کے مطابق دوا پہنچتی ہے تو اللہ کے حکم سے شفا حاصل ہو جاتی ہے۔

☆ بچوں کو پھلوں اور سبزیوں کے کھانے کی ترغیب دیں اور بغیر ان کو دھوئے ہوئے نہ کھانے دیں اس لئے کہ یہ بیماری کا باعث بن سکتی ہیں، اسی طرح کچے پھل نہ کھانے دیں، اور کھانے سے پہلے انہیں ہاتھ دھو کر کھانے کی ترغیب دیں۔

☆ انہیں سادگی اختیار کرنے کی ترغیب دیں اور سادگی سکھائیں اس لئے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے اسی کی تعلیم دی ہے کہ:

﴿ اِیَّاکُمْ وَالتَّنَعُّمِ فَاِنَّ عِبَادَ اللّٰہِ لَیْسُوْا بِالْمُتَنَعِّمِیْنَ ﴾۔

تم ناز ونعمت میں پڑنے سے بچو، اس لئے کہ اللہ کے بندے ناز ونعمت میں نہیں پڑتے۔

سگریٹ نوشی

سگریٹ، شراب، تمباکو نوشی اور ہر نشے والی چیزوں سے اور ایسی چیزوں کے استعمال سے بچائیں جو ان کی جسمانی اور روحانی صحت پر برے اثرات ڈالے۔خاص طور پر موجودہ معاشرے میں سگریٹ نوشی نے وبائی شکل اختیار کی ہوئی ہے جس کی وجہ سے اطباء اور ماہرین صحت کے مطابق بے شمار بیماریاں انسان کو لاحق ہو جاتی ہیں جیسے پھیپڑوں میں سرطان کا پیدا

ہونا، حافظہ کی کمزوری، چہرہ اور دانتوں کی زردی، سانس کی تنگی، اعصاب میں ہیجان، معدے کے امراض، کولیسٹرول وغیرہ۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت بڑے بڑے جسمانی نقصانات اور خطرناک امراض سگریٹ نوشی کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور مالی نقصان اس کے علاوہ ہے۔ اس لئے والدین کا خود اپنے آپ کو اور بچوں کو اس سے بچانا انتہائی ضروری ہے اور انہیں اپنی اولاد کو راہ راست پر رکھنے کے لئے ان کے حالات پر نظر رکھنی چاہئے۔

ائمہ مجتہدین اور فقہاء امت فرماتے ہیں کہ جو چیز تباہی اور ہلاکت میں ڈالے اس سے بچنا واجب ہے اور اس کو اختیار کرنا حرام ہے۔ اور امام احمد اور ابن ماجہ نے پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: { لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ } نہ خود نقصان اٹھاؤ اور نہ دوسروں کو نقصان پہنچاؤ۔ اور سگریٹ پینے سے سگریٹ پینے والے کو بھی نقصان پہنچتا ہے، اور اس کے ساتھ والے دوسرے انسان کو بھی اس کی بدبو کی وجہ سے ضرر پہنچتا ہے، اور اس سے مال بھی ضائع ہوتا ہے۔ اور ربّ العالمین کا قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ﴾۔ (البقرۃ ۱۹۵)

اور اپنی جان کو ہلاکت میں مت ڈالو۔

اور سگریٹ ان موذی اور مہلک امراض میں مبتلا کرنے والا ہے جن کا پہلے بیان ہوا۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ ﴾ (الاعراف : ۱۵۷)

اور ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال اور گندی چیزوں کو حرام قرار دے گا۔

اور سگریٹ بسبب بدبو اور نقصان کے خبائث میں سے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ﴾ (النساء : ۲۹)

اور نہ قتل کرو تم اپنے آپ کو۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ﴾ (الاسراء : ۲۷)

یقین جانو کہ جو لوگ بے ہودہ کاموں میں مال اڑاتے ہیں، وہ شیطان کے بھائی ہیں۔

اور سگریٹ کے اندر اسراف اور مال کا ضیاع ہے جو کہ ایک شیطانی عمل ہے۔

اور پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهٗ ﴾ (رواه البخاري)

جو شخص اللہ تعالی اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔

اور سگریٹ پینے والا اپنی منہ کی بدبو کی وجہ سے اپنی بیوی، اولاد اور پڑوسیوں کو اذیت پہنچاتا ہے خاص طور پر نماز میں ساتھ کھڑے ہونے والے انسانوں کو بھی اور فرشتوں کو بھی۔

بچوں میں جرأت و بہادری اور خود اعتمادی پیدا کرنا

بچوں میں فطرتی طور پر شرمیلا پن پایا جاتا ہے اس لئے بچوں کو لوگوں کے ساتھ میل جول کا عادی بنایا جائے تا کہ ان کا شرمیلا پن کم ہو، اور ان میں خود اعتمادی پیدا ہو، اور وہ بلا کسی جھجک اور ہچکچاہٹ کے حق بات کہہ سکیں۔

ا): امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ: اپنے دور خلافت میں بدر کے مشائخ کے ساتھ ساتھ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے بھی مشورہ لیتے تھے جو ابھی بالغ نہیں ہوئے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ نے مشورہ میں موجود صحابہؓ سے فرمایا کہ سورۃ النصر کی ان آیات کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ سب نے مختلف آراء دیں مجھ سے بھی پوچھا کہ اے ابن عباس! کیا تمہارا بھی یہی خیال ہے جو ان حضرات نے فرمایا: میں نے عرض کیا کہ نہیں بلکہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو ان کے وقت مقررہ (یعنی وقت وفات) کی اطلاع دی ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا: اس کے بارے میں میرا بھی وہی خیال ہے جو تم نے کہا۔

ب): ایک مرتبہ مدینہ کے راستوں میں سے کسی راستہ پر حضرت عمرؓ کا گزر ہوا تو وہاں کچھ بچے کھیل رہے تھے جن میں حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ بھی تھے۔ باقی بچے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آتا ہوا دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے لیکن حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ وہیں کھڑے رہے، حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا کہ باقی سارے بچے بھاگ گئے تم کیوں نہیں بھاگے؟ تو انہوں نے خود اعتمادی کے ساتھ جواب دیا کہ میں کوئی مجرم تھوڑا ہوں کہ آپ کو دیکھ کر بھاگ جاتا، اور نہ ہی راستہ اتنا تنگ ہے کہ میں بھاگ کر اُسے آپ کے لئے کشادہ کروں۔

ج): حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے خلافت کے ابتدائی ایام میں اطراف عالم سے مختلف وفود ان کو مبارکباد دینے کے لئے آئے، اہل حجاز کے وفد میں جو شخص انہیں مبارکباد دینے کے لئے آگے بڑھا وہ ایک لڑکا تھا جس کی عمر گیارہ سال بھی نہ

تھی، حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اس سے فرمایا کہ: تم واپس ہو جاؤ اور کسی عمر رسیدہ آدمی کو آگے بھیجو۔ اس پر اس لڑکے نے کہا اللہ تعالیٰ امیر المؤمنین کا مدد گار ہو۔ انسان اپنے جسم کی دو چھوٹی سی چیزوں سے عبارت ہے، ایک اس کا دل، اور دوسری اس کی زبان۔ پس جب اللہ کسی شخص کو بولنے والی زبان اور محفوظ رکھنے والا دل عطا فرمادے تو وہ بولنے اور بات چیت کرنے کا حق دار ہو گیا۔ اور اے امیر المؤمنین اگر دارومدار عمر پر ہی ہوتا تو اس وقت آپ سے زیادہ اس کرسی کے حقدار لوگ امت میں موجود ہیں۔ خلیفہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ اس کی بات سن کر بہت متعجب ہوئے۔ (تربیۃ الاولاد فی الاسلام: ص ۳۰۵)

د: ایک مرتبہ ہشام بن عبد الملک کے دور خلافت میں دیہات میں قحط پڑ گیا، وہاں کے عرب باشندے ان کے پاس حاضر ہوئے اور دربار میں پہنچ کر ان کے سامنے لب کشائی سے گھبرانے لگے، ان میں ورداس بن حبیب بھی موجود تھے جو اس وقت چھوٹے بچے تھے، اُن پر جب ہشام کی نگاہ پڑی تو انہوں نے اپنے دربانوں سے کہا کہ جو شخص بھی میرے پاس آنا چاہتا ہے آجاتا ہے حتیٰ کہ بچے بھی آجاتے ہیں؟ اس بچے نے یہ سن کر کہا:

﴿يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْن ! اِنَّا أَصَابَتْنَا سُنُوْنُ ثَلَاثٍ : سَنَةً أَذَابَتِ الشَّحْم، وَسَنَةً أَكَلَتِ اللَّحْم ، وَسَنَةً نَقَتِ الْعِظَم (اى اخرجت مخه) وَفِيْ أَيْدِيْكُمْ فُضُوْلُ أَمْوَالٍ ، فَاِنْ كَانَتْ لِلّٰهِ فَفَرَّقُوْهَا عَلىٰ عِبَادِهٖ ، وَاِنْ كَانَتْ لَهُمْ فَعَلَّامَ تَحْبَسُوْنَهَا عَنْهُمْ ؟ وَاِنْ كَانَتْ لَكُمْ فَتَصَدَّقُوْا بِهَا عَلَيْهِمْ ، فَاِنَّ اللهَ يَجْزِى الْمُتَصَدِّقِيْنَ ، وَلَا يُضِيْعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾۔

اے امیر المؤمنین ہم پر تین سال سے قحط آرہا ہے، پہلے سال نے تو چربی کو پگلا ڈالا، اور دوسرے سال نے گوشت کھالیا، اور تیسرے سال نے ہڈیوں کا گودا تک نکال لیا۔ اور آپ حضرات کے پاس فالتو مال ہے، اگر وہ مال اللہ کا ہے تو اسے اللہ کے بندوں پر تقسیم کر دیجئے، اور اگر وہ مال اُن ہی لوگوں کا ہے تو پھر آپ اُن کا مال ان سے کیوں روک کر رکھتے ہیں؟ اور اگر وہ مال آپ لوگوں کا ہے تو آپ دوسروں پر صدقہ کیجئے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والوں کو جزاء دیتا ہے، اور محسنین کے اجر کو ضائع نہیں فرماتا۔

خلیفہ ہشام نے فرمایا: اس لڑکے نے تو ہمارے لئے تینوں راستے بند کر دیئے اور کوئی بھی گنجائش نہیں چھوڑی۔ چنانچہ خلیفہ ہشام نے: دیہات والوں کے لئے سو دینار، اور اس لڑکے کے لئے ایک لاکھ درہم کا حکم دیا، تو اس بچے نے

کہا: اے امیر المؤمنین: اس کو آپ اہل عرب کو انعام دینے کے لئے محفوظ رکھیئے، اس لئے کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ ان کو بقدر ضرورت دینے سے عاجز نہ آجائیں، تو ہشام نے کہا: کیا تمہیں ضرورت نہیں ہے؟ ۔لڑکے نے جواب دیا مجھے عام مسلمانوں سے ہٹ کر خصوصی اور منفرد کوئی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ وہ بچہ وہاں سے جب رخصت ہوا تو اس حال میں کہ وہ قوم کا شریف اور معزز ترین فرد تھا۔ (تربیۃ الاولاد فی الاسلام: ص۳۰٦)

ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ سلف صالحین نے اپنے بچوں کی اس طرح تربیت کی تھی کہ وہ جرأت اور بہادری کے عادی بن گئے تھے، اس لئے مربیوں اور والدین کو چاہئے کہ وہ ان عظیم اور شاندار تربیت کے اصولوں کو اپنائیں تاکہ ان کے بچے ادب اور احترام کی حدود میں رہتے ہوئے حق گوئی کا بے باکی اور جرأت کے ساتھ اظہار کرسکیں۔

☆ حرام مال جیسے سود، رشوت، چوری، ملاوٹ وغیرہ سے حاصل شدہ مال نہ کھلائیں اور نہ کھانے دیں کہ اس سے ان میں گناہ، نافرمانی اور سرکشی کا جذبہ پیدا ہوگا۔

☆ بعض ماؤں کی عادت ہوتی ہے کہ بچہ جب سوتا نہیں، یا رو رہا ہوتا ہے تو وہ اسے جن، بھوت، چڑیل، ڈاکو، شیر، سایوں اور تاریکی سے ڈراتی رہتی ہیں جس کے نتیجہ میں بچہ ڈرپوک بن جاتا ہے اور خوف اور ڈر کا شکار بن جاتا ہے، ایسا نہیں کرنا چاہئے والدین کو چاہئے کہ وہ اپنے بچوں کو بہادر اور نڈر بنائیں اس لئے کہ پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿ أَلْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيْفِ ﴾۔ (مسلم)

کمزور اور ضعیف مؤمن کی بنسبت طاقتور مؤمن اللہ کے یہاں زیادہ بہتر و زیادہ محبوب ہے۔

اور اس کے لئے صحابہ کرامؓ کے بچوں کی شجاعت اور بہادری کے عظیم کارنامے ان کے سامنے بیان کریں کہ کس طرح اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے انہوں نے مختلف مواقع پر، اور مختلف جنگوں میں بہادری اور شجاعت کے انمٹ نقوش چھوڑے۔ جیسے سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے صاحبزادے حضرت عبد اللہؓ کا سفر ہجرت کے موقعہ پر جب کہ وہ ابھی نابالغ بچے تھے رات کے وقت غار حرا میں جا کر قریش مکہ کے دن بھر کے بنائے گئے منصوبوں کی خبر آپ ﷺ تک پہنچانا۔ سیدہ اسماء بنت ابی بکرؓ کا توشہ سفر تیار کرنا اور اپنے ازار بند کے دو ٹکڑے کر کے کھانے کے برتن کے منہ کو باندھنا جس کی وجہ سے وہ ذات النطاقین کہلائیں جب کہ وہ ابھی نابالغ بچی تھیں۔ جنگ احد کے موقعہ پر حضرت رافع بن خدیجؓ اور حضرت سمرۃ بن جندبؓ کی شرکت کا واقعہ۔ جنگ بدر کے موقعہ پر حضرت معاذ بن عمرو بن الجموح اور حضرت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہما کا ابوجہل کو جہنم رسید کرنے جیسے شجاعت، بہادری اور جوانمردی کے وہ یادگار تاریخی واقعات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی عظیم ماؤں نے اپنے جگر گوشوں کی کس انداز میں تربیت کی تھی۔

بد دعاء نہ کریں

اپنی اولاد کے لئے بد دعاء نہ کریں اس لئے کہ بعض اوقات مقبولیت کے ہوتے ہیں جن میں اچھی یا بری مانگی ہوئی دعاء قبول ہو جاتی ہے۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : لَا تَدْعُوْا عَلٰی أَنْفُسِکُمْ وَلاَ تَدْعُوْا عَلٰی أَوْلاَدِکُمْ وَلاَتَدْعُوْا عَلٰی خَدَمِکُمْ ، وَلاَ تَدْعُوْا عَلٰی أَمْوَالِکُمْ ، لَا تُوَافِقُوْا مِنَ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی سَاعَۃً نیل فِیْھَا عَطَاء فَیَسْتَجِیْبَ لَکُمْ ﴾ (النبی الامین یربی اطفال المسلمین ص:۶۳)

پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہ اپنے لئے بد دعاء کرو، اور نہ اپنی اولاد کے لئے، اور نہ اپنے خادموں کے لئے، اور نہ اپنے مال کے لئے بد دعاء کرو، ایسا نہ ہو کہ وہ گھڑی اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت کی ہو اور تمہاری دعاء اس میں قبول ہو جائے۔

اس لئے ہمیشہ ان کی اصلاح اور ہدایت کی دعاء مانگیں اور بد دعاء نہ کریں۔ اور فرمایا کہ ان کا ادب کرو یعنی اپنی اولاد کو یہ سارے آداب نرمی کا ساتھ اور پیار ومحبت کے ساتھ سکھلائے جائیں، اگر ان سے کوئی غلطی ہو جائے تو ان کو سب کے سامنے رسوا نہ کریں، بلکہ ان کی غلطیوں کو نوٹ کرتے رہیں اور پھر تنہائی میں بلا کر انہیں سمجھائیں۔ غلط کام کا نقصان اور اچھے کام کا نفع پیار ومحبت سے سمجھائیں۔

حضرت معاویہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ مَنْ کَانَ لَہٗ صَبِیٌّ فَلْیَتَصَابَ لَہٗ۔ ﴾

جس شخص کا کوئی بچہ ہو تو اس کی خاطر اسے بھی بچہ بننا چاہیے۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا:

﴿ أَلْغُلاَم یَعقّ عَنْہُ یَوْمَ السَّابِع ، وَیُسَمّٰی ، وَیُمَاطَ عَنْہُ الْأَذیٰ ، فَاِذَا بَلَغَ سِتَّ سِنِیْنَ أَدَّبَ ، وَاِذَا بَلَغَ تِسْعَ سِنْینَ عَزَلَ عَنْ فِرَاشِہٖ ، فَاِذَا بَلَغَ ثَلاَثَ عَشَرَۃَ سَنَۃً ضُرِبَ عَلَی الصَّلاَ ۃِ وَالصَّوْمِ ، فَاِذَا بَلَغَ سِتَّ عَشَرَۃً زَوّجَہٗ أَبُوْہُ ، ثُمَّ أَخَذَ بِیَدِہٖ وَقَالَ : قَدْ أَدَّبْتُکَ وَعَلَّمْتُکَ وَأَنْکَحْتُ ، وَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ فِتْنَتِکَ فِی الدُّنْیَا ،

وَعَذَابِکَ فِی الْاٰخِرَۃِ ﴾۔

بچے کا ساتویں دن عقیقہ کیا جائے، اور نام رکھا جائے، اور اس سے اذیت کو (یعنی بالوں کو) دور کیا جائے، اور جب چھے سال کا ہو جائے تو اسے ادب سکھلا یا جائے، اور جب نو سال کا ہو جائے تو اس کا بستر الگ کر دیا جائے، اور جب تیرہ سال کا ہو جائے تو نماز اور روزہ میں کوتاہی کرنے پر اس کی سرزنش کی جائے، اور جب سولہ سال کا ہو جائے تو اس کا والد اس کی شادی کر دے، اور پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر اس سے کہے کہ میں نے تجھے ادب سکھلایا، اور تجھے تعلیم دی، اور تیرا نکاح کر دیا، میں تمہیں دنیا کے فتنوں اور آخرت کے عذاب سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔

حضرت سھل بن عبداللہ تستریؒ فرماتے ہیں:

﴿کنت ابن ثلاث سنین أقوم باللیل ، فانظر الی صلاۃ خالی (محمد بن سوار) فقال لی یوما : أَلَا تَذْکُرُ اللّٰہَ الَّذِیْ خَلَقَکَ ؟ فَقُلْتُ کَیْفَ أَذْکُرُہٗ ؟ قال: قل بقلبک عند تقلبک فی فراشک ثلاث مرات من غیر أن تحرک بہ لسانک : أَللّٰہُ مَعِیْ ، أَللّٰہُ نَاظِرِیْ اِلَیَّ ، أَللّٰہُ شَاھِدِیْ... الخ ﴾

(احیاء العلوم : تربیۃ الاولاد فی الاسلام ص:۱۷۱)

میں جب تین سال کا تھا تو میں رات کے وقت اٹھ کر اپنے ماموں (محمد بن سوار) کو نماز پڑھتے دیکھتا تھا، (میرے ماموں نے) ایک دن مجھ سے کہا: کیا تم اللہ کو یاد نہیں کرو گے جس نے تمہیں پیدا کیا؟ میں نے عرض کیا میں کیسے اس (اللہ) کو یاد کروں؟ انہوں نے کہا: جب تم بستر پر سونے کے لئے جاؤ تو تین مرتبہ اس طرح یہ الفاظ اپنے دل میں کہو کہ تمہاری زبان حرکت نہ کرے:

﴿ أَللّٰہُ مَعِیْ ، أَللّٰہُ نَاظِرِیْ اِلَیَّ ، أَللّٰہُ شَاھِدِیْ ﴾

اللہ میرے ساتھ ہے، اللہ مجھے دیکھ رہا ہے، اللہ میرے ساتھ موجود ہے۔

میں نے یہ الفاظ چند راتوں تک کہے اور پھر ان کو بتایا تو انہوں نے کہا کہ اب (یہ الفاظ) ہر رات میں سات مرتبہ کہو، میں نے چند راتوں تک یہ الفاظ سات مرتبہ کہنے کے بعد ان کو آگاہ کیا تو انہوں کہا کہ اب ہر رات گیارہ مرتبہ کہو، میں

نے ہر رات اتنی تعداد میں جب یہ ورد کیا تو اس کی مٹھاس میں نے اپنے دل میں محسوس کی۔ایک سال کے بعد میرے ماموں نے مجھ سے کہا کہ اب اس ذکر کو مرتے دم تک جاری رکھنا، یہ تمہیں دنیا اور آخرت میں نفع پہنچائے گا۔میں نے چند سالوں تک اس ورد کو جاری رکھا تو مجھے اس کی حلاوت تنہائی میں محسوس ہونے لگی، پھر ایک مرتبہ میرے ماموں نے مجھ سے کہا: اے سہل! جس آدمی کے ساتھ اللہ ہو، اور اس کو دیکھ رہا ہو، اور اس پر گواہ ہو تو کیا وہ اس کی نافرمانی کرے گا؟ خبردار! اپنے آپ کو اللہ کی نافرمانی سے بچانا۔ان کے ماموں کی اس تربیت ہی کا نتیجہ تھا کہ حضرت سہلؒ بڑے عارفین اور اولیاء اللہ میں سے بنے۔جب والدین اور مربی اپنے بچوں کی تربیت اس نہج اور اس طریقے پر کریں گے تو ان کا عقیدہ اللہ پر پختہ ہوگا، اپنے دین اور اپنی تاریخ پر فخر کریں گے۔

پردہ اور حجاب کی ترغیب

☆ اپنی بیٹیوں کو بچپن ہی سے پردہ کرنے کی ترغیب دیجئے، انہیں ایسا لباس پہنائیں جو شریعت کے اصولوں کے مطابق ہو، سات سال کی عمر ہی سے انہیں دوپٹہ پہننے کا عادی بنائیں، اور بالغ ہونے پر چہرہ ڈھانپنے اور حجاب پہننے کی تلقین کریں۔ربّ العالمین کا قرآن کریم میں ارشاد ہے

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ، ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ﴾ (الاحزاب:۵۹)

اے نبی! تم اپنی بیویوں، اپنی بیٹیوں، اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی چادریں اپنے (منہ کے) اوپر جھکا لیا کریں، اس طریقے میں اس بات کی زیادہ توقع ہے کہ وہ پہچان لی جائیں گی، تو ان کو ستایا نہیں جائے گا۔

جلباب اس لمبی چادر کو کہتے ہیں کہ جس میں عورت سر سے پاؤں تک مستور ہو جائے، چھپ جائے ابن جریر طبری اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ:

﴿ أَمَرَ اللّٰهُ نِسَاءَ الْمُؤْمِنِيْنَ ، اِذَا خَرَجْنَ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ فِيْ حَاجَةٍ ، أَنْ يَّغْطِيْنَ وُجُوْهَهُنَّ مِنْ فَوْقَ الْجَلَابِيْبِ وَيُبْدِيْنَ عَيْنًا وَاحِدَةً ﴾

یعنی ربّ العالمین نے ایمان والی عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی حاجت سے گھروں سے باہر نکلیں تو وہ

اپنے جلباب سے اپنے چہرے اور بدن کو اس طرح ڈھانپ لیں کہ (عورت سر سے پاؤں تک اس میں لپٹی ہوئی ہو) صرف ایک آنکھ راستہ دیکھنے کے لئے کھلی ہوئی ہو۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ، ذَالِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ﴾ (الاحزاب: ۵۴)

اور جب تمہیں (اے مسلمانو!) نبی کی بیویوں سے کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔ یہ طریقہ تمہارے دلوں کو بھی، اور ان کے دلوں کو بھی زیادہ پاکیزہ رکھنے کا ذریعہ ہوگا۔

اور یہ حکم صرف ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ ہی مخصوص نہیں بلکہ تمام امت کی عورتوں کے لئے ہے۔

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ لَا يَخْلُوَنَ رَجُلٌ وَامْرَأَةٌ اِلَّا كَانَ الشَّيْطَانُ ثَالِثُهُمَا ﴾ (رواہ الترمذی)

کوئی مرد کسی عورت سے خلوت اور تنہائی میں نہیں ملتا مگر تیسرا ساتھی ان میں شیطان ہوتا ہے۔

اور صحیحین کی روایت میں ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

﴿ اِيَّاكُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَى النِّسَآءِ ، فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ : أَفَرَأَيْتَ الْحَمْوُ (اى قريب الزوج) ؟ قَالَ أَلْحَمْوُ الْمَوْتُ ﴾۔

عورتوں کے پاس (تنہائی میں) داخل ہونے سے اپنے آپ کو بچاؤ، ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیور (یعنی شوہر کے بھائی) کے بارے میں کیا حکم ہے؟ فرمایا وہ تو موت ہے۔ (یعنی اس سے فتنہ کا اندیشہ بہت زیادہ ہے)۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لاَ يَخْلُوَنَّ أَحَدُكُمْ بِامْرَأَةٍ اِلَّا مَعَ ذِىْ مَحْرَمٍ ﴾۔ (بخاری ومسلم)

تم میں سے کوئی مرد کسی عورت سے خلوت اور تنہائی میں نہ ملے سوائے اپنی محرموں کے۔

اور فرمایا ربّ العالمین نے :

﴿ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى ﴾ (الاحزاب)

اور اپنے گھروں میں قرار کے ساتھ رہو، اور (غیر مردوں کو) بناؤ سنگھار دکھاتی نہ پھرو، جیسا کہ پہلی جاہلیت میں دکھایا جاتا تھا۔

زمانہ جاہلیت میں عورتیں بے پردہ پھرتیں تھیں، اور اپنے بدن اور زیبائیش کا علانیہ مظاہرہ کرتی تھیں اسلام نے عورتوں کو بلاضرورت گھروں سے نکلنے اور بے حیائی اور بداخلاقی اور زمانہ جاہلیت کے بناؤ وسنگار کی اس روش سے روکا۔

اور سورۃ النور میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ، ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ، اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ ۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ * وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ، وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ، وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ . . . الخ ﴾ (سورۃ النور :۳۱:۳۰)

مؤمن مردوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں ، اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔یہی ان کے لئے پاکیزہ ترین طریقہ ہے۔ وہ جو کاروائیاں کرتے ہیں، اللہ ان سب سے پوری طرح باخبر ہے۔اور مؤمن عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں ، اور اپنی سجاوٹ کو کسی پر ظاہر نہ کریں،سوائے اس کے جو خود ہی ظاہر ہو جائے، اور اپنی اوڑھنیوں کے آنچل اپنے گریبانوں پر ڈال لیا کریں، اور اپنی سجاوٹ اور کسی پر ظاہر نہ کریں،سوائے اپنے شوہروں کے......الخ

امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:

﴿ كَانَ الرُّكْبَانُ يَمُرُّوْنَ بِنَا وَ نَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مُحْرِمَاتٌ ، فَاِذَا حَاذُوْا بِنَا سَدَلَتْ اِحْدَانَا (اى غَطَّتْ) جِلْبَابَهَا مِن رَّأْسِهَا عَلٰى وَجْهِهَا ، فَاِذَا جَاوَزُوْنَا كَشَفْنَاهُ ﴾ (رواه ابو داؤد)

(حج کو جاتے ہوئے) قافلے ہمارے پاس سے گزرتے تھے، جبکہ ہم (ازواج مطہرات) پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حالت احرام میں ہوتیں تھیں، جب ان قافلوں کا ہمارے پاس سے گزر ہوتا تو ہم اپنے جلباب (چادروں) کو اپنے سروں کے اوپر سے اپنے چہروں پر گرا دیتی تھیں، اور جب وہ گزر جاتے تو پھر (اوپر اٹھا لیتی تھیں) اور اپنے چہروں کو کھول لیتی تھیں۔

اور فتح باری میں ہے کہ امّ امؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ عورتیں اپنی اوڑھنیوں کے آنچل کو اپنے سر کے اوپر سے اپنے چہرے پر لٹکا لیا کریں۔ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات امہات المؤمنین اور صحابیات رضوان اللہ علیہن اجمعین جب اپنے کسی ضروری تقاضے سے گھروں سے باہر نکلتی تھیں تو اپنے چہروں کو ڈھانپ لیتی تھیں اور پردہ کا اہتمام فرماتی تھیں اگر چہ وہ حالت احرام میں ہی کیوں نہ ہوں۔اس بنا پر ائمہ مجتہدین میں سے امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ عورت کے چہرہ کا چھپانا واجب ہے اور اس کا کھولنا حرام ہے۔جبکہ احناف کے نزدیک عورت کے لئے چہرہ اس وقت کھولنا جائز ہوگا جب کہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو اور اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں احناف کے ہاں بھی عورت کے لئے چہرہ کھولنا حرام ہے۔

اس لئے والدین اور مربیوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی بچیوں کی شروع ہی سے ایسی تربیت کریں کہ وہ بلا ضرورت گھروں سے باہر نہ جائیں، اور اگر کسی ضرورت سے جانا پڑے تو پردے کا اہتمام کریں۔گھر کے اندر بھی نامحرم رشتہ داروں جیسے دیور، جیٹھ، شوہر کے چچا، تایا، ماموں، خالو وغیرہ سے اور گھر کے باہر سے آنے والے نامحرموں جیسے بیوی یا شوہر کے چچازاد، تایازاد، پھوپی زاد، ماموں زاد، خالہ زاد بھائی وغیرہ سے پردہ کا اہتمام کریں، ان کو مہمان خانہ میں بٹھائیں، اگر ان لوگوں سے بات کرنی پڑ جائے تو پردہ کے پیچھے سے کریں۔

غیروں کی مشابہت سے بچنا

غیروں کی اور غیر جنس والوں کی نقالی اور مشابہت سے بچائیں یعنی عورتیں مردوں جیسا لباس نہ پہنیں اور نہ ہی مرد عورتوں جیسا لباس پہنیں اور ان جیسی شکل وصورت اختیار کریں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا کرنے پر لعنت کی بددعاء فرمائی ہے۔چنانچہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ لَعَنَ اللّٰهُ الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتُ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ ﴾

اللہ کی لعنت ہو ایسے مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں، اور اللہ کی لعنت ہو ایسی عورتوں پر جو

مردوں کی مشابہت اختیار کریں۔ (رواہ البخاری)

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ ۔ ﴾ (ابوداؤد)

جس نے کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کی، وہ ان ہی میں سے شمار ہوگا۔

اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا:

﴿ لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهَ بِغَيْرِنَا ، لَا تَشَبَّهُوْا بِا لْيَهُوْدِ وَلَا بِا لنَّصَارٰى ﴾ (رواہ الترمذی)

وہ ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے غیر کے ساتھ مشابہت اختیار کرے، یہود اور نصاریٰ کی مشابہت مت اختیار کرو۔

اور حضرت حسنؓ حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

﴿ رَأَيْتُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ أَخَذَ حَرِيْرًا فَجَعَلَهٗ فِيْ يَمِيْنِهٖ ، وَذَهَبًا فَجَعَلَهٗ فِيْ شِمَالِهٖ ثُمَّ قَالَ : اِنَّ هٰذَيْنِ حَرَامٌ عَلٰى ذُكُوْرِ أُمَّتِيْ ﴾ (رواہ ابو داؤد)

میں نے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ریشم کو اٹھایا اور اسے اپنے داہنے ہاتھ میں رکھا اور سونے کو اٹھایا اور اسے اپنے بائیں ہاتھ میں رکھا، اور پھر ارشاد فرمایا: یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔

بچوں کے لئے چند مختصر نصیحتیں

☆ جب کسی کی ملاقات اور زیارت کے لئے جاؤ تو مقررہ وقت پر جاؤ نہ تو بہت پہلے جاؤ اور نہ بہت تاخیر سے۔ اور ملاقات کو طول مت دو خاص طور پر جب کسی بیمار کی عیادت کے لئے جاؤ۔ اور دروازے کو آہستہ کھولو اور بند کرو۔

☆ جب تمہارے سامنے تمہارا کوئی دوست یا صاحب خانہ کھانا پیش کرے تو اس میں عیب مت نکالو، بلکہ ان کو دعائے خیر دو اور ان کے کھانے کی تعریف کرو، اگر کھانے میں کوئی چیز نکل آئے تو خاموشی سے اسے پھینک دو اور کسی کے سامنے بھی اس کا ذکر مت کرو۔

☆ جب کوئی بات کرے تو اس کی بات کبھی درمیان میں مت کاٹو۔

☆ کسی کی جیب سے اس کی اجازت کے بغیر کوئی چیز مت نکالو۔

☆ کسی کی کتاب یا خط یا کوئی بھی تحریر اس کی اجازت کے بغیر مت پڑھو۔

☆ کسی سے کوئی چیز ہدیہ کے طور پر مت مانگو، اور نہ کسی سے بہت مہنگی چیز کا مطالبہ کرو جس کا دینا اس کے لئے آسان نہ ہو۔

☆ مکالمہ اور بات چیت کے دوران ہمیشہ یہ کہو کہ آپ نے جو کہا صحیح ہے، لیکن اگر ہم اس کو اس طرح کرلیں تو یہ بہتر ہوگا، کبھی کسی سے یہ مت کہو کہ تم غلط کہہ رہے ہو اور غیر ضروری بات کر رہے ہو جس میں کوئی فائدہ نہیں۔

☆ راستے میں مت تھوکو، اور گندگی مت ڈالو۔ اور نہ ہی کھڑکی سے کوئی چیز باہر پھینکو۔

☆ اپنے بڑوں کے سامنے کبھی آواز اونچی مت کرو، اپنے والدین کے سامنے ٹانگیں مت پھیلاؤ، اور نہ ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر بیٹھو، اور نہ تکیہ لگا کر بیٹھو۔

☆ جب بڑے نیچے بیٹھے ہوئے ہوں تو کرسی پر یا اُن سے اونچی جگہ پر مت بیٹھو۔

☆ دورانِ گفتگو اور مصافحہ کے وقت بات چیت کرنے اور مصافحہ کرنے والے کی طرف دیکھو۔ تاکہ اسے احساس ہو کہ آپ اس کی گفتگو میں دلچسپی لے رہے ہیں اور اس کے خاموش ہونے پر جی کہہ کر اس کو اطمینان دلاؤ۔

☆ جب دو آدمی آپس میں بات چیت کر رہے ہوں تو ان کے پاس مت کھڑے ہو۔

☆ ٹیلی فون اٹھانے میں دیر مت کرو اور ٹیلی فون پر مختصر گفتگو کرو، اور جب تک دوسرا آدمی گفتگو ختم نہ کرلے ٹیلی فون بند نہ کرو، اور دوران گفتگو اُسے اپنی موجودگی کا احساس دلاتے رہو۔

☆ اپنے گھر میں موجود دوستوں کو کھانے میں اپنے ساتھ شریک کرو، اور جب تک سب کھانے سے فارغ نہ ہو جائیں اس وقت تک دسترخوان سے مت اٹھو۔

☆ صاحب خانہ سے کسی خاص کھانے یا مشروب کی فرمائش مت کرو جس کا مہیا کرنا اس کے لئے مشکل ہو جائے۔

☆ جب مہمان آئے تو اس سے یہ مت پوچھو کہ کچھ کھاؤ یا پیؤ گے؟ بلکہ جو کچھ مہیا ہو اس کے سامنے پیش کردو۔

☆ اپنے یا کسی کے گھر میں داخل ہو تو جوتوں کو صاف کرلو اور داخل ہوتے ہی جوتے اتار کر مقررہ جگہ پر رکھ دو۔

☆ راستے میں چلتے ہوئے مت کھاؤ۔

☆ بدبودار چیز کھا کر مسجد میں اس وقت تک مت داخل ہو جب تک اس کی بدبو کلی کر کے زائل نہ کرلو۔

☆ جب غلطی ہو جائے تو معذرت کرنے میں دیر مت کرو۔

☆ جب کسی کے ہاں تعزیت کے لئے جاؤ تو وہاں مت ہنسو۔

☆ اپنے ماں باپ اور بڑوں کی موجودگی میں اور خاص طور پر اپنے دوستوں کے سامنے چھوٹے بہن بھائیوں کو مت مارو۔

☆ اپنے کپڑے اور دوسری چیزیں مقررہ جگہ پر رکھو اور اِدھر اُدھر مت پھینکو، اور جو چیز مشترک نہ ہو اس کو استعمال کرنے سے پہلے اجازت لے لو۔

☆ کھانے کے دوران ناک میں انگلی مت ڈالو، اور منہ سے کھانا نکال کر یا ہاتھ میں بچا ہوا لقمہ پلیٹ میں مت رکھو خاص طور پر جب کسی کے ساتھ کھا رہے ہو تو۔

☆ جب کوئی کھانا کھا رہا ہو تو اس کی طرف مت دیکھو، اور نہ ایسے وقت میں اس کے پاس جاؤ جب وہ کھانا کھا رہا ہو۔

☆ گندے پاؤں کے ساتھ مسجد میں مت داخل ہو، مسجد میں ناخن کاٹ کر مت پھینکو۔

☆ جب ماں باپ یا کوئی اور سو رہا ہو تو اس وقت شور مت کرو۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلىٰ تَوْفِيْقِهٖ ، وَأَسْأَلُهُ تَعَالىٰ الْمَزِيْدَ مِنْ فَضْلِهٖ ، وَأَنْ يَّرْ زُقَنِيْ مَحَبَّةَ لِقَآئِهٖ ، عِنْدَ مفَارِقَةِ هٰذِهِ الدُّنْيَا الْفَانِيَةَ اِلَى الدَّارِ الْأَبَدِيَّةِ الْخَالِدَةِ ، { مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَحَسُنَ أُولٰئِکَ رَفِيْقاً }۔

محمد موسیٰ شاکر غفر اللہ لہٗ :

الخمیس ۵ محرم ۱۴۳۸ھ : ۶ اکتوبر ۲۰۱۶م

*****

﴿بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ﴾

★وقال تعالیٰ: {وَمِنۡ آیَاتِہٖۤ اَنۡ خَلَقَ لَکُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ اَزۡوَاجًا لِّتَسۡکُنُوۡۤا اِلَیۡہَا وَجَعَلَ بَیۡنَکُمۡ مَّوَدَّۃً وَّرَحۡمَۃً اِنَّ فِیۡ ذَالِکَ لَاٰیَاتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ} (الروم:۲۱)

★ وقال تعالیٰ: { ھُوَالَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّجَعَلَ مِنۡہَا زَوۡجَہَا لِیَسۡکُنَ اِلَیۡہَا } (الاعراف:۱۸۹)

★★★

★وقال علیہ الصلٰوۃ والسَّلام:{ یَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَ ةَ فَلْيَتَزَوَّجْ ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ ، وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهٗ لَهٗ وِجَاءٌ } (متفق علیہ) (فتح الباری؛۹،۱۰۸)

★★★★★★

{اشعار}

شادئی دختر رچی ہے جس کو دیکھو شاد ہے
نت نئے ہی رنگ پر یہ گلشنِ ایجاد ہے
لاڈلی بیٹی مری پیارا مرا داماد ہے
اُس سے بھی آنکھیں ہیں روشن اِس سے بھی دل شاد ہے
گلشنِ بے باغباں میں سرو ہے شمشاد ہے
آج کے دن شاد یہ بھی بلبلِ ناشاد ہے
کچھ خزاں کا غم نہ کچھ اندیشئہ صیّاد ہے

(خواجہ مجذوبؒ)

نکاح کے متعلق ہدایات اور سنتیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نکاح زندگی کی اہم ضرورت ہے اور اہم ترین عبادت بھی، اس سے دین پر مدد ملتی ہے، شیطان ذلیل و رسوا ہوتا ہے اللہ کے دشمنوں کے مکر و فریب سے بچنے کے لئے ایک مضبوط حصار حاصل ہوتا ہے اور امت کے افراد میں اضافہ ہوتا ہے جو کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے قیامت کے دن فخر کا باعث ہوگا۔ والدین کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ جب ان کے ہاں اولاد ہوتو اس کو اچھا نام دیں، اس لئے کہ اچھا نام بچے کی پوری زندگی پر اچھے اثرات مرتب کرتا ہے، پھر جب وہ ہوش سنبھالے تو اس کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دیں اور اس کو اسلامی احکامات سے روشناس کرائیں اور جب اولاد نکاح کے قابل ہو جائے تو فوراً ان کے نکاح کا بندوبست کریں، اور اس معاملے میں غفلت اور سستی بالکل نہ کریں۔ اگر والدین بچوں کی شادی کرانے میں کوتاہی، غفلت اور سستی سے کام لیں گے اور اولاد جنسی جذبات کی مغلوبیت کا شکار ہو کر کسی گناہ میں مبتلا ہو گئی تو والدین اور مربی اس کے ذمہ دار ہوں گے۔

چنانچہ حضرت ابوسعیدؓ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ وُّلِدَ لَهُ وَلَدٌ فَلْيُحَسِّنْ اِسْمَهٗ وَأَدَّبَهٗ، فَاِذَا بَلَغَ فَلْيُزَوِّجْهُ فَاِنْ بَلَغَ وَلَمْ يُزَوِّجْهُ فَأَصَابَ اِثْمًا فَاِنَّمَا اِثْمُهٗ عَلٰى أَبِيْهِ ﴾ (مشکوٰۃ ج۳)

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے ہاں اولاد لڑکا (یا لڑکی) پیدا ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ اس کا اچھا نام رکھے، اس کی تعلیم و تربیت کرے (یعنی شریعت کے احکام و آداب سکھائے) پھر جب وہ بالغ ہو جائے تو اس کا نکاح کر دے۔ اگر اس کے بالغ ہونے کے بعد (اس کے والد نے جب کہ وہ نکاح کرنے پر قادر تھا اس کے باوجود اس کا) نکاح نہیں کیا اور وہ کسی گناہ (یعنی جنسی بے راہ روی) میں مبتلا ہو گیا تو اس کا گناہ باپ پر ہوگا۔

اور حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿ يَا عَلِيُّ! ثَلَاثٌ لَا تُؤَخِّرْهَا، الصَّلٰوةُ اِذَا أَتَتْ ، وَالْجَنَازَةُ اِذَا حَضَرَتْ وَالْأَيِّمُ اِذَا

وَجَدْتَ لَهَا كُفْوًا ﴾۔ (رواہ الترمذی)

اے علیؓ! تین چیزوں میں تاخیر نہ کرو، ایک تو نماز جب اس کا وقت آ جائے، دوسرے جنازہ جب وہ تیار ہو جائے، تیسرے بے نکاح لڑکے اور لڑکی کی شادی میں جب کہ جوڑ مل جائے۔

نکاح اتحاد باہمی کا سبب

شادی اور نکاح سنت انبیاء علیہم السلام ہے اور اسے اسلام میں صرف معاملے کی حد تک محدود نہیں رکھا، بلکہ عبادات کے زمرے میں شمار کیا ہے اسی لئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:{اَلنِّکَاحُ نِصْفُ الدِّیْن} نکاح آدھا دین ہے۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿عن اَنس رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ نِصْفَ الدِّيْنِ فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ فِي النِّصْفِ الْبَاقِيْ﴾

جس بندہ نے نکاح کرلیا اس نے اپنا آدھا دین پورا کرلیا، اب اسے چاہئے کہ وہ دوسرے آدھے میں اللہ سے ڈرے۔

انسان کے جسم میں دو چیزیں ایسی ہیں جو دین میں فساد اور نقصان کا سبب بنتی ہیں ایک شرمگاہ اور دوسرا پیٹ۔ نکاح ہی ہے جس کے ذریعے عفت، پاکدامنی اور خیال کی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے، آدمی حرام سے بچتا ہے اور حلال کے دائرے میں محدود رہتا ہے۔ نکاح ہی ہے جس کے ذریعے اتحاد باہمی قبائل و خاندانوں کے باہمی تعاون کی بنیاد پڑتی ہے۔

سلسلہ نکاح

دنیا میں انسانوں کو ملانے کا سب سے بڑا سلسلہ نکاح کا سلسلہ ہے، جس سے دو اجنبی جُڑ جاتے ہیں جن میں پہلے سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، اور اچانک ان میں ایسا جوڑ لگتا ہے کہ منافع مشترک اتحاد باہمی اور خاندانی اشتراک سے ایسی محبت اور مودت پیدا ہو جاتی ہے کہ اس سے پہلے ایسی محبت اور مودت کبھی نہیں دیکھی گئی۔ نکاح جوڑ لگانے کا ایک سلسلہ ہے اس لئے انبیاء علیہم السلام اس سلسلہ کے حامل ہیں۔

نکاح کی غرض و غایت

نکاح کی غرض و غایت باہمی سکون اور باہمی مودت ہے۔ اور محبت اور مودت کا اثر جب پڑتا ہے کہ جب نکاح

بابرکت ہو، نکاح بابرکت جب بنتا ہے جب اخراجات میں کمی کی جائے۔ نام ونمود اورشہرت کے جذبات سے خالی ہو اور فرض کی ادائیگی پیش نظر ہو۔

نکاح نازک بھی آسان بھی

نکاح کا مرحلہ بڑا آسان بھی ہے اور بڑا نازک بھی، آسان تو اس لئے ہے کہ چار بول پڑھے گئے اور وہ جڑ گئے، اور نازک اس لئے ہے کہ اس میں ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں۔ ان ذمہ داریوں کو نبھانا صبر وتحمل والے کا کام ہے۔ جو ذرا ذرا سی بات پر آپے سے باہر نکل جانے کا عادی ہو وہ تو لڑائی ہی کرا کر رہے گا۔ خاندانوں میں بگاڑ ہی پیدا کرا کر رہے گا۔

(جواہر حکمت ص ۱۳۴)

شادی فطرت انسانی

اسلام میں رہبانیت نہیں ہے اس لئے کہ رہبانیت انسانی فطرت کے خلاف ہے، چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّ اللّٰہَ أَبْدَلَنَا بِالرَّهْبَانِيَّةِ الْحَنِيْفِيَّةِ السَّحْمَةَ ﴾ (رواہ البیہقی)

اللہ تعالیٰ نے ہمیں رہبانیت کے بدلے آسان وسیدھا دین حنیف عطا فرمایا ہے۔

نکاح پیارے پیغمبر ﷺ اور تمام انبیاء کی سنت ہے

نکاح پیارے پیغمبر ﷺ اور آپ سے قبل تمام انبیاء ومرسلین علیہم السلام کی سنت ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہوتے ہیں جو دین اور دنیا کے اعتبار سے مشرف ہوتے ہیں، ان کی عادات اور طریقوں میں دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے۔ اور ان کے طریقوں سے اعراض کرنے میں دنیا اور آخرت کی رسوائی ہے۔ حضرت ابو ایوب انصاری ؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

﴿ أَرْبَعٌ مِّنْ سُنَنِ الْمُرْ سَلِيْنَ: أَلْحَيَاءُ وَالتَّعَطُّرُوَالسَّوَاكُ وَالنِّكَاحِ ﴾ (رواہ الترمذی)

چار امور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے عادات وطریق میں سے ہیں (۱) شرم وحیاء (۲) عطر وخوشبو کا استعمال (۳) مسواک کرنا (۴) اور نکاح۔

نکاح کی ترغیب اور اس سے اعراض پر وعید قرآن کریم اور احادیث نبویہ ﷺ میں نکاح کی ترغیب دی گئی ہے

اور اس کو اللہ کا انعام بتایا گیا ہے، اور اس کے فوائد ذکر کئے گئے ہیں، اور باوجود استطاعت کے نکاح نہ کرنے پر وعیدیں بھی بیان فرمائی گئی ہیں، چنانچہ ان میں سے چند آیات اور احادیث یہاں پر درج کی جاتی ہیں ملاحظہ فرمائیں:

ربّ العالمین کا ارشاد ہے:

۱۔ ﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ﴾ (النساء:۱)

اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، اور اسی سے اس کی بیوی پیدا کی، اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں (دنیا میں) پھیلا دیئے۔

۲۔ ﴿ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ﴾ (الاعراف:۱۸۹)

اللہ وہ ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، اور اُسی سے اُس کی بیوی بنائی، تاکہ وہ اُس کے پاس آ کر تسکین حاصل کرے۔

۳۔ ﴿ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَ حَفَدَةً ﴾

اور اللہ نے تم ہی میں سے تمہارے لئے بیویاں بنائی ہیں، اور تمہاری بیویوں سے تمہارے لئے بیٹے اور پوتے پیدا کئے ہیں۔ (النحل:۷۲)

۴۔ ﴿ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ ﴾ (الفرقان:۷۴)

اور وہ لوگ جو (دعا کرتے ہوئے) کہتے ہیں کہ: اے ہمارے پروردگار! ہمیں اپنی بیوی بچوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔

۵۔ ﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً ﴾ (الروم:۲۱)

اور اس کی ایک نشانی یہ ہے کہ اُس نے تمہارے لئے تم ہی میں سے بیویاں پیدا کیں، تاکہ تم اُن کے پاس جا کر سکون حاصل کرو، اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت کے جذبات رکھ دیئے۔

۶۔ ﴿ فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَرُبٰعَ ، فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا

فَوَاحِدَةً ﴾ (النور:۳۲)

پس نکاح کر لو جو تمہیں پسند آئیں، دو دو سے، تین تین سے، اور چار چار سے۔ ہاں! اگر تمہیں یہ خطرہ ہو کہ تم (ان بیویوں) کے درمیان انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی پر اکتفا کرو۔

۷۔ ﴿وَ اَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ﴾ (النور:۳۲)

تم میں سے جن (مردوں یا عورتوں) کا اس وقت نکاح نہ ہو، اُن کا بھی نکاح کراؤ، اور تمہارے غلاموں اور باندیوں میں سے جو نکاح کے قابل ہوں، ان کا بھی۔

۸۔ ﴿فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ﴾ (پ۲: آیت ۲۳۲)

اس امر سے مت روکو کہ وہ اپنے شوہروں سے نکاح کر لیں۔

۹۔ ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً﴾ (پ۱۳: آیت ۳۸)

اور ہم نے یقیناً آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے ان کو بیویاں اور بچے بھی دیئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ تمام نبیوں نے شادیاں کیں اور وہ بیوی بچوں والے تھے۔اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی دوبارہ زمین پر نزول کے بعد شادی کریں گے اور ان کے یہاں اولاد بھی ہوگی۔

نکاح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے اور اس کی ترغیب احادیث میں

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ أَلنِّكَاحُ سُنَّتِيْ ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَقَدْ رَغِبَ عَنِّيْ ﴾

نکاح میری سنت ہے، جس نے میری سنت سے اعراض کیا اس نے مجھ سے اعراض کیا۔

﴿ أَلنِّكَاحُ سُنَّتِيْ ، فَمَنْ أَحَبَّ فِطْرَتِيْ فَلْيَسْتَنِ بِسُنَّتِيْ ﴾

نکاح میری سنت ہے، جو شخص میرے دین سے محبت رکھے اسے چاہیئے کہ وہ میرے طریقے پر چلے۔

اور ایک دوسری حدیث میں پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص نکاح کر سکتا ہو، اور پھر بھی نکاح نہ کرے تو وہ مجھ سے نہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ شریعت اسلامی میں باوجود قدرت کے نکاح نہ کرنا حرام اور فطرت انسانی کے خلاف ہے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

﴿ جَاءَ ثَلَا ثَةُ رَهْطٍ اِلٰى بُيُوْتِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ يَسْأَلُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ ، فَلَمَّا أُخْبِرُوْا كَأَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا ، فَقَالُوْا: وَأَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ ؟ وَقَدْ غَفَرَاللّٰهُ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَأَخَرَ ، وَقَالَ أَحَدُهُمْ : أَمَا أَنَا فَاِنِّيْ أُصَلِّى اللَّيْلَ أَبَدًا ، وَقَالَ الْاٰخَرُ : أَنَا أَصُوْمُ الدَّهْرَ وَلاَ أُفْطِرُ ، وَقَالَ الْاٰخَرُ : وَ أَنَا أَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا أَتَزَوَّجُ أَبَدًا ـ فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ : أَنْتُمُ الَّذِيْنَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا ؟ أَمَا وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَأَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ ، وَأَتْقَاكُمْ لَهٗ ، لٰكِنِّيْ أَصُوْمُ وَأُفْطِرُ ، وَأُصَلِّيْ وَ أَرْقَدُ ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَآءَ ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ۔ ﴾ (رواہ البخاری ومسلم)

تین حضرات صحابہ کرامؓ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کے دولت کدہ پر تشریف لائے، اور ان سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت اور مجاہدہ کے بارے میں سوال کیا، اور جب انہیں صورت حال بتلائی گئی تو بظاہر ایسا معلوم ہوا کہ انہوں نے اسے کم سمجھا، انہوں نے کہا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درجہ کو بھلا کہاں پہنچ سکتے ہیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بخشا بخشایا بنا کر بھیجا ہے، ایک صاحب ان میں سے گویا ہوئے کہ میں تو ہمیشہ ساری ساری رات نماز پڑھتا رہوں گا۔ دوسرے صاحب نے ارشاد فرمایا: میں ہمیشہ روزے رکھوں گا اور کبھی افطار نہیں کروں گا، تیسرے صاحب نے کہا: میں عورتوں سے دور رہوں گا کبھی شادی نہیں کروں گا، پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب معلوم ہوا تو ارشاد فرمایا: کیا تم تینوں نے ایسی ایسی بات کہی ہے؟ خدا کی قسم میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا، اس کی عبادت کرنے والا اور متقی ہوں لیکن میں پھر بھی روزہ رکھتا ہوں، اور افطار بھی کرتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور شادی بھی کرتا ہوں، یاد رکھو جس نے میری سنت سے روگردانی کی اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔

اور ایک حدیث میں فرمایا:

﴿ مَنْ تَرَكَ التَّزْوِيْجَ مَخَافَةَ الْعَيْلَةِ فَلَيْسَ مِنَّا ﴾ (احیاء العلوم ص۴۴)

جو شخص مفلسی کے خوف سے نکاح نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اسلام شادی کو انسانی فطرت قرار دیتا ہے تا کہ انسان اپنی اس ذمہ داری اور مسؤلیت کو محسوس کر سکے اور اس بوجھ کو اٹھا سکے جو بچوں کی دیکھ بھال اور تربیت کے سلسلہ میں اس کے ذمہ ہے۔

﴿ عَنِ ابْنِ عُمَرؓ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : زَوِّجُوْا أَبْنَآئَکُمْ وَبَنَاتِکُمْ ، حُلُّوْهُنَّ الذَّهَبَ وَالْفِضَّة ، وَأَجْيِدُ وْا لَهُمُ الْكِسْوَةَ وَأَحْسِنُوْا اِلَيْهِنَّ بِالخلّة لِيَرْغُبَ فِيْهِنَّ۔ ﴾

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کی شادی کرو، اور ان کو سونے اور چاندی سے آراستہ کرو، اور ان کو اچھا لباس پہناؤ، اور عطیہ دے کر ان پر احسان کرو، تا کہ لوگوں کو ان کی طرف رغبت ہو۔ (مستدرک حاکم، کنز العمال ج۱۶)

شادی کے دنیوی واخروی فوائد

شادی کی اخلاقی حکمت ومنفعت اور معاشرتی فائدہ کے سلسلہ میں پیارے پیغمبر ﷺ نے نوجوانوں کی ایک جماعت کو شادی کی رغبت ان الفاظ میں دلائی ہے:

﴿ يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَ ةَ فَلْيَتَزَوَّجْ ، فَاِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ ، وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَاِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ ﴾ (متفق علیه)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو شخص نکاح (اور گھرستی کا بوجھ اٹھانے) کی قدرت رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ وہ شادی کر لے، اس لئے کہ شادی کرنا نظر ونگاہ کو (محرمات کی طرف دیکھنے سے) جھکانے اور پست کرنے اور شرمگاہ کی بہت زیادہ حفاظت کرنے والی چیز ہے (یعنی نکاح کرنے سے اجنبی عورت کی طرف نظر مائل نہیں ہوتی اور انسان حرام کاری سے بچ جاتا ہے)۔ اور جو (جوان) شادی کی قدرت نہ رکھتا ہو (یعنی بیوی کی ضروریات پوری نہ کر سکتا ہو تو) اس کو چاہئے کہ وہ روزہ رکھے، کیونکہ روزہ اس کی شہوانی خواہشات کو کو ختم کرنے (اور گناہ سے دور رہنے) کا ذریعہ ہے۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ میں نے پیارے پیغمبر ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

﴿ مَنْ أَرَادَ أَنْ يَّلْقَى اللهَ طَاهِرًا مُّطَهَّرًا فَلْيَتَزَوَّجُ الْحَرَائِرَ ﴾ (رواہ ابن ماجه)

جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ اللہ سے پاک وصاف ہونے کی حالت میں ملے تو اسے چاہئے کہ آزاد عورتوں سے نکاح کرے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ ثَلَاثَةٌ حَقٌّ عَلَى اللهِ عَوْنُهُمْ: أَلْمُجَاهِدُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ ،وَالْمُكَاتِبُ الَّذِيْ يُرِيْدُ الْأَدَاءَ وَالنَّاكِحُ الَّذِيْ يُرِيْدُ الْعَفَافَ ﴾ (رواہ الترمذی،ابن حبان والحاکم)

ایسے تین شخص ہیں جن کی مدد اللہ تعالیٰ پر واجب ہے (یعنی تین آدمیوں کی اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق ضرور مدد فرماتے ہیں) (۱) ایک تو وہ مجاہد جو اللہ کے راستے میں جہاد کر رہا ہو، (۲) دوسرا وہ مکاتب جو دَین کتابت ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو، (یعنی اپنا بدل کتابت کہ اس کے آقا کا یہ کہنا کہ اگر تم مجھے اتنا روپیہ کما کر دو گے تو تم آزاد ہو جاؤ گے)۔ (۳) اور تیسرا وہ نکاح کرنے والا جو عفت اور پاکدامنی کے لئے نکاح کر رہا ہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو آدمی عفت اور پاکدامنی حاصل کرنے کے لئے نکاح کرنا چاہتا ہے مگر اس کی مالی حیثیت اتنی نہیں ہے تو ربّ العالمین نکاح کی اس سنت کی برکت سے اس کی غیبی نصرت اور مدد فرمائیں گے۔

شادی سے رزق میں اضافہ

اور دونوں کی قسمت جب جڑے گی تو اس سے ترقی کے اسباب پیدا ہوں گے، رزق میں اضافہ ہوگا، اولاد پیدا ہوگی تو وہ اپنا رزق لے کر آئے گی اور یہ شخص صرف اس کا واسطہ بنے گا اور اس پر بھی اس کو اجر وثواب ملے گا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ:

﴿ اِنۡ يَّكُوۡنُوۡا فُقَرَآءَ يُغۡنِهِمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ ﴾

کہ اگر وہ فقیر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو غنی فرما دیں گے۔

اس میں اُن غریب فقیر مسلمانوں کے لئے خوشخبری ہے جو اپنے دین کی حفاظت کے لئے نکاح کرنا چاہتے ہیں مگر وسائل مالیہ ان کے پاس نہیں، مگر جب وہ اپنے دین کی حفاظت اور سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کرنے کی نیت صالحہ سے

نکاح کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو مالی غنا بھی عطا فرما دیں گے۔ اور اس میں ان لوگوں کے لئے بھی ہدایت ہے جن کے پاس ایسے غریب لوگ منگنی کے لئے جائیں تو وہ محض ان کی وقتی غربت کی وجہ سے رشتہ سے انکار نہ کریں۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اس آیت میں حق تعالیٰ نے سب مسلمانوں کو نکاح کرنے کی ترغیب دی ہے اور اس میں آزاد اور غلام سب کو شامل فرمایا ہے، اور نکاح کرنے پر ان سے غنا کا وعدہ فرمایا ہے۔ (ابن کثیر)

حضرت ابن مسعودؓ سے ایک شخص نے آکر اپنی تنگ دستی کی شکایت کی تو آپ نے ان سے فرمایا کہ غنا کو نکاح میں تلاش کرو۔ (یعنی شادی کرلو)۔ ابن ابی حاتم نے سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: کہ تم نکاح کرنے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرو تو اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ غنا عطا فرمانے کا کیا ہے وہ پورا فرمادیں گے پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

﴿اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾

کہ اگر وہ فقیر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو غنی فرمادیں گے۔

حضرت ابوسعیدؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: جو شخص فقر و تنگی کے خوف سے شادی نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔

نکاح عبادت کا تتمہ ہے

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ کسی عبادت گزار کی عبادت مکمل نہیں جب تک کہ وہ شادی شدہ نہ ہو جائے۔ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ نکاح عبادت کا تتمہ ہے، اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ آدمی پر شہوت غالب رہتی ہے اس صورت میں دل کی سلامتی نکاح کے بغیر ممکن نہیں ہے، اور عبادت اس وقت تک مکمل قرار نہیں دی جاسکتی جب تک دل اس کے لئے پوری طرح فارغ نہ ہو۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: شادی شدہ کی دو رکعت نماز بے شادی رانڈ کی ستر (۷۰) رکعت سے افضل ہے۔ (کنز العمال ۱۶، ص ۲۲۷)

اس افضلیت کی وجہ بیوی بچوں اور گھریلو مصروفیات کے باوجود عبادت الٰہی کے لئے وقت نکال کر عبادت میں مصروف ہونا ہے جس کا یقیناً زیادہ ثواب ہے بنسبت اس بندہ کے جس پر یہ ذمہ داریاں عائد نہیں ہیں۔

شہوت کا خاتمہ

شادی کی وجہ سے شہوت کا جوش اور ہیجان رفع ہوتا ہے، نگاہیں نیچی رہتی ہیں اور معاشرہ زنا، بے حیائی اور بہت

ساری اُن بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے جو زنا کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہیں۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد فرمایا:

﴿ مَنْ نَكَحَ فَقَدْ حَصَنَ نِصْفَ دِيْنَهُ ،فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ فِي الشَّطْرِ الْاٰخِرْ ﴾ (ترغیب،مشکوٰۃ)

جس شخص نے نکاح کیا اس نے اپنا آدھا دین محفوظ کر لیا اب دوسرے نصف دین میں اللہ سے ڈرتا رہے۔

شادی کے بغیر انسان پر جب شہوت غالب ہوتی ہے تو وہ برائیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے، پھر نہ تو عقل اس کا مقابلہ کر سکتی ہے اور نہ دین، اگر آدمی تقویٰ والا ہو تو وہ غلبہء شہوت کے وقت اپنے اعضاء کو توشہوت سے روک لے گا یعنی نگاہیں نیچی کر لے گا، شرمگاہ کی حفاظت کر لے گا، لیکن وسوسوں اور پراگندہ خیالات سے وہ اپنے دل کی حفاظت نہیں کر سکتا، اور تقویٰ کے باوجود اس کا نفس ہمیشہ کشمکش میں مبتلا رہے گا۔ جماع کی خواہش ابھرے گی اور شیطان اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کے دل میں وسوسے ڈالتا رہے گا اور یہی وہ حقیقت ہے جس کی طرف پیارے پیغمبر ﷺ نے قرآن کریم کی ایک آیت کے ذریعہ اشارہ فرمایا ہے:

﴿ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ﴾ (پ۱: آیت ۷۳)

اگر تم اس (حکم مذکور) پر عمل نہ کرو گے تو دنیا میں بڑا فتنہ وفساد پھیلے گا۔

اس فساد سے بچنے اور اپنی فطری خواہش کو پورا کرنے کا ذریعہ نکاح ہے جس کے ذریعہ سے انسان ناپاکی، ناجائز تعلقات اور گناہوں سے بچ کر پاکیزہ زندگی اختیار کرتا ہے۔

شادی نہ کرنے والا محتاج ہے

ابن ابی نجیح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: محتاج ہے، محتاج ہے وہ مرد جس کی بیوی نہ ہو، لوگوں نے عرض کیا اگر چہ وہ بہت مال والا ہو تب بھی وہ محتاج ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اگر چہ بہت مال والا ہو۔ پھر فرمایا محتاج ہے، محتاج ہے وہ عورت جس کا خاوند نہ ہو لوگوں نے عرض کیا اگر چہ بہت مالدار ہو تب بھی وہ محتاج ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اگر چہ مال والی ہو۔ (مشکوٰۃ)

کیونکہ مال کا مقصود ہے راحت اور بے فکری، جو شادی کے بغیر نہ تو مرد کو حاصل ہو سکتی ہے اور نہ ہی عورت کو، میاں بیوی ایک دوسرے کے غمگسار اور افکار میں آرام وسکون کا ذریعہ ہوتے ہیں ایک کو دوسرے سے مدد ملتی ہے۔

حصول راحت واُنس

اسی طرح شادی کے ذریعے سے میاں بیوی کو روحانی اور نفسیاتی سکون حاصل ہوتا ہے، ان میں الفت اور محبت کی روح پروان چڑھتی ہے اور جب دن بھر کی تھکاوٹ کے بعد شام کو وہ ایک دوسرے کو پیار ومحبت سے دیکھتے ہیں تو ان کو ساری تھکاوٹ اور صعوبت بھول جاتی ہے، اور گھریلو زندگی خوش وخرم، الفت ومحبت اور اطمینان وسکون سے گزرتی ہے، غم دور ہوتا ہے اور عبادت پر تقویت ملتی ہے۔ ربّ العالمین نے یہ تعلق ایسا بنایا ہے کہ بیوی سے زیادہ کوئی بھی انسان کو راحت نہیں دے سکتا۔ اسی لئے ربّ العالمین نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا ﴾

اللہ وہ ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، اور اُسی سے اُس کی بیوی بنائی، تاکہ وہ اُس کے پاس آکر تسکین حاصل کرے۔ (پ۹: آیت ۱۸۹)

﴿ وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَ جَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً ﴾ (الروم: پ۲۱: آیت ۲۰)

اور اس کی (قدرت کی نشانیوں میں سے) ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تم ہی میں سے بیویاں پیدا کیں، تاکہ تم ان کے پاس جاکر سکون حاصل کرو، اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت کے جذبات رکھ دیئے۔

گھریلو ذمہ داریوں میں مدد ومعاون

شادی کی وجہ سے میاں بیوی گھر کے نظم ونسق کو چلانے، کام کاج کرنے، بچوں کی تربیت کرنے اور ایک اچھے خاندان کی تعمیر میں ایک دوسرے کے مدد ومعاون بنتے ہیں۔ ایک نیک عورت گھر کے کام کاج صفائی، کھانا پکانا وغیرہ امور خانہ داری سے اپنے خاوند کو بے فکر کر کے اسے علم وعمل اور اعمال صالحہ کا موقعہ فراہم کرتی ہے، اس کی جنسی ضرورت کی تکمیل کرتی ہے۔ بیوی سے بڑھ کر دنیا میں کوئی دوست نہیں ہوسکتا زمانہ افلاس، مصیبت اور بیماری میں بعض دفعہ سب عزیز واحباب الگ ہوجاتے ہیں، لیکن بیوی ہر حال میں اپنے خاوند کا ساتھ دیتی ہے، اور اس کے بیمار ہونے کی صورت میں سب سے زیادہ اس کو راحت پہنچاتی ہے۔ اس لئے بیوی کی قدر کرنی چاہئے کہ کیونکہ وہ دین ودنیا دونوں کی معین ہے۔

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ لِيَتَّخِذَ أَحَدُكُمْ قَلْباً شَاكِرًا وَلِسَانًا ذَاكِرًا ، وَزَوْجَةً مُّؤْمِنَةً تُعِيْنُهُ عَلٰى آخِرَتِهٖ ﴾

تم میں سے ہر شخص کو چاہئے کہ وہ شکر کرنے والا دل، ذکر کرنے والی زبان بنائے اور ایسی بیوی حاصل کرے جو مؤمنہ ہو اور آخرت پر اس کی مدد کرنے والی ہو۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

بیوی کا سب سے بڑا کمال

بیوی کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ وہ شوہر کی خاطر اپنے ماں باپ اور سارے کنبہ کو چھوڑ کر آتی ہے، اور اگر شوہر کی بیوی کے والدین یا کسی اور رشتہ دار کے ساتھ اَن بن ہو جائے تو عموماً وہ شوہروں کا ساتھ دیتی ہیں، ماں باپ کا ساتھ نہیں دیتیں۔ ان کو خاوند سے عشق ہوتا ہے، مہر تک معاف کر دیتی ہیں، اور عمر بھر نان نفقہ کی تکلیف بھی سہتی ہیں۔ خاوندوں سے لڑیں گی جھگڑیں گی، مگر جونہی خاوند کے سر پر ذرا درد ہوا تو سب کچھ بھلا کر ایسی خدمت میں مصروف ہو جاتیں ہیں کہ اپنے کھانے پینے تک کا ہوش نہیں رہتا، اچھا کھانا مردوں کو کھلاتیں ہیں اور بچا کھچا خود کھا لیتی ہیں، مہمان آجائے تو خاوند کی عزت کو ہرگز نیچا نہیں کرتیں۔ یہ اخلاق ایسے پاکیزہ ہیں کہ اکثر مردوں کو بھی یہ اخلاق حاصل نہیں ہیں۔ (اسلامی شادی)

نکاح کی سب سے بڑی غرض نسل انسانی کی بقاء ہے

شادی کے ذریعے سے نسل انسانی کو بقاء اور نسب کو حفاظت حاصل ہوتی ہے، اولاد اپنے آپ کو اپنے والدین اور نسب کی طرف منسوب کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں، اور معاشرہ اخلاقی انحطاط اور گراوٹ سے محفوظ رہتا ہے۔ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: {تَنَاكَحُوْا تَنَاسَلُوْا} نکاح کرو اور نسل چلاؤ۔ جو شخص نکاح سے اعراض کرے گا وہ یقینا باری تعالیٰ کے عتاب کا مستحق قرار پائے گا اس لئے کہ اس نے اپنے آقا کے حکم کی نافرمانی کی، اور قدرت کے باوجود اس سے اعراض کیا اور نسلِ انسانی کو ضائع کیا جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے اس شخص کے وجود تک باقی رکھا تھا، وہ خود ہی یہ تدبیر کر رہا ہے کہ مرنے کے بعد اس کی اولاد اس کی جانشین نہ ہو۔ حضرت ابو امامہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چار (۴) شخصوں پر عرش کے اوپر سے اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے اور فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں (ان میں سے) ایک وہ ہے جو عورتوں سے اس لئے اپنے آپ کو بچائے اور شادی نہ کرے (تاکہ) اولاد نہ ہو۔ (مجمع)

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شادی کے بارے میں استفسار اور ترغیب

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعض اوقات حضرات صحابہ کرامؓ سے شادی کے متعلق پوچھا کرتے تھے تاکہ معلوم ہو کہ انہوں

نے شادی کی سنت پر اگر عمل نہیں کیا تو اس کی ترغیب دی جائے، اور اگر استطاعت نہیں تو اُن کی مدد کی جائے۔ چنانچہ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ میں نے جب پیارے پیغمبر ﷺ سے ملاقات کی تو آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا: اے جابر تم نے شادی کر لی؟۔

حضرت ربیعہ اسلمیؓ فرماتے ہیں کہ میں پیارے پیغمبر ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا اور رات کو بھی آپ ﷺ کے مکان پر رہتا تھا تا کہ اگر کوئی ضرورت پیش آئے تو فوری طور پر انجام دے سکوں، ایک مرتبہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ان سے فرمایا:

﴿ أَلَّا تَتَزَوَجْ ؟ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ فَقِيْرٌ لَا شَيْئَ لِيْ ، وَأَنْقَطِع عَنْ خِدْمَتِكَ فَسَكَتَ ثُمَّ عَادَ ثَانِيًا فَأَعَادَ الْجَوَابَ، ثُمَّ تَفَكَّرَ رَبِيْعَةَ وَقَالَ : وَاللّٰهِ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ أَعْلَمُ بِمَا يُصْلِحُنِيْ فِيْ دُنْيَايَ وَ آخِرَتِيْ وَمَا يُقَرِّبُنِيْ اِلَى اللّٰهِ مِنِّيْ وَلَئِنْ قَالَ لِيْ الثَّالِثَةَ لَأَفْعَلَنَّ فَقَالَ لَهُ الثَّالِثَةَ " أَلاَّ تَتَزَوَّجْ" ؟ قَالَ: فَقُلْتُ يَا رَسُوْلُ اللّٰهِ زَوِّجْنِيْ " قَالَ : اِذْهَبْ اِلٰى بَنِيْ فُلَانٍ فَقُلْ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَأْ مُرُكُمْ أَنْ تَزَوَّجُوْنِيْ فَتَاتَكُمْ " قَالَ فَقُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَا شَيْئَ لِيْ" فَقَالَ لِأَصْحَابِهٖ : اِجْمَعُوْا لِأَخِيْكُمْ وَزْنَ نَوَاةٍ مِّنْ ذَهَبٍ " فَجَمَعُوْا لَهُ فَذَهَبُوْ ا بِهٖ اِلَى الْقَوْمِ فَانْكَحُوْهُ " فَقَالَ لَهٗ أَوْلِمْ " وَجَمَعُوْا لَهُ مِنَ الْأَصْحَابِ شَاة لِلْوَلِيْمَة ﴾ (رواه احمد)

ترجمہ: تم شادی کیوں نہیں کر لیتے؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں ایک مفلس اور قلاّش آدمی ہوں، دوسری بات یہ ہے کہ شادی کر کے میں آپ کی خدمت سے علیٰحدہ ہو جاؤں گا۔ آپ ﷺ خاموش ہو گئے، اس کے بعد دوبارہ یہی فرمایا: انہوں نے وہی عذر پیش کئے۔ صحابی کہتے ہیں کہ دوسری مرتبہ کی گفتگو کے بعد میں نے دل میں سوچا کہ سرکار دو عالم ﷺ اچھی طرح واقف ہیں کہ میرے حق میں کیا چیز بہتر ہے اور یہ کہ کون سا عمل مجھے اللہ تعالیٰ کے قریب کرے گا، اگر تیسری مرتبہ آپ ﷺ نے مجھ سے شادی کے لئے کہا تو میں رضامندی ظاہر کردوں گا۔ چنانچہ تیسری مرتبہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ان کو بلایا اور شادی کرنے کے لئے کہا۔ صحابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ میری شادی

کرا دیجئے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ فلاں قبیلہ میں جا کر کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اپنی لڑکی سے میرا نکاح کر دو، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تو کچھ نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحابؓ سے فرمایا: اپنے بھائی کے لئے گھٹلی کے برابر سونا جمع کرو، انہوں نے جمع کیا اور یہ اسے لے کر اس قوم کے پاس گئے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام دیا) انہوں نے شادی کرادی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے فرمایا ولیمہ کرو، انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولیمہ کرنے کے لئے میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر ایک بکری لائی گئی اور ولیمہ کیا گیا۔

بے نکاح زندگی گزارنے سے منع فرمانا

حضرت سمرہؓ روایت فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بے نکاح زندگی گزارنے سے منع فرمایا ہے۔اور حضرات صحابہ کرامؓ کے ہاں اپنی زندگی سنت وشریعت کے مطابق گزارنے ،اور دل ونگاہ کی عفت اور پاکدامنی کا اس قدر اہتمام تھا کہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں:

﴿ عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: لَوْ لَمْ یَبْقَ مِنْ أَجَلِیْ اِلَّا یَوْمٌ وَّاحِدٌ لَقِیْتُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ بِزَوْجَةٍ ، اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ : شَرَارُکُمْ عزَابُکُمْ ﴾ (رواه الطبرانی)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اگر میری زندگی کا ایک دن بھی باقی ہو تو میں اللہ تعالیٰ سے بیوی کے ساتھ ملوں گا (یعنی ایک دن بھی بغیر نکاح کے گزارنا میں پسند نہ کروں گا کیونکہ) میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے بدترین لوگ وہ ہیں جو بلا شادی کے ہیں۔

حضرت شداد بن اوسؓ جو ایک نابینا صحابی تھے، انہوں نے اپنے احباب اور رشتہ داروں سے کہا کہ میرا نکاح کرادو مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت کی تھی کہ میں اللہ تعالیٰ سے بلا شادی کے ملاقات نہ کروں، یعنی میری موت بے نکاحی کی صورت میں نہ ہو۔ (ابن ابی شیبہ، شمائل کبریٰ ص ۳۱)

حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ:

﴿ لَوْ لَمْ یَبْقَ مِنْ أَجَلِیْ اِلَّا عَشْرَةَ أَیَّامٍ ،وَأَعْلَمُ أَنِّیْ أَمُوْتُ فِیْ آخِرِهَا یَوْمًا وَلِیَ فِیْهِنَّ طَوْلُ النِّکَاحِ لَتَزَوَّجْتُ مَخَافَةَ الْفِتْنَةِ ﴾ (الاحیاء)

اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ میری زندگی کے صرف دس دن باقی رہ گئے ہیں اور دسویں دن کے اختتام پر میرا انتقال ہو جائے گا اور مجھے (بیوی کے فوت ہو جانے کی وجہ سے) نکاح کی ضرورت ہو تو میں شادی کرلوں گا تا کہ فتنہ سے محفوظ رہوں (اور اللہ تعالیٰ سے میری ملاقات بے شادی کی حالت میں نہ ہو۔)

باوجود استطاعت کے شادی نہ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک صحابی جن کا نام عکاف تھا ان سے ایک مرتبہ پوچھا کہ:

﴿ يَا عَكَافْ اَلَکَ زَوْجَةٌ ؟ قَالَ لَا، وَلَا جَارِيَة ٍ؟ قَالَ : لَا ، قَالَ وَأَنْتَ صَحِيْحٌ مُّوسَر؟ قَالَ : نَعَمْ وَالْحَمْدُ لِلّٰهْ ، قَالَ : أَنْتَ اِذًا مِّنْ اِخْوَانِ الشَّيْطٰنْ ...وَقَالَ بَعْدَ هُ :شَرَارُكُمْ عُزَابُكُمْ، وَأَرَاذِلُ مَوْتَاكُمْ عُزَابُكُمْ ، وَيْحَکَ يَا عُكَافْ تَزَوَّجْ ، فقال عكاف : يَا رَسُوْ لَ الله لَا أَبْرَحُ حَتّٰى تَزَوَّجْنِىْ مَنْ شِئْتَ، قال : زَوَّجْتُکَ عَلَى اسْمَ اللّٰهِ وَالْبَرَكَةِ كَرِيْمَة بنت كلثوم الحِمْيَرِىْ ﴾ (رواه احمد و ابو يعلىٰ)

اے عکاف کیا تمہاری بیوی ہے؟ عرض کیا نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر دریافت فرمایا باندی بھی ہے کہ نہیں؟ عرض کیا نہیں، آپ نے پھر دریافت فرمایا کہ تم مالدار اور خوشحال ہو؟ عرض کیا جی ہاں الحمد للہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر (شادی نہ کرنے کی وجہ سے) تم شیطان کے بھائی ہو۔ پھر فرمایا: تمہارے جوانوں میں بدتر وہ ہیں جو بے شادی کے ہیں۔ اور تمہارے مُردوں میں سب سے زیادہ ذلیل وہ ہیں جو بے نکاح کے مرے ہیں۔ اے عکاف تم پر افسوس ہے نکاح کرو۔ حضرت عکاف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہاں سے اُس وقت تک نہیں ہٹوں گا جب تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی مرضی سے جس سے چاہیں میرا نکاح نہ کرادیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے نام اور اس کی برکت سے ہم نے تمہارا نکاح کریمہ بنت کلثوم حمیری سے کرادیا۔

☆ بعض لوگ باوجود ضروت کے اور باوجود وسعت کے نکاح نہیں کرتے، ایسے لوگوں کے بارے میں اس حدیث مبارکہ میں وضاحت فرمادی گئی کہ باوجود تقویٰ اور زُہد کے ایسے لوگ شیطان کی طرف سے شدید خطرے میں رہتے ہیں اور شیطان کسی عورت کو ڈھال بنا کر ان پر حملہ آور ہوسکتا ہے۔

☆ بعض تو شروع ہی سے نکاح نہیں کرتے ، اور بعض لوگ بیوی کے مرجانے یا طلاق دے دینے کے بعد پھر نکاح نہیں کرتے۔ جب ضرورت اور وسعت دونوں ہوں تو نکاح واجب یا فرض ہوگا۔جب نفس میں بیوی کا تقاضہ بھی ہو اور وسعت بھی ہو تو ایسی صورت میں واجب ہوگا۔ اور اگر وسعت کے ساتھ بہت زیادہ تقاضہ ہو، اور نکاح کے بغیر حرام فعل میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں نکاح کرنا فرض ہوگا۔ (شمائل کبریٰ ،اسلامی شادی ص ۳۳)

شادی کی سفارش

ان احادیث سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ شادی اور نکاح کے سلسلہ میں سفارش کرنا اور کسی رشتہ کی طرف رہنمائی کرنا کہ فلاں رشتہ تمہارے لئے مناسب ہے یہ مسنون ہے۔ اور پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے سب سے افضل سفارش فرمایا ہے۔حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمام سفارشوں میں سب سے افضل سفارش دو آدمیوں کے درمیان نکاح کی سفارش ہے۔سفارشی کے لئے مناسب ہے کہ کسی کو سفارش کرتے وقت کھل کر بتا دے کہ رشتہ کرنے سے قبل دونوں فریق اپنے طور پر اچھی طرح قابل تحقیق امور کی تحقیق کر لیں بعد میں میری ذمہ داری نہیں ہو گی۔

☆☆☆☆☆

نکاح و شادی میں انتخاب کا معیار

شریعت اسلامی شادی کے خواہشمندوں کی اس جانب رہنمائی کرتی ہے کہ وہ ایسی بیویوں کا انتخاب کریں جو نیک و صالح ماحول میں پروان چڑھی ہوں، جنہوں نے ایسے گھرانے میں پرورش پائی ہو جو شرافت اور پاکدامنی کا گہوارہ ہو، اور ایسے والدین کی اولاد ہوں جو خاندانی لحاظ سے شریف اور آباؤ واجداد کے لحاظ سے مکرم و محترم ہوں۔

حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ سے گناہوں سے پاک و صاف ہو کر ملنا چاہتا ہے تو وہ شریف عورتوں سے نکاح کرے۔ (ابن ماجہ)

اور اس میں راز یہ ہے کہ انسان شادی کرے تو اس کی اولاد ایسی ہو جن کی گھٹی میں عزت و شرافت پڑی ہوئی ہو، اور جو طبعاً عمدہ خصلتوں کے مالک اور پسندیدہ اسلامی اخلاق کے حامل ہوں ،جنہوں نے اخلاق عالیہ اور فضل و کمال فطری طور پر حاصل کیا ہو، اور جنہیں مکارم اخلاق اور اچھی خصلتیں اور عادتیں ورثے میں ملی ہوں۔

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿ اياكم وخضراء الدمن فقيل وما خضراء الدمن؟ قال المرأة الحسناء في المنبت السوء ﴾ (دارقطنی)

غلاظت کے ڈھیر پر اگی ہوئی سبزی سے بچو، عرض کیا گیا اس کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا: برے خاندان کی خوبصورت لڑکی سے بچو۔ اور فرمایا:

﴿ تخيروا لنطفكم فان العرق وساس ﴾ (ابن ماجه)

اپنے نطفہ کے لئے اچھا انتخاب کرو اس لئے کہ قرابت کی رگیں آباؤ واجداد سے اولاد کے جسموں میں منتقل ہوتی ہیں۔

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی نصیحت

اسی اصول کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد کو شادی کے سلسلہ میں شریف زادیوں اور حسب ونسب کی مالک لڑکیوں کے انتخاب کے سلسلہ میں وصیت کی تاکہ گندی اور برے خاندان کی لڑکیوں سے بچیں، وہ اپنے بیٹوں سے فرماتے ہیں:

﴿ يا بُنيّ الناكح مغترس، فلينظرامرؤحيث يضع غرسه ، والعِرق السوء قلما يُنجب، فتخيروا ولو بعد حين ﴾

اے میرے بیٹو! نکاح کرنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے بیج بونے والا، اس لئے انسان کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کہاں بیج ڈال رہا ہے، بری ذات ونسل کی عورت بہت کم شریف ونجیب بچہ جنتی ہے، اس لئے شریف النسل لڑکی کا انتخاب کرو چاہے اس میں کچھ وقت کیوں نہ لگے۔

لقمان حکیم کی نصیحت

لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی تھی: بیٹے! بری عورت سے بچتے رہنا، کیونکہ وہ تجھے وقت سے پہلے بوڑھا کردے گی، شریر اور بد اخلاق عورتوں سے بھی بچتے رہنا، کیونکہ وہ تجھے خیر کی طرف نہیں لائے گی البتہ نیک عورتوں کا خیال رکھنا، ان کا لحاظ رکھنا، ان سے ڈرتے رہنا۔ ☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جب ان کے ایک بیٹے نے سوال کیا کہ (ابا جان) بچہ کا باپ پر کیا حق ہے؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ جواب دیا:

﴿ أَنْ يَّنْتَقِى أُمَّهٗ ، وَيُحَسِّنَ اِسْمَهٗ ، وَ يُعَلِّمَهُ الْقُرْآنَ ﴾

کہ اس کی ماں کے انتخاب میں سوچ سمجھ سے کام لے، اور اس کا نام اچھا اور پسندیدہ رکھے، اور اس کو قرآنی تعلیمات سکھائے۔

امیر المؤمنین سیدنا عمر بن الخطابؓ کا انتخاب

خود امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر بن الخطابؓ نے اپنے بیٹے کے لئے ایک غریب، خوف خدا رکھنی والی دیندار لڑکی کا انتخاب کیا۔ آپ اپنے دور خلافت میں ایک رات گشت فرما رہے تھے کہ ایک گھر سے باتوں کی آواز سنی۔ ایک عورت اپنی بیٹی سے کہہ رہی تھی کہ بیٹی دودھ میں ذرا پانی بھی ملا دینا، اس پر ماں بیٹی کے درمیان تکرار بھی ہوئی لیکن اس بچی نے اپنی ماں کی بات کو یہ کہتے ہوئے رد کر دیا کہ اگر امیر المؤمنین نہیں دیکھ رہے تو امیر المؤمنین کا خدا تو دیکھ رہا ہے اس سے کوئی بات چھپ نہیں سکتی، اس لئے میں ایسا نہیں کرسکتی۔ امیر المؤمنین اس لڑکی کی بات سے بہت متأثر ہوئے اس وقت گھر کے باہر نشان لگا دیا اور تشریف لے گئے، جب صبح ہوئی تو اس لڑکی اور اس کی ماں دونوں کو طلب فرمایا: اور اپنے بیٹے حضرت عاصمؓ سے فرمایا کہ اس لڑکی کے دل میں خوف خدا موجود ہے۔ ایسی لڑکی ہمارے گھرانے میں رہنے کے قابل ہے تم اس سے شادی کرلو۔ لڑکی بھی اس رشتہ پر بے حد خوش ہوئی چنانچہ اس کی شادی حضرت عاصمؓ سے ہوئی، اور اسی حسن انتخاب تقویٰ اور دینداری کا صلہ اور اس کے ثمرات اس طرح ظاہر ہوئے کہ ان ہی کی پاک نسل سے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ خلیفہ راشد جو عمر ثانی کہلاتے ہیں وہ پیدا ہوئے۔

شادی کے لئے دین دار عورت کا انتخاب کرنا

اس لئے شادی کے خواہشمند حضرات اگر یہ چاہتے ہیں کہ ان کی اولاد نیک و صالح، پاکباز و پاکدامن اور مؤمن و متقی ہو تو ان کے لئے یہ ضروری ہے کہ حسن انتخاب کو مدّ نظر رکھیں اور رفیقِ حیات کے انتخاب میں خوب جانچ پڑتال سے کام لیں اور دیندار عورت کا انتخاب کریں تاکہ عورت اپنے شوہر اور بچوں کے حق کو مکمل طریقہ سے ادا کر سکے، اور اسلام کی تعلیمات اور پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق گھر کا نظم ونسق چلا سکے۔ اور اس لئے بھی کہ وہ عورت اس کی اولاد کی ماں بنے گی، اور اس کے آغوش میں اس کے سینے اور اخلاق سے وہ پروان چڑھیں گے۔ ربّ العالمین کا ارشاد ہے:

{ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ } (البقرہ: ۲۲۱)

یقیناً ایک مؤمن باندی کسی بھی مشرک عورت سے بہتر ہے، خواہ وہ مشرک عورت تمہیں پسند آ رہی ہو۔

نکاح کی بنیاد

نکاح جن مصلحتوں کے واسطے موضوع ومشروع ہوا ہے وہ زیادہ تر سب باہمی موافقت، آپس کی محبت اور دوستی پر موقوف ہیں، اور یہ یقینی بات ہے کہ آپس کی محبت اور دوستی میں جس قدر دین کو دخل ہے اتنا کسی چیز کو نہیں، کیونکہ سوائے دین کے سب تعلقات ختم ہو جاتے ہیں، حتیٰ کہ قیامت میں جو کہ تمام تعلقات کے ختم ہو جانے کا وقت ہے، جہاں سارے رشتے ناتے ٹوٹ جائیں گے۔لیکن دینی تعلق اس وقت بھی ختم نہ ہوگا۔ربّ العالمین کا ارشاد ہے:

{ اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ }

تمام دنیوی دوست اس روز ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے سوائے دین دار متقی لوگوں کے۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ دین سے اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہوتا ہے، اور جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہوگا وہ دوسرے کا حق ضائع نہیں کرے گا بلکہ اپنے حق پر دوسرے کے حق کو مقدم رکھے گا، اور چھوٹی چھوٹی باتوں کا بھی خیال رکھے گا کہ اس سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ فرماتے ہیں: نکاحی تعلق کی مضبوطی کی بنیاد شفقت اور اطاعت پر ہے لیکن ان دونوں باتوں کا تعلق کسی ظاہری نمائش یا زینت پر نہیں رکھا گیا۔بلکہ ایک ایسی حقیقت پر رکھا گیا جو لافانی اور جاودانی ہے اور وہ عورت کی دینداری ہے، اور دین سدا بہار اور دنیا کے بعد آخرت تک جانے والا ہے اس لئے اس پر مبنی شدہ تعلق بھی دائمی، مضبوط اور خوشگوار رہے گا جس میں کوئی عارضی چیز خلل انداز نہ ہوگی۔

عورت کا انتخاب

اسی وجہ سے تو حدیث میں فرمایا گیا۔حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا، وَلِحَسَبِهَا ، وَلِجَمَالِهَا ، وَلِدِيْنِهَا ، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ ﴾ (رواه البخاری و مسلم فی کتاب النکاح)

کسی عورت سے چار باتوں کی وجہ سے شادی کی جاتی ہے یا تو اس کے مال کی وجہ سے، یا حسب ونسب کی وجہ سے، یا جمال وخوبصورتی کی وجہ سے، یا دین داری کی بناء پر، لہٰذا تم دیندار عورت کو حاصل کرو اور اسے اپنا مطلوب قرار دو تمہارے دونوں ہاتھ غبار آلود ہوں۔(عربی زبان میں یہ کلمہ کسی چیز پر ابھارنے آمادہ اور برانگیختہ کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دینداری اور تقویٰ دوسری چیزوں پر مقدم ہے اگر کسی عورت میں یہ چاروں چیزیں پائی جائیں تو پھر تو نورٌ علیٰ نور اور بہت ہی بہتر ہے، لیکن اگر کسی میں باقی سب چیزیں اور سب صفات تو ہیں لیکن دین نہیں ہے تو اس سے شادی نہ کی جائے بلکہ دینداری کو سب چیزوں پر فوقیت دی جائے کیونکہ اسی میں دنیا اور آخرت کی بھلائی اور سعادت ہے۔اور ایک دوسری حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اَلدُّنْیَا کُلُّھَا مَتَاعٌ ، وَخَیْرُ مَتَاعِ الدُّنْیَا الْمَرْأَ ةِ الصَّالِحَةُ ﴾ (رواہ مسلم)

پوری دنیا اور اس کے جملہ ساز و سامان انسان کے لئے اسباب حیات اور متاع زندگی ہیں لیکن ان میں بہتر متاعِ زندگی نیک اور صالح عورت ہے۔

عورت اگر نیک اور صالح ہو تو پھر زندگی بالکل صحیح گزرے گی، شوہر کے لئے محبوبہ اور گھر والوں کے لئے نورِ نظر بنے گی۔لیکن اگر عورت دیندار، نیک اور صالح نہیں ہے تو زندگی میں آرام اور سکون نہیں ہوگا اور زندگی گزارنا مشکل ہو جائے گا۔

تقویٰ کے بعد سب سے بڑی نعمت

ایک حدیث میں پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تقویٰ کے بعد نیک بیوی سے بڑھ کر اور کوئی نعمت نہیں۔تقویٰ کی نعمت بہت بڑی نعمت ہے اگر کسی کو یہ نعمت میسر ہو جائے تو وہ بہت مبارک ہے کیونکہ اصل دینداری تقویٰ ہی کا نام ہے، تقویٰ کے بعد اور بھی ان گنت اور بے شمار نعمتیں ہیں مگر پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تقویٰ کے بعد سب سے بڑی نعمت نیک بیوی ہے۔ چنانچہ حضرت ابو امامہ ؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

﴿ مَا اسْتَفَادَ الْمُؤْمِنُ بَعْدَ تَقْوَی اللّٰهِ خَیْرًا لَّهُ مِنْ زَوْجَةٍ صَالِحَةٍ، اِنْ أَمَرَھَا أَطَاعَتْهُ ، وَاِنْ نَظَرَ اِلَیْھَا سَرَّتْهُ ، وَاِنْ أَقْسَمَ عَلَیْھَا أَبَرَّتْهُ ، وَاِنْ غَابَ عَنْھَا نَصَحَتْهُ فِیْ نَفْسِھَا وَ مَالِهٖ ﴾۔ (رواہ ابن ماجہ)

مؤمن بندہ نے تقویٰ کی نعمت کے بعد کوئی ایسی بھلائی حاصل نہیں کی جو اس کے حق میں نیک بیوی سے بڑھ کر ہو۔(پھر نیک بیوی کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا) اگر شوہر اُسے حکم کرے (جو خلاف شرع نہ ہو) تو اس کا کہا مانے، اور شوہر اُس کی طرف دیکھے تو شوہر کو خوش کرے، اور اگر شوہر کسی کام کے بارے میں قسم کھا بیٹھے کہ ضرور تم ایسا کرو گی (اور وہ کام شرعاً جائز ہو) تو اس کی قسم سچی کر دے اور اگر وہ کہیں چلا

جائے اور یہ اس کے پیچھے گھر میں رہ جائے تو اپنی جان اور اس کے مال کے بارے میں اس کی خیر خواہی کرے۔

نیک بیوی کی صفات

نیک بیوی مسلمان آدمی کے لئے ایک ایسا خزانہ ہے جو سونا چاندی سے بڑھ کر ہے کہ جب اُسے آدمی دیکھے تو وہ اسے خوش کردے اپنی سیرت اور صورت سے، اپنے صاف وشفاف ملبوسات سے اور اپنی زینت اور رنگ ڈھنگ سے، اور جب اسے حکم دے تو اپنی حسن تربیت کی وجہ سے اس کی اطاعت کرے بشرطیکہ وہ خلاف شرع حکم نہ ہو، اور جب گھر سے غائب ہو تو وہ اپنے ناموس اور خاوند کے مال کی حفاظت کرے اپنے قوۃ دینی اور ایمان کی سچائی کی وجہ سے، اور جب اس پر قسم کھائے تو بیوی اس عمل کو کرے جس پر اس کے خاوند نے قسم کھائی ہے، اور اُسے سچا کر دکھائے، اور اُسے بری کردے بشرطیکہ وہ عمل شرعاً درست ہو۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : خُیْرُ النِّسَاءِ مَنْ تَسُرُّکَ اِذَا أَبْصَرْتَ ، وَتُطِیْعُکَ اِذَا أَمَرْتَ وَتَحْفَظُ غَیْبَتَکَ فِیْ نَفْسِھَا وَ مَالِکَ ﴾ (مستدرک :۲،۱۵۸)

پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: بہترین عورت وہ ہے کہ جب تم اُسے دیکھو تو وہ تمہیں خوش کردے، اور جب تم اسے حکم دو تو وہ تمہاری اطاعت کرے، اور تمہاری عدم موجودگی میں اپنے نفس اور تمہارے مال کی حفاظت کرے۔

ایک حدیث مبارکہ میں پیارے پیغمبر ﷺ نے نیک وصالحہ اور اچھی بیوی کا ایک وصف یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ: { زَوْجَۃٌ مُّؤْمِنَۃٌ تُعِیْنُہٗ عَلٰی اِیْمَانِہٖ } وہ مؤمن بیوی جو شوہر کی مدد کرے اس کے ایمان پر۔ اور ایمان پر مدد کرنے کی تشریح کرتے ہوئے ملّا علی قاریؒ مرقات شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

﴿ أَیْ عَلٰی دِیْنِہٖ بِأَنْ تُذَکِّرَہٗ الصَّلٰوۃَ وَالصَّوْمَ وَغَیْرَھَا مِنَ الْعِبَادَاتِ وَتَمْنَعَہٗ مِنَ الزِّنَا وَ سَائِرِ الْمُحَرَّمَاتِ ﴾

یعنی ایمان پر مدد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شوہر کی دینداری کی فکر کرے، اور اوقات مقررہ میں اُسے نماز و روزہ یاد دلاتی ہو اور دیگر عبادات پر آمادہ کرتی ہو اور زنا سے اور ہر قسم کے گناہوں سے باز رکھتی ہو۔ یقینا

جو عورت ان صفات کی حامل ہو گی وہ بزبان پیغمبر بہترین عورت ہے۔

اور ایک روایت میں حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ سے مروی ہے کہ: پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ آدَمَ ثَلَاثَةٌ ، وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ آدَمَ ثَلَا ثَةٌ، مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ آدَمَ أَلْمَرْأَ ةُ الصَّالِحَةُ ، وَالْمَسْكَنُ الْوَاسِعُ ، وَالْمَرْكَبُ الصَّالِحُ ، وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ آدَمَ : اَلْمَرْأَةُ السُّوْءُ ، وَالْمَسْكَنُ السُّوْءُ، وَالْمَرْكَبُ السُّوْءُ ﴾ (احمد والطبرانی)

ابن آدم کی نیک بختی تین چیزوں میں ہے اور اس کی بدبختی بھی تین چیزوں میں ہے: آدمی کی نیک بختی میں نیک بیوی، کشادہ مکان اور اچھی سواری کا مل جانا ہے۔ اور آدمی کی بدبختی میں بری عورت ، اور بری رہائش اور بری سواری کا ملنا ہے۔

اور ابن حبان کی روایت میں تین کے بجائے چار چیزوں کا ذکر ہے جس میں ان تین چیزوں کے ساتھ چوتھی چیز اچھے یا برے پڑوسی کا ملنا ہے۔حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشادفرمایا:

﴿ مَنْ رَزَقَهُ اللّٰهُ اِمْرَأَةً صَالِحَةً فَقَدْ أَعَانَهٗ عَلٰى شَطْرِ دِيْنِهٖ ، فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ فِيْ شَطْرِ الْبَاقِيْ ﴾ (رواہ الطبرانی والحاکم)

جس کو اللہ تعالیٰ نے نیک اور صالحہ بیوی عطا فرمائی تو اس کے آدھے دین کو بچانے میں اس کی مدد کی، اُسے چاہئے کہ باقی نصف میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے۔

☆ نیک بیوی اپنے خاوند کے لئے کھیتی اور باعث سکون ہے، وہ اس کی شریک حیات، اس کے گھر کی نگہبان اور اس کی اولاد کی ماں ہے، وہ شوہر کی خوشنودی کو اپنا فریضہ سمجھتی ہے، اس کے حقوق اور مزاج کا خیال رکھتی ہے، بچوں کی تعلیم وتربیت پر پورا دھیان دیتی ہے۔ اگر بیوی نیک اور صالحہ ہو گی تو اولاد بھی صالح ہو گی اور اگر بیوی نیک نہیں تو اولاد پر بھی اس کے فاسد اثرات پڑیں گے۔ اگر بیوی نیک اور صالحہ ہو گی تو وہ اپنی دینداری اور حسن اخلاق سے قرابتداروں، پڑوسیوں کے دل میں جگہ بنا کر اپنے شوہر کے گھر کو باوقار بنا دیتی ہے اس لئے اسلام میں دیندار عورت کے ساتھ شادی کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

اس کے برعکس اگر کوئی آدمی دینداری کو چھوڑ کر صرف اس کے مال ودولت یا اس کی خوبصورتی کو سامنے رکھ کر شادی کرے گا تو اس کو کبھی راحت حاصل نہ ہو گی جیسا کہ آج کے دور میں عموماً ہو رہا ہے کہ نہ تو دینداری دیکھی جاتی ہے نہ خاندانی

شرافت، نہ ماحول نہ تعلیم ۔صرف کوٹھی بنگلہ، کار اور مال پر نظر ہوتی ہے۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ مَنْ تَزَوَّجَ اِمْرَأَةً لِعِزِّهَا لَمْ يَزِدْ هُ اللّٰهُ اِلَّا ذِلًّا ، وَمَنْ تَزَوَّجَهَا لِمَالِهَا لَمْ يَزِدْهُ اللّٰهُ اِلَّا فَقْرًا ، وَمَنْ تَزَوَّجَهَا لِحَسْبِهَا لَمْ يَزِدْ هُ اللّٰهُ اِلَّا دَنَاءَ ةً ، وَمَنْ تَزَوَّجَ اِمْرَأَةً لَمْ يُرِدْ بِهَا اِلَّا أَنْ يَّغُضَّ بَصَرَهٗ ، وَيُحَصَّنَ فَرْجَهٗ أَوْ يَصِلَ رَحِمَهٗ بَارَكَ اللّٰهُ لَهٗ فِيْهَا وَبَارَكَ لَهَا فِيْهِ ﴾　(رواه الطبرانی فی معجم الاوسط)

جو شخص کسی عورت سے اس کی وجاہت کی وجہ سے شادی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے اور ذلیل کر دیتے ہیں، اور جو اس سے مال کی خاطر شادی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے فقر کو اور بڑھا دیتے ہیں، اور جو اس کے حسب ونسب کی وجہ سے شادی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے اور زیادہ ذلیل ورسوا کر دیتے ہیں، اور جو شخص کسی عورت سے اس لئے شادی کرتا ہے تا کہ اپنی نگاہ کو حرام سے بچا سکے اور فرج کی حفاظت کر سکے یا صلہ رحمی کر سکے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس عورت میں برکت دے دیتے ہیں اور عورت کے لئے مرد کو مبارک بنا دیتے ہیں۔

ایک دوسری حدیث میں پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: عورتوں سے ان کے حسن و جمال کی بنیاد پر نکاح نہ کرو۔ ہوسکتا ہے کہ ان کا حسن و جمال انہیں تباہی کی راہ پر ڈال دے، اور نہ ان کے مال و دولت کی وجہ سے شادی کرو ہوسکتا ہے کہ ان کا مال ان کو سرکشی اور طغیانی میں مبتلا کر دے، بلکہ دین کی بنیاد پر ان سے شادی کرو۔ اور کالی کلوٹی باندی جو دین اور اخلاق سے آراستہ ہو وہ بہت بہتر ہے اس خاندانی حسینہ سے جو بد اخلاق ہو۔　(ابن ماجہ)

زنِ بد در سرائے مرد نکو　ہم دریں عالم است دوزخِ او

بری عورت نیک مرد کے گھر میں　بعینہٖ اس عالم میں اس کے لئے دوزخ ہے۔

عورت کی دینداری کے ساتھ ساتھ اس کے خاندان بھی نیک اور صالح ہو تو یہ اور بھی افضل ہے۔

شادی کے لئے خوش اخلاق عورت کا انتخاب کرنا

عورت میں دینداری کے بعد دوسرا بڑا وصف خوش اخلاقی ہے، اگر عورت خوش اخلاق ہو گی تو گھریلو الجھنوں سے

نجات حاصل ہو گی اور اگر خدانخواستہ عورت بد اخلاق ، زبان دراز اور کفران نعمت کرنی والی ہو گی تو اُس سے نفع کم اور نقصان زیادہ ہو گا۔اہل عرب کہتے ہیں کہ چھ (٦) طرح کی عورتوں سے شادی مت کرو۔

(١) انانۃ: جو ہر وقت روتی چلاتی رہے، اور ہر لمحہ شکوہ و شکایت اس کی زبان پر ہو، اور دائمی مریضہ ہو یا بہ تکلف مریض بنتی رہے کہ ایسی عورت میں کوئی خیر و برکت نہیں۔

(٢) منانۃ: جو اپنے شوہر پر احسان جتلاتی ہو کہ میں نے تمہارے لئے یہ کیا وہ کیا۔

(٣) حنانۃ: جو اپنے پہلے شوہر اور اس کی اولاد سے محبت رکھتی ہو۔

(٤) حداقۃ: جو ہر چیز کو للچائی نظروں سے دیکھے اور شوہر سے اس کی خریداری کی ڈیمانڈ کرتی رہے۔

(٥) براقۃ: ایسی عورت جو ہر وقت بناؤ سنگھار میں مصروف رہے۔ یا ایسی عورت جو کھانے کے وقت ناراض ہو کر بیٹھ جائے اور جب سب کھالیں تو تنہا پیٹ بھر لے اور ہر چیز میں سے اپنا پورا پورا حصہ الگ کر لے۔

(٦) متشدقۃ: ایسی عورت جو ہر وقت بک بک کرتی رہے اور ایک لمحہ کے لئے بھی خاموش نہ رہے۔ حدیث میں ایسے لوگوں کی مذمت بیان کی گئی ہے پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّ أَبْغَضَكُمْ اِلَيَّ وَأَبْعَدَكُمْ مِنِّيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَلثَّرْ ثَارُوْنَ، وَالْمُتَشَدِّقُوْنَ وَالْمُتَفِيْقَهُوْنَ ﴾ (ترمذی)

قیامت کے دن میرے نزدیک مبغوض ترین اور مجھ سے دور تر وہ لوگ ہوں گے جو بکواس کرنے والے ہوں، زیادہ بولنے والے ہوں اور خود ساختہ فقیہ ہوں۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جو عادتیں مردوں کے حق میں بری سمجھی جاتی ہیں ،وہ عورتوں کے حق میں اچھی ہیں، مثلاً تکبر، بزدلی، بخل وغیرہ اس لئے کہ عورت بخیل ہو گی تو اپنے اور شوہر کے مال کی حفاظت کرے گی۔ مغرور ہو گی تو دوسرے لوگوں کو اپنی نرم اور شیریں گفتاری سے متأثر نہ کر سکے گی، بزدل ہو گی تو شوہر کے خوف سے لرزاں رہے گی اور اس کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر قدم نہ رکھے گی اور تہمت کی جگہوں سے بچے گی۔

حسن و جمال

عورت میں حسن و جمال بھی مطلوب ہے اگر عورت دیندار ہونے کے ساتھ ساتھ خوب صورت اور حسن و جمال والی ہو، خوش اخلاق ہو، اس کے گیسو سیاہ اور دراز ہوں، اس کی آنکھیں روشن اور کشادہ اور سیاہ ہوں ، اس کا رنگ سفید ہو، شوہر کو

ٹوٹ کر چاہنے والی ہوتو وہ دنیا میں جنت کی حوروں کا نمونہ ہے۔حسین بیوی مل جانے سے مرد زنا اور اس کے لوازمات سے بچ جاتا ہے، اور دوسری خوبصورت عورتوں کی تلاش میں نہیں رہتا۔ دونوں میاں بیوی میں رشتہء محبت زیادہ استوار ہوتا ہے۔ اور صحیح معنی میں یہی وہ صفات ہیں جن کی طرف پیارے پیغمبر ﷺ نے اشارہ فرمایا ہے کہ:

﴿ خَيْرُ نِسَائِكُمُ الَّتِىْ اِذَا نَظَرَ اِلَيْهَا زَوْجَهَا سَرَّتْهُ، وَاِنْ أَمَرَهَا أَطَاعَتْهُ ، وَاِذَا غَابَ عَنْهَا حَفِظَتْهُ فِىْ نَفْسِهَا وَ مَالِهٖ ﴾　(رواہ نسائی)

تمہاری بہترین عورت وہ ہے کہ جب شوہر اس کی طرف دیکھے تو وہ اسے خوشی بخشے، جب کوئی حکم دے تو اس کی تعمیل کرے، جب اس کے پاس نہ ہوتو اپنے نفس اور اس کے مال کی حفاظت کرے۔

لیکن اگر عورت دیندار نہ ہوتو محض خوبصورتی کو دیکھ کر نکاح نہ کرے اس لئے کہ تنہا حسن نکاح کے مقاصد کی تکمیل نہیں کرتا۔

کنواری عورت سے شادی کرنا

حضرت عبدالرحمٰنؒ اپنے والد سالمؒ سے اور وہ اپنے والد اور عبدالرحمٰن کے دادا (یعنی حضرت عتبہ تابعیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ:

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَيْكُمْ بِالْأَبْكَارِ فَاِنَّهُنَّ أَعْذَبُ أَفْوَاهًا وَانْتَقُ أَرْحَامًا وَأَرْضٰى بِالْيَسِيْرِ ﴾　(رواہ ابن ماجہ مرسلًا)

پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہیں کنواری عورتوں سے شادی کرنا چاہئے کیونکہ وہ شیریں دھن ہوتی ہیں (یعنی کنواری عورتیں شیریں زبان وخوش کلام ہوتی ہیں اور بدزبانی اور فحش گوئی میں مبتلا نہیں ہوتیں) اور زیادہ بچے پیدا کرنے والی ہوتی ہیں، نیز وہ تھوڑے (مال واسباب) پر بھی راضی رہتی ہیں۔

اس حدیث مبارکہ کے ذریعہ کنواری عورتوں کی خصوصیات کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔ اور اُن سے شادی کی ترغیب دی گئی ہے۔کنواری لڑکی سے شادی کرنے میں جو فائدے ہیں ان میں سے بعض کی طرف تو اس حدیث مبارکہ میں اشارہ کردیا گیا ہے جب کہ دیگر فوائد میں سے :

(۱) ایک فائدہ تو یہ ہے کہ کنواری لڑکی اپنے شوہر سے زیادہ محبت کرتی ہے اور تھوڑے مال واسباب پر جو کچھ اسے شوہر کی طرف سے ملے راضی اور خوش رہتی ہے۔(۲) دوسرا فائدہ یہ ہے کہ شوہر بھی اپنی بیوی سے حقیقی اور بے پناہ محبت کرتا ہے، اس لئے کہ یہ ایک فطری بات ہے کہ شوہر کبھی نہیں چاہتا کہ اس کی بیوی کو کسی نے ہاتھ لگایا ہو، اس لئے کہ اگر اس کو بیوی

کے پہلے شوہر کا خیال آئے گا تو یقیناً اُس پر گراں گزرے گا اور اس کے ذھن پر غلط اثرات مرتب ہوں گے۔

(۳) تیسرا فائدہ یہ ہے کہ کنواری لڑکی اپنے سابقہ شوہر کے ساتھ گزری زندگی یادنہیں کرتی، جبکہ شادی شدہ عورت کو کبھی نہ کبھی اپنے پہلے شوہر کا خیال آئے گا اور وہ اس کا موجودہ شوہر کے ساتھ تقابل کرے گی تو دونوں کی زندگی میں بدمزگی پیدا ہوگی۔اسی لئے پیارے پیغمبر ﷺ نے حضرت جابرؓ (جنہوں نے ایک عمر رسیدہ شادی شدہ عورت سے نکاح کرلیا تھا، جب پیارے پیغمبر ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان) سے ارشاد فرمایا:

﴿ هَلَّا بِكْرًا تُلَاعِبُهَا وَتُلَا عِبُکَ ﴾ (بخاری و مسلم)

(تم نے) کنواری لڑکی سے شادی کیوں نہ کی وہ تم سے کھیلتی اور تم اُس سے کھیلتے۔

شادی کے لئے خوب بچے جننے والی عورت کا انتخاب کرنا

مرد کو چاہئے کہ جب وہ شادی کے لئے صالحہ عورت کا انتخاب کرے تو اس میں اس بات کا بھی لحاظ رکھے کہ وہ خوب بچے جننے والی ہو تا کہ امت محمدیہ جس کو اللہ تعالیٰ نے بہترین امت قرار دیا ہے اس کے افراد کی تعداد کو بڑھا سکے اور وہ اسلام کی خدمت کریں اور یہ پیغمبر اسلام کے نزدیک پسندیدہ اور مطلوب ہے۔اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نکاح سے پہلے یہ کیسے معلوم ہوسکتا ہے کہ کون سی عورت اپنی آئندہ زندگی میں ان اوصاف کی حامل ہوسکتی ہے؟ اس کے لئے ایک تو اس سے بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ کسی ایسی بیماری کے اندر مبتلا نہ ہو جو مانع حمل ہو، اور دوسرے اس کی والدہ اور بہنوں اور خاندان و کنبہ کو دیکھ کر بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اگر وہ صاحب اولاد ہیں تو اسے بھی اللہ اولاد عطا فرمائیں گے اس لئے کہ عام طور پر ایسا ہی ہوتا ہے۔اور طبی لحاظ سے بھی دیکھا گیا ہے کہ اگر عورت بچہ جننے والیوں میں سے ہے تو ایسی عورتیں عام طور پر صحت مند اور تندرست اور توانا جسم کی مالک ہوتی ہیں۔لیکن اگر یہ معلوم ہوجائے کہ فلاں عورت بچے پیدا نہیں کرسکتی تو اس سے شادی نہ کرے۔ چنانچہ حضرت معقل بن یسارؓ سے مروی ہے کہ: پیارے پیغمبر ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور آپ ﷺ سے عرض کرنے لگا:

﴿ يَا رَسُوْلَ اللهِ: (ﷺ) ! اِنِّیْ أَحْبَبْتُ اِمْرَأَةً ذَاتَ حَسَبٍ وَّ مَنْصَبٍ وَّمَالٍ ، اِلَّا أَنَّهَا لَا تَلِدُ ، أَفَأَ تَزَوَّجُهَا ؟ فَنَهَاهُ ۔ ثُمَّ أَ تَاهُ الثَّانِيَةَ ، فَقَالَ لَهُ مِثْلَ ذَالِکَ ، ثُمَّ أَتَاهُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ لَهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَام : تَزَوَّجُوا الْوَلُوْدَ الْوَدُوْدَ فَاِنِّیْ مُكَاثِرٌ بِكُمُ الأُمَمَ ﴾ (رواہ ابو داؤد والنسائی والحاکم)

اے اللہ کے رسول ﷺ ! مجھے ایک حسب ونسب،عزت ومرتبہ اور مالدار عورت سے محبت ہے لیکن اس

عورت میں ایک خامی ہے، اور وہ یہ کہ وہ بانجھ ہے، تو کیا میں اس سے شادی کرلوں؟ تو آپ ﷺ نے انہیں منع فرمادیا، وہ پھر دوبارہ آئے اور یہی بات دھرائی، آپ ﷺ نے بھی وہی جواب دیا، وہ صاحب پھر تیسری مرتبہ آئے تو پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ ایسی عورت سے شادی کرو جو بہت بچے جننے والی اور بہت محبت کرنے والی ہو، اس لئے کہ میں تمہاری کثرت کی وجہ سے اور امتوں پر فخر کروں گا۔

اس حدیث مبارکہ سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ نکاح پیارے پیغمبر ﷺ سے محبت کی علامت، اور آپ ﷺ کی رضامندی کے حصول کا ذریعہ بھی ہے کیونکہ قیامت کے دن پیارے پیغمبر ﷺ دوسرے انبیاء علیہم السلام پر اس لئے فخر فرمائیں گے کہ آپ ﷺ کی امت زیادہ ہوگی۔ اور نکاح کا مقصد ہی افزائش نسل ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ میں نکاح اس لئے کرتا ہوں کہ بچے پیدا ہوں۔ ایک حدیث میں بانجھ عورت کے متعلق آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ لَحَصِيْرَةٌ فِيْ نَاحِيَةِ الْبَيْتِ خَيْرٌ مِّنْ اِمْرَأَةٍ لَا تَلِدُ ﴾ (الاحیاء ص۵۰ ج۲)

گھر کے کونے میں پڑا ہوا بوریا بانجھ عورت سے بہتر ہے۔ اور بچے پیدا کرنے والی عورت کی تعریف کرتے ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿خَيْرُ نِسَائِكُمُ الْوَلُوْدُ الْوَدُوْدَ﴾ (بیہقی)

تمہاری بہترین بیویاں وہ ہیں جو بچے پیدا کریں اور محبت کریں۔

منکوحہ عورت میں ان دونوں صفات کو ساتھ ساتھ اس لئے ذکر کیا کہ اگر کسی عورت کے ہاں بچے تو پیدا ہوتے ہوں مگر وہ اپنے خاوند سے محبت کم کرتی ہو تو اس صورت میں خاوند کو اس کی طرف رغبت کم ہوگی، اور اگر کوئی عورت خاوند سے محبت تو بہت کرے مگر اس کے یہاں بچے پیدا نہ ہوں تو اس صورت میں مطلوب حاصل نہ ہوگا۔ اور فرمایا کہ:

﴿ سَوْدَاءُ الْوَلُوْدَ خَيْرٌ مِّنْ حُسَنَاءٍ لَا تَلِدْ ﴾ (ابن حبان)

بچے پیدا کرنے والی سیاہ فام عورت اس خوبصورت عورت سے بہتر ہے جو بانجھ ہو۔

اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ذَرُوا الْحَسَنَاءُ الْعَقِيْم ، وَعَلَيْكُمْ بِالسَّوْدَاءِ الْوَلُوْدَ ، فَاِنِّيْ مُكَاثِرُ بِكُمُ الْأُمَمِ ﴾

خوبصورت بانجھ عورت کو چھوڑو، سیاہ فام بچے پیدا کرنے والی عورت سے شادی کرو کہ میں قیامت کے روز دوسری امتوں پر تمہاری کثرت سے فخر کروں گا۔

اولاد انسان کے لئے زینت اور نافع ہے

اور اس لئے بھی بچے جننے والی عورت کا انتخاب کرے کہ اولاد انسان کے لئے دنیا کی زندگی میں زینت اور خوبصورتی ہے، اور دنیا اور آخرت میں انسان کو نفع پہنچانے والی ہے، جیسا کہ ربّ العالمین کا ارشاد ہے:

{ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا } (الکھف:۳۶)

مال اور اولاد دنیوی زندگی کی زینت ہیں۔

اور حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ اِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: اِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْ لَهٗ ﴾ (اخرجه مسلم ، كتاب الوصية)

جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے نیک اعمال کا سلسلہ بھی منقطع ہو جاتا ہے مگر تین طرح کے اعمال (کا سلسلہ اس کے مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے):(۱) صدقہ جاریہ والے اعمال، (۲) یا علم کا وہ سلسلہ (جو اس نے قائم کیا تھا اور) لوگ اس کے مرنے کے بعد بھی اس سے نفع اٹھاتے رہے۔(۳) یا نیک اولاد (جو اس کے مرنے کے بعد) اس کے لئے دُعاء گو رہی۔

اور حضرت ابو ہریرہؓ ہی پیارے پیغمبر ﷺ سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ اِنَّ الرَّجُلُ لَتُرْفَعُ دَرَجَتَهُ فِي الْجَنَّةِ ، فَيَقُوْلُ: أَنّٰى هَذَا ؟ فَيُقَالُ: بِاِسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ } رواه ابن ماجه، و فى رواية أحمد: { اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَيَرْفَعُ الدَّرَجَةَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فِي الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ : يَارَبِّ أَنىّٰ لِيْ هٰذَا ؟ فَيَقُوْلُ: بِاِسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ ﴾ (باب بر الوالدين ، كتاب الادب ،ابن ماجه، واحمد فى المسند:۱۶،۳۵۶)

آدمی کا درجہ جنت میں بڑھا دیا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے: یہ کیسے ہوا؟ تو اس سے کہا جاتا ہے تمہارے بیٹے کا

تمہارے لئے استغفار کرنے کی وجہ سے۔ (یہ تو ابن ماجہ کے الفاظ ہیں اور احمد نے اس روایت کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے کہ) اللہ تبارک وتعالیٰ نیک بندے کے لئے ایک درجہ جنت میں بڑھا دیتے ہیں تو وہ پوچھتا ہے: اے پروردگار! میرا یہ درجہ کیسے میرے لئے بڑھا دیا گیا؟ تو ربّ العالمین اس سے فرماتے ہیں تمہارے بیٹے کے تمہارے لئے استغفار کرنے کی وجہ سے۔

اور حضرت انس ؓ پیارے پیغمبر ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ سَبْعٌ يَجْرِىْ أَجْرَهَا لِلْعَبْدِ بَعْدَ مَوْتِهٖ وَهُوَ فِىْ قَبْرِهٖ: مَنْ عَلَّمَ عِلْمًا، أَوْ أَجْرٰى نَهْرًا أَوْ حَفِرَ بِئْرًا أَوْ غَرَسَ نَخْلًا ، أَوْ بَنٰى مَسْجِدًا ، أَوْ وَرَّثَ مَصْحَفًا ، أَوْ تَرَكَ وَلَدًا يَسْتَغْفِرُ لَهٗ بَعْدَ مَوْتِهٖ ﴾ (رواه البيهقى فى شعب الايمان و ابو نعيم فى حلية الاولياء)

سات چیزیں ہیں جن کا اجر بندے کے لئے اس کی موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے جبکہ وہ اپنی قبر میں ہوتا ہے: جس نے علم سکھلایا، یا نہر جاری کی، یا کنواں کھودوایا، یا درخت لگایا، یا مسجد بنوائی، یا قرآن کریم کسی کو ہدیہ دیا، یا اپنے پیچھے اولاد چھوڑی جو اس کی موت کے بعد اس کے لئے استغفار کرے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّ مِمَّا يُلْحِقُ الْمُؤْمِنُ مِنْ عَمَلِهٖ وَحَسَنَاتِهٖ بَعْدَ مَوْتِهٖ : عِلْمًا عَلَّمَهٗ وَنَشَرَهٗ ، وَوَلَدًا صَالِحًا تَرَكَهٗ ، وَمَصْحَفًا وَرَّثَهٗ ، أَوْ مَسْجِدًا بَنَاهُ ، أَوْ بَيْتًا لِاِبْنِ السَّبِيْلِ بَنَاهُ أَوْ نَهْرًا أَجْرَاهُ ،أَوْ صَدَقَةً أَخْرَجَهَا مِنْ مَّالِهٖ فِىْ صِحَّتِهٖ وَحَيَاتِهٖ ، يُلْحِقُهٗ مِنْ بَّعْدِ مَوْتِهٖ ﴾ (ابن ماجه فى المقدمة)

بیشک مؤمن کے مرنے کے بعد اس کے اعمال اور نیکیوں میں سے جو چیز اس کو پہنچتی ہے ان میں سے علم ہے جو اس نے پڑھایا اور پھیلایا، اور نیک اولاد ہے جو اس نے چھوڑی، اور قرآن کریم ہے کہ اس کا وارث کسی کو بنایا، یا مسجد ہے جو اس نے تعمیر کی، یا مسافروں کے لئے مسافر خانہ بنایا، یا نہر ہے جو اس نے جاری کی، یا صدقہ ہے جو اس نے اپنی زندگی میں اور صحت وتندرستی میں نکالا، یہ وہ چیزیں ہیں جن کا ثواب صدقہ جاریہ کے طور پر اس کے مرنے کے بعد اس کو پہنچتا رہتا ہے۔

روایات میں یہ بھی ہے کہ یہ دعائیں نور کے طباق میں سجا کر مرنے والے شخص کے سامنے پیش کی جاتی ہیں۔

کم سن بچوں کی سفارش

اسی طرح اگر اولاد میں سے کسی بچے کا انتقال کم سنی میں ہوگیا تو وہ قیامت کے روز اس کے حق میں سفارش کرے گا۔ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

﴿ أَلسَقطُ يَجُرُّ أَبَوَيْهِ اِلَى الْجَنَّةِ ﴾ (ابن ماجہ)

ضائع ہو جانے والا بچہ اپنے والدین کو جنت کی طرف کھینچے گا۔ اور فرمایا:

﴿ اِنَّهُ يَأْ خُذُ بِثَوْبِهٖ كَمَا أَنَا اْلاٰنَ آخذٌ بِثَوْبِكَ ﴾ (مسلم)

بچہ اپنے باپ کا دامن اس طرح پکڑے گا جس طرح میں تمہارا کپڑا پکڑے ہوئے ہوں۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ بچے سے جنت میں جانے کو کہا جائے گا تو وہ اندر جانے کے بجائے جنت کے دروازے پر ٹھر جائے گا اور غصیلی آواز میں کہے گا کہ میں اُس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوں گا جب تک میرے ماں باپ میرے ساتھ نہ ہوں۔ (ابن حبان)

ایک طویل روایت میں ہے کہ قیامت کے دن بچے اس میدان میں جمع ہوں گے جہاں حساب ہو رہا ہوگا، فرشتوں سے کہا جائے گا کہ ان بچوں کو جنت میں لے جاؤ، بچے جنت کے دروازے پر ٹھر جائیں گے، وہاں متعین فرشتے بچوں سے کہیں گے اے مسلمانوں کے بچو! خوش آمدید! جنت میں آجاؤ تم سے کوئی حساب وکتاب نہیں ہے۔ بچے کہیں گے کہ ہمارے ماں باپ کہاں ہیں؟ انہیں بتلایا جائے گا کہ تمہارے ماں باپ تم جیسے نہیں ہیں ان کے ذمّہ کچھ گناہ ہیں، ان سے باز پرس کی جائے گی، یہ سن کر بچے چیخیں گے اور سب مل کر بیک وقت آہ وزاری کریں گے، اللہ تعالیٰ باوجودیکہ ان کے حال سے واقف ہوں گے، فرشتوں سے دریافت فرمائیں گے کہ یہ کس طرح کا شور ہے؟ عرض کیا جائے گا: خداوندا! مسلمانوں کے بچوں کا شور ہے، ان کا کہنا یہ ہے کہ ہم اپنے ماں باپ کے ساتھ جنت میں جائیں گے، ورنہ نہیں! اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیں گے کہ اس مجمع میں گھس جاؤ اور ان بچوں کے والدین کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں لے جاؤ۔ (احیاء العلوم ص ۵۲ ج ۲)

معلوم ہوا کہ اولاد ربّ العالمین کی گراں قدر نعمت اور اس کی عطا اور بخشش ہے جسے وہ چاہتا ہے اسے بخشتا ہے اور نیک اولاد کا نفع والدین کو دنیا اور آخرت میں ملتا ہے اور اسلام اس کی ابتداء شادی سے کرتا ہے اس لئے کہ یہ فطرت انسانی کی حاجت وضرورت اور زندگی کی شوخیوں کا مرکز ومحور ہے۔ لیکن بڑے افسوس کا مقام ہے کہ آج ہمارے معاشرے نے شادی

اور نکاح کو بہت بڑا بوجھ اور بھاری خرچ والا بنا لیا ہے اور اس سلسلہ میں پیارے پیغمبر ﷺ کے ارشاداتِ عالیہ اور اسوۂ حسنہ کو پس پشت ڈالتے ہوئے بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔

جس عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ ہو اس کو ایک نظر دیکھنا

شادی کا مسئلہ بہت اہم ہے، ساری عمر کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزارنے کا معاہدہ ہوتا ہے۔ اور اس پاکیزہ نسبت کی وجہ سے خاندان کے خاندان باہم جڑ جاتے ہیں، اور اگر اس رشتہ میں ناچاقی اور بگاڑ خدانخواستہ پیدا ہو جائے تو دو خاندانوں کے درمیان نفرت اور دوری پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے یہ مناسب نہیں کہ یہ معاملہ ناواقفی اور بے خبری کے ساتھ اندھیرے میں ہو، بلکہ واقفیت اور بصیرت کے ساتھ ہونا چاہئے۔ اور شریعت نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ نکاح سے پہلے ایک دوسرے کے حالات، اخلاق وعادات، اطوار، عمر، عزت، خوش سلیقگی اور تقویٰ کی خوب اچھی طرح جستجو کر لینا چاہئے تاکہ بعد میں کسی ناگوار یا خلاف طبع بات پیش آنے پر زوجین میں کوئی کشیدگی وغیرہ پیدا نہ ہو۔ اور یہ معلومات قابل اعتماد لوگوں اور خاص کر عورتوں کے ذریعہ سے بھی حاصل ہو سکتی ہیں، جو بھی ذریعہ اختیار کیا جائے مگر اس میں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ یہ نہایت ہی خفیہ طریقہ سے ہو، تاکہ رشتہ پسند نہ آنے کی صورت میں عورت کو یا اس کے گھر والوں کو گرانی اور ناگواری نہ ہو۔ مرد کے لئے بہتر اور مستحب ہے کہ جس عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہو، نکاح سے قبل خود اس عورت کو ایک نظر دیکھ لے۔ چنانچہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ خَطَبْتُ اِمْرَأَةً ، فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : هَلْ نَظَرْتَ اِلَيْهَا ؟ قُلْتُ لَا ، قَالَ فَانْظُرْ اِلَيْهَا فَاِنَّهُ أَحْرٰى أَنْ يُّؤْدَمَ بَيْنَكُمَا ﴾۔ (رواه احمد والترمذی، والنسائی وابن ماجه)

میں نے ایک خاتون کے لئے نکاح کا پیغام دیا، (یا پیغام دینے کا ارادہ کیا) تو پیارے پیغمبر ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کیا تم نے اس کو دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے دیکھا تو نہیں ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ایک نظر دیکھ لو یہ اس مقصد کے لئے زیادہ مفید ہوگا کہ تم دونوں میں الفت ومحبت اور خوشگواری رہے۔

معلوم ہوا کہ منسوبہ کو نکاح کا پیغام بھیجنے سے پہلے ایک نظر دیکھ لینا مستحب ہے کیونکہ اگر عورت پسند آنے کے بعد نکاح کیا جائے تو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت والفت زیادہ ہوگی، اور بدکاری سے بچا رہے گا جو نکاح کا اصل مقصود ہے، اور اپنے انتخاب پر کوئی شرمندگی نہ ہوگی۔ ایک روایت میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ:

﴿جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ :فَقَالَ اِنِّیْ تَزَوَّجْتُ اِمْرَأَةً مِّنَ الْأَنْصَارِ، قَالَ فَانْظُرْ اِلَیْهَا فَاِنَّ فِیْ أَعْیُنِ الْأَنْصَارِ شَیْئًا﴾ (رواہ مسلم)

ایک شخص نے پیارے پیغمبر ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں انصاری عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہوں (اس بارہ میں آپ ﷺ کی کیا ہدایت ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا تم اس عورت کو دیکھ لو (تو اچھا ہے) کیونکہ انصار کی آنکھوں میں کچھ ہوتا ہے۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انصار کی عورتوں کی آنکھیں چھوٹی ہوتی تھیں یا ان میں چُندھیاہٹ ہوتی تھی اس لئے پیارے پیغمبر ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو ان دونوں عیبوں سے آگاہ بھی فرمایا اور دیکھنے کی اجازت بھی دی کہ جب تم میں سے کوئی کسی انصاری خاتون سے شادی کرنے کا ارادہ کرے تو اُسے دیکھ لے تا کہ بعد میں رنجش نہ ہو۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اِذَا خَطَبَ أَحَدُكُمُ الْمَرْأَةَ فَاِنِ اسْتَطَاعَ أَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی مَا یَدْعُوْهُ اِلٰی نِكَاحِهَا فَلْیَفْعَلْ ﴾ (رواہ ابو داؤد)

پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ نکاح کا پیغام بھیجے تو اگر وہ اس (عورت کے ان اعضاء) کو دیکھنے پر قادر ہو جو اس کو نکاح کی رغبت دلاتے ہیں (یعنی ہاتھ اور چہرہ) تو ایک نظر دیکھ لے۔

سنن ابی داؤد میں حضرت جابرؓ کا یہ بیان مروی ہے کہ میں نے ایک عورت کے لئے نکاح کا پیام دینے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ ﷺ کی اس ہدایت کے مطابق میں چھپ چھپ کر اس کو دیکھنے کی کوشش کرتا تھا، یہاں تک کہ اس میں کامیاب ہو گیا پھر میں نے اس سے نکاح کر لیا۔

لڑکی یا عورت کو دیکھنے میں چند باتوں کا لحاظ نہائیت ضروری ہے:

(۱) لڑکی کا صرف چہرہ اور ہاتھوں کا دیکھنا جائز ہے، چہرہ سے خوبصورتی اور ہاتھوں سے جسم کی ساخت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ (۲) دیکھنے کے لئے لڑکی کی اجازت کی شرط نہیں ہے کیونکہ اجازت دینے سے وہ شرم محسوس کرتی ہے، اور اجازت کے بعد انکار کی صورت میں اس کی دل آزاری بھی ہوتی ہے۔

(۳) اگر لڑکی کو خود دیکھنا ممکن نہ ہو تو کسی با اعتماد عورت کو بھیج کر اس کے ذریعہ سے معلومات حاصل کر لے، اور یہی صورت فقہاء کے ہاں زیادہ مناسب ہے۔ (مظاہر حق ۳:۲۶۲)

شادی کے لئے دیندار مرد کا انتخاب کرنا

دوسری جانب پیارے پیغمبر ﷺ نے عورت کے اولیاء کی اس جانب رہنمائی فرمائی کہ وہ اپنی لختِ جگر کے لئے ایسے لڑکے کو تلاش کریں جو دیندار اور با اخلاق ہو، نسب وغیرہ میں اس کے ہم پلّہ ہو۔ تاکہ خاندان کی دیکھ بھال اور بیوی کے حقوق اور بچوں کی تربیت کی ذمہ داری کو مکمل طور سے ادا کر سکے، اور اپنی عزت و ناموس کی حفاظت اور گھر کے اخراجات وغیرہ کو عمدگی سے پورا کر سکے۔ بغیر دینداری کے حقوق کی ادائیگی نہیں ہوتی، جب تک آدمی دین کا پابند نہ ہو تو اس کی کسی بات کا اعتبار نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی اس کا کوئی کام حدود کے اندر ہوتا ہے۔ اور دینداری سے مراد صرف نماز و روزہ نہیں بلکہ عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت، اور پاکیزہ اخلاق ہیں یعنی دین کے تمام شعبوں پر جو آدمی عمل پیرا ہو وہ دیندار کہلائے گا۔ اس لئے پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿ أَلنِّكَاحُ رِقٌّ فَلْيَنْظُرْ أَحَدكُم أَين يَضَعُ كَرِيْمَتَهٗ ﴾ (بیہقی)

نکاح عورت کو کنیز بناتا ہے اس لئے یہ دیکھ لیا کرو کہ تم اپنی بیٹی کو کہاں دے رہے ہو۔

اس لئے بچی کے حق میں احتیاط بے حد ضروری ہے شوہر کو تو طلاق کا حق حاصل ہوتا ہے اس لئے وہ تو کسی بھی وقت اس حق کو استعمال کر کے عورت سے کنارہ کشی اختیار کر سکتا ہے لیکن اگر عورت کو دیندار آدمی نہ ملا تو وہ شوہر کی قید میں رہے گی اور اس سے نجات حاصل کرنا اس کے لئے آسان نہ ہوگا۔ اس لئے بچی کے سرپرستوں کو رشتہ طے کرنے سے قبل لڑکے کے اخلاق اور کردار کو اور اس کی دینداری کو اچھی طرح سے دیکھ لینا چاہئے۔ اور جب اخلاق اور کردار اور دینداری کے اعتبار سے موزوں رشتہ مل جائے تو اپنی لختِ جگر کو اس کے سپرد کر دینا چاہئے اس لئے کہ پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿ اِذَاخَطَبَ اِلَيْكُمْ مَّنْ تَرْضَوْنَ دِيْنَهٗ وَخُلُقَهٗ فَزَوِّجُوْهُ ، اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَ فَسَادٌ عَرِيْضٌ ﴾ (رواه الترمذی)

جب تمہارے پاس (تمہاری لڑکی یا لڑکے کے رشتے کے بارے میں) ایسا شخص شادی کے لئے آئے جس کو تم دیندار سمجھتے ہو اور اس کے اخلاق تمہیں پسند ہوں تو تم (بلا تردد اور بلا تاخیر اس کا پیغام منظور کر کے اس سے اپنی اولاد کی) شادی کر دو، اگر تم ایسا نہ کرو گے تو روئے زمین پر فتنہ اور زبردست فساد پھیل جائے گا۔

اگر سرپرستوں نے پیغام دینے والے مرد میں دینداری اور حسن خلقی نہ دیکھی بلکہ صرف مال یا حسن و جمال یا دنیوی

منصب و مرتبہ کو دیکھ کر اس سے کسی عورت کا نکاح کر دیا تو اس عورت کی دینداری تو تباہ ہوگی ہی جس کی وجہ سے اس کی آخرت کا نقصان ہوگا لیکن اس کے ساتھ اس کی دنیاوی زندگی بھی آرام سے نہیں گزرے گی۔ حضرت حسن بصریؒ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا کہ میری ایک بیٹی ہے اس کے متعدد رشتے آئے ہیں۔ ان میں سے کس رشتہ کا انتخاب کروں؟ فرمایا: اس آدمی سے شادی کرو جو خوف خدا رکھتا ہو، اگر وہ پسند کر لے گا تو محبت و اکرام کرے گا، اور اگر ناپسند ہوگی تو اس پر ظلم نہیں کرے گا۔ ایک نیک اور شریف عورت کے لئے اس سے بڑھ کر کیا فتنہ ہوسکتا ہے کہ وہ ایک ایسے شوہر کے جال میں پھنس جائے اور اس کے ساتھ زندگی گزارنے پر مجبور ہو جائے جو آزاد خیال ہو، دین و مذہب اور اخلاق اور شرافت سے عاری ہو، جو نہ رشتہ کی پرواہ کرے اور نہ عہد و پیمان کی، جس کے نزدیک عزت غیرت شرافت کی کوئی حیثیت نہ ہو۔ پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿ اِنَّمَا مَثَلُ الْجَلِيْسُ الصَّالِحِ وَالْجَلِيْسِ السُّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيْرِ فَحَامِلِ الْمِسْكِ اِمَّا أَن يُّحْذِيْكَ ، وَاِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ ، وَاِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحًا طَيِّبَةً ، وَنَافِخُ الْكِيْرِ اِمَّا أَنْ يَّحْرِقَ ثِيَابَكَ وَاِمَّا أَنْ تَجِدَ رِيْحًا خَبِيْثَةً ﴾ (بخاری)

اس حدیث میں پیارے پیغمبر ﷺ نے اچھی اور بری صحبت کی مثال دی ہے فرمایا: نیک صحبت کی مثال تو عطار کی دکان جیسی ہے۔ عطر بیچنے والی کی دکان پر جب آپ بیٹھیں گے تو یا تو آپ اس سے عطر خریدیں گے اور چاہے عطر نہ بھی خریدیں، کم از کم دماغ میں خوشبو آ جائے گی، دماغ تو معطر ہو جائے گا، کپڑوں میں خوشبو کی ہوا بھرے گی، گھر پہنچیں گے تو گھر والے کہیں گے یہ خوشبو کہاں سے آ رہی ہے؟ اور کچھ نہیں تو بدن اور کپڑوں کو خوشبو لگ جائے گی، ناک میں پہنچ جائے گی۔ تو عطار کی دکان پر جانے سے کم از کم دماغ تو معطر ہو ہی جاتا ہے۔ اور بری صحبت کی مثال ایسی ہے جیسے لوہار کی دکان، کہ بعض دفعہ لوہا گرم ہوتا ہے کٹتا ہے تو اس کی کوئی چنگاری آپ کے کپڑے کو جلا دے گی، اور کچھ نہیں تو تھوڑی سی کالک ہی کپڑے کو لگ جائے گی، لوہے کے جلنے کی تھوڑی سی بدبو ہی ناک کے اندر آ جائے گی۔ اور میاں بیوی تو زندگی بھر کے مصاحب اور ساتھی ہیں تو کیا کوئی بیوی یا خاوند یہ پسند کریں گے کہ اس کا ساتھی آگ کی بھٹی میں ہمیشہ پھونک کر اس کے کپڑے جلاتا رہے، یا اس کو کریہہ اور خبیث بدبو پہنچتی رہے؟ ہرگز نہیں۔

ایک بزرگ کا قصہ

حضرت تھانویؒ نے ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ ان کی ایک بیٹی تھی جس کے لئے کثرت سے شادی کے پیغام آرہے تھے،انہوں نے اپنے پڑوسی سے جو کہ ایک یہودی تھا اس سلسلہ میں مشورہ کیا کہ فلاں فلاں جگہ سے میری بچی کے لئے شادی کے پیغام آئے ہیں تمہارے نزدیک کونسی جگہ بہتر رہے گی؟ اس نے پہلے تو عذر کیا اور کہا کہ میں دین میں تمہارے مخالف ہوں ، اور مخالف کے مشورہ کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ بزرگ نے کہا تم میرے پڑوسی ہو اور شریف آدمی ہو اس لئے غلط مشورہ نہیں دو گے اس لئے بلا تکلف مشورہ دو۔ تو وہ یہودی کہنے لگا کہ میں نے سنا ہے کہ تمہارے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

﴿ تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ ، لِمَا لِهَا ، وَلِجَمَا لِهَا، وَلِحَسَبِهَا، وَلِدِيْنِهَا، فَاظْفُرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ ﴾

عورت سے نکاح کرنے میں چار باتوں کو دیکھا جاتا ہے مال، جمال، حسب اور دین کو پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم دیندار سے نکاح کرنے کی کوشش کرو۔

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام میں سب سے زیادہ دیکھنے کی چیز دین ہے ، اور جتنے لوگوں نے آپ کی بچی کے لئے پیام بھیجے ہیں ان میں سے کسی میں بھی پورا دین نہیں ہے، اس لئے میرے خیال میں تم فلاں طالب علم سے جو آپ کی مسجد میں رہتا ہے وہ بڑا دیندار ہے اس سے اپنی بچی کی شادی کردو ، چنانچہ اس بزرگ نے اسی طالب علم سے اپنی بچی کی شادی کر دی جو کہ عمر بھر کامیاب رہی اور وہ لڑکی راحت سے رہی۔ (التبلیغ)

اس لئے دین اور اخلاق کو بنیاد بنانا اور اس کی بنیاد پر رشتہ کا انتخاب کرنا ایک ایسی اہم چیز ہے جو مؤمن مرد اور عورت دونوں کے لئے اطمینان وسکون اور بچوں کی اسلامی تربیت اور خاندان کے لئے عزت وشرافت اور بقاء کا ذریعہ ہے۔ مگر افسوس کہ آج کل عمومی طور پر دینداری کے بجائے مال و دولت ، دنیوی عہدہ و ملازمت یا دنیوی تعلیم کو دیکھ کر رشتہ دیا جاتا ہے جس کے بعض اوقات بھیانک نتائج دیکھنے پڑتے ہیں۔ پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ مَنْ زَوَّجَ كَرِيْمَتَهُ مِنْ فَاسِقٍ فَقَدْ قَطَعَ رَحِمَهَا ﴾ (ابن حبان)

جس شخص نے کسی فاسق سے اپنی بیٹی کی شادی کی اس نے قطع رحمی کی۔

شادی بیاہ کا پیغمبری معیار

خود پیارے پیغمبر ﷺ کے پاس آپ ﷺ کی لخت جگر حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے لئے جب حضرت علیؓ نے نکاح کا پیغام بھیجا تو آپ ﷺ نے اسے منظور فرمالیا، جبکہ حضرت علیؓ نہ تو مالدار تھے ، نہ ان کی کوئی بزنس تھی نہ

تجارت اور نہ ہی مکان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے علم اور تقویٰ کو دیکھا اور دیکھا کہ عمر مناسب ہے، خاندان اچھا ہے تو رشتہ منظور فرمالیا۔

شوہر اور بیوی میں عمر کا تناسب

آج کل عورتوں کے حقوق میں جو کوتاہی کی جاتی ہے اس میں سے ایک یہ بھی ہے کہ شوہر اور بیوی کی عمر میں برابری کا خیال نہیں رکھا جاتا اور ایک چھوٹی عمر کی لڑکی کو بڑی عمر کے آدمی سے بیاہ دیا جاتا ہے، یا اس کے برعکس جوان عورت کو بچے سے بیاہ دیا جاتا ہے۔

روایات میں آتا ہے کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر ساڑھے پندرہ سال کی ہوگئی اور سن بلوغت کو پہنچ گئیں تو پہلے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس دولت عظمیٰ کے شرف کی درخواست کی، کیونکہ یہ شرف ان کو حاصل تھا کہ ان کی صاحبزادیاں پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں تھیں اور ازواج مطہرات میں داخل تھیں، وہ چاہتے تھے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دامادی کا شرف بھی انہیں حاصل ہو جائے مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کم عمر ہونے کا عذر فرمادیا۔ ان حضرات کی عمر زیادہ تھی، پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تناسب بین العمرین کی رعایت فرماتے ہوئے دونوں حضرات کی درخواست رد فرمادی۔

پھر حضرت علیؓ نے جن کی عمر اس وقت اکیس (۲۱) سال تھی، شرماتے ہوئے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی درخواست کو قبول فرمالیا۔ اس سے ایک بات تو یہ ثابت ہوئی کہ اگر لڑکی چھوٹی ہو تو شوہر کی عمر زیادہ نہیں ہونی چاہئے، اور بے جوڑ شادی مناسب نہیں۔ اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اگر لڑکا عمر میں لڑکی سے کسی قدر عمر میں زیادہ ہو تو اس میں مضائقہ نہیں جس طرح کا تناسب حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کی عمروں میں تھا، اس لئے کہ عورت محکوم ہوتی ہے اور مرد حاکم، نیز عورت کے قویٰ ضعیف ہوتے ہیں بنسبت مرد کے، اس لئے وہ جلد بوڑھی ہو جاتی ہے۔　　(اسلامی شادی)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی

حضرت علیؓ نے جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے رشتہ کا پیغام دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول فرمالیا: حضرت بریدہؓ روایت فرماتے ہیں کہ:

﴿ اِنَّ نَفَرًا مِّنَ الْأَنْصَارِ قَالُوْا لِعَلِيِّ رضی اللہ عنہ : عِنْدَکَ فَاطِمَةِ رَضِیَ اللہ عنہا فَدَخَلَ عَلِیًّاعَلَی النَّبِيِّ ﷺ ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَقَالَ: مَا حَاجَةَ اِبْنِ أَبِيْ طَالِبٍ؟ قَالَ:

ذَکَرْتُ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَرْحَبًا وَّأَ هْلًا ... ﴾

انصار کے کچھ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: تمہارے لئے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رشتہ ہے۔ (یعنی تم شادی کے لئے حضرت فاطمہؓ کے ہاں پیغام نکاح دے سکتے ہو)۔ حضرت علیؓ پیارے پیغمبر ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کیا۔ پیارے پیغمبر ﷺ نے پوچھا: ابو طالب کے بیٹے! کس ضرورت سے آئے ہو؟ حضرت علیؓ نے عرض کیا: میں فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کے رشتے کے سلسلہ میں حاضر ہوا ہوں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: {مَرْحَبًا وَاَهْلًا} تمہارا آنا مبارک ہو، تم اپنے گھر والوں میں آئے ہو۔

اِس سے زیادہ کچھ نہ فرمایا: حضرت علیؓ آپ ﷺ کے پاس سے نکل کر انصار کے کچھ لوگوں کے پاس گئے جو انہیں دیکھ رہے تھے، انہوں نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے تو صرف {مَرْحَبًا وَاَهْلًا} فرمایا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ آپ کے لئے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے (جواب میں) دونوں لفظوں کے بجائے صرف ایک ہی لفظ کافی تھا، اس کے باوجود پیارے پیغمبر ﷺ نے آپ کو {مَرْحَبًا وَاَهْلًا} دونوں عطا فرمائے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

☆ جو شخص شادی کرنا چاہتا ہو اس کے لئے مناسب رشتہ کی طرف رہنمائی کرنی چاہئے۔

☆ اپنا رشتہ خود پیش کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

☆ اگر رشتہ منظور ہو تو {مَرْحَبًا وَاَهْلًا} کہہ کر جواب دینا چاہئے۔

ایک روایت میں ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے حضرت علیؓ سے دریافت فرمایا:

﴿ هَلْ لَکَ مِنْ مَّهْرٍ؟ قُلْتُ عِنْدِیْ رَاحِلَتِیْ وَ دِرْعِیْ ، فَبِعْتُهُمَا بِأَرْبَعِ مِائَةٍ ، وَقَالَ أَکْثِرُوْا مِنَ الطِّیْبِ لِفَاطِمَةِ فَاِنَّهَا اِمْرَأَةٌ مِّنَ النِّسَآءِ ﴾ (التاریخ الکبیر ص۶۱:ج۲۰)

تمہارے پاس حق مہر کی ادائیگی کے لئے کیا چیز ہے؟ حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ ایک سواری اور جنگ بدر میں جو زرّہ مال غنیمت کے حصہ میں ملی تھی اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: اس کو فروخت کردو، اور کچھ کپڑے، اور خوشبو خرید لو کیونکہ فاطمہ بھی خواتین میں سے ہے۔

(اور باقی مہر کے طور پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دے دو! حضرت علیؓ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اس کو فروخت کر دیا۔ جس کے پانچ سو (۵۰۰) یا چار سو اسی (۴۸۰) درہم ملے اسی میں شادی کے تمام اخراجات کئے گئے۔

نکاح اور رخصتی

سیدۃ النساء حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کی شادی کے سلسلہ میں جب ابتدائی مراحل طے ہو چکے تو پیارے پیغمبر ﷺ نے بامر خداوندی مجلس نکاح قائم کر کے حضرت فاطمہؓ کا نکاح حضرت علی المرتضیٰؓ سے کر دیا، اور عام روایات کے مطابق ان کا مہر چار سو (۴۰۰) مثقال مقرر کیا گیا۔ مجلس نکاح میں اکابر صحابہ کرامؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ وغیرہ اور کچھ حضرات انصارؓ میں سے مدعو تھے، اور یہی حضرات اس شادی کے گواہ بھی تھے۔ پیارے پیغمبر ﷺ نے خطبہ پڑھ کر نکاح کر دیا، اور ایک طباق میں چھوارے لے کر حاضرین میں تقسیم کر دیئے۔ نکاح کی یہ تقریب بالکل سادہ تھی، اس میں کسی قسم کے تکلفات نہیں تھے اور نہ ہی زمانے کی رسمیں تھیں۔

نکاح کے بعد پیارے پیغمبر ﷺ نے اپنی دختر کو بی بی امّ ایمن کے ساتھ حضرت علیؓ کے گھر مبارک میں روانہ فرمادیا اور جنت کی عورتوں کی یہ سردار حضرت فاطمہؓ امّ ایمن کی معیت میں پیدل چل کر تشریف لے گئیں، نہ کوئی ڈولی تھی اور نہ کوئی سواری۔ اس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کی عمر بعض سیرت نگاروں کے مطابق پندرہ سال اور پانچ ماہ تھی، اور بعض کے نزدیک اٹھارہ سال تھی۔ اور حضرت علیؓ کی عمر مشہور قول کے مطابق اس وقت اکیس (۲۱) سال تھی۔ واللہ اعلم بالصواب۔
(تفسیر قرطبی ج ۱۴: ص ۲۴۱: بنات اربعہ ص ۲۶۵)

نکاح کے لئے استخارہ کرنا

نکاح کرنے کا جب ارادہ ہو تو پہلے استخارہ کر لے اور پھر جس طرف دل میں ترجیح پیدا ہو جائے وہ کام کرنا چاہئے، استخارہ ایک دعاء ہے کہ اے اللہ! اگر یہ معاملہ میرے لئے خیر ہو تو میرے قلب کو متوجہ کر دے ورنہ میرے دل کو ہٹا دے اور جو میرے لئے بہتر ہو اس کو تجویز کر دے، استخارہ سے مقصود محض طلب خیر ہے، خبر معلوم کرنا نہیں۔ استخارہ خالی الذھن ہو کر اور طبیعت کو یکسو کر کے کیا جائے تو یہ زیادہ مفید ہوتا ہے۔ استخارہ کے بارے میں اسی کتاب میں ہم پہلے تفصیل سے ذکر کر چکے ہیں وہاں دیکھ لیا جائے۔

★★★

جہیز کی حقیقت اور اس کا حکم

رہنے سہنے کا میرا جب سے ٹھکانا ہو گیا جانے کیوں دشمن تب سے میرا زمانہ ہو گیا
بیٹیوں کی شادی کی فکر میں ایک بوڑھا باپ کل کمانے کے لئے گھر سے روانہ ہو گیا

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جہیز

سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراء کی شادی کے موقع پر پیارے پیغمبر ﷺ نے اپنی جانب سے بطور جہیز جو سامان دیا وہ یہ تھا: حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ عن علیؓ انّ رسول اللہ ﷺ لمّا زوجه فاطمة بعث معهما بخميلة ووسادة من ادم حشوها ليف ورحيين و سقاء وجرتين ﴾ (مسند احمد)

حضرت علی فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے جب میرے ساتھ حضرت فاطمہؓ کی تزویج کر دی تو آپ ﷺ نے سیدہ فاطمہؓ کے جہیز میں درج ذیل چیزیں ارسال فرمائیں:

(۱) ایک عدد لحاف، (۲) ایک عدد چمڑے کا گدا جس کے اندر کھجور کے درخت کی چھال (یا اذخر خوشبودار گھاس) بھری ہوئی تھی، (۳) دو عدد چکیاں آٹا پیسنے کے لئے، (۴) کچھ گندم، (۵) ایک عدد پانی کا مشکیزہ، (۶) اور دو عدد مٹی کے گھڑے تھے۔

اور بعض روایات میں ہے کہ سیدۃ النساء حضرت فاطمہ الزہراءؓ کا جہیز دو یمنی چادریں، چار گدے، چاندی کے دو بازو بند، ایک کملی، تکیہ، ایک پیالہ، ایک چکی، ایک مشکیزہ اور پانی رکھنے کا برتن یعنی گھڑا اور ایک پلنگ تھا۔

پیارے پیغمبر ﷺ کی پیاری صاحبزادی کی ازدواجی زندگی کی ضروریات پورا کرنے کے لئے کل سامان معیشت یہی کچھ تھا، اس میں امت کے لئے سبق ہے کہ مسلمان کے لئے اصل چیز فکر آخرت ہے اور یہ زندگی عارضی ہے اس کے لئے کسی بڑی کدو کاوش کی ضرورت نہیں۔

جہیز کی اسی مندرجہ بالا روایت کو سامنے رکھ کر جہیز کو سنت قرار دیا جاتا ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ حضرت علیؓ کے سرپرست تھے، آپ ﷺ نے اپنے چچا سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مانگ کر بچپن سے پالا تھا اور

حضرت علیؓ آپ ﷺ کے پاس ہی رہتے تھے، شادی کے بعد الگ گھر کی ضرورت ہوئی تو آپ ﷺ نے بحیثیت سر پرست چند ضروری چیزوں کا انتظام فرمایا، اور یہ بھی پیارے پیغمبر ﷺ نے اپنی جانب سے نہیں بلکہ حضرت فاطمہؓ کے مہر سے جس کو حضرت علیؓ نے نکاح سے قبل ادا فرما دیا تھا اسی رقم سے یہ چند ضروری چیزیں خریدیں۔ اور حضرت حارثہؓ سے مکان دلوایا۔ چنانچہ حضرت علیؓ خود نقل فرماتے ہیں کہ جب میں نے حضرت فاطمہؓ کے ساتھ شادی کا پیغام آپ ﷺ کو دیا تو آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا:

﴿وَمَا عِنْدَکَ؟ قُلْتُ فَرَسِیْ وَدِرْعِیْ، قَالَ اَمْسِکْ فَرَسَکَ فَلَا بُ لَکَ مِنْهُ ، وَأَمَّا بدنُکَ فَبِعْهَا، فَبِعْتُهَا بِأَرْبَعِ مِائَةٍ وَّثَمَا نِیْنَ دِرْهَمًا ،فَأَ تَیْتُ بِهَا النَّبِیُّ ﷺ فَوَضَعْتُهَا فِیْ حِجْرِهٖ ، فَقَبَضَ مِنْهَا قَبْضَةً ، فَقَالَ یَا بِلَالْ ! أَبْغِنَا بِهَا طِیْبًا ، وَأَمَرَهُمْ أَنْ یَّجْهَزُوْهَا۔... الخ﴾ (رواہ الطبرانی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد:ج۵ ص۲۰۵)

آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس (مہر کے لئے) کیا ہے؟ میں نے کہا گھوڑا اور زرہ ہے، فرمایا: گھوڑے کی بہر حال تمہیں ضرورت ہو گی، رہی زرہ تو اسے فروخت کردو، میں نے اس کو چار سو اسی (۴۸۰) درھم میں فروخت کردیا اور اس کی رقم لے کر پیارے پیغمبر ﷺ کے پاس حاضر ہوا، اور وہ رقم آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کردی، آپ ﷺ نے اس میں سے ایک مٹھی بھر لے کر حضرت بلالؓ سے فرمایا: اے بلال! اس رقم سے خوشبو خرید کر میرے پاس لاؤ، اور آپ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ اس سے حضرت فاطمہؓ کے جہیز کا سامان کردو۔

اسی طرح کی روایات **موارد الظمآن للهیشمی، شرح المواهب اللدنیه لمحمد بن عبد الباقی الزرقانی، مجمع الزوائد، طبقات الکبریٰ لابن سعد**، وغیرہ میں بھی ہیں۔ اور مسند احمد کے الفاظ ہیں کہ:

﴿ فَأَمَرَهُ النَّبِیُّ ﷺ أَنْ یَّبِیْعَهَا لِیُجَهِّزَ الْعُرُوْسَ بِثَمَنِهَا ،وَتَقَدَّمَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانٌ فَاشْتَرَی الدِّ رعَ بِأَرْبَعَ مِائَةٍ وَّسَبْعِیْنَ دِ رْهَمًا ، حَمَلَهَا عَلِیٌّ ، وَوَضَعَهَا أَمَامَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ، فَتَنَاوَلَهَا بِیَدِهِ الْكَرِیْمَةِ ، ثُمَّ دَفَعَهَا اِلٰی بِلَا لؓ لِیَشْتَرِی بَعْضَهَا طِیْبًا وَعَطَرًا، ثُمَّ یَدْفَعُ الْبَاقِیْ اِلیٰ أُمِّ سَلَمَةؓ لِتَشْتَرِیْ جَهَّازَ الْعُرُوْس۔﴾

پیارے پیغمبر ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو زرہ فروخت کرنے کا حکم دیا تا کہ اس کی قیمت سے دلہن کو تیار کیا جائے۔ انہوں نے اس کو حضرت عثمان بن عفان ؓ کی خدمت میں پیش کیا تو انہوں نے چار سو ستر (۴۷۰) درہم میں اس کو خرید لیا۔ حضرت علیؓ نے اس کی قیمت لی اور پیارے پیغمبر ﷺ کی خدمت میں پیش کر دی، آپ ﷺ نے اس کو اپنے دست مبارک سے اٹھایا، پھر اس کو حضرت بلال ؓ کے حوالہ کر دیا تا کہ وہ اس سے خوشبو اور عطر خرید لیں، اور بقیہ دراہم پیارے پیغمبر ﷺ نے حضرت امّ سلمہ ؓ کے سپرد کر دیئے تا کہ وہ اس سے دلہن کا سامان خریدیں۔ (مسند احمد وسنن النسائی کتاب النکاح)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے حضرت فاطمہ ؓ کی شادی کے موقعہ پر جو ضروری سامان فراہم کرنے کا حکم دیا تھا وہ مہر کی پیشگی رقم سے کیا گیا تھا، اس لئے دور حاضر میں رائج جہیز کے لئے اس کو دلیل بنانا درست نہیں۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نکاح پر لڑکی یا اس کے گھر والوں سے تلک یا جہیز کے ساز وسامان، گاڑی یا رقوم یا ان میں سے کسی ایک کا مطالبہ کرنا جائز نہیں بلکہ شرعاً ممنوع ہے اور علماء نے اسے رشوت کا درجہ دیا ہے، کسی کا مال غلط اور خلاف شرع طریقوں سے لینا اور اس کو استعمال میں لانا شرعاً حرام ہے۔

ربّ العالمین کا ارشاد ہے:

﴿ يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ﴾ (سورۃ النساء آیت:۲۹)

اے ایمان والو! آپس میں تم ایک دوسرے کے مال کو ناحق (غلط اور ناجائز) طریقے سے نہ کھاؤ، سوائے اس کے کہ (کوئی شرعی طریقہ اختیار کرو جیسے) کوئی تجارت باہمی رضامندی سے وجود میں آئی ہو (تو وہ جائز ہے)۔

اور حدیث مبارکہ میں ارشاد ہے:

﴿ أَلَا لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ اِلَّا بِطِيْبِ نَفْسٍ مِّنْهُ ﴾

خبردار! کسی مسلمان کا مال بغیر اس کی دلی رضامندی اور اجازت کے لینا حلال نہیں ہے۔

ہاں اگر خلوص کامل سے شوہر کی خدمت کی جائے بغیر اس کے کہ شوہر یا اس کے گھر والوں کو اس کی خواہش یا

طلب، یا انتظار ہوتو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

جہیز جو درحقیقت اپنی بیٹی کے ساتھ صلہ رحمی اور اس کے لئے تحفہ اور عطیہ ہے جو فی نفسہ مباح بلکہ مستحسن ہے، اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے گنجائش دی ہے تو خوب دے لیکن اس میں اس بات کا خیال رکھے کہ گنجائش سے زیادہ دینے کی کوشش نہ کرے، اور نہ ہی اسراف کرے اس لئے کہ قرآن کریم میں ربّ العالمین نے اسراف سے منع فرمایا ہے کہ:

﴿ وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴾ (سورۃ انعام آیت:۱۴۲)

اور اسراف نہ کرو، اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

﴿ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴾

اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں، اور نہ تنگی کرتے ہیں، اور اُن کا خرچ کرنا اس (افراط وتفریط) کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے۔ (الفرقان ٦٧)

اور نہ ہی اس کے لئے قرض کا بوجھ اٹھائے اس لئے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ مگر افسوس کہ آج امت مسلمہ نے ہندو تہذیب سے متأثر ہو کر جہیز کی رسم اور دیگر رسوم ورواج کو معاشرہ میں داخل کر کے دونوں جہانوں کی ناکامی اور مصائب وآلام کو دعوت دے دی ہے۔ اور جہیز کو نکاح کا لازمی حصہ بنا کر باقاعدہ اس کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ جس نے لڑکی کے اولیاء کو سودی قرض لینے، قیمتی زمین، سامان اور مکان فروخت کرنے، اور غریب بہن اور بیٹی کو عمر بھر کے لئے بن بیاہی گھر پر بیٹھنے یا خودکشی کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔

اور جہیز ساتھ نہ لانے پر کہیں تو اسے زندہ جلا دیا جاتا ہے، کہیں اسے طعن وتشنیع اور جسمانی ایذا کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو اسلامی تعلیمات کے سراسر خلاف، حرام اور رشوت ہے۔ جب کہ شریعت میں کوئی ایسی دلیل نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ جہیز بیوی پر واجب ہے، بلکہ شریعت کی روشنی میں تو گھریلو ساز وسامان، نان ونفقہ، کھانا، لباس، رہائش وغیرہ شوہر پر واجب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ، لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ﴾

اور جس کا وہ بچہ ہے (یعنی باپ) اس کے ذمہ واجب ہے ان (ماؤں) کا کھانا اور کپڑا قاعدے (اور معروف طریقے) کے مطابق، کسی شخص کو حکم نہیں دیا جاتا مگر اس کی وسعت وبرداشت کے مطابق۔

(سورۃ البقرۃ آیت ۲۳۳)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد مطلقات (طلاق شدہ عورتوں) کے بارے میں:

﴿ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ، وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰهُ اللّٰهُ ، لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰهَا ﴾ (الطلاق آیت ۷)

ہر وسعت رکھنے والے کو اپنی وسعت کے مطابق (بچہ پر) خرچ کرنا چاہئے، اور جس شخص کے لئے رزق تنگ کر دیا گیا ہو (اور اس کی آمدنی کم ہو تو اس کو چاہئے کہ) اللہ تعالیٰ نے جتنا اس کو دیا ہے اُس میں سے خرچ کرے، اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا جتنا اس کو دیا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد مطلقات کے بارے میں:

﴿ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ ﴾ (الطلاق)

تم ان (مطلقہ) عورتوں کو اپنی وسعت (اور حیثیت) کے موافق اسی جگہ رہنے کا مکان دو جہاں تم رہتے ہو۔

اور حجۃ الوداع کے موقعہ پر پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِتَّقُوْا اللّٰهَ فِي النِّسَآءِ ، فَاِنَّهُنَّ عَوَانٌ عِنْدَ كُمْ ، أَخَذْتُمُوْهُنَّ بِأَمَا نَةِ اللّٰهِ ، وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوْجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللّٰهِ،لَكُمْ عَلَيْهِنَّ، أَلَّا يُو طئن فِرَاشَكُمْ أحدًا تَكْرَهُوْنَهٗ ، وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِا لْمَعْرُوْفِ﴾

عورتوں کے متعلق اللہ سے ڈرو، وہ تمہاری معین و مددگار ہیں، بیشک تم نے ان کو اللہ کے حکم سے اپنایا ہے، اور اللہ کے حکم سے ان کی شرمگاہوں کو حلال کیا ہے، تمہارا حق ان پر یہ ہے کہ اپنے اوپر کسی کو قدرت نہ دیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو، اور تم پر ان کا کھانا اور لباس بھلے طریقے سے واجب ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ:

﴿ أَنَّ رَجُلاً جَآءَ اِلَى النَّبِى ﷺ فقال : مَا حَقُّ الْمَرْأَةِ عَلَى زَوْجِهَا ؟ فقال ﷺ: يُطْعِمُهَا اِذَا طَعِمَ ، وَ يَكْسُوْهَا اِذَا كَسَى ، وَلاَ يَهْجُرُهَا فِي الْبَيْتِ ، وَلَا يَضْرِبُهَا،

وَلَا يَقْبَحْ ﴾۔

ایک آدمی پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا: (یا رسول اللہ) شوہر پر بیوی کا کیا حق ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جب وہ خود کھائے تو اُسے بھی کھلائے، اور جب خود پہنے تو اُسے بھی پہنائے، اُس کو گھر میں تنہا نہ چھوڑے، اُس کو نہ مارے، نہ برا بھلا کہے۔

معلوم ہوا کہ جس طرح نان ونفقہ، لباس اور رہائش کی جگہ کا بندوبست کرنا شوہر پر واجب ہے، اسی طرح گھریلو ساز وسامان کا بندوبست کرنا بھی شوہر کی ذمہ داری ہے، بیوی نہ سامان جہیز لانے کی پابند ہے اور نہ ہی اس کو اس پر مجبور کیا جاسکتا ہے۔

اس کے باوجود اگر لڑکی کے ورثاء اپنی مرضی سے اپنی لڑکی کو کچھ دینا چاہیں تو ضرورت کے لحاظ سے دیں جن چیزوں کی سر دست زیادہ ضرورت ہو وہ دیں، اور غیر ضروری چیزیں جو استعمال میں نہیں آتیں بلکہ صرف نام اور تفاخر کے لئے دی جاتی ہیں وہ نہ دیں بلکہ اس کی جگہ نقدی دے دیں تا کہ وہ اپنی ضرورت کے مطابق اسے کام میں لا سکے۔ کچھ لوگ محض نمود و نمائش اور فخر ومباہات کی خاطر لاکھوں روپے غیر ضروری سامان پر خرچ کر دیتے ہیں جو کسی طرح بھی جائز نہیں اس سے بچنے کی ضرورت ہے۔

گھریلو سامان کی فراہمی اور نمائش

نیز اس دینے میں اعلان اور دکھلاوا نہ ہو، کیونکہ یہ اپنی اولاد کے ساتھ صلہ رحمی اور ہدیہ ہے اس میں دکھلاوہ اور تفاخر کی ضرورت نہیں لیکن شادی بیاہ کے موقع پر کی جانے والی اکثر رسموں کا تعلق صرف تفاخر اور شیخی سے ہے جب کہ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴾

بیشک اللہ تعالیٰ ایسوں کو پسند نہیں کرتے جو اپنے کو بڑا سمجھتے ہوں، شیخی کی باتیں کرتے ہوں۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴾

بے شک اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اور پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ لَا يَدْ خُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنَ الْكِبْرِ ﴾

جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی کبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔

اور ایک حدیث میں ہے:

﴿ مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ ﴾

جو شخص شہرت کے واسطے کوئی کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو شہرت دے گا (اور قیامت کے دن اس کو رسوا کرے گا۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ:

﴿ مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ أَلْبَسَهُ اللّٰهُ ثَوْبَ الذُّلِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴾

جو شخص دکھاوے اور شہرت کی غرض سے کوئی کپڑا پہنے گا اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائے گا۔

ان آیات اور احادیث میں عجب اور تکبر اور شہرت وتصنع سے روکا گیا ہے۔لیکن اب نہ ہدیہ مقصود ہوتا ہے اور نہ ہی صلہ رحمی، بلکہ ناموری اور شہرت اور رسم کی پابندی کی نیت سے سب کچھ کیا جاتا ہے، وَری اور جہیز دونوں کا اعلان ہوتا ہے، مخصوص اور معین اشیاء ہوتی ہیں، اور تمام چیزیں عام مجمع میں لائی جاتی ہیں اور ایک ایک چیز سب کو دکھلائی جاتی ہے، برتن، جوڑے، صندوق، حتی کہ آئینہ اور کنگھی تک شمار کر کے دکھلائے جاتے ہیں، اور فہرست بنا کر سب کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔ جہیز میں بعض ایسی چیزیں تفاخر کے لئے دی جاتی ہیں جو کبھی استعمال میں نہیں آتیں محض ڈیکوریشن پیس ہوتے ہیں، کاش جس قدر بیہودہ رسومات پر پیسہ اڑایا جاتا ہے اس سے ان دونوں کے لئے کوئی جائیداد خرید کر دی جاتی، یا ان کے لئے تجارت کا کوئی سلسلہ شروع کر دیا جاتا تو کس قدر راحت ہوتی۔ (اصلاح الرسوم، اصلاح النساء)

☆☆☆☆☆

حقوق زوجیت حاصل ہونے کے لئے مہر کا لزوم

مہر حقوق زوجیت حاصل ہونے کے اس معاوضے کو کہتے ہیں جو عورت کو اس کے شوہر کی طرف سے دیا جاتا ہے اور اس کا مقصد عورت کا اعزاز واکرام ہے، نہ تو یہ عورت کی قیمت ہے جسے ادا کر کے یہ سمجھا جائے کہ وہ شوہر کے ہاتھوں بک گئی اور اب اس کی حیثیت ایک کنیز اور باندی کی ہے۔ اور نہ یہ محض ایک رسمی، فرضی اور کاغذی کاروائی ہے جس کے بارے میں یہ سمجھا جائے کہ اسے عملاً ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ اس کا منشا شریعت کی نظر میں یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی عورت کو بیوی بنا کر اپنے گھر میں لائے تو اس کا مناسب اکرام کرے، اور اسے مہر کی صورت میں ایسا ہدیہ پیش کرے جو اس کے اعزاز واکرام کے مناسب ہو۔

امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ کی بعثت سے قبل زمانہ جاہلیت میں نکاح کا جو شریفانہ طریقہ عربوں میں رائج تھا اس میں بھی مہر مقرر کیا جاتا تھا، اور مرد کے لئے ضروری ہوتا تھا کہ وہ ایک معین رقم بیوی کو ادا کرے، اسلام نے اس طریقہ کو برقرار رکھا۔ مہر اس بات کی علامت ہے کہ کسی عورت سے نکاح کرنے والا مرد اس کا طالب اور خواستگار ہے اور وہ اپنی حیثیت اور استطاعت کے مطابق اس کو مہر کا نذرانہ پیش کرتا ہے، یا اس کی ادائیگی اپنے ذمہ لیتا ہے۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ الشُّرُوْطِ أَنْ تُوْ فُوْا بِهٖ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوْجَ ﴾(متفق علیہ)

پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: جن شرطوں کا پورا کیا جانا تمہارے لئے ضروری ہے ان میں سب سے اہم شرط وہ ہے جس کے ذریعہ تم نے شرم گاہوں کو حلال کیا ہے۔

اس حدیث مبارکہ میں سب سے اہم شرط سے مراد بیوی کا مہر ہے اور مہر کی ادائیگی کے بعد اس کے دیگر تمام حقوق ہیں۔ پیارے پیغمبر ﷺ نے مہر کی کوئی خاص مقدار معین نہیں فرمائی کیونکہ نکاح کرنے والوں کے مالی حالات اور استطاعت مختلف ہوسکتی ہے اس لئے اسے شوہر کی حیثیت اور استطاعت پر موقوف رکھا ہے لہٰذا شریعت کا تقاضہ یہ ہے کہ مہر کی رقم نہ تو اتنی زیادہ رکھی جائے کہ شوہر اسے ادا کرنے پر قادر ہی نہ ہو اور نہ اتنی کم کہ عورت کے اعزاز واکرام کا پہلو بالکل مفقود ہوجائے۔ البتہ پیارے پیغمبر ﷺ نے اپنی صاحبزادیوں کا مہر پانچ سو درہم یا اس کے قریب) مقرر فرمایا اور اکثر ازواج مطہرات کا جو مہر ادا کیا گیا اس کی رقم بھی اسی کے لگ بھگ تھی جس کا آئندہ سطور میں ذکر کیا جائے گا۔ مگر آپ ﷺ کے

زمانے میں آپ ﷺ کی صاحبزادیوں یا ازواج مطہرات کے مہر کے برابر لوگ مہر ادا کرنا ضروری نہیں سمجھتے تھے، بلکہ آپ ﷺ کی موجودگی میں اس سے کم بھی ادا کیا گیا اور زیادہ بھی۔

مہر محض زبانی جمع خرچ اور رسمی قسم کی چیز نہیں بلکہ شوہر کے ذمہ اس کی ادائیگی لازم ہے، الّا یہ کہ بیوی خود ہی وصول نہ کرنا چاہے اور دل سے خاوند کو معاف کردے۔ قرآن کریم میں صراحتاً ارشاد ہے:

﴿ وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ﴾ (النساء: ۴)

یعنی اپنی بیویوں کے مہر خوش دلی سے ادا کرو۔

بعض لوگ مہر کے بارے میں بدنیت ہوتے ہیں اور اس کو محض زبانی جمع وخرچ سمجھتے ہیں کہ دینا دلانا تو کچھ نہیں۔ اور بعض لوگ اس کا اپنی جہالت کی وجہ سے اظہار بھی کر دیتے ہیں کہ جی جتنا مہر رکھنا ہے رکھ لو کس نے ادا کرنا ہے۔ حالانکہ اس کا اتنا بڑا گناہ ہے کہ قیامت کے دن ایسا آدمی زنا کا مجرم قرار دیا جائے گا۔ چنانچہ میمون کردی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

﴿ أَيُّمَا رَجُلٍ تَزَوَّجَ اِمْرَأَةً عَلٰى مَا قَلَّ مِنَ الْمَهْرِ أَوْ كَثُرَ لَيْسَ فِيْ نَفْسِهٖ أَنْ يُّؤَدِّيَ اِلَيْهَا حَقَّهَا لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَهُوَ زَانٍ ﴾۔ (رواه الطبرانی فی الاوسط والصغیر)

جس شخص نے کسی عورت سے کم یا زیادہ مہر پر نکاح کیا اور اس کے دل میں اس حق مہر کی ادائیگی کا ارادہ ہی نہیں ہے تو قیامت کے دن اللہ کے حضور میں زنا کار کی حیثیت سے پیش ہوگا۔ (معارف السنن ص ۳۵۴ ج۱)

اسی طرح کی ایک روایت حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص نکاح کرے اور مہر طے کرے اور اس کی ادائیگی کی نیت نہ ہو تو وہ خدا کے نزدیک زانی ہے۔

(ابن عبدالرزاق: ۱۸۵: اتحاف الخیر: شمائل ص ۱۱۶ ج ۱۱)

اس حدیث میں ایسے لوگوں کے لئے بڑی سخت وعید ہے جو مہر کو صرف زبانی اور رسمی بات سمجھتے ہوئے اتنی بڑی رقم کے مہر مقرر کر لیتے ہیں جن کی ادائیگی کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ جس شخص کو سو روپے دینے کی قدرت نہ ہو وہ لاکھوں کے حساب سے کیسے ادا کرے گا اس لئے بہتر اور سلامتی اسی میں ہے کہ مہر کم رکھا جائے۔ جو لڑکے کی حیثیت کے مطابق ہو اور جس کی ادائیگی لڑکے یا اس کے گھر والوں کے لئے آسان ہو اور پیشگی ہی ادا کر دیا جائے۔ اور حدیث میں بھی حیثیت اور طاقت سے زیادہ بوجھ لادنے کی ممانعت آئی ہے۔ پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ لَا يَنْبَغِيْ لِلْمُؤْمِنِ أَنْ يُّذِلَّ نَفْسَهٗ ، قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ يُذِلَّ نَفْسَهٗ؟ قَالَ يَتَحَمَّلُ مِنَ الْبَلَاءِ مَالَا يُطِيْقُهٗ ﴾

کسی مؤمن کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اپنے آپ کو ذلیل کرے، عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ اپنے آپ کو کس طرح ذلیل کرتا ہے؟ ارشاد فرمایا: ایسی مصیبت کا تحمل کرتا ہے جس کی طاقت نہیں رکھتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ تحمل سے زیادہ مہر مقرر نہ کیا جائے۔

مہر کی تخفیف موافق سنت ہے

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے {خَيْرُهُنَّ أَيْسَرُ صَدَاقًا} (ابن حبان)

بہترین عورتیں وہ ہیں جن کے مہر ہلکے پھلکے ہوں۔

اور ایک روایت میں امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عورت کا مبارک ہونا یہ ہے کہ اس کی منگنی کا پیغام جلد آئے، اس کا مہر کم ہو اور اس کے بچے جلد پیدا ہوں۔ (سنن کبریٰ: ۷، ۲۳۵: شمائیل ۱۲۱)

عمر بن دینار فرماتے ہیں کہ مجھے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مبارک پہنچا کہ، بہترین نکاح وہ ہے جس میں مہر کم ہو۔ (سنن کبریٰ: ۷، ۲۳۲: شمائیل ۱۲۱)

حضرت سعید بن المسیب ؒ نے اپنی صاحبزادی کا نکاح حضرت ابو ہریرہؓ سے دو درہم کے عوض میں کیا، اور بنفسِ نفیس اپنی صاحبزادی کو حضرت ابو ہریرہؓ کے گھر لے کر گئے اور انہیں اندر بھیج کر خود واپس تشریف لے گئے۔

حضرت عمرؓ کے زمانے میں لوگ عجمی لوگوں کے رسم و رواج سے متاثر ہو کر بھاری بھاری مہر مقرر کرنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں لوگوں کو اس طرف توجہ دلائی اور بتایا کہ مسلمانوں کے سوچنے کا انداز کیا ہونا چاہئے۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

﴿ أَلَا: لَا تُغَالُوْا صَدُقَةَ النِّسَاءِ فَإِنَّهَا لَوْ كَانَتْ مَكْرُمَةً فِي الدُّنْيَا ، وَتَقْوَى عِنْدَ اللّٰهِ لَكَانَ أَوْلَا كُمْ بِهَا نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ : مَا عَلِمْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: نَكَحَ شَيْئًا مِّنْ نِّسَائِهٖ ، وَلَا أَنْكَحَ شَيْئًا مِّنْ بَنَاتِهٖ عَلٰى أَكْثَرَ مِنْ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ أُوْقِيَّةً ﴾(رواہ احمد، و ابو داؤد ،

ونسائی و ابن ماجہ)

لوگو! عورتوں کے بھاری بھاری مہر مقرر نہ کرو اس لئے کہ اگر یہ دنیا ذرا بھی عزت وشرف کی چیز ہوتی اور اللہ کی نظر میں یہ کوئی بڑائی کی بات ہوتی، تو نبی کریم ﷺ سب سے زیادہ اس کے مستحق تھے کہ وہ زیادہ سے زیادہ مہر مقرر فرماتے ، لیکن جہاں تک مجھے علم ہے رسول اللہ ﷺ نے خود اپنے نکاح میں بھی بارہ (۱۲) اوقیہ (جو چارسو (۴۰۰) درہم بنتا ہے) سے زیادہ مہر مقرر نہیں فرمایا، اور نہ صاحبزادیوں کی شادی میں بارہ اوقیہ سے زیادہ مہر باندھا۔ایک بوڑھی عورت کھڑی ہوئیں، انہوں نے قرآن شریف کی آیت {وَ اٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا} کی تلاوت کرتے ہوئے اس پابندی پر اعتراض کیا تو حضرت عمرؓ منبر سے یہ فرماتے ہوئے اتر گئے :

{كُلُّ النَّاسِ أَعْلَمُ مِنْ عُمَرَ حَتَّى الْعَجَائِزْ} (ترمذی: اسوہ رسول اکرم ﷺ ص۴۹۹)

یعنی ہر شخص عمر سے زیادہ علم والا ہے حتی کہ بوڑھیاں بھی ۔ اور آپ اس مسئلہ میں شدت فرمانے سے رک گئے ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے مہر میں غلومت کیا کرو، اور زائد مت رکھا کرو۔ (سنن کبریٰ)

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

﴿ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كَمْ كَانَ صَدَاقُ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ كَانَ صَدَاقُهُ لِأَزْوَاجِهٖ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ أَوْقِيَةً وَنَشٌّ، قَالَتْ أَتَدْرِيْ مَالنَّشُّ؟ قُلْتُ لَا، قَالَتْ نِصْفُ أَوْقِيَةٍ ، فَتِلْكَ خَمْسُ مِائَةِ دِرْهَمٍ ﴾ (رواہ مسلم۔مشکوٰۃ ج۲:ص۹کتاب النکاح)

میں نے امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے (اپنی ازواج مطہراتؓ کا) مہر کتنا مقرر کیا تھا؟ فرمایا: (آپ ﷺ) ازواج مطہرات کا مہر بارہ اوقیہ اور ایک نش مقرر فرماتے تھے۔ پھر حضرت عائیشہؓ نے پوچھا کہ ''جانتے ہو نش کسے کہتے ہیں''؟ میں نے عرض کیا کہ ''نہیں'' انہوں نے فرمایا کہ ایک نش آدھے اوقیہ کے برابر ہوتا ہے، (ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے) اس طرح ساڑھے بارہ اوقیہ کے پانچ سو درہم ہوئے۔

مہر چونکہ ایک مالی حق ہے جسے ادا کرنا ہے، لہٰذا دونوں جانب سے جس پر رضامندی ہو جائے وہی بہتر ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اکثر لوگ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عورتوں کے مہر کی مقدار کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے جس مقدار پر طرفین میں رضامندی ہو جائے۔ اسی طرح کی روایت حضرت ابو سعید خدریؓ سے بھی مروی ہے۔ (کشف الغمہ)

مہر کا وجوب

عورت کے نکاح اور رخصتی کے بعد جب خاوند کی اس سے تنہائی میں ملاقات ہو جائے تو اس پر مہر واجب ہو جاتا ہے، خواہ وطی کی ہو یا نہ کی ہو اور اس کا موقعہ ملا ہو یا نہ ملا ہو۔ اسی طرح خدانخواستہ طلاق کی نوبت آجائے تو عدت بھی واجب ہو جاتی ہے، خواہ وطی کی ہو یا نہ کی ہو۔ حضرت عمر بن خطابؓ سے مروی ہے کہ جب خلوت کا پردہ گر جائے تو مہر واجب ہو جاتا ہے۔ (کنز العمال)

حضرت زید بن ثابتؓ سے مروی ہے کہ جب آدمی منکوحہ کے پاس چلا جائے اور پردہ گرا دے تو مہر واجب ہو جاتا ہے۔ (خواہ اس سے وطی کا موقع ملے یا نہ ملے یا نہ کرے)۔

مہر کی کم سے کم مقدار

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دس درہم سے کم مہر جائز نہیں، اگر کوئی اس سے کم مقرر بھی کرے تو پھر بھی اسے دس درہم ہی ادا کرنے واجب ہوں گے، (اور دس درہم آج کے تول کے اعتبار سے تقریباً ۳۴ گرام چاندی ہوتی ہے)۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :لَا تَنْكَحُوا النِّسَآءَ اِلَّا كُفَاءً ، وَلَا يُزَوِّجُهُنَّ اِلَّا اَلْاَوْلِيَاءَ وَلَا مَهْرَ دُوْنَ عَشْرَةِ دَرَاهِمَ ﴾ (دارقطنی)

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عورتوں کا نکاح ان کے کفوء ہی سے کیا جائے، اور عورتوں کا نکاح ان کے ولی کریں، اور دس درہم سے کم مہر کا اعتبار نہیں ہے۔

اسی طرح دارقطنی اور بیہقی میں حضرت علیؓ کا ارشاد منقول ہے کہ:

﴿ لَا صَدَاقَ أَقَلُّ مِّنْ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ ﴾

دس درہم سے کم کا مہر معتبر نہیں ہے۔

ازواج مطہرات کے مہر

1) امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہ؄ کا مہر چار سو درہم تھا۔

2) امّ المؤمنین سیدہ حفصہ؄ بنت عمر بن خطاب؄ کا مہر چار سو درہم تھا۔

3) امّ المؤمنین سیدہ امّ حبیبہ بنت ابی سفیان؄ کا مہر چار سو دینار تھا جو حبشہ کے بادشاہ نجاشی؄ نے آپ ﷺ کی طرف سے ادا کیا تھا۔اور پیغام نکاح بھی آپ ﷺ کی طرف سے انہوں نے ہی دیا تھا۔

4) امّ المؤمنین سیدہ امّ سلمہ بنت ابی امیہ؄ کا مہر ایک بستر تھا جس میں پتے بھرے ہوئے تھے، ایک پیالہ، کھانے کا برتن اور ایک ڈوئی تھی۔

5) امّ المؤمنین سیدہ حضرت سودہ بنت زمعہ؄ کا مہر چار سو درہم تھا۔

6) امّ المؤمنین سیدہ حضرت زینب بنت جحش؄ کا مہر بھی چار سو درہم تھا۔

7) امّ المؤمنین سیدہ حضرت میمونہ بنت حارث؄ کا مہر چار سو درہم تھا جو آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس؄ نے آپ ﷺ کی طرف سے ادا کیا۔اور دوسرے قول کے مطابق انہوں نے اپنا نفس بغیر مہر کے آپ ﷺ کو ہبہ کر دیا تھا۔

8) امّ المؤمنین سیدہ حضرت زینب بنت خزیمہ؄ کا مہر بھی چار سو درہم تھا۔

9) امّ المؤمنین سیدہ حضرت جویریہ بنت حارث؄ کا مہر بھی چار سو درہم تھا۔آپ ﷺ نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح فرمایا۔

10) امّ المؤمنین سیدہ حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب؄ جن کا تعلق قبیلہ بنو نضیر سے تھا یہ جنگ خیبر میں قیدی ہو کر آئی تھیں آپ ﷺ نے انہیں آزاد فرما کر ان سے نکاح فرمایا اور ان کی آزادی ہی ان کا مہر قرار پائی تھی۔

امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہ؄ کے قول کے مطابق ازواج مطہرات میں سے کسی زوجہ کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی سے کم نہ تھا، اور ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی کی مقدار پانچ سو درہم بنتی ہے۔اور یہی بات زیادہ صحیح ہے کیونکہ اس کی صحت پر امام بخاری ومسلم کا اتفاق ہے، اور امّ المؤمنین کو ان باتوں کا زیادہ علم تھا۔ (فضائل امہات المؤمنین ص ۶۳)

امّ المؤمنین سیدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد؄ کے مہر کے بارے میں ذکر نہیں ہے کہ ان کا کتنا مہر تھا۔جبکہ ابن اسحاق؅ فرماتے ہیں کہ ان کا مہر بیس اونٹنیاں تھیں، ابو طالب کے خطبہ میں اس کا ذکر ہے کہ محمد ﷺ نے میرے مال میں

سے موجل و معجّل رقم بطور مہر مقرر کی ہے۔ علامہ دولابی اور دوسرے بعض حضرات نے فرمایا کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بارہ اوقیہ سونا بطور مہر کے ادا فرمایا تھا۔ (فضائل امہات المؤمنین ص ۱۱۰)

شادی میں سادگی و آسانی باعث برکت ہے

امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا:

﴿اِنَّ أَعْظَمَ النِّكَاحِ بَرَكَةً أَيْسَرَهُ مَؤُنَةً ﴾ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

بلا شبہ بڑی برکت والا وہ نکاح ہے جو تکلیف میں آسان ہو (یعنی جس میں کم سے کم اخراجات ہوئے ہوں)۔

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ خَيْرُ الصَّدَاقِ أَيْسَرُهُ ﴾ (ابو داؤد، مستدرک للحاکم، بلوغ المرام ص۳۱۵ باب الصداق)

بہتر مہر وہ ہے جو (باعتبار ادائیگی) آسان ہو۔

یعنی جس نکاح میں جس قدر کم مشقت ہوگی اتنی ہی اس میں برکت ہوگی اور اس کے منافع جانبین کو ہمیشہ پہنچتے رہیں گے، اور یہ نکاح دنیا اور آخرت کی بھلائی کا ذریعہ ہوگا اس لئے نکاح ایسا ہو کہ بیٹی اور بیٹے والوں کو نکاح کے اسباب جمع کرنے میں زیادہ تکلیف نہ ہو اور تھوڑا مہر باندھا جائے۔ نکاح میں جس قدر تکلیف بڑھے گی اسی قدر برکت گھٹے گی اور جس میں تکلیف ہو اس میں نحوست ہی نحوست ہوگی۔

آسان نکاح کی ایک مثال

سیدنا حضرت عبداللہ بن عمرؓ طواف فرما رہے تھے، طواف کرتے ہوئے حضرت عروہؓ نے عرض کیا کہ مجھے اپنی دامادی میں قبول فرما لیجئے، آپ نے اس وقت اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ مدینہ منورہ میں جب حضرت عروہؓ سے راستے میں سامنا ہوا تو حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے ان سے فرمایا: بیٹے کیا ارادہ ہے؟ تو حضرت عروہؓ نے کہا حضرت میں تو اس کا شائق ہوں، فرمایا: چلو گھر لے گئے ان کے دو بیٹے موجود تھے ان کو بلایا اور اپنی بیٹی حضرت سوداءؓ کا نکاح حضرت عروہؓ سے کر دیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی پوتی کا نکاح اس طرح ہوا کہ کسی کو نہیں بلایا نہ چچا، نہ ماموں نہ اور کوئی رشتہ دار، بس داماد کو گھر بلایا اور دو بیٹوں کی موجودگی میں نکاح کر دیا۔

آج ہم نے شادی بیاہ کو مصیبت بنا دیا ہے اور غیروں کی نقالی کرتے ہوئے اپنے نام و نمود اور شہرت و غرور کے لئے

طرح طرح کی رسمیں کی جاتیں ہیں، اور لاکھوں روپے اس پر لٹائے جاتے ہیں جس کی وجہ سے نکاح مشکل اور بدکاری آسان ہوگئی ہے۔آج کل رواج ہے کہ تعلیم اتنی دلانی ہے اور جب تک پڑھائی مکمل نہیں ہوگی اور مناسب روزگار اور جاب نہیں ملے گی اس وقت تک شادی نہیں ہوسکتی، یا مکان بنانا ہے، یا لڑکے کو بیرون ملک بھیجوانا ہے وغیرہ وغیرہ حالانکہ یہ چیزیں شادی میں رکاوٹ نہیں بنی چاہئیں، خاص طور پر اس وقت جب کہ نوجوان کا تعلق کسی امیر گھرانے سے ہو اور اس کا باپ اس کے اخراجات اٹھا سکتا ہو تو ایسی صورت میں شادی میں تاخیر نہیں کرنی چاہئے۔ اسی طرح بیٹے کے لئے بھی مناسب نہیں ہے کہ وہ شادی میں تاخیر کرے جب کہ اس کا والد اس کے اخراجات اٹھانے کے لئے تیار ہو۔ تاکہ اس کی زندگی پاکدامنی کے ساتھ گزرے اس لئے کہ ربّ العالمین نے زنا کو حرام کیا ہے اور نکاح کو حلال رکھا ہے جو کہ نوجوانوں کی مشکلات کا بہت بڑا حل ہے۔ ☆ مہر اس قدر مقرر کرنا مسنون ہے جو استطاعت سے زیادہ نہ ہو،جس کی مقدار کم سے کم دس درہم ہو۔

☆ مہر معجّل اور مؤجل دونوں جائز ہیں۔

کفوء میں شادی کرنا

شادی اور نکاح میں نسب اور برادری کے اعتبار سے کفوء واجب اور لازم نہیں بلکہ جائز ہے ۔کفوء کا اعتبار اس وجہ سے ہے کہ رہن سہن، کھانے پینے پہننے اوڑھنے اور دیگر معاشرتی امور میں یکسانیت اور جوڑ ہو جس سے زوجین میں مناسبت اور موافقت رہتی ہے۔اسی طرح دینداری شریعت کی پابندی، نماز، روزہ، حلال وحرام، خوف خدا اور امور آخرت میں بھی علماء اور فقہاء نے کفوء کا اعتبار کیا ہے اس لئے نکاح میں دینداری کا بھی جوڑ دیکھنا اور رکھنا چاہئے تاکہ ان کی ازدواجی زندگی میں رخنہ نہ پڑے۔شریعت نے کفایت (برابری) میں جن اوصاف کا اعتبار کیا ہے اس کے اعتبار سے بہتر یہی ہے کہ منکوحہ لڑکی اپنے ہی کفو کی لائی جائے اس لئے کہ ہندوستان پاکستان میں جو قومیں آباد ہیں پٹھان، راجپوت وغیرہ ان کے یہاں سخت عار ہے کہ ایک قوم دوسرے قوم کے یہاں نکاح کرے، اور جب مدار عار اور عدم عار ہے تو کفایت کا مسئلہ جاری ہوگا۔اور کفایت میں اعتبار مرد کی جانب سے ہے نہ کہ عورت کی جانب سے،یعنی مرد عورت سے کم درجہ کا نہ ہونا چاہئے، البتہ اگر عورت کم درجہ کی ہو تو گوارہ کیا جاسکتا ہے۔فقہ کا مسئلہ ہے:

{ ألكفائة معتبرة من جانبه أى الرجل، لأن الشريعة تأبى أن تكون فراشا لأدنى ، ولا تعتبر من جانبها، لأن الزوج مستفرش فلا تغيضه۔...الخ }

کفایت مرد کی جانب سے معتبر ہے ، کیونکہ شریف (اونچے خاندان) کی عورت کم درجہ کے مرد کی فراش

بننے سے انکار کرتی ہے، اور کفایت عورت کی طرف سے معتبر نہیں کیونکہ خاوند صاحب فراش ہے، تو وہ فراش کے استعمال میں کراہت نہیں کرتا۔ (اور یہ مسئلہ سب کے نزدیک صحیح ہے)۔ (اصلاح انقلاب)

امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: نکاح کے لئے بہتر عورتوں کو اختیار کرو، اور کفو میں نکاح کرو۔ (ابن ماجہ: ۱۴۱، دارقطنی)

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: عورتوں کی شادی نہ کی جائے مگر کفوء میں، اور ان کی شادی نہ کرائیں مگر ان کے اولیاء، اور ان کا مہر دس درہم سے کم نہ رکھا جائے۔ (مجمع: ۲۲۸، سنن کبریٰ: ۱۳۳، شمائیل ۷۷)

حضرت عمر بن الخطابؓ فرمایا کرتے تھے: میں شرف اور حسب والی عورتوں کو اس سے منع کروں گا کہ وہ غیر کفوء میں شادی کریں۔ (کنز العمال: ۱۶، ۴۳۵: مسند عبد الرزاق)

غیر کفوء میں شادی کرنا بھی خلاف سنت نہیں

مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ غیر کفوء میں شادی کرانا خلاف سنت ہے اور کفوء اور برادری میں شادی کرانا لازم اور ضروری ہے جس طرح بعض علاقوں میں بعض لوگ نکاح میں برادری اور کفاءت کا اس قدر اہتمام کرتے ہیں کہ اگر برادری کے اندر رشتہ نہیں ملتا تو وہ لڑکی کا نکاح ہی نہیں کرتے خواہ اس کی عمر ہی گزر جائے۔ وہ غیر برادری میں نکاح اور رشتہ کرنے کو اپنے لئے عار اور عیب سمجھتے ہیں، خواہ وہ شرافت، علم اور دینداری اور مال و دولت میں اُن سے بہتر ہی کیوں نہ ہوں۔ ان کا یہ عمل نہ صرف یہ کہ درست نہیں بلکہ خلاف شریعت ہے۔ اس لئے کہ خود پیارے پیغمبر ﷺ نے غیر کفوء میں حضرت صفیہؓ اور حضرت جویریہؓ سے شادیاں کیں اور ان کو ازواج مطہرات میں شامل کیا، جو نہ صرف یہ کہ قریش میں سے نہیں تھیں بلکہ خاندان عرب سے بھی نہیں تھیں بلکہ یہود کے قبیلوں سے ان کا تعلق تھا۔

اسی طرح آپ ﷺ نے حضرات صحابہ کرامؓ میں سے بھی بہت سے حضرات کی غیر کفوء میں شادیاں کرائیں، حضرت بلالؓ نے متعدد شادیاں عرب خاندان میں کیں۔ اور حضرت زید بن اسلمؓ کی روایت کے مطابق پیارے پیغمبر ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کی صاحبزادی کی شادی حضرت بلالؓ سے فرمادی تھی۔ اسی طرح حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کی بہن سے حضرت بلالؓ کی شادی ہوئی جو قریش میں سے تھیں۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ جو قریشی خاندان سے وابستہ تھے، ان کی شادی آپ ﷺ نے غیر قریش نصران کی ایک لڑکی سے جو کلبی خاندان سے متعلق تھی کرائی۔ تو ایسی صورت میں ایسے نکاح کو کیسے غیر صحیح کہا جا سکتا ہے۔ (شمائیل ص ۷۸ ج ۱۱)

☆☆☆☆☆

نکاح کے لئے اجازت

نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح اس کا ولی اپنے اختیار سے کرسکتا ہے، نابالغ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں، بلکہ اگر وہ انکار کریں اور ولی نکاح پڑھا دے تو تب بھی نکاح شرعاً درست اور صحیح ہوگا، بشرطیکہ اس میں لڑکے یا لڑکی کی بھلائی اور بہتری مقصود ہو۔لیکن اگر ولی بجائے لڑکے یا لڑکی کی منفعت اور بھلائی چاہنے کے اپنی ذاتی مصلحت اور دنیاوی منفعت کے لئے ایسا کرے تو یہ درست نہیں ہوگا اور بعض حالات میں سرے سے نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا، اور بعض صورتوں میں منعقد تو ہو جائے گا مگر بلوغت کے بعد لڑکے یا لڑکی کو مسلم حاکم کی عدالت میں اسے فسخ کرانے کا اختیار حاصل ہوگا۔

امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہ ؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِنْتُ سَبْعِ سِنِيْنَ ، وَزُفَّتْ اِلَيْهِ وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِيْنَ وَلُعَبُهَا مَعَهَا وَمَاتَ عَنْهَا وَهِيَ بِنْتُ ثَمَانِيَ عَشَرَةَ ﴾ (رواه مسلم)

نبی کریم ﷺ نے ان سے اس وقت نکاح کیا جب کہ ان کی عمر سات (۷) سال کی تھی اور جب وہ پیارے پیغمبر ﷺ کے گھر (آستانہ نبوت میں رخصت کر کے) بھیجی گئیں تو ان کی عمر نو (۹) سال کی تھی (جو بچپن کی عمر ہوتی ہے) اور اُن کے (وہ کھلونے جن سے وہ گھر میں کھیلا کرتی تھیں کھیلنے کے لئے) ان کے ساتھ تھے، اور جب پیارے پیغمبر ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے اور حضرت عائیشہ صدیقہ ؓ سے ہمیشہ کے لئے جدا ہوئے تو اس وقت ان کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ (بخاری:۲:۱۷۷:مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا صدیق اکبر ؓ نے اپنی لخت جگر حضرت عائیشہ صدیقہ ؓ کی شادی بالغ ہونے سے پہلے کردی تھی۔اور ہدایہ میں ہے کہ نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح جب ولی ''باپ داد'' یا ذمہ دار کردے تو جائز ہے۔

(نھایہ:۴:۵۹۷)

بالغہ کا نکاح بلا اس کی رضامندی کے درست نہیں

جبکہ بالغہ لڑکی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوگا بلکہ نکاح سے پہلے اُس سے اجازت لینی ہوگی اور اسے بتانا ہوگا کہ ہم تمہارا نکاح فلاں خاندان کے فلاں لڑکے سے جو فلاں کام کرتا ہے اور اس کی مالی حیثیت ایسی ہے اس سے تمہارا نکاح بعوض اس قدر مہر کے کرنا چاہتے ہیں، تمہاری طرف سے اجازت ہے کہ یہ نکاح کر دیا جائے؟ اب اگر جواب میں اس نے خاموشی

اختیار کر لی ، یا ہنس پڑی ، یا مسکرا دی ، یا رو پڑی اور انکار نہ کیا تو یہ اس کی طرف سے اجازت سمجھی جائے گی بشرطیکہ یہ ہنسنا اور رونا انکار کے انداز کا نہ ہو۔ پھر ولی یا اس کا وکیل اجازت دے اور قاضی لڑکے سے نکاح قبول کرائے ، اور قاضی کو لڑکے کے سامنے بیٹھنا اور خطبہ پڑھنا مسنون ہے۔ اور اگر اس نے انکار کر دیا تو پھر اس کا نکاح درست نہیں ہوگا۔　(الشامی عن الفتح)

حضرت ابو موسیٰ ؓ سے منقول ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب آدمی اپنی بیٹی کا نکاح کرے تو چاہئے کہ اس سے اجازت لے لے۔　(مجمع الزوائد: ۴: ۲۸۲)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: باکرہ کنواری کی شادی کی جائے تو اس سے اجازت لے لی جائے ، اور اس کا خاموش رہنا اجازت ہے۔ اسی طرح کی روایت حضرت ابن عمر ؓ سے بھی مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: عورتوں سے شادی کے سلسلہ میں رائے لے لیا کرو۔　(ابوداؤد: ۲۸۵)

نکاح سے قبل لڑکے اور لڑکی کی رضامندی معلوم کرنا

اس سے معلوم ہوا کہ بعض لوگ بالغ لڑکی کے انکار کے باوجود اپنا وعدہ نبھانے اور ناک اونچی رکھنے اور چودھراہٹ قائم کرنے کے لئے زور اور زبردستی سے نکاح کر کے شوہر کے ساتھ رخصت کر دیتے ہیں یہ نری جہالت ، بدترین ظلم اور حرام ہے۔ نکاح جو کہ عمر بھر کے لئے دو شخصوں کا تعلق ہے جس کے ساتھ ہزاروں معاملات وابستہ ہیں ان کی رضامندی پوچھے بغیر زبردستی ان کو نکاح کے رشتہ میں باندھنا کہاں کی عقل مندی ہے۔

اس لئے نکاح کرنے سے پہلے دونوں کی رضامندی حاصل کی جائے اور اس کے لئے اچھا طریقہ یہ ہے کہ جن سے وہ بے تکلف ہیں جیسے ہم عمر دوست اور سہیلیاں ان کے ذریعہ ان کی دل کی بات معلوم کی جائے۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی ہرگز نہیں کہ بڑوں کی رائے کو بالکل اہمیت ہی نہ دی جائے وہ اپنے تجربہ شفقت اور محبت سے جو تجویز کریں گے اسی میں مصلحت ہوگی ، اور ایسے نکاح بڑے بابرکت ہوتے ہیں جو بڑوں اور بزرگوں کے تجویز کردہ ہوتے ہیں۔ لیکن اگر لڑکا اور لڑکی اگر بالغ ہوں تو احتیاط اسی میں ہے کہ باضابطہ ان کی مرضی ، خوشی اور رضامندی حاصل کی جائے۔

امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں کہ: پیارے پیغمبر ﷺ اپنی صاحبزادیوں میں سے کسی کے نکاح کا ارادہ فرماتے تو صاحبزادی کو آڑ (یعنی پردے میں) کر دیتے۔ اور فرماتے کہ فلاں لڑکے نے فلانہ (اور نام ذکر کرتے) کے نکاح کا پیغام بھیجا ہے۔ اگر وہ خاموش ہو جاتی تو اس کی خاموشی کو رضا سمجھتے ہوئے اس کا نکاح فرما دیتے ، اگر وہ پردہ ہلا دیتی (جو اس زمانے میں انکار اور عدم رضا کی علامت تھی) تو آپ ﷺ نکاح نہ فرماتے۔　(سبل الھدیٰ)

اور جس عورت کا پہلے نکاح ہو چکا تھا پھر وہ بیوہ یا مطلقہ ہونے اور عدت گزارنے کے بعد دوسرا نکاح کرنا چاہتی ہے

تو اب اس کی صرف خاموشی کو اس کی طرف سے اجازت نہیں سمجھا جائے گا بلکہ اسے اپنے ولی کو صراحتاً زبان سے اجازت دینا ہوگی اور جب تک وہ زبان سے صراحتاً اجازت نہ دے اجازت نہیں سمجھی جائے گی۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿لَا تُنْكَحُ الْأَيِّمُ حَتّٰى تُسْتَأْمَرَ، وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتّٰى تُسْتَأْذَنَ ، قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ اِذْنُهَا ؟ قَالَ أَنْ تَسْكُتَ ﴾۔ (رواه البخارى ومسلم)

نکاح شدہ عورت (یعنی بیوہ ،مطلقہ بالغہ) کا نکاح اس کی رائے لئے بغیر نہ کیا جائے ، اور دوشیزہ (یعنی کنواری بالغہ) کا نکاح اس سے اِذن (اجازت) لئے بغیر نہ کیا جائے ۔ (یہ سن کر) لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ! دوشیزہ (کنواری بالغہ عورت) کا اِذن کیا ہوگا ؟ (یعنی وہ تو شرم اور حیاء کی وجہ سے بول نہ سکے گی) آپ ﷺ نے فرمایا: اس کا خاموش رہنا ہی اس کا اِذن ہے (یعنی اس کی خاموشی کو اس کی طرف سے اجازت سمجھا جائے گا)۔

بیوہ مرضی کے خلاف ہونے والے نکاح کو رد کر سکتی ہے

بیوہ عورت اپنے نکاح کی اجازت دینے یا نہ دینے کے معاملہ میں بالکل خودمختار ہے، اور یہ کہ جب تک وہ خود اپنی زبان سے اجازت نہ دیدے اس کا نکاح نہیں ہوگا، اور اگر اس کا ولی اس کی اجازت اور مرضی معلوم کئے بغیر اس کا نکاح کہیں کردے تو وہ نکاح موقوف رہے گا۔ اگر وہ راضی ہوگئی تو فبہا، اور اگر اس نے رد کردیا تو نکاح نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا: ثیبہ (یعنی بیوہ عورت) اپنے بارے میں اپنے ولی سے زیادہ خود اختیار رکھتی ہے۔ اور کنواری لڑکی سے بھی (اس کے نکاح کی) اجازت حاصل کی جائے اور اس کی اجازت اس کا خاموش رہنا ہے۔

اور دوسری روایت میں حضرت خنساء بنت خذام ؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ ثَيِّبٌ فَكَرِهَتْ ذَالِكَ ، فَأَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَرَدَّ نِكَا حَهَا} (رواه البخارى) وفى رواية ابن ماجة :نِكَاحَ أَبِيْهَا ﴾ (مظاہر حق ج۳:ص۲۶۸)

ان کے والد نے ان کا نکاح (ان کی اجازت حاصل کئے بغیر) کردیا جب کہ وہ بیوہ (اور بالغہ) تھیں، چنانچہ انہوں نے اس عقد کو ناپسند کیا اور پیارے پیغمبر ﷺ کی خدمت میں (اپنا معاملہ لے کر) حاضر

ہوئیں، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نکاح (جوان کے والد نے کیا تھا اس کو) رد کر دیا۔ (اور لڑکی کے ہاتھ میں اختیار دے دیا کہ چاہے تو وہ اسے قبول کرلے یا رد کردے)۔

ولی کسے کہتے ہیں

لڑکے اور لڑکی کے نکاح کرنے کا جس کو اختیار حاصل ہوتا ہے اسے ولی کہتے ہیں، اور لڑکے اور لڑکی کا ولی سب سے پہلے اس کا باپ ہوتا ہے، اگر باپ نہ ہو تو دادا، وہ نہ ہو تو پردادا، اگر ان میں سے کوئی نہ ہو تو پھر سگا بھائی، اگر وہ نہ ہو تو پھر سوتیلا یعنی باپ شریک بھائی، پھر بھتیجا، وہ نہ ہو تو بھتیجے کا لڑکا، پھر اس کا پوتا، پھر چچا، سوتیلا، چچا، اس کے لڑکے، پوتے، پڑپوتے، ان میں سے کوئی نہ ہو تو باپ کا چچا، پھر اس کی اولاد اسی ترتیب سے، ان میں سے کوئی نہ ہو تو پھر دادا کا چچا، اور اس کے لڑکے پوتے، پڑپوتے وغیرہ، عصبات فرائض (میراث کی ترتیب سے) ان میں سے کوئی نہ ہو تو پھر ماں ولی ہے، پھر دادی، پھر نانی، پھر نانا، پھر حقیقی بہن، پھر سوتیلی بہن جو باپ شریک ہو، پھر ماں شریک بھائی بہن، پھر پھوپی، پھر ماموں، پھر خالہ، پھر چچا زاد بہن پھر ذوی الارحام وغیرہ۔

☆ ولی قریب کے ہوتے ہوئے ولی بعید کو ولایت نہیں پہنچتی۔

☆ اور ولایت کا حق حاصل ہونے کے لئے آزاد ہونا، عاقل اور بالغ ہونا اور مسلمان ہونا شرط ہے، لہٰذا نابالغ شخص کسی کا ولی نہیں ہوسکتا، اور کافر کسی مسلمان کا ولی نہیں ہوسکتا، اور مجنون و پاگل بھی کسی کا ولی نہیں ہوسکتا، کوئی غلام کسی آزاد کا ولی نہیں ہوسکتا۔ (مظاہر حق: ص۲۶۶: ج۳ بہشتی زیور)

نابالغہ لڑکی کا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر صحیح نہیں ہے۔

نابالغہ کا نکاح اگر باپ دادا کے سوا کسی اور نے غیر کفوء میں کر دیا تو فتویٰ اس پر ہے کہ بالکل جائز نہ ہوگا، اور اگر باپ دادا نے کسی ضروری مصلحت کی بنا پر کیا اور کوئی امر خلاف مصلحت نہ ہو تو صحیح ہوگا۔ (اصلاح الرسوم)

بیوہ کا نکاح

جہالت کی وجہ سے اکثر لوگ بیوہ کے نکاح ثانی کو معیوب سمجھتے ہیں، عرب میں بھی زمانہ جاہلیت میں یہ رسم تھی کہ جب کوئی شخص مال چھوڑ کر مر جاتا تو اس کی بیوہ کو اس لئے نکاح نہیں کرنے دیتے تھے تاکہ اس کا مال ان کے پاس رہے، اور بدقسمتی سے آج بھی بعض علاقوں میں یہ جہالت موجود ہے کہ بیوہ بیٹھی رہتی ہے، بعض اوقات اس کا کوئی سہارہ نہیں ہوتا اور وہ کھانے پینے تک کی محتاج ہوجاتی ہے۔

بعض مسلمان قوموں میں اگر کسی عورت کے خاوند کا انتقال ہو جائے تو اس کے دیور اور سسر اس کے مالک بن بیٹھتے ہیں اور اس کی اور اس کے والدین کی مرضی کے خلاف کبھی تو سُسر اپنے چھوٹے بیٹے سے اس کا نکاح کر دیتا ہے اور کبھی کہیں اور، سسرال والے لڑکی کے ماں باپ کی بات چلنے نہیں دیتے اور اس طرح ایک بیوہ عورت ظلم پر ظلم کا شکار ہوتی رہتی ہے۔

عرب میں بھی زمانہ جاہلیت کے اندر اس طرح کے مظالم ہوتے تھے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آکر ان مظالم کو مٹایا۔

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چھ (٦) شخصوں پر میں اور حق تعالیٰ اور فرشتے لعنت کرتے ہیں، ان میں سے ایک وہ ہے جو رسم جاہلیت کو تازہ کرے۔

اس لئے اگر کسی عورت کے خاوند کا انتقال ہو جائے تو سسرال والوں کو چاہئے کہ وراثت میں اس کا جو حصہ بنتا ہے اس کو دے کر عدت گزرنے کے بعد اس کے ماں باپ کے سپرد کر دیں، تاکہ وہ اپنی مرضی سے کہیں اور اس کا نکاح کر سکیں۔
(عضل الجاہلیۃ)

شادیوں کی تاریخ کا تعین

بعض لوگ شادی کے واسطے اچھے دن تلاش کرتے ہیں اور جنتری دیکھ کر ساعت سعید تلاش کی جاتی ہے، نجومیوں سے پوچھا جاتا ہے، بعض تاریخوں، مہینوں اور سالوں کو منحوس سمجھا جاتا ہے اور ان میں شادی نہیں کی جاتی، مثلاً محرم یا ذی قعدہ کے مہینہ میں شادی نہیں کرتے۔ جاہل عورتیں ذیقعدہ کو خالی چاند کہتی ہیں اور اس مہینے میں شادی کرنے کو منحوس سمجھتی ہیں، اور محرم کو مصیبت کا زمانہ سمجھا جاتا ہے اس لئے اس میں شادی و نکاح کو ناگوار سمجھا جاتا ہے۔

یہ اعتقاد بھی عقل اور شرع کے خلاف اور باطل و گناہ ہے اس سے توبہ کرنی چاہئے۔ ماہ ذی قعدہ حج کے مہینوں میں سے ہے اور بابرکت مہینہ ہے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار عمرے کئے وہ سب ذی قعدہ میں تھے سوائے حجۃ الوداع کے۔

یاد رکھئے نحوست اور سعد و خوش بختی کا تعلق زمانہ وغیرہ سے نہیں ہے، نہ کوئی دن منحوس ہوتا ہے، نہ مہینہ اور نہ سال اور نہ ہی کسی مکان میں نحوست ہے اور نہ کسی انسان میں بلکہ نحوست گناہ اور اعمال کی وجہ سے ہوتی ہے۔ (التبلیغ: اسلامی شادی)

نکاح کے لئے بہتر دن جمعہ اور بہتر مہینہ شوال کا ہے

حضرت ابو امامہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے جمعہ کے دن جمعہ کی نماز پڑھی، روزہ رکھا، مریض کی عیادت کی، جنازہ میں شریک ہوا، نکاح کی مجلس میں حاضر ہوا اس کے لئے جنت واجب ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کے اثر میں ہے کہ ہفتہ کا دن رخصتی کا، پیر کا دن سفر کا، منگل کا دن پچھنے (خون) لگانے کا، بدھ کا

دن لین دَین کا، جمعرات کا دن بادشاہ کے دربار میں جانے کا اور جمعہ کا دن نکاح کا اور (شادی شدہ کے لئے) عورتوں سے ملنے کا دن ہے۔ (مجمع الزوائد، شمائیل ص ۹۴ ج ۱۱)

امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہؓ شوال کے مہینے میں رخصتی اور نکاح کو بہتر سمجھتی تھیں، اور اس کی ترغیب دیتی تھیں اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ شوال کے مہینے میں نکاح کو منحوس سمجھتے تھے، اس کے رد میں امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ فرماتی تھیں کہ میری شادی پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شوال کے مہینے میں ہوئی اور رخصتی بھی شوال میں ہوئی، مجھ سے زیادہ کون محبوب اور بہتر عورت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہوئی؟ (ترمذی، ابن ماجہ، شرح احیاء السنۃ)

امام غزالیؒ نے بیان کیا ہے کہ ماہ شوال میں شادی مستحب اور بہتر ہے۔ (احیاء)

☆☆☆☆☆

نکاح کا انعقاد

ایجاب اور قبول ارکان نکاح ہیں انہیں سے نکاح منعقد ہوتا ہے۔اور ایجاب کی صورت یہ ہے کہ بلفظ نکاح یا تزویج یا اس کے ہم معنیٰ کوئی دوسرا لفظ استعمال کیا جائے، اور قبول کی بھی یہی صورت ہے کہ قَبِلْتُ یا اس کے ہم معنیٰ کوئی لفظ استعمال کیا جائے۔اور ایجاب اور قبول سے پہلے خطبہ پڑھا جائے جس میں اللہ کی حمد وثناء بیان کی جائے۔خطبہ نکاح کا مسنون اور متوارث طریقہ جو اکابرین سلف سے منقول ہے وہ یہ ہے کہ اوّلاً خطبہ مسنونہ ماثورہ {أَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ} سے آخر تک پڑھے، اس کے بعد قرآن کریم کی یہ تین آیات جن کا آگے ذکر ہوگا شروع سے آخر تک پڑھے، اس کے بعد نکاح سے متعلق کوئی دو تین احادیث پڑھے، اس کے بعد گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کروائے، اس کے بعد مختصر سی دعاء کروائے۔

آپ ﷺ کا خطبہ نکاح

﴿ أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ـ أَوْ: إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ ، نَسْتَعِيْنُهُ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ ، وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِىَ لَهُ ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ ، وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ أَمَّا بَعْدُ: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ * يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ } الیٰ قوله تعالیٰ { وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ، اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا } (النسآء ۱) { يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوااللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا } الیٰ قولِهٖ تعالیٰ: { فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴾ (الاحزاب:۷۱:۷۰)

۱) ﴿عَنِ ابْنِ عُمَرَو رضي الله عنهما أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :أَلدُّنْيَا كُلُّهَا مَتَاعٌ وَخَيْرُ مَتَاعُهَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ ﴾ (المستدرک)

۲) ﴿عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما أَنَّهٗ صلَّى الله عليه وسلَّم قَالَ:مَنْ رَزَقَهُ اللّٰهُ اِمْرَأَةً صَالِحَةً فَقَدْ أَعَانَهٗ عَلٰى شَطْرِ دِيْنِهٖ فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ فِي الشَّطْرِ الثَّانِيْ ﴾

٣) ﴿ وروى ابن ماجة والطبراني عن أبي أمامة أَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:مَا اسْتَفَادَ الْمُؤْمِنُ بَعْدَ تَقْوَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ خَيْرًا لَهٗ مِنْ زَوْجَةٍ صَالِحَةٍ اِنْ أَمَرَهَا اَطَاعَتْهُ وَاِنْ نَظَرَ اِلَيْهَا سَرَّتْهُ وِاِنْ أَقْسَمَ عَلَيْهَا أَبَرَّتْهُ وَاِنْ غَابَ عَنْهَا نَصَحَتْهُ فِيْ نَفْسِهَا وَمَالِهٖ ﴾

٤) ﴿ عن أَبي أمامة رضي الله تعالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تَزَوَّجُوْا فَإِنِّيْ مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمِ وَلَا تَكُوْنُوْا كَرَهْبَانِيَّةِ النَّصَارٰى ﴾

٥) ﴿ عن ابن عباس رضي الله عنهما أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:الْتَمَسُوا الرِّزْقَ فِي النِّكَاحِ ﴾

(٦) ﴿عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ قَالَ:تَزَوَّجُوا النِّسَآءَ فَإِنَّهُنَّ يَأْتِيْنَ بِالْمَالِ ﴾

٧) ﴿ عَنْ أَبِيْ هريرة رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ قَالَ:مَنْ أَحَبَّ فِطْرَتِيْ فَلْيَسْتَنَّ بِسُنَّتِيْ وَاِنَّ مِنْ سُنَّتِيْ النِّكَاح } {مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ ﴾

٨) ﴿عن عائشة رضي الله تعالٰى عنها عن النَّبِيِّ صلَّى الله عليه وسلَّم أَنَّهُ قَالَ: أَلنِّكَاحُ سُنَّتِيْ فَمَنْ لَّمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ وَتَزَوَّجُوْا فَإِنِّيْ مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمِ، وَمَنْ كَانَ ذَا طوْلٍ فَلْيَنْكِحْ وَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَعَلَيْهِ بِالصِّيَامِ فَإِنَّهٗ لَهٗ وِجَآءٌ ﴾

٩)﴿ عَن أَنَسٍ رضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ:اِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ فَقِدِ اسْتَكْمَلَ نِصْفَ الدِّيْن فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ فِي النِّصْفِ الْبَاقِيْ ﴾

١٠) ﴿ عن أبي أيوب رضي الله عنه عن النَّبِيِّ صلَّى اللّٰهُ عليه وسلَّم أَنَّهٗ

قَال:أَرْبَعٌ مِّنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِيْنَ أَلْحَيَآءُ ، وَالتَّعَطُّرُ ، وَالنِّكَاحُ ، وَالسِّوَاكُ ﴾

١١) ﴿ عَنْ عَائِشَة رضي الله عنها عن النَّبِيِّ صلَّى الله عليه وسلَّم أَنَّهُ قال:اِعْلِنُوْا هٰذَا النِّكَاح وَاجْعَلُوْهُ فِي الْمَسَاجِدِ وَاضْرِبُوْا عَلَيْهِ بِالدُّفُوْفِ ﴾

١٢) ﴿ عن أنس رضي الله عنه عن النَّبِيِّ صلَّى الله عليه وسلَّم أَنَّهُ قَال:مَنْ أَرَادَ أَنْ يَّلْقِىَ اللّٰہَ طَاهِرًا مُّطَهَرًا فَلْيَتَزَوَّجِ الْحَرَآئِرَ ﴾

١٣) ﴿ عن عائشة رضي الله عنها عن النَّبِيِّ صلَّى الله عليه وسلَّم أَنَّهٗ قَال : أَعْظَمُ النِّسَآءِ بَرَكَةً أَيْسَرَهُنَّ مَؤُنَةً ﴾

١٤) ﴿ عن أبي سعيد رضي الله عنه عن النَّبِيِّ صلَّى الله عليه وسلم أَنَّهُ قَال:اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا نَظَرَ إِلٰى اِمْرَأَتِهٖ وَنَظَرَتْ اِلَيْهِ نَظَرَ اللّٰہُ اِلَيْهِمَا نَظْرَ رَحْمَةٍ فَإِذَا أَخَذَ بِكَفِّهَا تَسَاقَطَتْ ذُنُوْبُهُمَا مِنْ خِلَالِ أَصَابِعَهُمَا ﴾

١٥) ﴿ عن حذيفة رضي الله عنه عن النَّبِيِّ صلَّى الله عليه وسلَّم أَنَّهُ قَال:خِيَارُ أُمَّتِيْ الْمُتَزَوِّجُوْن ﴾

(١٦) ﴿ عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه عن النَّبِيِّ صلَّى الله عليه وسلَّم أَنَّهُ قَال:أَلتَّزَوَّجُ الْحَجُّ الْأَكْبَرْ وَمَنْ أَنْفَقَ دَرَاهِمَ الْحَجِّ فِيْ تَزَوُّجِهٖ كَتَبَ اللّٰہُ لَهٗ ثَوَابَ حَجَّةٍ ، وَالتَّزَوُّجُ حِصْنُ الْمُؤْمِنْ ﴾

خطبہ نکاح میں قرآنی آیات کے بعد ان احادیث میں سے کوئی بھی دو تین احادیث پڑھ لی جائیں۔اور اس کے بعد ایجاب وقبول کرایا جائے۔حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں (مندرجہ ذیل) خطبہ حاجت سکھایا:

{ أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔أَوْ: اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ ، نَسْتَعِيْنُهُ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَا تِ

أَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ ، وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ ، وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ }

اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں (اور) ہم اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگتے ہیں، اپنے نفس اور برے اعمال کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دیں اسے کوئی گمراہ کرنے والانہیں، اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردیں اسے کوئی ہدایت دینے والانہیں ہے۔میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبودنہیں ہے، وہ (اپنی ذات وصفات میں) یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔ {ثُمَّ يَقْرَأُ ثَلَاثَ آيَاتٍ} : پھر یہ تین آیتیں پڑھتے تھے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ ﴾

اے ایمان والو! تم اللہ کے عذاب سے ڈروجیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے، اور یاد رکھو تمہیں موت اسلام (کی حالت) میں ہی آئے۔(یعنی کامل تقویٰ اور اسلام پر قائم رہنا۔

﴿ يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ } الیٰ قوله تعالیٰ { وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ . اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴾

اے لوگو! تم اپنے پروردگار کی نافرمانی سے ڈروجس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، اور اُسی سے اس کی بیوی پیدا کی، اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں (دنیا میں) پھیلا دیئے۔اور اللہ سے ڈروجس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حقوق مانگتے ہو، اور رشتہ داریوں (کی حق تلفی سے) ڈرو۔یقین رکھو کہ اللہ تمہاری نگرانی کر رہا ہے۔ (النسآء:۱)

﴿ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا } الیٰ قولهٖ تعالیٰ: { فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴾ (الاحزاب:۷۱،۷۰)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور سیدھی سچی بات کہا کرو۔اللہ تمہارے فائدے کے لئے تمہارے کام

سنوار دے گا، اور تمہارے گناہوں کی مغفرت کر دے گا۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے، اس نے وہ کامیابی حاصل کر لی جو زبردست کامیابی ہے۔

{ثُمَّ يُكَلِّمُ بِحَاجَتِهٖ} ۔اس کے بعد ضرورت کی بات کرے (یعنی ایجاب وقبول کرائے)

(ترمذی:۲۱۰،نسائی،ابوداؤد)

نکاح کے لئے دو گواہوں کا ہونا

نکاح کرنے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ کم از کم دو مردوں، یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے کیا جائے، اور وہ اپنی آنکھوں سے نکاح ہوتے ہوئے اور کانوں سے ایجاب اور قبول کے الفاظ سنیں تب نکاح ہو گا۔بغیر گواہوں کے نکاح نہ ہوگا۔اُمّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نکاح کے لئے چار امور ضروری ہیں ۔ولی، شوہر اور دو عادل گواہ۔ (دارقطنی:سنن)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ نکاح بغیر ولی کے اور بغیر دو عادل گواہوں کے نہیں۔ (مختصراً،کشف الغمۃ:۶۱)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ: پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ ایسی عورتیں زانیہ ہوتی ہیں جو اپنا نکاح خود بلا گواہوں کے کر لیتی ہیں۔ (سنن کبریٰ:۷:۱۲۵:شمائیل ۱۰۲ ج ۱۱)

مسجد میں نکاح کرنا

نکاح کا اظہار تشہیر واعلان مستحب ہے اور مسجد میں چونکہ ہر جگہ اور ہر طبقہ کے لوگ موجود ہوتے ہیں اس لئے برکت کے حصول کے ساتھ ساتھ اعلان وتشہیر بھی ہو جاتی ہے۔اس لئے امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَعْلِنُوْا هٰذَا النِّكَاحَ ، وَجْعَلُوْهُ فِي الْمَسَاجِدِ ، وَاضْرِبُوْا عَلَيْهِ بِالدُّفُوْفِ ﴾ ۔ (رواه الترمذی ، والبيهقی)

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم نکاح کا اعلان کیا کرو، اسے مسجد میں انجام دو اور اس موقعہ پر دف بجاؤ۔

نکاح کے بعد مبارکباد کی دعاء

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے بدن یا کپڑوں پر

زرد رنگ کا نشان دیکھا تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا یہ زرد رنگ کا نشان کیسا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: میں نے ایک عورت سے کھجور کی گھٹلی کے برابر سونے کے بدلے (جو تقریباً ۵ درہم ہوتا ہے) شادی کی ہے۔ آپ ﷺ نے انہیں ان الفاظ کے ساتھ دعاء دیتے ہوئے فرمایا: {بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ} اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اس نکاح میں برکت عطا فرمائے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں:

﴿ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا وَفَا رَجُلًا قَالَ:

پیارے پیغمبر ﷺ نکاح کرنے والے جوڑے کو ان الفاظ سے مبارکباد دیتے تھے:

﴿ بَارَکَ اللّٰهُ فِيْکَ ، وَبَارَکَ عَلَيْکَ، وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا بِخَيْرٍ ﴾

اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے، اور تم دونوں پر برکت نازل فرمائے، اور تم دونوں کو خیر و عافیت سے (خوش وخرم) رہنے اور نباہ کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

مجلس نکاح اور نکاح پڑھانے کا اہتمام

گزشتہ صفحہ پر آپ نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ (جو پیارے پیغمبر ﷺ کے بڑے چہیتے اور لاڈلے صحابی تھے اور مختلف مواقع پر جہاں مالی خدمت کی ضرورت ہوتی وہ دل کھول کر حضرات صحابہ کرامؓ سے تعاون بھی فرماتے تھے) کے نکاح کا واقعہ پڑھا کہ کس سادگی کے ساتھ ان کا نکاح ہوا کہ باوجود پیارے پیغمبر ﷺ کے ساتھ اِس قدر تعلق کے نہ تو آپ ﷺ کو نکاح پڑھانے کی دعوت دی، اور نہ ہی مجلس نکاح میں شرکت کی، اور آپ ﷺ کو کپڑوں پر لگے رنگ کے ذریعہ سے ان کے نکاح کے بارے میں معلوم ہوا۔ تو آپ ﷺ نے ان کو مبارکباد دی، نہ کوئی شکوہ کیا اور نہ شکایت۔ اسی طرح حضرات صحابہ کرامؓ میں سے کسی صحابی یا صحابیہ نے نکاح پڑھانے کے لئے آپ ﷺ کو خاص طور پر نہیں بلایا۔ حضرت جابرؓ جن کے والد حضرت عبداللہؓ جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے ان کی شہادت کے بعد آپ ﷺ نے بچوں کی طرح ان کی پرورش کی تھی۔ انہوں نے جب نکاح کیا تو آپ ﷺ کو نہ نکاح کی اطلاع کی اور نہ نکاح کی مجلس میں بلایا، نہ نکاح پڑھانے کو کہا۔ جب حضرت جابرؓ پیارے پیغمبر ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: اے جابر! تم نے شادی کر لی؟ عرض کیا جی حضور، فرمایا: باکرہ سے کی یا شادی شدہ سے؟ عرض کیا شادی شدہ سے۔ فرمایا نئی عورت سے شادی کرتے۔ مگر یہ نہیں فرمایا کہ اے جابر تم نے ہمیں کیوں نہیں بلایا؟ ہم سے کیوں نہیں نکاح پڑھوایا؟ حضرت جابرؓ سے اپنے تعلقات کی بنیاد پر آپ ﷺ یہ کہہ سکتے تھے مگر آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا۔

ان دونوں واقعات سے معلوم ہوا کہ مجلس نکاح میں شرکت کا اہتمام، اس کی دعوت کا اہتمام، نکاح پڑھانے کے لئے کسی کو خاص طور پر دور دراز سے بلانے کا اہتمام یہ سب خلاف سنت ہے۔ اگر یہ کوئی بہتر، اچھا اور ضروری کام ہوتا تو ضرور آپ ﷺ سے اور اجلہ صحابہ کرامؓ سے ثابت ہوتا۔ اس لئے اہل اسلام کو چاہئے کہ وہ رسوم و رواج کے بجائے سنت طریقہ کو اختیار کریں، اور خلاف شرع کاموں پر مال کے اسراف اور ضیاع سے بچیں۔ (شمائل ص۱۰۵)

۞۞۞۞۞

رخصتی کی سنتیں و آداب

رخصتی نکاح کے ساتھ ہی کر دی جائے، یا نکاح پہلے ہو جائے اور رخصتی چند ماہ یا چند سالوں کے بعد ہو شریعت میں دونوں کی اجازت ہے، حسب موقعہ جو بہتر ہو اس پر عمل کریں۔ البتہ آج کے دور میں ہمارے ہاں نکاح اور رخصتی کے موقع پر جو رسوم اور رواج کی بھر مار ہوتی ہے اس سے بچنا چاہئے اور سادگی کے ساتھ مسنون طریقہ سے رخصتی کی جائے۔ پیارے پیغمبر ﷺ نے اپنی شادیاں بھی کیں اور اپنی دیگر بیٹیوں کی بھی، اور یہ سب شادیاں انتہائی سادگی کے ساتھ انجام پائیں۔ آپ ﷺ نے ان شادیوں میں اپنے خاندان اور رشتہ داروں میں سے کسی کو مدعو نہیں کیا، اور نہ ہی حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنی صاحبزادی کے نکاح کے وقت رشتہ داروں کو دعوت دی۔

بارات

بارات کو بھی شادی کا رکن اعظم سمجھا جاتا ہے گویا اس کے بغیر شادی ہی نہیں ہوتی، جبکہ اس کا مقصد بھی سوائے شہرت اور ناموری کے اور کچھ نہیں ہوتا، اور اس کے لئے بڑی بڑی تقریبات منعقد کی جاتی ہیں جن پر لاکھوں کا خرچ ہوتا ہے، مسلمان مقروض ہو جاتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کے دیکھا دیکھی برادری میں اپنی عزت و آبرو کو باقی رکھنے کے لئے گنجائش ہو یا نہ ہو سب ہی اس کا اہتمام کرتے ہیں، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ باراتی مقدار دعوت سے زائد ہو جاتے ہیں اور بن بلائے بہت سے پہنچ جاتے ہیں جس کی وجہ سے میزبان کو سخت دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اول تو بن بلائے کسی کی دعوت میں جانا ہی درست نہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص دعوت میں بن بلائے جائے وہ گیا تو چور ہو کر، اور نکلا لٹیرا ہو کر۔ یعنی ایسا گناہ ہوتا ہے جیسے چوری اور لوٹ مار کا۔ اور دوسرے کسی کو بے آبرو اور رسوا کرنا یہ دوسرا بڑا گناہ ہے، اور اس کی وجہ سے پھر دلوں

میں کدورت اور رنجش پیدا ہو جاتی ہے، اس طرح کی بے شمار خرابیاں ہیں جو ان رسموں سے پیدا ہوتی ہیں۔

بارات ہندوؤں کی ایجاد

اور پھر بارات ہندوؤں کی ایجاد ہے جو انہوں نے اس لئے ایجاد کی تھی کہ اس زمانہ میں امن نہیں ہوتا تھا، راستے محفوظ نہیں ہوتے تھے اور چوروں، ڈاکوؤں اور رہزنوں سے واسطہ پڑتا تھا اس لئے اس وقت لوگوں نے دولہا اور دلہن اور ان کے مال و اسباب کی حفاظت کی خاطر بارات کی رسم ایجاد کی، اور اس کے لئے ہر گھر سے ایک ایک آدمی لیا جاتا تھا تا کہ بارات کی حفاظت کے لئے ایک جماعت میسر ہو جائے اور اگر اتفاق سے راستے میں کوئی حادثہ پیش آ جائے تو ایک گھر میں ایک ہی بیوہ ہو۔ جب کہ اب ایسی کوئی صورت نہیں۔ (اسلامی شادی)

اور پھر اسلام میں بارات کا ایسا کوئی تصور نہیں۔ خاتون جنت حضرت فاطمہؓ جو پیارے پیغمبر ﷺ کی انتہائی چہیتی اور لاڈلی بیٹی تھیں ان کی رخصتی کا ذکر اس سے قبل آپ پڑھ چکے ہیں کہ کس سادگی کے ساتھ حضرت ام ایمنؓ کے ہمراہ حضرت علیؓ کے پاس بھیج دی گئیں نہ دولہا لینے آیا اور نہ ہی سواری کا انتظام کیا گیا۔

امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہؓ کی رخصتی

پیارے پیغمبر ﷺ کی سب سے چہیتی بیوی امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی لخت جگر تھیں ان کی مدینہ منورہ میں جب رخصتی ہوئی تو اس شان سے کہ نہ دلہن پالکی میں بیٹھیں، نہ دولہا گھوڑے پر بیٹھا نہ ڈھول باجے بجائے گئے، نہ باراتی جمع ہوئے اور نہ ہی کسی طرح کے اخراجات ہوئے۔ امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہؓ پڑوس کے ایک گھر میں سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہیں تھیں کہ والدہ نے آواز دے کر بلایا، اور کچھ عورتوں سے امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا سنگھار کرا دیا اور ایک کمرے میں چھوڑ کر چلی گئیں، یہ چاشت کا وقت تھا، تھوڑی دیر میں پیارے پیغمبر ﷺ ان کے پاس تشریف لے آئے۔ لیجئے رخصتی ہو گئی۔ پیارے پیغمبر ﷺ کی چاروں صاحبزادیوں حضرت زینبؓ، حضرت امّ کلثومؓ، حضرت رقیہؓ اور حضرت فاطمہؓ کی شادیاں اور رخصتیاں انتہائی سادگی کے ساتھ کی گئیں۔

باپ بیٹی کو رخصتی کے وقت کیا دعاء دے

جب بیٹی کو رخصت کریں تو بجائے رونے دھونے اور اِدھر اُدھر کی باتوں کے ان کو دعائیں دینا مسنون ہے۔
حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو شادی اور رخصتی کے وقت یہ دعاء دی تھی:

﴿ جَمَعَ اللّٰہُ بَیْنَکُمَا وَبَارَكَ فِیْ سِرِّکُمَا وَأَصْلَحَ بَالَکُمَا ﴾ (ابن عبدالرزاق:۵:۴۸۹)

شادی کے وقت کی بعض رسمیں اور منکرات

بعض لوگ شادی کے وقت باقاعدہ ناچنے اور گانے والیوں کا انتظام کرتے ہیں اور ڈھول باجے کے ساتھ وہ مجمع میں ناچتی ہیں اور شوخ نوجوان ان پر پیسے پھینکتے ہیں یہ ناجائز اور حرام ہے، اور اس میں کئی طرح کے گناہ ہیں:

نامحرم عورتوں کو سب مرد دیکھتے ہیں یہ آنکھ کا زنا ہے، اُن کے بول اور گانے کی آواز سنتے ہیں یہ کانوں کا زنا ہے، اُن سے باتیں کرتے ہیں یہ زبان کا زنا ہے، اُن کی طرف دل کو رغبت ہوتی ہے یہ دل کا زنا ہے، اُن کو ہاتھ لگاتے ہیں یہ ہاتھوں کا زنا ہے، اُن کی طرف چل کر جاتے ہیں یہ پاؤں کا زنا ہے، حدیث شریف میں ہے کہ جس طرح بدکاری زنا سے ہوتی ہے، اسی طرح آنکھ سے دیکھنا کان سے سننا، پاؤں سے چلنا وغیرہ سے بھی زنا کا گناہ ہوتا ہے۔

اسی طرح گھر اور خاندان کی جو عورتیں جمع ہو کر ناچتی ہیں وہ بھی ناجائز ہے اس لئے کہ اکثر گانے والیاں جوان ہوتی ہیں اور گاتی ہیں ان کی آواز غیر محرم کے کانوں تک پہنچتی ہے جو ناجائز ہے۔ ناچتے وقت اکثر نوجوان جمع ہو کر دیکھ رہے ہوتے ہیں جو ناجائز ہے، پھر رات بھر جاگنے کی وجہ سے فجر کی نماز ضائع ہو جاتی ہے یہ بھی منع ہے۔ تصویریں کھینچی جاتی ہیں اور ویڈیوز بنائی جاتی ہیں جو ممنوع اور حرام ہے، جو لوگ اس گانے بجانے کی مجلس میں شریک ہوتے ہیں ان سب کو فرداً فرداً جتنا گناہ ہوتا ہے وہ سب اکیلے اس شخص کو بھی ہوگا جو اس کا انتظام کرتا ہے۔ (بہشتی زیور)

اچھا رشتہ ملنے کے لئے اہم دعائیں

﴿ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا ﴾

اے ہمارے پروردگار! عطا فرما ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک، اور ہم کو متقیوں (پرہیزگاروں) کا مقتدا بنا دیجئے۔

﴿ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ أَسْئَلُكَ مِنْ صَالِحِ مَا تُؤْتِیَ النَّاسَ مِنَ الْمَالِ ، وَالْأَھْلِ ، وَالْوَلَدِ ، غَیْرَ ضَالٍّ وَّلَا مُضِلٍّ ﴾ (انفاس عیسیٰ)

اے اللہ! میں سوال کرتا ہوں تجھ سے اچھی نیک چیز کا جو تو لوگوں کو دے مال ہو یا بیوی یا اولاد، کہ نہ گمراہ ہوں اور نہ گمراہ کرنے والے۔

﴿ اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُكَ الۡعَفۡوَ وَالۡعَافِيَةَ فِیۡ دِیۡنِیۡ وَ دُنۡيَایَ وَأَهۡلِیۡ وَ مَالِیۡ ﴾

اے اللہ! میں تجھ سے معافی اور امن اور سلامتی مانگتا ہوں، اپنے دین اور دنیا کے معاملہ میں، اپنے اہل اور مال میں۔

﴿ اَللّٰھُمَّ بَارِكۡ لَنَا فِیۡ أَسۡمَاعِنَا وَ أَبۡصَارِنَا، وَقُلُوۡبِنَا وَأَزۡوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا وَتُبۡ عَلَيۡنَا اِنَّكَ أَنۡتَ التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ ﴾ (مناجات مقبول)

اے اللہ! ہمارے لئے برکت دے، ہماری قوت سماعت وبصارت (دیکھنے اور سننے) میں، اور ہمارے دلوں میں، اور ہماری بیویوں اور ہماری اولاد میں، اور ہماری توبہ قبول فرمالے، بیشک تو ہی توبہ قبول فرمانے والا مہربان ہے۔

برے رشتہ سے بچنے کے لئے دعائیں

﴿ اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ أَعُوۡذُ بِكَ مِنۡ اِمۡرَأَةٍ تُشَيِّبُنِیۡ قَبۡلَ الۡمَشِيۡبِ، وَأَعُوۡذُ بِكَ مِنۡ وَّلَدٍ يَّكُوۡنَ عَلَیَّ وَبَالًا، وَأَعُوۡذُ بِكَ مِنۡ مَّالٍ يَّكُوۡنَ عَلَیَّ عَذَابًا ﴾

اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں ایسی عورت سے کہ مجھے بوڑھا کردے بڑھاپے سے پہلے، اور تیری پناہ چاہتا ہوں ایسی اولاد سے کہ میرے لئے وبال ہو، اور تیری پناہ چاہتا ہوں ایسے مال سے کہ مجھ پر عذاب جان ہو۔

﴿ اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ أَعُوۡذُ بِكَ مِنۡ فِتۡنَةِ النِّسَاءِ ، أَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ أَعُوۡذُ بِكَ مِنۡ كُلِّ عَمَلٍ يُّخۡزِيۡنِیۡ ، وَأَعُوۡذُبِكَ مِنۡ كُلِّ صَاحِبٍ يُّؤۡذِيۡنِیۡ، وَأَعُوۡذُ بِكَ مِنۡ كُلِّ أَمَلٍ يُّلۡهِيۡنِیۡ ﴾

اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں عورتوں کے فتنہ سے۔ اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں ہر اس عمل سے کہ مجھ کو رسوا کردے، اور تیری پناہ چاہتا ہوں ہر اس ساتھی سے جو مجھے تکلیف دے، اور تیری پناہ چاہتا ہوں ایسے منصوبے سے کہ مجھے غافل کردے۔

{نوٹ} ان دعاؤں کے اوّل وآخر میں تین تین مرتبہ درود شریف پڑھ لیں۔

آسانی سے نکاح ہو جانے کے عملیات

عشاء کی نماز کے بعد چالیس دن تک {یَا لَطِیْفُ یَا وَدُوْدُ} گیارہ سو گیارہ بار، اوّل و آخر درود شریف تین تین مرتبہ پڑھیں، اور پڑھتے وقت نکاح کا تصور کریں اور ساتھ ساتھ اللہ سے دعاء بھی کریں انشاء اللہ مقصد پورا ہوگا، اگر مقصد چالیس دن سے پہلے پورا ہو جائے تب بھی چالیس دن پورے کریں۔ (اسلامی شادی ص ۹۴: بیاض اشرفی)

(۱) درود ابراہیمی:

﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ٭ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ﴾

صبح فجر اور مغرب کے بعد متعلقہ فرد اور اس کی والدہ: (500-500) مرتبہ پڑھیں۔

(2) ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ذِى الْعِزِّ وَالْكِبْرِيَاءِ وَصَلَّى اللهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ خَاتَمِ الْاَنْبِيَاءِ﴾

عشاء کے بعد یا تہجد کے وقت گیارہ سو گیارہ مرتبہ پڑھیں (91) دن تک: اور عمل کرنے کے بعد دعاء کریں۔

(3) یَا لَطِیْفُ:

40 دن تک (12900) بارہ ہزار نو سو مرتبہ پڑھیں:

دیگر: (یَا لَطِیْفُ)

گیارہ دن تک، فجر، ظہر عصر، مغرب کی نماز کے بعد ایک سو گیارہ (111) بار اور عشاء کی نماز کے بعد گیارہ سو گیار (1111) بار پڑھیں: اول و آخر درود شریف گیار گیارہ مرتبہ پڑھ کر سجدہ میں جا کر دعاء کریں۔

(4) یَا رَحْمٰنُ:

باوضو پاکیزہ جگہ پر بیٹھ کر روزانہ (3125) تین ہزار ایک سو پچیس مرتبہ پڑھیں: اوّل و آخر استغفار:

﴿اَسْتَغْفِرُ اللهَ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَىُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ﴾

گیارہ گیارہ (11،11) مرتبہ پڑھ کر دعا کریں:

(5) یَا عَلِیُّ:

40) چالیس دن تک متعلقہ فرد بعد نماز مغرب خلوت میں بیٹھ کر (2970) دو ہزار نو سو ستر مرتبہ پڑھیں: اور جب رشتہ دیکھنے جائیں تو بھی اس کو پڑھتے رہیں، اگر رشتہ فرماں بردار ہوگا تو قبول ہو جائے گا ورنہ نہیں۔

(6) یَا مُجِیْبُ:

گیارہ دن تک (5500) پانچ ہزار پانچ سو مرتبہ پڑھیں، اور اس کے بعد دعاء مانگیں:

(7) یَا فَتَّاحُ:

اس اسم کو (1156) گیارہ سو چھپن مرتبہ روزانہ بعد نماز عصر (40) چالیس دن تک متعلقہ فرد یا اس کے والدین میں سے کوئی ایک پڑھیں:

(8) یَا مُتَکَبِّرُ:

(رشتہ کے پیغام کی ہاں کے لئے):

تین دن تک علیٰحدگی میں بیٹھ کر (11000) گیارہ ہزار مرتبہ پڑھیں، اور چوتھے دن ہاں کی نیت سے وہاں جائیں۔

(9) یَا مُعِیْدُ:

(دوبارہ شادی کے لئے)

روزانہ اکتالیس (41) دن تک بارہ ہزار چار سو (12400) مرتبہ پڑھیں انشاء اللہ رکاوٹ دور ہو جائے گی۔

(10) یَا غَنِیُّ:

اکیس (21) دن تک (6250) مرتبہ اس اسم کو پڑھے، اس کے بعد اس کا نقش اپنے پاس جیب میں رکھ لے۔

(11) یَا مُغْنِیُ:

(شادی کا ذریعہ) گیارہ دن تک، گیارہ ہزار (11000) مرتبہ پڑھیں:

(12) یَا وَاجِدُ:

(اگر کسی نے رکاوٹ ڈالی ہو تو دور ہو)

گیارہ جمعرات: گیارہ ہزار (11000) مرتبہ پڑھیں، انشاء اللہ پیغام آ جائے گا۔ دیگر: اگر رشتہ آئے تو یہ معلوم کرنے کے لئے کہ بہتر ہے یا نہیں اس اسم کو سات دن تک رات کو سوتے وقت چودہ سو چودہ (1414) مرتبہ پڑھیں انشاء اللہ بذریعہ خواب معلوم ہو جائے گا۔

(13) یا مُتَعَالِیُ:

(شادی کا پیغام ملے)

جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب کو آدھی رات کے بعد اٹھ کر پہلے دو رکعت برائے حاجت پڑھے، پھر آنکھیں بند کر کے قبلہ رخ ہو کر بیٹھ جائے اور اس اسم کو پانچ سو اکیاون (551) مرتبہ پڑھیں، اور پھر اپنے مقصد کے لئے دعاء کریں سات شب تک یہی عمل کرتے رہیں۔

(14) ﴿قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ٭ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾ (آل عمران)

مہینے کی پہلی جمعرات کو بساعت نیک لکھ کر کسی نیک آدمی کے کپڑے میں لپیٹ کر عورت کے بازو پر باندھے، خاوند نیک خوئی نصیب ہو۔ اور اگر پیغام بھیجا ہو تو منظور ہو۔

(15) اوائل سورۃ مقطعات:

﴿الٓمّٓ ، الٓمّٓصٓ ، كٓهٰيٰعٓصٓ ، حٰمٓ عٓسٓقٓ ، حٰمٓ ، قٓ ، نٓ ، يٰسٓ ، آمِيْن﴾

کو لکھ کر انگوٹھی کے نگینہ میں رکھ کر متعلقہ فرد پہنے۔

(16) آیۃ کریمہ:

﴿وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاۤءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ٭ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ٭ وَاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾

کو اتوار کے دن اوّل ساعت میں مشک و زعفران سے کاغذ پر لکھ کر دائیں بازو پر باندھیں۔

(17) یَا مُعْطِیُ:

لڑکی کے رشتے کے لئے:

بعد نماز عشاء گیارہ روز تک گیارہ ہزار (11000) مرتبہ پڑھیں اس طرح کہ جمعرات سے شروع کر کے اتوار پر ختم کریں۔

(18) واسطے مرد بے زن کے:

تین دن مسلسل روزے رکھیں اور ہر رات کو سوتے وقت اکیس (21) مرتبہ یہ آیت کریمہ پڑھیں:

﴿وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَجَعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ٭ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلَامًا ٭ خَالِدِيْنَ فِيْهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا﴾ (الفرقان)

پھر اپنے مقصد کے لئے دعاء کریں اور یہ عمل ہر ماہ اسی طرح کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نیک و پارسا زن نصیب فرمائے گا۔

(19) آیت کریمہ:

﴿نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى﴾

کو بروز جمعہ بعد نماز جمعہ لکھ کر اپنے دائیں بازو پر باندھیں، صالحہ زن نصیب ہو۔

(20)

اگر شادی نہ ہوتی ہو تو بعد نماز عشاء سجدہ میں جا کر چالیس دن تک پانچ سو (500) مرتبہ یہ آیۃ کریمہ پڑھے:

﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٭ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْ لَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ، كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ، اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ﴾

(سورۃ یوسف)

محتاجِ دُعاء: (مولانا) محمد موسیٰ شاکر غفراللہ لہٗ

مباشرت کے آداب وسنن

جب نکاح کے بعد عورت کو گھر میں لائیں تو یہ دعاء پڑھیں

حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِذَا أَفَادَ أَحَدُكُمْ اِمْرَأَةً ،أَوْ خَادِمًا أَوْ دَآبَةً، فَلْيَأْخُذْ بِنَا صِيَتِهَا ، وَلْيَقُلْ:

﴿ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ أَسْأَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا جُبِلَتْ عَلَيْهِ ، وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَ شَرِّ مَا جُبِلَتْ عَلَيْهِ ﴾

جب تم میں سے کوئی (نکاح کے بعد) کسی عورت یا کسی خادم (یا خادمہ کو خرید کر) یا کسی جانور کو خرید کر گھر میں لائے تو اس کی پیشانی کو پکڑ کر یہ دعاء پڑھے:

﴿ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ أَسْأَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا جُبِلَتْ عَلَيْهِ ، وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَ شَرِّ مَا جُبِلَتْ عَلَيْهِ ﴾

اے اللہ! میں آپ سے اس کی خیر وبرکت ،اور اس کے پیدائیشی عادات واخلاق کی خیر وبرکت کا سوال کرتا ہوں ،اور اس کے شر اور اس کی پیدائیشی عادات واخلاق کے شر سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے، پھر سب سے پہلے ملتے ہی ﴿بَارَكَ اللّٰهُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنَّا فِيْ صَاحِبِهٖ ﴾ کہے، پھر مندرجہ بالا دعاء پڑھے۔ پھر دو رکعت نماز نفل پڑھے اور بیوی سے کہے کہ وہ بھی اس کے پیچھے نماز پڑھے اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ خیر پیدا فرمائیں گے۔حضرت سلمان فارسیؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: جب تم شادی کرو،اور رخصتی کی رات ہو تو دو رکعت نماز پڑھو، اور بیوی کو بھی حکم دو کہ وہ تمہارے پیچھے دو رکعت نماز پڑھے۔اس سے اللہ تعالیٰ گھر میں خیر وبرکت پیدا فرمائے گا۔

بیوی سے پہلی ملاقات کے وقت

مستحب یہ ہے کہ جس وقت پہلی بار بیوی سے خلوت کرے تو اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر یہ دعاء پڑھے:

﴿ أَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِهَا ، وَخَيْرَ مَا جُبِلْتَهَا ، وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا جُبِلْتَهَا ﴾

اے اللہ! میں آپ سے اس کی بھلائی مانگتا ہوں، اور پناہ چاہتا ہوں آپ کی اس کی برائی سے اور اس کی جبلی عادتوں کی برائی سے۔

آداب مباشرت

صحبت صرف خواہش پوری کرنے کی نیت سے نہ کی جائے بلکہ نفس کو پراگندگی سے بچانے، بیوی کے حق کو ادا کرنے، نیک اور صالح اولاد کے حصول اور ثواب کی نیت سے ہو۔ قرآن کریم میں اللہ ربّ العزت کا ارشاد ہے:

﴿ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ﴾ (البقرۃ ۱۸۷)

یعنی بیوی کی قربت سے اولاد کا قصد کرو جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مقدر فرمایا ہے۔

☆صحبت سے پہلے عورت کو صحبت کے لئے تیار اور مانوس کرلیا جائے اور اس کے لئے اس کے ساتھ محبت آمیز گفتگو ہونی چاہئے اور بوسہ وغیرہ سے آغاز کرنا چاہئے۔ ارشاد نبوی ہے:

﴿ لَا يَقَعْنَ أَحَدُكُمْ عَلَى اِمْرَأَتِهٖ كَمَا تَقَعَ الْبَهِيْمَةُ ، وَلْيَكُنْ بَيْنَهُمَا رَسُوْلٌ قِيْلَ: وَمَا الرَّسُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ أَلْقُبْلَةُ وَالْكَلَامُ ﴾ (مسند الفردوس، الاحياء ص ۹۰ ج۲)

تم میں سے کوئی اپنی بیوی پر اس طرح نہ جا پڑے جس طرح چوپائے پڑتے ہیں، بلکہ دونوں کے درمیان اولاً پیغامبر ہونا چاہئے۔ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ پیغامبر سے آپ کی مراد کیا ہے؟ فرمایا: بوسہ اور گفتگو۔

اور آپ ﷺ نے حضرت جابرؓ سے فرمایا: کہ تم نے باکرہ سے شادی کیوں نہ کی کہ وہ تم سے کھیلتی اور تم اس سے۔

☆صحبت آگے کے موقع میں ہو (یعنی شرمگاہ میں اور یہ حکم) اس لئے ہے کہ قرآن کریم میں ربّ العالمین کا ارشاد ہے:

﴿ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ﴾ (البقرۃ ۲۲۳)

تمہاری بیویاں تمہارے لئے بمنزلہ کھیت کے ہیں (جس میں نطفہ بجائے تخم کے اور بچہ بجائے پیداوار کے ہے) سو آؤ اپنے کھیت میں جس طرف سے ہوکر چاہو۔ (یعنی جس طرح کھیتوں میں آنے کی اجازت

ہے اسی طرح بیویوں کے پاس پاکی کی حالت میں ہر طرف سے آنے کی اجازت ہے خواہ بیٹھ کر ہو یا لیٹ کر یا کروٹ کے بَل مگر آنا ہر صورت میں کھیت کے اندر ہے اور وہ خاص آگے کا محل ہے۔

☆ صحبت ایسے وقت ہو کہ جب طبیعت میں توازن ہو کہ نہ بھوک کی حالت ہو اور نہ پیٹ بھرا ہوا ہو، نہ رات کے شروع میں ہو، اور نہ دواء لینے کے فوراً بعد، اور نہ ہی ذہن کسی کام میں الجھا ہوا ہو۔ نہ اس میں بہت زیادہ کثرت ہو، اور نہ تکلف کے ساتھ ہو کہ افراط ہر چیز میں مضر ہے۔

جب ہمبستری کا ارادہ کرے

پھر جس وقت ہم بستری کا ارادہ کرے تو بسم اللہ سے یہ عمل شروع کرے، اور پھر سورۃ اخلاص کی تلاوت کرے، اور پھر اس روایت میں مذکور یہ دعاء پڑھے۔ حضرت ابن عباس؄ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

﴿ لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ اِذَا أَرَادَ أَنْ يَّأْتِيَ أَهْلَهٗ قَالَ : بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا ، فَاِنَّهٗ اِنْ يُّقَدَّرُ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ فِيْ ذَالِكَ لَمْ يَضُرَّهٗ شَيْطَانٌ أَبَدًا ﴾ (رواہ البخاری و مسلم)

اگر تم میں سے کوئی اپنی زوجہ کے پاس جانا چاہے تو یہ دعاء پڑھے:

﴿ بِسْمِ اللّٰهِ أَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّيْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا ﴾

میں اللہ تعالیٰ کا نام لے کر یہ کام کرتا ہوں، اے اللہ! ہمیں شیطان کے شر سے بچا، اور جو اولاد آپ ہمیں عطا فرمائیں اسے بھی شیطان سے بچا۔

تو اگر مباشرت کے نتیجہ میں ان کے لئے بچہ مقدر ہوگا تو شیطان کبھی اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا اور ہمیشہ شیطان کے شر سے محفوظ رہے گا۔ ☆ جب انزال کا وقت قریب ہو تو دل ہی دل میں بلا ہونٹوں کو حرکت دیئے یہ دعاء پڑھے:

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا ﴾ { أَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ لِلشَّيْطَانِ فِيْمَا رَزَقْتَنِيْ نَصِيْبًا ﴾

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے پانی سے انسان کی تخلیق فرمائی اور اسے نسبی اور سسرالی رشتہ بنایا: یا اللہ! جو بچہ آپ ہمیں نصیب کریں شیطان کے لئے اس میں کوئی حصہ نہ کرنا۔

☆ بعض کتب میں لکھا ہے کہ بہت سے لوگوں نے اپنا تجربہ بیان کیا ہے جو کوئی یہ چاہتا ہو کہ اسے اللہ بیٹا عطا فرمائے تو وہ ہمبستری کے وقت سورۃ اخلاص {قل ھو اللہ احد} کی تلاوت کرے، اور ہمبستری سے فارغ ہو کر یہ دعاء کرے:

﴿ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ مِنْ ھٰذَا الْجِمَاعِ وَلَدًا اُسَمِّیْہِ مُحَمَّدًا اَوْ اَحْمَدُ ﴾

اے اللہ! مجھے اس جماع سے بیٹا عطا فرما۔ میں اس کا نام محمد یا احمد رکھوں گا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی دعاء قبول فرمائیں گے اور اسے بیٹا عطا فرمائیں گے۔　(موسوعۃ الاسرۃ تحت رعایۃ الاسلام ص ۱۵۹)

☆ جماع کے وقت قبلہ کی جانب رُخ نہ کرے کہ یہ خلاف ادب ہے بلکہ کسی اور جانب رُخ کرے۔

بدن کا ڈھانپنا

شوہر سے کسی جگہ کا پردہ نہیں ہے۔ میاں بیوی ایک دوسرے کے سامنے بدن کھول سکتے ہیں۔ مگر بلا ضرورت ایسا نہ کریں، صحبت کے وقت اپنا اور اپنی بیوی کا جسم کھلا نہ رکھیں بلکہ کسی کپڑے سے ڈھانپ لیں، آواز پست کر لیں۔

ایک حدیث میں حضرت ابن عباسؓ سے مرفوعاً مروی ہے:

﴿ اِذَا جَامَعَ اَحَدَکُمْ اِمْرَأَتَہٗ اَوْجَارِیَتَہٗ فَلاَ یَنْظُرْ اِلٰی فَرْجِھَا فَاِنَّ ذَالِکَ یُوْرِثُ الْعُمْیَ ﴾　(وفی روایۃ) فلا یتجر د اتجرد العیرین} (ابن ماجہ)

جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی یا باندی سے جماع کرے تو اس کی شرم گاہ نہ دیکھے کیونکہ یہ اندھے پن کو پیدا کرتا ہے۔

☆ اور ایک روایت میں ہے کہ ان دونوں کو چاہئے کہ گدھوں کی طرح ننگے نہ ہوں۔

☆ صحبت کے وقت کسی اجنبیہ کا تصور نہ کرے کہ قصداً ایسا تصور کرنا حرام ہے۔

بعض علماء مندرجہ ذیل حدیث کی وجہ سے شب جمعہ یا جمعہ کے دن صحبت کو مستحب قرار دے دیتے ہیں:

﴿رَحِمَ اللّٰہُ مَنْ غَسَلَ وَاغْتَسَلَ یَوْ مَ الْجُمُعَۃِ ﴾

اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو جمعہ کے دن غسل کرائے اور غسل کرے۔

جماع کے بعد غسل کرنا

☆ مسنون ہے کہ ہر جماع کے بعد فوراً غسل کر لیا جائے کہ اس سے طبیعت میں تازگی پیدا ہوتی ہے، طہارت و

پاکیزگی حاصل ہو جاتی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے، اور صحت اور قوت کی حفاظت ہوتی ہے۔ جیسا کہ خود پیارے پیغمبر ﷺ نے اس کا اہتمام فرمایا: آپ ﷺ کے غلام حضرت ابو رافع ؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ أَنَّهُ ﷺ : طَافَ عَلٰى نِسَآئِهٖ فِيْ لَيْلَةٍ ، فَاغْتَسَلَ عِنْدَ كُلّ امْرَأَ ةٍ مِّنْهُنَّ غُسْلاً فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، لَوْ اِغْتَسَلْتَ غُسْلًا وَّاحِدًا ! فَقَالَ: هٰذَا أَطْيَبُ وَأَطْهَرْ ﴾

پیارے پیغمبر ﷺ ایک رات اپنی تمام ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے گئے، اور ہر ایک کے پاس غسل فرمایا، میں نے عرض کیا! یا رسول اللہ اگر آپ ﷺ ایک ہی غسل فرما لیتے تو (کیا یہ کافی نہیں تھا) آپ ﷺ نے فرمایا: اس میں زیادہ پاکیزگی اور طہارت ہے۔

اور کبھی آپ ﷺ بیان جواز اور عدم وجوب کو ظاہر کرنے کے لئے ایک ہی غسل پر بھی اکتفاء فرما لیا کرتے تھے جیسا کہ حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ أَنَّهُ ﷺ كَانَ يَطُوْفُ عَلٰى نِسَآئِهٖ بِغُسْلٍ وَّاحِدٍ ﴾ (رواہ مسلم، ج۳، ص۲۱۷)

آپ ﷺ اپنی ازواج مطہرات کے پاس تشریف لیجاتے (اور پھر) ایک ہی غسل فرما دیتے۔

اور اگر ایک مرتبہ جماع کرنے کے بعد غسل سے پہلے دوبارہ پھر جماع کرنا چاہے تو صرف وضو پر اکتفا کرنا بھی جائز ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو سعید الخذری ؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدرِيِّ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: اِذَا أَتٰى أَحَدُكُمْ أَهْلَه ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يَّعُوْدَ فَلْيَتَوَضَّأْ ﴾ (زاد المعاد، ج۳، ص۱۴۷)

پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنے گھر والوں کے پاس (جنسی حاجت کے لئے) آئے، اور پھر دوبارہ آنا چاہے تو اسے چاہئے کہ وضو کر لے۔

☆ مسنون یہ ہے کہ جماع کے بعد غسلِ جنابت کرنے میں تاخیر نہ کرے۔ اور بغیر غسل کے نہ سوئے یا کم از کم وضو کر لے۔ اس لئے کہ حضرت عمر ؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے پیارے پیغمبر ﷺ سے سوال کیا:

﴿ أَيَنَامُ أَحَدُنَا وَهُوَ جُنُبٌ ؟ قَالَ: نَعَمْ اِذَا تَوَضَّأَ ﴾ (رواہ البخاری ومسلم)

کیا ہم میں سے کوئی جنابت کی حالت میں سو سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں جب کہ اس نے وضو

کرلیا ہو

اور اس لئے بھی تاخیر نہ کرے کہ رحمت اور برکت کے فرشتے گھر میں داخل نہیں ہوتے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَا تَدْ خُلُ الْمَلَآئِکَۃُ بَیْتًا فِیْہِ صُوْرَۃٌ وَلَا کَلْبٌ وَلَا جُنُبٌ ﴾ (رواہ ابو داؤد، نسائی)

اس گھر میں (رحمت کے) فرشتے داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر، اور کتا، اور جنبی ہو۔

بیوی کی پوشیدہ باتوں کو افشاء کرنے پر وعید

صحبت کے وقت کی باتیں، جنسی معاملات اور ذاتی امور دوسروں کے سامنے بیان کرنا خلاف انسانیت، خلاف مروت حرام اور شریعت کی نگاہ میں انتہائی ناپسندیدہ ہے، اور قیامت کے دن اس پر سخت باز پرس ہوگی چاہے میاں بیوی میں سے جو بھی ان افعال و اقوال کو ظاہر کرے اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک، ایک دوسرے کے اقوال و افعال کا امین ہے، اور ان کو ظاہر کرنا خیانت ہے۔ پیارے پیغمبر ﷺ نے اس سے سختی سے منع فرمایا ہے۔

حضرت ابوسعیدؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّ مِنْ أَعْظَمِ الْأَمَانَۃِ عِنْدَا للّٰہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ :وفی روایۃ: اِنَّ مِنْ أَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰہِ مَنْزِلَۃً یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ، الرَّجُلُ یُفْضِیْ اِلٰی اِمْرَأَتِہٖ ، وَ تُفْضِیْ اِلَیْہِ، ثُم یُنْشُرُ سِرَّھَا ﴾ (رواہ احمد، والمسلم، وابوداؤد)

اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے بڑی امانت (جس کے بارے میں) قیامت کے دن (سوال کیا جائے گا)۔ایک روایت میں یوں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک باعتبار مرتبہ کے سب سے برا شخص وہ ہوگا جو اپنی بیوی سے ہم آغوش ہو اور اس کی بیوی بھی اس سے ہم آغوش ہو، پھر وہ اپنی پوشیدہ باتیں لوگوں کو بتاتا پھرے۔

شوہر کی بات نہ ماننے پر فرشتوں کی لعنت

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

﴿ اِذَا دَعَی الرَّجُلُ اِمْرَأَتَہٗ اِلٰی فِرَا شِہٖ فَأَبَتْ فَبَاتَ غَضْبَانَ لَعَنَتْھَا الْمَلٰٓئِکَۃَ حَتّٰی

تُصْبِحَ۔ ﴾ (رواہ البخاری ومسلم)

جب شوہر اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ (شرعی عذر کے بغیر) اس کے بستر پر جانے سے انکار کردے جس کی وجہ سے شوہر ناراضگی میں رات گزارے تو صبح ہونے تک فرشتے اس عورت پر لعنت کرتے رہیں گے۔

اس حدیث مبارکہ میں میاں بیوی کے مخصوص عمل کی طرف اشارہ ہے، جو عورتیں اس کی خلاف ورزی کرتی ہیں وہ اپنے شوہروں کو یا تو دوسری شادی کرنے پر آمادہ کردیتی ہیں یا گناہ پر۔لہٰذا میاں بیوی میں سے ہر ایک کو ایک دوسرے کے بشری تقاضوں کو پورا کرنے اور دلداری کی بہت ضرورت ہے۔ اور اگر عذر شرعی نہ ہو تو بیوی کو شوہر کے بلانے پر انکار نہیں کرنا چاہئے، اور اس میں رات اور دن کی بھی کوئی قید نہیں ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ بوقت حاجت اس کی حاجت کو پورا کیا جائے۔ اسی لئے ایک حدیث میں پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِذَا دَعَی الرَّجُلُ زَوْجَتَہٗ لِحَاجَتِہٖ فَلْتَأْتِہٖ وَاِنْ کَانَتْ عَلَی التَّنُّوْر ﴾ (ترمذی)

شوہر جب اپنی بیوی کو اپنی حاجت کے لئے بلائے تو آجائے اگرچہ تندور گرم کررہی ہو۔

حالت حیض میں بیوی کے پاس آنا

عورت کو ہر ماہ جو خون آتا ہے اس کو حیض کہتے ہیں جس کی کم سے کم مدت تین دن اور تین رات اور زیادہ سے زیادہ دس دن اور دس راتیں ہیں۔ جو خون تین دن سے کم آئے یا دس دن سے زیادہ آئے وہ استحاضہ کہلاتا ہے۔حیض اور نفاس کی حالت میں اپنی بیوی سے صحبت جائز نہیں ہے بلکہ حرام ہے۔اور یہ حرمت تمام آسمانی شریعتوں میں رہی ہے اور اسی پر اجماع ہے۔اس لئے اس کی حلت کا اعتقاد رکھنا کفر ہے۔قرآن کریم میں ربّ العزت کا ارشاد ہے:

﴿ وَ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْمَحِیْضِ ، قُلْ ھُوَ اَذًی فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِی الْمَحِیْضِ وَلَا تَقْرَبُوْ ھُنَّ حَتّٰی یَطْھُرْنَ ﴾ (سورۃ البقرۃ:۲۲۲)

اور لوگ آپ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ وہ گندگی ہے، لہٰذا حیض کی حالت میں عورتوں سے الگ رہو، اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں، ان سے قربت (یعنی جماع) نہ کرو۔

اور حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ مَنْ أَتٰی حَائِضًا ، أَوْ اِمْرَأَةً فِیْ دُبُرِهَا ، أَوْ كَاهِنًا فَصَدَّقَهٗ ، فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ ﷺ ﴾ (زاد المعاد ص۱۴۸؛ ج ۳:نیل الاوطار ج۶: ص۲۱۲)

جو شخص حیض والی عورت کے پاس (جماع کے لئے) آیا، یا اپنی عورت کے پاس اس کے پچھلے راستے سے آیا، یا کسی کاہن کے پاس آیا اور اس کی (کہی ہوئی باتوں کی) تصدیق کی تو اس نے محمد الرسول اللہ ﷺ پر اُترنے والی شریعت کے ساتھ کفر کیا۔

اسی طرح علامہ طرطوسیؒ نے اپنی کتاب {تحریم الفواحش} میں اور محدث شبلیؒ اپنی کتاب {آکام المرجان فی غرائب الاحکام و احکام الجان} صفحہ ۷۷) پر حضرت ابن عباسؓ سے ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلَهٗ ﷺ نَهَيَا أَنْ يَأْتِیَ الرَّجُلُ اِمْرَأَتَهٗ وَهِیَ حَائِضٌ ، فَاِذَا أَتَاهَا سَبَقَهُ اِلَيْهَا الشَّيْطَان ، فَحَمَلَتْ فَجَائَتْ بِا لْمُخَنَّث ﴾

بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس حیض کی حالت میں آئے، اور جب کوئی آدمی (اپنی بیوی کے پاس حالت حیض میں) آتا ہے تو شیطان اس کی طرف سبقت کرتا ہے جس کے نتیجہ میں وہ حاملہ ہوتی ہے اور مخنّث (یعنی ہیجڑے) کو جنتی ہے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ: اگر کوئی مسلمان حائضہ کے ساتھ جماع کو حلال سمجھے تو وہ کافر مرتد ہو جائے گا۔ اور جو حلال تو نہیں سمجھتا لیکن پھر بھی جان بوجھ کر حالت حیض میں جماع کر بیٹھے تو وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا اور اس پر واجب ہے کہ وہ توبہ کرے۔ (حقوق الزوجیۃ ص۱۴۶)

معلوم ہوا کہ حیض کی حالت میں صحبت کرنا جائز نہیں اور صحبت کے علاوہ باقی سب کچھ کرنا یعنی ساتھ سونا، بوس وکنار، کھانا، پینا، لیٹنا اور باقی جسم سے کھیلنا درست ہے اس لئے کہ حدیث میں ہے:

﴿ اِصْنَعُوْا كُلَّ شَيْئٍ اِلَّا النِّكَاحِ ﴾ (رواہ مسلم عن انسؓ ج۳، ص۲۱۱)

سوائے صحبت کے سب کچھ کرو۔

خلاف وضع فطری عمل پر خدا کی لعنت ہے

خلاف فطرت طریقے سے (پیچھے کے موقع میں) اپنی بیوی سے صحبت کرنا حرام ہے۔ خلاف فطرت طریقے سے

شہوت کا تقاضہ پورے کرنے سے جانور جو عقل و تمیز سے محروم ہیں وہ بھی اجتناب کرتے ہیں، چہ جائیکہ انسان جسے ربّ العالمین نے عقل و شعور سے نوازا ہے وہ اپنی شہوت کو خلاف فطرت طریقہ سے پورا کرے؟ اور جو ایسا کرتے ہیں وہ صرف انسانیت کے دائرے سے ہی باہر نہیں بلکہ حیوانات سے بھی بدتر ہیں اور ایسے لوگ ربّ العالمین کے لطف و کرم سے محروم رہیں گے۔ چنانچہ حضرت خزیمہ ابن ثابت ؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیِیْ مِنَ الْحَقِّ ۔ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔لَا تَأْ تُوا النِّسَاءَ فِیْ أَدْبَارِھِنَّ ﴾

اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے حیا نہیں کرتا، (یہ بات تین بار آپ ﷺ نے دُھرائی اور پھر فرمایا:) تم عورتوں کے ساتھ مقعد کے راستے بدفعلی مت کرو۔ (رواہ احمد، وترمذی)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَلْعُوْنٌ مَنْ أَتٰی اِمْرَأَتَہُ فِیْ دُبُرِھَا ﴾ (رواہ احمد و ابو داؤد)

پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ شخص ملعون ہے جو اپنی عورت کے ساتھ بدفعلی کرے۔

اور حضرت ابو ہریرہ ؓ سے ہی ایک دوسری روایت میں اس طرح مروی ہے کہ: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّ الَّذِیْ یَأْ تِیْ اِمْرَأَۃً فِیْ دُبُرِھَا لَا یَنْظُرُ اللّٰہُ اِلَیْہِ یَوْمَ ا لْقِیَامَۃِ ﴾ (رواہ البیہقی)

جو شخص کسی عورت کے ساتھ خلاف وضع فطرت حرکت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف قیامت کے دن نظر بھی نہ فرمائے گا۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس ؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿لاَ یَنْظُرُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ اِلٰی رَجُلٍ أَتٰی رَجُلاً أَوْ اِمْرَأَۃً فِیْ دُبُرِھَا ﴾ (رواہ الترمذی)

جو شخص کسی مرد یا عورت کے ساتھ خلاف وضع فطرت حرکت کرے اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر بھی نہ فرمائے گا۔

لواطت کے اس عمل سے نسلِ انسانی کی بیخ کنی ہوتی ہے، اور یہ کام شرم و حیاء سے عاری فاسق اور فاجر لوگوں کا ہے لواطت کا یہ عمل سب سے پہلے شہر سدوم کے رہنے والوں نے کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے حضرت لوط علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور انہوں نے ان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۔اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ، بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴾ (الاعراف:۸۱،۸۰)

کیا تم ایسا فحش (اور بے حیائی کا) کام کرتے ہو جس کو تم سے پہلے دنیا جہان والوں میں سے کسی شخص نے نہیں کیا۔کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو؟(اور ان سے جنسی ہوس پورا کرنے کا یہ کوئی اتفاقی واقعہ نہیں بلکہ سچ تو یہ ہے کہ) تم ایسے لوگ ہو کہ (شرافت کی) تمام حدیں پھلانگ چکے ہو۔

ربّ العالمین نے ان کو اس فعل بد سے باز نہ آنے پر دو طرح کا عذاب دیا، پہلے اُن پر زمین اٹھا کر اُلٹ دی گئی اور جب وہ نیچے کو گرے تو اوپر سے ان پر پتھراؤ کیا گیا۔

﴿ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴾ (الاعراف ۸۴)

اور ہم نے ان پر (پتھروں کی) ایک بارش برسائی۔اب دیکھو! ان مجرموں کا انجام کیسا (ہولناک) ہوا؟

شب عروسی میں ہدیہ دینا

پہلی رات (سہاگ رات) میں دولہا کی طرف سے دلہن کو کچھ ہدیہ تحفہ دینا، اور شب عروسی کی صبح کو دولہا اور دلہن کے لئے ہدیہ بھیجنا مسنون ہے۔حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش ؓ سے جب شادی کی، اور اپنی اہلیہ کے پاس تشریف لے گئے، تو مجھ سے میری والدہ حضرت امّ سلیم ؓ نے فرمایا کاش میں کوئی ہدیہ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کرتی (یعنی میں بنا دیتی اور کوئی لے جا کر پیش کر دیتا) میں نے کہا ٹھیک ہے بنا دو۔چنانچہ انہوں نے کھجور، گھی، اور پنیر لے کر ایک پتیلی میں اُس کا حلوہ بنایا، اور مجھے دیا۔اور میں نے اسے لے جا کر پیارے پیغمبر ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا ۔(بخاری:۲،۵۷۷،نسائی:۹۳)

☆☆☆☆☆

ولیمہ کے آداب اور سنتیں

شب عروسی گزارنے کے بعد اپنے عزیزوں، دوستوں اور رشتہ داروں اور مساکین کو دعوت ولیمہ کا کھانا کھلانا سنت ہے۔اس میں یہ حکمت بھی ہے کہ اس کے ذریعہ شادی کرنے والے مرد اور اس کے گھرانے کی طرف سے خوبصورتی کے ساتھ اس کا اعلان و اظہار ہو جاتا ہے کہ شادی کے اس رشتہ سے ہم کو اطمینان اور خوشی ہے اور ہم اس کو اللہ تعالیٰ کی قابل شکر نعمت سمجھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ چیز منکوحہ عورت اور اس کے گھر والوں کے لئے بڑی خوشی اور اطمینان کا باعث ہوگی، اور اس سے باہمی تعلق ومودت میں اضافہ ہوگا۔

ولیمہ کب کیا جائے

ولیمہ کب کیا جائے اس میں اختلاف ہے،بعض حضرات نے ولیمہ کا وقت شب عروسی،دخول اور ملاقات کے بعد کا لیا ہے جیسے امام شعرانی ؒ، قاضی عیاض اور علامہ عینی ؒ، امام بیہقیؒ وغیرہ۔

لیکن بعض حضرات نے دخول، ملاقات اور شب عروسی کی قید ولیمہ میں نہیں رکھی بلکہ فرمایا ہے کہ شادی اور نکاح کے وقت جو کھانا کھلایا جائے اس کو ولیمہ کہتے ہیں، جیسے ملاعلی قاریؒ، علامہ شامیؒ، ابن عبد البر مالکی وغیرہ۔ چنانچہ ملاعلی قاریؒ شرح مشکوٰۃ میں ولیمہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

﴿ أَلْوَلِيْمَةُ وَهِيَ الطَّعَامُ الَّذِیْ يُصْنَعُ عِنْدَ الْعُرُوْس ﴾ (مرقات:۶)

ولیمہ وہ کھانا ہے جو شادی کے موقع پر بنایا جاتا ہے۔

اور علامہ شامیؒ لکھتے ہیں: {ھی طعام العرس} وہ شادی کے موقعہ کا کھانا ہے۔ ابن عبد البر مالکیؒ کی رائے بھی یہی ہے کہ شادی کے موقعہ پر جو کھانا بنایا جاتا ہے اسے ولیمہ کہتے ہیں۔اسی وجہ سے ابن حبیب کا قول ہے کہ ولیمہ کا وقت رخصتی سے لے کر دخول ملاقات کے بعد تک کا ہے۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ پہلے دن کا ولیمہ حق اور صحیح ہے، دوسرے دن کا ولیمہ ٹھیک ہے اور عرف کے مطابق ہے، اور تیسرے دن کا ولیمہ ریا ہے اور دکھاوے اور شہرت کے لئے ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ رخصتی اور خوشی کے فوراً بعد ولیمہ کر دینا چاہئے دوسرے دن کی بھی گنجائش ہے مگر تیسرے دن کی دعوت دراصل ولیمہ نہیں بلکہ وہ رواج کے طور پر ہے تا کہ لوگوں کو شکایت نہ ہو اور نام ہو جائے، ملاعلی قاریؒ نے اس کو مکروہ تحریمی کہا ہے۔ (شمائل:۱۵۷)

ولیمہ کی ترغیب

پیارے پیغمبر ﷺ نے اپنے ارشادات اور عمل دونوں سے اس کی رہنمائی فرمائی ہے۔

حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأٰى عَلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَثَرَ صُفْرَةٍ فَقَالَ مَا هٰذَا ؟ قَالَ تَزَوَّجْتُ اِمْرَأَ ةً عَلٰى وَزْنِ نَوَاةٍ مِّنْ ذَهَبٍ ، قَالَ: بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ أَوْ لِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ ﴾

پیارے پیغمبر ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ (کے جسم یا کپڑوں) پر زردی کا کچھ اثر دیکھا تو ان سے پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے ایک عورت سے شادی کی ہے کھجور کی گٹھلی کے وزن کے برابر سونے پر (یعنی اس کا مہر اتنا مقرر کیا ہے) پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: اللہ تمہیں مبارک کرے! ولیمہ کی دعوت کرو اگر چہ وہ پوری ایک بکری کا ہو۔ (رواہ البخاری ومسلم)

اس حدیث مبارکہ سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ دل کھول کر ولیمہ کرو چاہو تو اس ولیمہ کے لئے ایک مستقل بکری ذبح کر ڈالو۔ اس زمانہ میں بکری کا ولیمہ کرنا بھی معمولی حیثیت نہیں رکھتا تھا اس لئے کہ مسلمانوں کی مالی اور اقتصادی حالت بہت کمزور تھی۔ اور دوسری بات اس حدیث سے یہ معلوم ہوئی کہ پیارے پیغمبر ﷺ کی تعلیم و تربیت نے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو ایسا بنا دیا تھا کہ وہ اپنی شادی و نکاح کی تقریبات میں پیارے پیغمبر ﷺ کو بھی شرکت کی دعوت اور زحمت نہیں دیتے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ جو عشرہ مبشرہ اور خواص صحابہ ؓ میں سے ہیں انہوں نے شادی کی اور پیارے پیغمبر ﷺ کو بھی خبر نہ ہوئی اور ان کے کپڑوں پر زعفران کا نشان دیکھ کر پوچھنے پر معلوم ہوا۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا {أَلْوَلِيْمَةُ حَقٌّ} ولیمہ حق اور سنت ہے۔ (فتح الباری)

حضرت ابن عمر ؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: دعوت ولیمہ کرنا حق ہے، جس نے اسے قبول نہیں کیا اس نے خدا رسول کی نافرمانی کی۔ (بیہقی، کنز العمال ۲۱:۳۰۷)

ولیمہ کے لئے بہت زیادہ اہتمام کرنا

ولیمہ کے لئے بہت بڑے پیانے پر انتظام کرنے کی ضرورت نہیں ہے تھوڑا کھانا بھی چند لوگوں کو کھلا دینا کافی ہے۔ حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ کا جب {امّ المؤمنین حضرت صفیہ ؓ} کے ساتھ نکاح ہوا تو آپ ﷺ سفر میں تھے، خیبر اور مدینہ کے درمیان تین رات قیام فرمایا، دوران سفر ہی آپ ﷺ کا نکاح بھی ہوا، رخصتی بھی

ہوئی اور ولیمہ بھی، لیکن اس شان سے کہ:

﴿ مَا كَانَ فِيْهَا مِنْ خُبْزٍ وَلَا لَحْمٍ ، وَمَا كَانَ فِيْهَا اِلَّا أَنْ أَمَرَ بِالْأَنْطَاعِ فَبُسِطَتْ فَأُلْقِيَ عَلَيْهَا التَّمْرُ وَالْاِقِطُ وَالسَّمْنُ ﴾ (رواه البخاری)

ولیمہ میں گوشت تھا اور نہ روٹی تھی (نہ کوئی بکری ذبح ہوئی، نہ قورمہ پکا اور نہ ہی کوئی اور چیز) بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے دسترخوان بچھا دئے گئے اور ان پر کچھ گھی، کچھ کھجوریں، کچھ پنیر کے ٹکڑے ڈال دیئے گئے (اور حاضرین کو اس میں سے کھلا دیا گیا)۔ {امّ المؤمنین سیدہ حضرت ام سلمہؓ} سے نکاح ہوا تو پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ولیمہ کیا تو اس میں جو کا کھانا تھا۔(دو سیر جو کے ساتھ یہ ولیمہ کیا گیا)۔ (فتح الباری ص ۲۰۷، ج ۹)

البتہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے {امّ المؤمنین سیدہ حضرت زینب بنت جحشؓ} کا سب سے بڑا ولیمہ فرمایا تھا جس میں ایک بکری ذبح ہوئی تھی اور لوگوں کو گوشت اور روٹی کھلائی گئی تھی۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ:

مَا أَوْلَمَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَلٰى أَحَدٍ مِّنْ نِسَائِهٖ ، مَا أَوْلَمَ عَلٰى زَيْنَبَ ، أَوْلَمَ بِشَاةٍ ﴾

(متفق علیه: مشکوٰۃ :ص ۲۷۸)

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی کسی بھی زوجہ مطہرہ کا اتنا بڑا ولیمہ نہیں کیا جتنا بڑا ولیمہ حضرت زینبؓ کے نکاح میں کیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے نکاح میں ایک بکری کا ولیمہ کیا تھا۔

اور مسلم کی روایت میں ہے اسی موقعہ پر حضرت ام سلیمؓ نے حضرت انسؓ کے ہاتھ حیس کا حلوہ بنا کر بھیجا تھا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ظاہر ہوا تھا کہ وہ حلوہ کئی لوگوں نے کھایا تھا، چنانچہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ:

﴿ تَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَدَخَلَ بِأَهْلِهٖ۔ قَالَ: فَصَنَعْتُ أُمِّيْ أُمّ سُلَيْمٍ حَيْسًا، فَجَعَلَتْهُ فِيْ تَوْرِانَاءٍ۔ فَقَالَتْ: يَا أَنَسْ، اِذْهَبْ بِهٰذَا اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقُلْ: بُعِثْتُ بِهٰذَا اِلَيْکَ أُمِّيْ ، وَهِيَ تَقْرَئُکَ السَّلَامَ ، وَتَقُوْلُ : اِنَّ هٰذَا لَکَ مِنَّا قَلِيْلٌ يَا رَسُوْلَ اللهِ ۔ قَالَ: فَذَهَبْتُ بِهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ ، فَقُلْتُ: اِنَّ أُمِّيْ تُقْرِئُکَ السَّلاَمَ وَتَقُوْلُ: اِنَّ هٰذَا لَکَ مِنَّا قَلِيْلٌ يَا رَسُوْلَ اللهِ۔ فَقَالَ: "ضَعْهُ" ثُمَّ قَالَ: اِذْهَبْ فَادْعُ لِيْ فُلَانًا وَ فُلَانًا وَفُلَانًا،وَمَنْ لَقِيْتَ" وَسَمّٰى رِجَالًا قَالَ: فَدَعَوْتُ مَنْ سَمّٰى وَمَنْ

لَقِيْتُ ، قَالَ قُلْتُ لِأَنَسٍ، عَدَدَكَمْ كَانُوْا؟ قَالَ: وَهِيَ ثَلٰثَ مِائَةٍ۔ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ " يَا أَنَس! هَاتِ التَّوْر" قَالَ: فَدَخَلُوْا حَتّٰى اِمْتَلَأَتْ الصُّفَّةَ وَالْحُجْرَةَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ " لِيَتَحَلَّقَ عَشَرَةٍ وَعَشَرَةٍ وَلْيَأْكُلْ كُلَّ اِنْسَانٍ مِمَّا يَلِيْهِ" قَالَ: فَأَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا۔ قَالَ: فَخَرَجَتْ طَآ ئِفَةً وَدَخَلَتْ طَآئِفَةً حَتّٰى أَكَلُوْا كُلُّهُمْ ، فَقَالَ لِيْ " يَا اَنَسْ! اِرْفَعْ قَالَ: فَرَفَعْتُ فَمَا أَدْرِىْ حِيْنَ وَضَعْتُ كَانَ أَكْثَرْ أَمْ حِيْنَ رَفَعْتُ، قَالَ: وَجَلَسَ طَوَائِفٌ مِّنْهُمْ يَتَحَدَّثُوْنَ فِيْ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ جَالِسٌ، وَزَوْجَتَهٗ مُوَلِّيَةَ وَجْهَهَا اِلَى الْحَآئِطِ، فَثَقَلُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ، فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَسَلَّمَ عَلٰى نِسَآئِهٖ ، ثُمَّ رَجَعَ ، فَلَمَّا رَأَوْا رَسُوْلُ اللّٰهِ قَدْ رَجَعَ ظَنُّوْا أَنَّهُمْ قَدْ ثقلُوْا عَلَيْهِ ، قَالَ : فَابْتَدَرُوْا الْبَابَ ، فَخَرَجُوْا كُلُّهُمْ وَجَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ حَتّٰى أَرْخَى السَّتْرَ، وَدَخَلَ ، وَأَنَا جَالِسٌ فِى الْحُجُرَةِ ، فَلَمْ يَلْبِثْ اِلَّا يَسِيْرًا حَتّٰى خَرَجَ عَلَىَّ ، وَأَنْزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةِ وَهِيَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا، فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ، اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِى النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ الخ﴾ (الاحزاب:۵۳)

فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَقَرَأَهُنَّ عَلَى النَّاسِ-- ﴾ (رواہ مسلم ج۹:ص۲۳۱)

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحشؓ سے شادی کی اور ان کے پاس تشریف لے گئے تو میری والدہ حضرت ام سلیمؓ نے حیس کا حلوہ بنایا اور اسے ایک برتن میں ڈالا، اور مجھے آواز دی کہ اے انس! یہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لیجاؤ، اور (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے) عرض کرو کہ یہ میری ماں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بھیجا ہے، اور انہوں نے آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا ہے اور کہا ہے کہ یا

رسول اللہ یہ ہماری طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تھوڑا سا ہدیہ ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں اسے لے کر پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یہ میری ماں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بھیجا ہے، اور انہوں نے آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا ہے اور کہا ہے کہ یا رسول اللہ یہ ہماری طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تھوڑا سا ہدیہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''رکھ دو'' اور پھر ارشاد فرمایا: جاؤ اور فلاں، فلاں اور فلاں کو اور ان کے علاوہ جو بھی تمہیں ملے اس کو میری طرف بلاؤ، اور کچھ آدمیوں کے نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لئے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جن کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلایا تھا ان کو اور ان کے علاوہ جو بھی راستے میں مجھے ملا میں نے ان کو بلایا۔ (راوی کہتے ہیں کہ) میں نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ کل کتنے آدمیوں کو آپ نے بلایا تھا؟ فرمایا: تین سو کے قریب، اور پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے انس! وہ برتن لاؤ، لوگ آتے رہے یہاں تک کہ صفہ اور حجرہ بھر گیا۔ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دس دس آدمی حلقہ بنا لیں، اور ہر آدمی اپنے سامنے سے کھائے۔ سب نے کھایا یہاں تک کہ سیر ہو گئے، ایک جماعت آتی اور دوسری جماعت جاتی رہی یہاں تک کہ سب نے کھا لیا۔ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے انس اٹھا لو! فرماتے ہیں کہ میں نے اٹھا لیا، مجھے معلوم نہیں کہ جب میں نے وہ (پیالہ رکھا تھا اس میں) اس وقت زیادہ تھا یا جب اٹھایا۔ فرماتے ہیں: کچھ لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں بیٹھ کر باتیں کرتے رہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تشریف فرما تھے اور آپ کی اہلیہ بھی دیوار کی طرف منہ کئے ہوئے تشریف فرما تھیں، (ان کا اس طرح بیٹھا رہنا) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گراں گزرا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیگر ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے گئے، ان کو سلام کیا (اور خیریت دریافت کی) پھر واپس تشریف لائے تو وہ حضرات اسی طرح بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آتا ہوا دیکھا اور احساس ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناگواری گزر رہی ہے تو دروازے کی طرف بڑھے اور سب کے سب نکل گئے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے گھر کا پردہ گرا دیا اور اندر داخل ہو گئے، میں حجرے میں بیٹھا ہوا تھا، ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور اس وقت قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

{ يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّا اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا، فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ، اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ .... الخ } (الاحزاب:۵۳)

اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں (بلا اجازت) داخل نہ ہو، الا یہ کہ تمہیں کھانے پر آنے کی اجازت دے دی جائے، وہ بھی اس طرح کہ تم اس کھانے کی تیاری کے انتظار میں نہ بیٹھے رہو، لیکن جب تمہیں دعوت دی جائے تو جاؤ، پھر جب کھانا کھا چکو تو اپنی اپنی راہ لو، اور باتوں میں جی لگا کر نہ بیٹھو۔ حقیقت یہ ہے کہ اس بات سے نبی کو تکلیف پہنچتی ہے، اور وہ تم سے (کہتے ہوئے) شرماتے ہیں، اور اللہ حق بات میں کسی سے نہیں شرماتا۔ (آخر تک)

پیارے پیغمبر ﷺ باہر تشریف لائے اور ان آیات کی لوگوں کے سامنے تلاوت فرمائی۔

{ام المؤمنین حضرت خدیجہ ؓ:} چونکہ مالدار تھیں اور ان کا گھرانہ بھی مالدار تھا اس لئے جب پیارے پیغمبر ﷺ کا ان سے نبوت سے قبل پچیس (۲۵) سال کی عمر میں شادی ہوئی تو انہی کے مال سے ایک روایت کے مطابق، مینڈھے، ایک روایت کے مطابق اونٹ اور ایک روایت کے مطابق گائے ذبح کی گئی تھی۔

{امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ:} کے ولیمہ میں وہ خود فرماتی ہیں کہ میری رخصتی کے موقعہ پر {لَمْ يُوْلَمْ بِذَبْحِ شَاةٍ أَوْ جَزُورٍ} نہ کوئی اونٹ ذبح ہوا نہ بکری، بلکہ حضرت سعد بن عبادہ ؓ کے گھر سے ایک پیالہ دودھ آیا تھا بس وہی ولیمہ تھا۔ (رواہ احمد، خمیس ۴۵۸ ج۱)

{امّ المؤمنین سیدہ حضرت سودہ ؓ: حضرت حفصہ ؓ، حضرت زینب بنت خزیمہ ؓ، حضرت جویریہ ؓ} کے نکاح کے موقعہ پر کسی ولیمہ کا ذکر نہیں ملتا۔

حضرت علی ؓ نے حضرت فاطمہ ؓ سے شادی کے بعد جو ولیمہ کیا اس میں چند صاع جو کی پکی ہوئی روٹیاں، کچھ کھجوریں اور کچھ مالیدہ تھا وہ کھلا دیا۔

معلوم ہوا کہ بروقت حلال مال میں سے جو میسر ہو، وہ احباء اور اقرباء کو کھلا دیا جائے نہ قرض لینے کی ضرورت ہے اور نہ فخریہ دعوت کرنے کی حاجت، اور نہ بہت زیادہ لوگوں کو بلانے کی ضرورت۔ آسانی اور اعتدال کے ساتھ جو ہو جائے یہی ولیمہ مسنونہ ہے۔

☆ ولیمہ کرتے وقت اتباعِ سنت کی نیت کی جائے۔اور جب کوئی ولیمہ میں شرکت کی دعوت دے اور خاص طور پر اس وقت جب کہ وہ ولیمہ سنت کے مطابق ہو تو اس میں شرکت کی جائے۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ اِلَى الْوَلِيْمَةِ فَلْيَاْتِهَا ﴾ (متفق علیه)

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کو ولیمہ کی دعوت دی جائے تو اُسے چاہئے کہ دعوت قبول کرے اور (دعوت ولیمہ میں) آئے۔

اور مسلم کی روایت ہے کہ: دعوت قبول کرنی چاہئے خواہ ولیمہ کی دعوت ہو یا اسی قسم کی کوئی اور دعوت۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ اِلٰى طَعَامٍ فَلْيُجِبْ فَاِنْ شَاءَ طَعِمَ وَاِنْ شَاءَ تَرَكَ ﴾ (رواه مسلم)

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کو (شادی بیاہ اور اسی قسم کی کسی تقریب میں) کھانے پر بلایا جائے تو اسے چاہئے کہ وہ دعوت قبول کرلے، پھر (وہاں جا کر اس کی مرضی پر موقوف ہوگا کہ) چاہے تو کھائے چاہے تو نہ کھائے۔

بدترین ولیمہ

جس ولیمہ میں محض برادری کے معززین اور مالداروں کو بلایا جائے اور غرباء کو شریک نہ کیا جائے، اور محض نام ونمود کے لئے ہو، اور کھلا اسراف ہو اور دیگر منکرات ہوں تو اس میں کچھ خیر و برکت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غصہ کا اندیشہ ہے، ایسے لوگوں کے ہاں کھانے سے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

﴿ شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيْمَةُ يُدْعٰى لَهَا الْأَغْنِيَاءَ وَ يُتْرَكُ الْفُقَرَاءُ ﴾

(متفق علیه، زاد المعاد، اسوۂ رسول)

یعنی کھانوں میں برا کھانا اس ولیمہ کا ہے جس میں امراء کو بلایا جائے اور فقراء کو چھوڑ دیا جائے۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بدترین ولیمہ کا وہ کھانا ہے جس میں پیٹ بھرے لوگوں کو بلایا جائے، اور بھوکے رہنے والوں کو چھوڑ دیا جائے۔ (فتح الباری)

اس سے معلوم ہوا کہ ولیمہ میں غریبوں اور حاجتمندوں کو نظر انداز کرنا صحیح نہیں، جس دعوت ولیمہ میں غریبوں کو نظر

انداز کر کے صرف مالداروں کو مدعو کیا جائے وہ دعوت ولیمہ اس قابل نہیں کہ کھایا جائے۔

نیوتہ لینے دینے کا شرعی حکم

{تہادی الی العروس} یعنی شادی بیاہ کے موقع پر دولہا اور دلہن کو کچھ ہدیہ یا تحفہ دینا یہ صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے اور اگر خلوص کے ساتھ ہدیہ وتحفہ تحائف کا لینا و دینا ہو تو یہ محبت کو بڑھانے کا ذریعہ ہے لیکن اگر رسم کے طور پر یہ سب کچھ کیا جائے تو بجائے محبت بڑھنے کے بُغض اور عناد بڑھتا ہے اور تعلقات خراب ہوتے ہیں۔آج کل ہمارے ہاں شادی و بیاہ کے موقعہ پر سلامی کے وقت بطور نیوتہ کے روپیہ جمع ہوتا ہے اور با قاعدہ رجسٹر رکھ کر نیوتہ دینے والوں کا نام اور دی گئی رقم کا اندراج ہوتا ہے اور اس کا فائدہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ ایک بہترین رسم ہے اس رسم کے ذریعہ سے لوگ تھوڑا تھوڑا جمع کر کے دیتے ہیں اور شادی والے کا کام ہو جاتا ہے اور دینے والوں میں سے کسی پر بوجھ بھی نہیں ہوتا، یہ دلیل اس وقت تو ٹھیک ہے جب دینے والے رسم کے طور پر نہ دیں بلکہ بطور تبرع اور احسان کے خوش دلی اور طیب خاطر سے دیں اور اس کا عوض اور بدلہ نہ چاہیں

نیوتہ کے مفاسد

لیکن عام طور پر ایسا ہوتا نہیں ،بعض لوگ تو نہ چاہتے ہوئے بھی بدنامی کے خیال سے دباؤ میں آ کر دیتے ہیں۔اور بعض لوگ بطور قرض دیتے ہیں اور قرض بھی ایسا کہ دینے والا زبردستی دیتا ہے جس کا لینا گویا ضروری ہوتا ہے، اور نہ لینے سے برادری برا مانتی ہے، گویا زبردستی دوسرے کو مقروض بنا دیا جاتا ہے۔اور نیوتہ کا یہ قرض پھر اسی وقت واپس کیا جا سکتا ہے جب دینے والے کے ہاں کوئی شادی یا خوشی کی تقریب ہو، چاہے اس وقت اس کے پاس دینے کی گنجائش ہو یا نہ ہو ہر حال میں اس کو وہ رقم واپس کرنی ہوتی ہے چاہے اس کے لئے اسے قرض ہی کیوں نہ لینا پڑے۔غرضیکہ نیوتہ کے اندر بے شمار مفاسد ہیں: جب لوگ کسی کے ہاں نیوتہ دیتے ہیں تو نیوتہ لینے والا اُتنے لوگوں کا مقروض بن جاتا ہے۔اگر خدانخواستہ اسی حال میں بغیر لوگوں کا قرض ادا کئے ہوئے اس کا انتقال ہو گیا تو بموجب حدیث مقروض جنت میں نہ جائے گا۔تا وقتیکہ اہل حق کا حق ادا نہ کر دے۔

پھر جب یہ نیوتہ واپس کیا جاتا ہے تو واپس کرنے والے کی کوشش ہوتی ہے کہ جتنا اُسے دیا گیا تھا یہ اُس سے زیادہ واپس دے اور یہ زیادتی سود میں شمار ہوگی۔

اسی طرح ایک مفسدہ اس کے اندر یہ ہے کہ جب نیوتہ قرض ہوا تو قرض میں میراث جاری ہوتی ہے اور میراث شرعی

حصہ کے موافق سب وارثوں میں تقسیم ہونی چاہئے مگر اس کا کوئی اہتمام نہیں کرتا۔ نیوتہ دینے والا نیوتہ چھوڑ کر مر جاتا ہے، اور وہ نیوتہ بڑے بیٹے کی شادی کے وقت ادا کیا جاتا ہے تو وہ اس کو اپنے استعمال میں لے آتا ہے حالانکہ اس میں سب وارثوں کا حق ہے اس طرح دوسروں کی حق تلفی ہوتی ہے۔اور اگر ان وارثوں میں کچھ نابالغ بچے ہیں تو ان کا حصہ کھانے کی وجہ سے وہ قرآن کریم کی اس وعید میں داخل ہوجائے گا:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْ كُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا ، اِنَّمَا يَاْ كُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ، وَ سَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ﴾ (النساء:۱۰)

بے شک وہ لوگ جو یتیموں کا مال بلا کسی حق کے کھاتے ہیں، وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں، اور عنقریب دوزخ کی دہکتی ہوئی آگ میں جائیں گے۔

اس لئے نیوتہ کی اس رسم سے اپنے آپ کو بچانا چاہئے اگر شادی بیاہ کے موقعہ پر کسی عزیز کو تحفہ دیں یا ان کی مدد کریں تو رسماً نہ کریں، شادی کے موقعہ پر نہ دیں، کچھ عرصہ بعد دے دیں یا پہلے اس کی مدد کردیں بغیر واپس لینے کے ارادے سے، اس طرح اس کی مدد بھی ہوجائے گی اور محبت بھی بڑھے گی۔

نکاح کے بعض اعمالِ مسنونہ

☆ صاحب استطاعت کے لئے نکاح کرنا مسنون ہے۔　☆ بلوغ کے فوراً بعد نکاح کرنا مسنون ہے۔

☆ نکاح سے پہلے منگنی یعنی پیغام نکاح بھیجنا مسنون ہے۔چاہے لڑکے والوں کی طرف سے ہو یا لڑکی والوں کی طرف سے۔☆ نیک اور صالحہ عورت کی تلاش مسنون ہے۔

☆ بیک وقت چار نکاح کرنے جائز ہیں بشرطیکہ سب کے حقوق ادا کر سکے۔

☆ بیوہ سے نکاح کرنا بھی مسنون ہے۔

☆ شوال کے مہینے میں نکاح کیا جانا مسنون، پسندیدہ اور باعث برکت ہے۔

☆ جمعہ کے دن برکت اور بھلائی کے لئے نکاح کرنا مسنون ہے۔

☆ نکاح کے لئے اعلان کرنا مسنون ہے۔　☆ نکاح مسجد میں کرنا مسنون ہے۔

☆☆☆

بیوی کے حقوق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (القرآن)

اوران کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی گزارو

﴿اِنَّ مِنْ أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَأَلْطَفُهُمْ بِأَهْلِهٖ﴾ (ترمذی)

مؤمنین میں کامل تر ایمان اور بہترین اخلاق کا حامل وہ شخص ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ زیادہ نرمی کا معاملہ کرے۔

نکاح، شادی اور ازدواجی زندگی کے آغاز کے ساتھ ہی میاں بیوی پر ایک دوسرے کے حقوق بھی عائد ہو جاتے ہیں اور خاندانی زندگی کا آغاز شوہر اور بیوی کے پاکیزہ ازداوجی تعلق سے ہوتا ہے، اس تعلق سے خوشگوار خاندان وجود میں آتا ہے۔ اس تعلق کی خوشگواری اور استواری اُسی وقت ممکن ہے جب وہ ایک دوسرے کے حقوق سے بخوبی واقف ہوں، جب دونوں اپنے اپنے فرائض کو انجام دیتے رہتے ہیں تو ان کے لئے دنیا جنت نشان بن جاتی ہے، لیکن جب ان میں سے کوئی اپنے اوپر عائد حقوق وفرائض سے غفلت اور لا پرواہی اختیار کرتا ہے تو دنیا ان کے لئے جہنم کدہ بن جاتی ہے، اور دونوں کا ایک ساتھ زندگی گزارنا مشکل ہو جاتا ہے، دونوں کے درمیان پیدا ہو جانی والی نفرت دو خاندانوں کے درمیان آہنی دیوار بن کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ اس لئے اسلام نے زوجین میں محبت، الفت اور سکون کو پائیدار بنانے کے لئے زوجین کے حقوق اور فرائض بیان کئے ہیں، جبکہ:

اسلام سے پہلے عورت کی حیثیت

اسلام سے پہلے زمانہ قدیم میں دنیا کے ظلمت کدے میں ہر جگہ عورت کے واسطے انصاف کا دروازہ بند ہو چکا تھا، دنیا کا ہر مذہب اسے دھتکار چکا تھا، ہر جگہ عورتیں مردوں کے ظلم و جور کا نشانہ بنی ہوئیں تھیں، مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک دنیا کے ہر ہر کونے میں عورت بے بسی، کسمپرسی، درماندگی اور بے چارگی کی عمر گزار رہی تھی۔ جاہل عربوں کے یہاں لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کر دیا جاتا تھا۔ دیگر اقوام میں سے کوئی عورت کو موت سے زیادہ تلخ، شیطان کے آنے کا دروازہ، مرد کو غارت کرنے والی، ایک ناگزیر برائی، کمینہ جانور جیسے القاب سے یاد کرتے تھے۔ یونانیوں کا عورتوں سے متعلق یہ خیال تھا کہ آگ سے جل جانے، اور سانپ کے ڈسنے کا علاج ممکن ہے لیکن عورتوں کے شر کا

مداوا محال ہے عورتوں سے متعلق طرح طرح کی کہاوت اور اقوال اور مثالیں بنائی ہوئی تھیں۔ (عورت اور اسلام ص ۲۶)

اسلام میں عورت کا مقام

اسلام نے اس کو باوقار طریقے سے وہ تمام حقوق عطا کئے ہیں جس کی وہ مستحق تھی، پیارے پیغمبر ﷺ نے دختر کشی کے خلاف عملی جہاد فرمایا۔اور قرآن کریم میں ربّ العالمین نے یہ واضح اعلان فرمایا:

﴿ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾ (البقرہ)

کہ ان عورتوں کے حقوق شوہروں کے اوپر مثل ان کے حقوق کے ہیں جو مردوں کے عورتوں پر ہیں۔

چنانچہ اسلام نے عورت کو اپنے گھر کی ملکہ قرار دیا، اپنا ذاتی مال وملکیت رکھنے کا حق عطا کیا، خلع کا حق دیا، نکاح ثانی کی اجازت دی، وراثت میں حصہ دار بنایا، اور اس کو وہ تمام حقوق عطا کئے جو زمانہ جاہلیت میں ان کے لئے معطل کر دئے گئے تھے۔حضرت عمر فاروق ؓ فرماتے ہیں: ہم زمانہ جاہلیت میں عورتوں کو کوئی چیز نہیں سمجھتے تھے، معاشرے میں ان کی کوئی حیثیت نہیں تھی، مگر جب اسلام آیا تو اللہ تعالیٰ نے عورتوں کا (خصوصی اہمیت کے ساتھ) تذکرہ کیا، تب جا کر ہمیں احساس ہوا کہ ہم پر عورتوں کا بھی کوئی حق ہوسکتا ہے۔ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّ لِرَبِّکَ عَلَيْکَ حَقًّا ، وَلِنَفْسِکَ عَلَيْکَ حَقًّا ، وَلِأَهْلِکَ عَلَيْکَ حَقًّا ، فَاعْطِ کُلَّ ذِیْ حَقٍّ حَقَّهُ ﴾ (رواہ البخاری فی کتاب الادب، باب۶)

یقینا تجھ پر تیرے رب کا بھی حق ہے، تیرے نفس کا بھی حق ہے، اور تیری بیوی کا بھی حق ہے، لہٰذا تو ہر ایک حق دار کا حق (پوری طرح) ادا کر۔

اسلام کی نظر میں اہل وعیال پر خرچ کرنا بھی عبادت اور جہاد کے برابر ہے، حتیٰ کہ بیوی کے منہ میں لقمہ دینے کا بھی اجر وثواب دیا جائے گا۔فرمایا:

﴿ اِنَّکَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِیْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ ، اِلَّا اُجِرْتَ عَلَيْهَا فِیْ مَا تَجْعَلُ فِیْ فَمِ اِمْرَأَتِکَ ﴾ (بخاری کتاب الایمان)

تم اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے جو بھی خرچ کروگے اس کا اجر وثواب دیا جائے گا، یہاں تک کہ جو لقمہ تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالوگے اس کا بھی۔

شوہر پر بیوی کے حقوق

شوہر پر بیوی کے حقوق میں سے پہلا حق یہ ہے کہ:

۱) بیوی کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آئے

مرد کے فرائض میں یہ بات بھی شامل ہے کہ عورتوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آئے، اگر وہ تکلیف پہنچائے تو عفو ودرگزر سے کام لے، اس لئے کہ ربّ العالمین کا ارشاد ہے۔ {وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ} اور ان عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ (بھلے طریقے سے) گزران کیا کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ، وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ﴾ (البقرة ۲۲۸)

اور ان عورتوں کو معروف طریقے کے مطابق ویسے ہی حقوق حاصل ہیں جیسے (مردوں کو) اُن پر حاصل ہیں۔ ہاں مردوں کو ان پر ایک درجہ فوقیت ہے۔

اور پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض الوفات میں تین وصیتیں فرمائیں جن میں سے ایک عورتوں کے متعلق تھی ارشاد فرمایا:

﴿ اَللّٰهُ اَللّٰه فِي النِّسَاءِ ،فَاِنَّهُنَّ أَعْوَانٌ فِيْ أَيْدِيْكُمْ أَخَذْتُمُوْهُنَّ بِعَهْدِ اللّٰهِ ، وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوْجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللّٰهِ ﴾ (نسائی، ابن ماجه)

عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو، اس لئے کہ عورتیں تمہارے ہاتھوں میں اسیر ہیں، تم نے ان کو اللہ تعالیٰ کے عہد سے حاصل کیا ہے اور ان کی شرمگاہوں کو اللہ تعالیٰ کے کلمے سے حلال کیا ہے۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عورتوں اور بچوں پر بہت زیادہ شفیق اور مہربان تھے۔ (مسلم)

ایک حدیث میں پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّ مِنْ أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَأَلْطَفُهُمْ بِأَهْلِهِ﴾ (ترمذی)

مؤمنین میں کامل تر ایمان اور بہترین اخلاق کا حامل وہ شخص ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ زیادہ نرمی کا معاملہ کرے۔

امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِأَھْلِهٖ وَأَنَا خَیْرُکُمْ لِأَھْلِیْ ، وَاِذَا مَاتَ صَاحِبُکُمْ فَدَعُوْهُ ﴾ (رواہ ترمذی،و ابن ماجه)

پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی عورتوں (بیوی بچوں، اقرباء اور خدمت گاروں) کے حق میں بہترین ہو، اور میں اپنے اہل کے حق میں تم میں زیادہ اچھا ہوں۔(یعنی اپنے اہل وعیال سے جتنا بہتر سلوک میں کرتا ہوں اتنا تم میں سے کوئی نہیں کرتا)اور جب تمہارا صاحب فوت ہو جائے تو اس کو چھوڑ دو۔(یعنی اگر تمہارا کوئی عزیز، رشتہ دار یا دوست وغیرہ مرجائے تو اس کی برائیوں کا ذکر کرنا چھوڑ دو)۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ جو اپنی بیویوں کو ستائے، ان سے اچھے اخلاق سے پیش نہ آئے اور اللہ تعالیٰ کی سفارش کو رد کردے وہ بے غیرت مرد ہے۔اور حجۃ الوداع کے موقعہ پر پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشادفرمایا:

﴿ اِتَّقُوْا اللّٰہَ فِی النِّسَآءِ ، فَاِنَّھُنَّ عَوَانٌ عِنْدَ کُمْ ، أَخَذْتُمُوْھُنَّ بِأَمَا نَةِ اللّٰہِ ، وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوْجَھُنَّ بِکَلِمَةِ اللّٰہِ ، لَکُمْ عَلَیْھِنَّ، أَلَّا یُوَطِّئَنَّ فِرَاشَکُمْ أَحَدًا تَکْرَھُوْنَهٗ ، وَلَھُنَّ عَلَیْکُمْ رِزْقُھُنَّ وَ کِسْوَتُھُنَّ بِا لْمَعْرُوْفِ ﴾

عورتوں کے متعلق اللہ سے ڈرو، وہ تمہاری معین و مددگار ہیں، بیشک تم نے ان کو اللہ کے حکم سے اپنایا ہے، اور اللہ کے حکم سے ان کی شرمگاہوں کوحلال کیا ہے،تمہاراحق اُن پر یہ ہے کہ وہ اپنے اوپر کسی کوقدرت نہ دیں جن کوتم ناپسند کرتے ہو۔اورتم پر اُن کا کھانا اورلباس بھلے طریقے سے واجب ہے۔

اورایک روایت میں ہے کہ:

﴿ أَنَّ رَجُلاً جَآءَ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ : مَا حَقُّ الْمَرْأَةِ عَلیٰ زَوْجِھَا ؟ فَقَالَ ﷺ: أَنْ یَّطْعَمُھَا اِذَا طَعِمَ ، وَ أَنْ یَّکْسُوْھَا اِذَا کَسٰی ، وَلَا یَھْجُرُھَا فِی الْبَیْتِ وَلَا یَضْرِبُھَا، وَلاَ یَقْبَح۔ ﴾ (رواہ ابو داؤد)

ایک آدمی پیارے پیغمبر ﷺ کے پاس آیا اوراس نے عرض کیا: (یارسول اللہ) شوہر پر بیوی کا کیا حق

ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جب وہ خود کھائے تو اسے بھی کھلائے، اور جب خود پہنے تو اُسے بھی پہنائے، اس کو گھر میں تنہا نہ چھوڑے، اس کو نہ مارے، نہ برا بھلا کہے۔

لیکن حسن اخلاق کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ انہیں غیر شرعی اعمال کرتا ہوا دیکھے اور پھر بھی خاموش رہے اور عورتوں کی خواہشات کے اتباع میں حد سے تجاوز کر جائے اور اپنے آپ کو سیّد سے غلام اور متبوع سے تابع بنالے۔ مثلاً اگر عورت حقوق اللہ کو توڑ رہی ہے، جو عبادات اس پر فرض ہیں نماز اور روزہ وغیرہ ان کو ادا نہیں کر رہی، اور منکرات کا ارتکاب کر رہی ہے تو وہاں خاوند سختی سے اسے روکے، اس لئے کہ حضرت ابوسعید الخدریؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ مَنْ رَاٰی مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ ، فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ، فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ، وَ ذَالِکَ أَضْعَفُ الْاِيْمَان ﴾ (رواه مسلم)

تم میں سے جب کوئی منکر (خلاف شریعت کام) ہوتا ہوا دیکھے تو چاہئے کہ اسے (ہاتھ سے روکنے کی طاقت ہو تو ہاتھ سے روکے، اور اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے، اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے اسے برا جانے، اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

مطلب یہ ہے کہ صرف نرمی اور اکرام کافی نہیں ہے بلکہ اگر ان سے خلاف شریعت کوئی عمل ہوتا ہوا دیکھے جیسے جادوگر، کاہن، نجومیوں کے پاس جانا، شراب پینا، غیر اللہ کے نام پر نذر و نیاز اور ذبیحہ وغیرہ تو سختی اور ڈانٹ ڈپٹ بھی کرے تاکہ توازن اور اعتدال برقرار رہے۔ پیارے پیغمبر ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا:

﴿ أَلَا وَا سْتَوْ صُوْا بِالنِّسَآءِ خَيْرًا ، فَاِنَّمَا هُنَّ عَوَانٌ عِنْدَكُمْ ، لَيْسَ تَمْلِكُوْنَ مِنْهُنَّ شَيْئًا غَيْرَ ذَالِکَ اِلَّا أَنْ يَّأْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةً ، فَاِنْ فَعَلْنَ فَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبْرَحٍ فَاِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ﴾

لوگو سنو! عورتوں کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش آؤ کیونکہ وہ تمہارے پاس قیدیوں کی طرح ہیں تمہیں اُن کے ساتھ سختی کرنے کا کوئی حق نہیں سوائے اس صورت کے جب ان کی طرف سے کھلی نافرمانی سامنے آئے۔ اگر وہ ایسا کر بیٹھیں (یعنی کھلی نافرمانی کریں) تو پھر خواب گاہوں میں اُن سے علیٰحدہ رہو، اور انہیں مارو تو ایسا نہ مارنا کہ شدید چوٹ آئے، اور پھر جب وہ تمہارے کہنے پر چلنے لگیں تو ان کو خوامخواہ

ستانے کے لئے بہانے نہ ڈھونڈو۔ دیکھو:سنو! تمہارے کچھ حقوق تمہاری بیویوں پر ہیں اور تمہاری بیویوں کے کچھ حقوق تم پر ہیں۔ (ترمذی)

۲) بیویوں سے حسن معاشرت اختیار کرنا اور خوش گمان رہنا

اگر بیوی شکل وصورت ، اخلاق و عادات اور سلیقہ اور ہنر کے اعتبار سے کمزور ہو تو شوہر کو چاہئے کہ اس کی خوبیوں اور اچھائیوں پر نظر رکھتے ہوئے اس کے ساتھ تحمل اور بردباری سے پیش آئے اور فیاضی درگزر، ایثار و مصلحت سے کام لے۔ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عورت کے واسطہ سے مرد کو کچھ ایسی بھلائیوں سے نوازے جن تک اس کی نظر کی رسائی نہ ہو کیونکہ اللہ ربّ العزت کا ارشاد ہے:

﴿ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ﴾

پھر اگر وہ تمہیں کسی وجہ سے ناپسند ہوں تو ہوسکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو۔ (النساء:۱۹)

اور اسی مفہوم کو پیارے پیغمبر ﷺ نے یوں ارشاد فرمایا:

﴿ لاَ يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً ، اِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِىَ مِنْهَا اٰخَرَ ﴾ (رواہ مسلم)

کوئی مسلمان مرد کسی مسلمان عورت سے بغض نہ رکھے ،اگر اس کی نظر میں اس عورت کی کوئی خصلت و عادت ناپسندیدہ ہوگی تو کوئی دوسری خصلت وعادت پسندیدہ بھی ہوگی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر انسان میں اچھی اور بری دونوں طرح کی خصلتیں پائی جاتی ہیں، لہٰذا ہر مسلمان مرد اور عورت کو چاہئے کہ وہ اپنے رفیق حیات کے اچھے افعال واخلاق اور پسندیدہ چیزوں پر نظر رکھے، اور بری صفات کو صبر و تحمل کے ساتھ برداشت کرے، ہوسکتا ہے کہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایسی نیک وصالح اولاد عطا فرمائے جو قیامت کے دن تمہاری نجات کا ذریعہ بنے۔اس لئے عیوب پر نظر نہ رکھو، کیونکہ کوئی انسان ایسا نہیں ہے جس میں کوئی عیب نہ ہو اگر بے عیب یار ڈھونڈنے لگو گے تو ہمیشہ بے یار ہی رہو گے۔

۳) بیوی بچوں کے ساتھ نرم مزاجی سے پیش آنا

نرم مزاجی: پیار ومحبت واُلفت کا باعث بنتی ہے جبکہ سخت مزاجی سے الفت پیدا نہیں ہوتی اور اس کو جانچنے کا اصل

میدان گھریلو زندگی ہے، گھر کی بے تکلف زندگی میں ہی مزاج و اخلاق کا ہر پہلو سامنے آتا ہے۔عمرہ بنت عبد الرحمٰن فرماتی ہیں کہ میں نے امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا کہ جب پیارے پیغمبر ﷺ (گھر میں) عورتوں کے ساتھ تنہا رہتے تھے تو کس طرح رہتے تھے؟ تو امّ المؤمنینؓ نے فرمایا: اس طرح جس طرح تم میں کا ایک شریف آدمی رہتا ہے۔آپ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ کریم، سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے تھے آپ ﷺ (جب گھر تشریف لاتے تھے تو) بہت مسکراتے ہوئے آتے تھے۔ (سبل الہدیٰ، شمائل ص ۲۳۷)

اس لئے جب اپنے گھر آئیں تو اللہ کے نبی ﷺ کی سنت کو زندہ کرتے ہوئے مسکراتے ہوئے آئیں کہ یہ سنت آج چھوٹی ہوئی ہے۔اپنی بیوی کے ساتھ ہنسی خوشی سے رہنا اور اس کے جائز جذبات اور شوق کا لحاظ رکھنا ایک پر مسرت زندگی کا بنیادی باب ہے جس کے بغیر انسان کو اطمینان اور سکون نصیب نہیں ہوسکتا۔امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ:

﴿ كُنْتُ أَلْعَبُ بِالْبَنَاتِ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ وَكَانَ لِيْ صَوَاحِبُ يَلْعَبْنَ مَعِيْ وَكَانَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِذَادَخَلَ يَنْقَمِعْنَ مِنْهُ فَيُسَرِّبُهُنَّ اِلَيَّ فَيَلْعَبْنَ مَعِيْ ﴾ (متفق علیہ)

(جب میں چھوٹی تھی اور میری شادی کا ابتدائی دور تھا تو) میں پیارے پیغمبر ﷺ کے ہاں گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی، اور میری ہمجولیاں بھی میرے ساتھ کھیلتی تھیں، اور جب رسول کریم ﷺ (گھر میں) تشریف لاتے تھے تو میری ہمجولیاں (شرم کی وجہ سے) آپ ﷺ سے چھپ جاتی تھیں، لیکن آپ ﷺ ان کو میرے پاس بھیج دیا کرتے تھے اور وہ میرے ساتھ کھیلنے لگتی تھیں۔

امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے میری گڑیوں کے درمیان گھوڑا دیکھا جس پر کاغذ کے دو پر یا بازو بنے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَا هٰذَا ؟ قَالَتْ:بَنَاتِيْ، قَالَ وَمَا هٰذَا الَّذِيْ أَرٰى فِيْ وَسَطِهِنَّ؟ قَالَتْ: فَرَسٌ، قَالَ: مَا هٰذَا الَّذِيْ عَلَيْهِ؟ قَالَتْ: جَنَاحَانِ، قَالَ :فَرَسٌ لَهُ جَنَاحَانِ؟ قَالَتْ : أَوَ مَا سَمِعْتَ أَنَّهُ كَانَ لِسُلَيْمَانَ ابْنِ دَاوُدَ خُيَلٌ لَهَا أَجْنِحَةٌ ؟ قَالَتْ فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذَ هٗ ﴾ (مشکوٰۃ:۲۸۲:ابو داؤد:۶۷۵)

اے عائشہ! یہ کیا ہے؟ (میں نے کہا) میری گڑیاں ہیں! فرمایا: یہ جو میں ان کے درمیان دیکھ رہا ہوں یہ کیا ہے؟ میں نے کہا گھوڑا ہے۔ فرمایا: یہ اس کے اوپر کیا ہے؟ میں نے کہا: گھوڑے کے دو پر ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: گھوڑے کے دو بازو؟ حضرت عائیشہؓ نے فرمایا: آپ نے نہیں سنا کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کے گھوڑے کے پَر تھے؟ امّ المؤمنین حضرت عائیشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ (اس بات پر) اتنے ہنسے کہ دانت مبارک نظر آنے لگے۔

۴) گھریلو کام کاج میں ان کا ہاتھ بٹانا

بیوی بچوں کے ساتھ مل کر گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹانا بھی سنت ہے، اور گھر والوں سے محبت کی علامت اور تواضع کی دلیل ہے اس لئے گھر کے کام کو اپنی شان کے خلاف نہ سمجھے، پیارے پیغمبر ﷺ سے بڑھ کر کس کی شان ہوسکتی ہے؟ امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہؓ سے پوچھا گیا کہ آپ ﷺ گھر میں کیا کرتے تھے؟۔ (یعنی گھریلو مصروفیات کیا ہوتی تھیں؟ تو امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ:) آپ ﷺ گھریلو کام میں شریک رہتے تھے، کپڑے سی لیتے، جوتے گانٹھ لیتے، اور عام طور پر جو آدمی اپنے گھر میں کام کرتا آپ ﷺ بھی کر لیتے تھے۔

(مسند احمد: صحیح ابن حبان)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ بڑے وسیع اخلاق والے تھے آپ ﷺ جب گھر میں تشریف لاتے (تو صرف آرام ہی نہ فرماتے بلکہ) اکثر و بیشتر سینے پرونے میں لگ جاتے۔ اور گھریلو کام اُسی طرح فرماتے جس طرح عام آدمی کرتا ہے، چڑھانا اتارنا کر لیتے گھر کی دیکھ بھال کر لیتے، گوشت کاٹ لیتے، خادم کے کام میں تعاون فرمادیتے۔ (کشف الغمہ: ۲،۸۶)

۵) بیوی کی ایذا رسانی کو برداشت کرنا

عورت عقل کے اعتبار سے کمزور اور نہایت جذباتی ہوتی ہے، اس لئے اس کی ہر غلطی کو یہ سوچ کر کہ اس نے میری خاطر اپنی جوانی، اپنا گھر بار، اپنے ماں باپ اور اپنا سب کچھ قربان کر کے میرا گھر آباد کیا ہے۔ اپنے اللہ تعالیٰ کے لئے معاف کر دینا چاہئے۔ روایات میں آتا ہے کہ ایک شخص امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں اپنی بیوی کی بد اخلاقی کی شکایت کرنے گیا، اور امیر المؤمنین کے دوراز ے پر اُن کے نکلنے کے انتظار میں کھڑا ہو گیا، اتنے میں اس نے سنا کہ امیر المؤمنین کی اہلیہ ان کو کچھ کہہ رہی ہے اور آپ خاموش کھڑے ہیں اس کو کوئی جواب نہیں دے رہے۔ (یہ ماجرا دیکھ کر) وہ

آدمی یہ کہتا ہوا واپس لوٹ پڑا کہ جب امیر المؤمنین کا اپنی اہلیہ کے ساتھ یہ برتاؤ ہے تو میرا کیا ہونا چاہئے؟ جب امیر المؤمنین حضرت عمرؓ باہر نکلے تو اس آدمی کو واپس جاتے ہوئے دیکھ کر آواز دی کہ اے فلاں! تمہارا کوئی کام تھا؟ اس نے ساری بات حضرت عمرؓ کے سامنے بیان کر دی، تو حضرت عمرؓ نے اسے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

میں اپنی بیوی کی کہی ہوئی سخت باتوں کو اس لئے برداشت کرتا ہوں کہ اس کے میرے اُوپر بہت سے حقوق ہیں۔ وہ میرے لئے کھانا بناتی ہے، روٹیاں پکاتی ہے، میرے بچوں کو دودھ پلاتی اور دیکھ بھال کرتی ہے، اس کی وجہ سے میرا دل حرام سے بچا رہتا ہے۔ (یہ سن کر اس شخص نے کہا) اے امیر المؤمنین! میری بیوی بھی میرے لئے یہ سب کچھ کرتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: تو پھر اس کی کڑوی کسیلی اور ایسی باتوں کو بھی برداشت کر جو تیرے مزاج کے خلاف ہوں اس لئے کہ دنیا کی یہ زندگی بہت تھوڑی ہے۔ (موسوعۃ الاسرۃ تحت رعایۃ الاسلام حقوق الزوجیۃ ص ۶۰)

۶) آپ ﷺ کا ازواج مطہرات کی ناگوار باتوں کو برداشت کرنا

امّ المؤمنین حضرت میمونہؓ فرماتی ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ ایک رات میرے پاس سے باہر نکل آئے تو میں نے دروازہ بند کر دیا، آپ ﷺ تشریف لائے اور دوروازہ کھلوانے لگے میں نے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا، تو آپ ﷺ نے مجھے قسم دی کہ دروازہ کھولو۔ میں نے کہا آپ میری باری کی شب میں دوسری بیوی کے پاس تشریف لے گئے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے ایسا نہیں کیا بلکہ مجھے پیشاب کی حاجت تھی۔ (حاکم: سبل الھدیٰ ۹: ۷۰، شمائیل)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ امّ المؤمنین حضرت میمونہؓ نے بدگمانی کی وجہ سے جب آپ ﷺ پر دروازہ بند کیا تو آپ ﷺ نے ان کی ڈانٹ ڈپٹ نہیں کی، اوران کی اس بات کو برداشت کیا، اور کوئی اثر نہیں لیا یہ آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ تھے۔

☆ ابن العربیؒ نے صالحین میں سے ایک آدمی (جس کا نام ابو محمد بن ابی زید تھا) کا واقعہ نقل کیا ہے کہ اس کی بیوی بد مزاج تھی، اس کی حق تلفی کرتی تھی اور زبان سے بھی اس کو اذیت پہنچاتی تھی کسی نے اس سے پوچھا کہ تمہاری بیوی تمہیں اس قدر اذیت پہنچاتی ہے اور تم اس پر اس قدر صبر کیوں کرتے ہو؟ تو اس نے کہا: مجھ پر اللہ تعالیٰ نے بڑے انعامات فرمائے ہیں مجھے مال و دولت اور بدن کی صحتیابی عطا فرمائی ہے، شائد کہ اس کو اللہ نے میرے گناہوں کی وجہ سے مجھ پر مسلط فرمایا ہے، مجھے ڈر ہے کہ اگر میں اس کو (طلاق کے ذریعہ سے اپنے آپ سے) جدا کر دوں تو اس سے زیادہ مصیبت کا مجھے سامنا نہ کرنا پڑے۔ (تفسیر قرطبی ج۵: ص۹۸)

☆ امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دن حضرت سودہؓ ہمارے یہاں ملنے آئیں،

پیارے پیغمبر ﷺ میرے اور اس کے درمیان تشریف فرما ہو گئے، میں حریرہ لے کر حضرت سودہ ؓ کے پاس آئی اور کہا کہ کھاؤ، حضرت سودہ ؓ نے انکار کر دیا تو میں نے کہا کھاؤ ورنہ میں تمہارے منہ پر مَل دوں گی۔ انہوں نے پھر بھی انکار کر دیا تو میں نے پیالہ سے کچھ لیا اور اس کے چہرہ پر مل دیا۔ پیارے پیغمبر ﷺ نے حضرت سودہ ؓ سے فرمایا کہ تم بھی اس کے چہرہ پر مَل دو (تاکہ بدلہ ہو جائے) چنانچہ اس نے بھی پیالہ سے کچھ لیا اور میرے چہرہ پر مَل دیا۔ اور آپ ﷺ مسکرا رہے تھے۔ (مجمع الزوائد ۴:۳۱۶)

آپ ﷺ نے اس واقعہ میں ازواج مطہرات میں سے کسی کی کوئی ڈانٹ ڈپٹ نہیں فرمائی، آپ ﷺ سوکنوں کے درمیان ہونے والی بات پر کوئی ایکشن نہیں لیتے تھے بلکہ سوکنوں کے اس اختلاف کو خندہ دلی سے برداشت فرماتے تھے۔ اس لئے اگر بیوی کی طرف سے کوئی ایسی تکلیف دہ اور ناپسندیدہ بات ہو جائے جو مزاج کے خلاف ہو تو اس کو برداشت کر لینا چاہئے۔ جب انسان کسی غلطی کا بدلہ لے سکتا ہو اور پھر بھی اس کو معاف کر دے تو اس سے دوسرے کے دل میں اس کی قدر و منزلت اور عظمت میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔

۷) آپ ﷺ کا برے القاب کو ناپسند فرمانا

شوہر کا بیوی کو برے القاب سے پکارنا یا سوکنوں، نندوں اور جیٹھانیوں کا ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرنا، علاقائی، خاندانی یا برادری کا طعنہ دینا درست نہیں قرآن کریم میں اسے {لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ} کہہ کر اس سے روکا گیا ہے۔ اور پیارے پیغمبر ﷺ ازواج مطہرات میں سے ایک کا دوسرے کے لئے برے القاب کے استعمال کو ناپسند فرماتے تھے، اور جس کے لئے ایسے الفاظ استعمال ہوتے اس کی طرف سے دفاع فرماتے تھے۔ امّ المؤمنین حضرت صفیہ ؓ فرماتی ہیں کہ:

﴿ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ وَأَنَا أَبْكِيْ ، وَقَدْ بَلَغَنِيْ أَنَّ عَائِشَةَ ؓ وَحَفْصَةَ ؓ قَالَتَا: نَحْنُ أَكْرَمُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْهَا، نَحْنُ أَزْوَاجُهٗ وَبِنَاتُ عَمِّهٖ، فَقَالَ: " مَا يُبْكِيْكِ "؟ فَذَكَرْتُ لَهٗ ذَالِكَ، فَقَالَ: " أَلاَ قُلْتِ: وَكَيْفَ تَكُوْنَانِ خَيْرًا مِّنِّيْ وَأَبِيْ هٰرُوْنَ ، وَعَمِّيْ مُوْسٰى ، وَزَوْجِيْ مُحَمَّدٍ ﴾ (رواہ الترمذی)

(ایک مرتبہ) پیارے پیغمبر ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میں رو رہی تھی (اور رونے کی وجہ یہ تھی کہ) مجھے معلوم ہوا تھا کہ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ اور حضرت حفصہ ؓ نے یہ کہا ہے کہ ہم دونوں (حضرت صفیہ ؓ کے مقابلے میں) اللہ کے رسول ﷺ کی نگاہوں میں زیادہ محترم ہیں اس لئے کہ ہم آپ ﷺ کی بیویاں بھی ہیں اور آپ ﷺ کی چچا زاد بھی ہیں (یعنی آپ ﷺ کے خاندان سے ہمارا تعلق

ہے)۔ پیارے پیغمبر ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا تم کس وجہ سے رو رہی ہو؟ میں نے وہ بات بیان کردی جو مجھ تک پہنچی تھی، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے (ان کے جواب میں) یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ تم مجھ سے کیسے بہتر ہوسکتی ہو جبکہ میرے باپ حضرت ھارون علیہ السلام ہیں، اور میرے چچا حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں، اور میرے شوہر حضرت محمد ﷺ ہیں۔

امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ ایک سفر میں تھے، ہم لوگ آپ ﷺ کے ساتھ تھے، حضرت صفیہؓ کا اونٹ بیمار ہوگیا، حضرت زینبؓ کے پاس زائد سواری تھی، آپ ﷺ نے حضرت زینبؓ سے فرمایا کہ صفیہؓ کا اونٹ بیمار ہوگیا ہے تم ایک اونٹ ان کو دے دو۔ اس پر انہوں نے کہہ دیا: کیا میں اُس یہودیہ کو اونٹ دوں گی؟ اس پر آپ ﷺ بہت ناراض ہوئے اور اُن سے قطع تعلق کرلیا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کا سامان اور چارپائی تک ان کے ہاں سے اٹھالی گئی اور تین مہینے سے زائد ان سے قطع تعلق رہے۔ (شمائل ص ۲۶۴، ج ۱۱)

اور امّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے بارے میں ازواج مطہرات سے آپ کا یہ فرمانا:

﴿ لَا تُؤْذُوْنِیْ فِیْ عَائِشَةَ ، فَاِنَّهُ وَاللهِ مَا نَزَلَ عَلَیَّ الْوَحْیَ وَأَنَا فِیْ لِحَافِ اِمْرَأَةٍ مِّنْكُنَّ غَیْرَهَا ﴾ (رواه البخاری)

مجھے عائشہ کے بارے میں ایذا مت پہنچاؤ، بخدا! عائشہ کے سوا تم میں سے کسی کے پاس مجھ پر اس حالت میں وحی کا نزول نہیں ہوا جب کہ میں اس کے بستر میں اس کے ساتھ تھا۔

۸) عورت کو مارنے کی ممانعت

اگرچہ بیوی کو اس کی مسلسل نافرمانی اور سرکشی کی وجہ سے ہلکی مار کی اجازت ہے، فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو چار باتوں پر سزا دے سکتا ہے، اور وہ چار باتیں یہ ہیں:

(۱) شوہر اپنی بیوی کو بناؤ سنگار اور صفائی ستھرائی کا حکم دے لیکن پھر بھی وہ پھوہڑ اور میلی کچیلی بنی رہے اور صفائی کا خیال نہ کرے۔

(۲) شوہر صحبت کرنے کی خواہش کرے اور بیوی بلا کسی شرعی عذر کے منع کرے۔

(۳) عورت حیض اور جنابت سے غسل نہ کرتی ہو۔

(۴) بلا وجہ نماز ترک کرتی ہو۔

ان چاروں صورتوں میں شوہر کو چاہئے کہ پہلے بیوی کو سمجھائے، اگر مان جائے تو بہتر، ورنہ ڈرائے دھمکائے، پھر بھی نہ مانے تو بستر الگ کردے، اگر کسی طرح نہ مانے تو پھر مارے۔لیکن وہ تأدیب کا اخری مرحلہ ہے کہ جب وہ وعظ ونصیحت اور سمجھانے بجھانے، اور بستر الگ کرنے سے بھی نہ سمجھے تو آخری درجہ میں اس کو کسی ہلکی چیز سے یا لپیٹے ہوئے رومال سے اس طرح مارے کہ جہاں ایک مرتبہ ضرب لگے دوبارہ اس جگہ دوسری ضرب نہ لگے بلکہ متفرق جگہ پر لگے جس سے اس کے جسم پر کوئی زخم نہ آئے، اور چہرے پر نہ مارے کہ یہ بنص حدیث حرام ہے۔ اس مار کا مقصد جسمانی طور پر اس کو زخمی کرنا نہیں بلکہ صرف اس کو ادب سکھلانا اور ناگواری کا اظہار کرنا ہے۔لیکن اس طرح نہیں کہ غلاموں اور جانوروں کی طرح بے دردی سے ڈنڈوں کے ساتھ اس کو مارا پیٹا جائے کہ اس کے جسم کو لہولہان کردیا جائے، اس کی ہڈیاں توڑ دی جائیں، اس کی ناک کاٹ دی جائے، اس پر تیزاب پھینک دیا جائے، یہ انتہائی غیر انسانی عمل اور ظلم ہے اور ظلم حرام ہے۔

پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جو شخص اپنی بیوی سے رات کے وقت تو جسمانی لذت حاصل کرے اور دن کو اسے مارتا پھرے یہ کسی طرح مناسب نہیں بلکہ یہ انسان کی شرافت اور سنجیدگی کے خلاف ہے اور اس سے دلوں میں نفرت پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن زمعہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿لَا يَجْلِدُ أَحَدُكُمْ اِمْرَأَتَهٗ جَلْدَ الْعَبْدِ ، ثُمَّ يُجَا مِعُهَا فِيْ اٰخِرِ الْيَوْمِ﴾ (متفق علیه)

کوئی شخص اپنی بیوی کو غلام کی طرح (بد دلی سے) نہ مارے، اور پھر دن کے آخری حصہ میں اس سے جماع کرے۔اور ایک روایت میں ایاس بن عبداللہ بن ابی دیاب سے مروی ہے کہ:

﴿ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ : لاَ تَضْرِبُوْا اِمَا ءَ اللّٰهِ ﴾ (رواہ البخاری)

پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی باندیوں کو مت مارو۔

چنانچہ لوگوں نے مارنا چھوڑ دیا، حضرت عمرؓ پیارے پیغمبر ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا:

﴿أَلنِّسَآء ذَئرنَ عَلَى أَزْوَاجِهِنَّ ۔اِجْتَرأَنَّ عَلَيْهِمْ۔ فَرَخَّصَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِيْ ضَرْبِهِنَّ ، فَأَطَافَ أَحَاطَ بآلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ نِسَآءَ كَثِيْر يَشْكُوْنَ أَزْوَاجَهُنَّ فَقَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ : وَلَقَدْ أَطَافَ بِآلِ بَيْتِ مُحَمَّدٍ نِسَآءَ كَثِيْرٌ يَشْكُوْنَ أَزْوَاجَهُنَّ ، لَيْسَ أُوْلَئِكَ بِخِيَارِكُمْ ﴾

یہ عورتیں اپنے شوہروں پر غالب آ گئیں ہیں (یعنی مار اور تنبیہ نہ کرنے کی وجہ سے مردوں پر بڑھ چڑھ گئیں ہیں) تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دے دی۔ (کہ ضرورت پڑنے پر مناسب تنبیہ کر سکتے ہو) پھر پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کے پاس بہت ساری عورتیں آ کر اپنے اپنے شوہروں کے (مارنے کی) شکایتیں کرنے لگیں، تو پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (مردوں کو خطاب کرتے ہوئے) فرمایا: کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کے پاس بہت ساری عورتیں آ کر اپنے شوہروں کی (مارنے کی) شکایتیں کر رہی ہیں۔ (تم میں سے جو ایسا کر رہے ہیں) وہ اچھے لوگ نہیں ہیں۔ (رواہ البخاری)

معلوم ہوا کہ نہ تو عورتوں کو بالکل آزاد چھوڑا جائے کہ وہ جو چاہیں اور جس طرح چاہیں کریں، اور نہ ہر وقت ڈانٹ ڈپٹ اور تنبیہ کرتا رہے یا باندیوں کی طرح انہیں مارتا رہے۔ بلکہ کبھی نرمی سے سمجھا دے کبھی درگزر کر دے، اور جب سمجھانے بجھانے کے تمام وسائل استعمال کر لے اور پھر بھی باز نہ آئے تو آخری درجہ میں کبھی ہلکی سی تنبیہ بھی کر دے تاکہ گھریلو نظام زندگی خوش اسلوبی سے چلتا رہے۔ اس لئے کہ بعض عورتوں کا مزاج ایسا ہوتا ہے کہ جو شوہر کریم اور نرم مزاج ہوتے ہیں مار دھاڑ نہیں کرتے ایسے شوہروں پر بیویاں غالب آ جاتی ہیں، اور جو کمینے قسم کے مرد ہوتے ہیں جو ہر وقت بیوی کو جوتے کی نوک پر رکھتے ہیں ظاہر ہے کہ وہ غالب ہوتے ہیں، لیکن ایسے غلبہ کو پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پسند نہیں فرمایا۔

ایک حدیث میں پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿ يَغْلِبْنَ كَرِيْمًا ، وَيَغْلِبُهُنَّ لَئِيْمٌ ، فَأُحِبُّ أَنْ أَكُوْنَ كَرِيْمًا مَغْلُوْبًا ، وَلَا أُحِبُّ أَنْ أَكُوْنَ لَئِيْمًا غَالِبًا ﴾ (روح المعانی ج۵:ص۱۴)

(عورتیں) کریم النفس (شوہروں) پر غالب آ جاتی ہیں، اور کمینے لوگ ان پر غالب آ جاتے ہیں۔ میں محبوب رکھتا ہوں کہ میں کریم رہوں (چاہے اس کے نتیجے میں) مغلوب رہوں، اور میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ کمینہ اور بداخلاق ہو کر ان پر غالب آ جاؤں۔

طبرانی نے اوسط میں اور خطیب نے تاریخ میں ایک روایت نقل کی ہے کہ: امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میرے اور پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان کسی بات پر خفگی ہو گئی تو سیدنا ابو بکر صدیقؓ ہمارے درمیان فیصلہ کے لئے تشریف لائے۔ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم بتاؤ گی یا میں بتاؤں؟ حضرت عائیشہؓ نے عرض کیا کہ آپ بتائیں لیکن سچ سچ بتانا، یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت عائیشہ رضی اللہ عنہ کو اس قدر زور سے

تھپڑ مارا کہ ان کے منہ سے خون نکلنے لگا، اور فرمایا: اے اپنی جان کی دشمن تم (اللہ کے رسول ﷺ کے بارے میں) ایسی ناحق بات کہتی ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جا کر پیارے پیغمبر ﷺ کے پیٹھ کے پیچھے بیٹھ گئیں، سرکار دو عالم ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا:

﴿ لَمْ نَدْعُکَ لِھٰذَا، وَلاَ أَرَدْنَا مِنْکَ ھٰذَا ﴾ (کشف الغمۃ: ج۲، ص۱۱۶)

ہم نے آپ کو اس لئے نہیں بلایا تھا، اور نہ ہی ہم آپ سے اس کی توقع رکھتے ہیں۔

امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے نہ تو کبھی کسی خادم کو مارا اور نہ کبھی کسی بیوی کو اپنے ہاتھ سے مارا، ہاں مگر جہاد میں (اور وہ بھی کافروں کو)۔

اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اگر کسی عورت نے دنیا میں ایک سے زیادہ مردوں کے ساتھ شادی کی ہوگی تو جنت میں جانے کے بعد وہ اس خاوند کے ساتھ ہوگی جس کے اخلاق اچھے ہوں گے، اور اگر اس کو اختیار دیا جائے گا (کہ ان دونوں میں سے جس کے ساتھ چاہو رہو) تو وہ اسی کو ترجیح دے گی جس کے اخلاق اس کے ساتھ دنیا میں اچھے تھے۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ قَالَتْ أُمّ حَبِیْبَۃَ لِرَسُوْلِ اللہِ ﷺ :أَرَ أَ یْتَ أَلْمَرْأَۃ یَکُوْنُ لَھَا زَوْجَانِ فِی الدُّنْیَا فَتَمُوْتَ وَیَمُوْتَانِ وَیَدْ خُلُوْنَ الْجَنَّۃ ، لِأَیِّھِمَا ھِیَ تَکُوْنُ ؟ قَالَ: لأَحْسَنِھِمَا خُلُقًا کَانَ عِنْدَھَا فِی الدُّنْیَا یَا أُمّ حَبِیْبَۃ ! ذَھَبَ حُسُنُ الْخُلْق بِخَیْرِی الدُّنیا وَالْآخِرَۃِ ﴾

امّ المؤمنین حضرت امّ حبیبہؓ نے پیارے پیغمبر ﷺ سے عرض کیا: جس عورت نے دنیا میں دو آدمیوں کے ساتھ نکاح کیا ہوگا، اس کے مرنے کے بعد اگر وہ جنت میں داخل ہوجائے، اور اس کے دونوں خاوند بھی مرنے کے بعد جنت کے حق دار بن جائیں تو وہ ان دونوں میں سے جنت میں کس کے ساتھ ہوگی؟ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ جنت میں اس کے ساتھ ہوگی جس کے اخلاق اس کے ساتھ دنیا میں اچھے تھے (اور اس نے اس کے ساتھ اچھے اخلاق کا برتاؤ کیا ہوگا)۔ اے امّ حبیبہ! اچھے اخلاق والوں نے دنیا اور آخرت کی بھلائی حاصل کر لی۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر: حقوق الزوجیۃ ص ۶۳)

اس لئے اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ آپ کی ازدواجی زندگی خوشگوار گزرے تو مار پیٹ سے گریز کریں اور جب کسی بات پر غصہ آجائے تو اللہ کے غصہ اور اس کی طاقت کو یاد کر کے اپنے غصہ پر قابو پالیں۔

حدیث میں پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ مَنْ كَفَّ غَضَبَهُ كَفَّ اللّٰهُ عَنْهُ عَذَابَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴾ (مشکوٰۃ :ص ۴۳۴)

جس نے (اللہ کی رضا کے لئے) غصہ کو روک لیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنا عذاب اس سے روک لیں گے۔

۹) اس کو دینی احکامات کی تعلیم کا دینا

بیوی کو دینی احکامات کی تعلیم دینا، حلال وحرام سے آگاہ کرنا، اور اسلامی اخلاق وقدروں سے آراستہ کرنا تاکہ وہ ایک اچھی بیوی، اچھی ماں، اور اللہ تعالی کی اچھی اور نیک بندی بن سکے یہ بھی ایک خاوند کے فرائض منصبی میں داخل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ﴾

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اُس آگ سے بچاؤ، جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔ (تحریم:۶)

عموماً مردوں کو تو مختلف ذرائع (مثلاً جلسوں، کانفرنسوں، وعظ ونصیحت کی مجالس اور کتب بینی) سے دینی معلومات حاصل ہو جاتی ہیں، مگر عورتوں کو گھریلو مشاغل کی وجہ سے اتنی فرصت نہیں ملتی اس لئے مرد کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ ان کو دینی معلومات پہنچائے، گھر میں تعلیم کا اہتمام رکھے، اور دینی کتب خرید کر ان کو مطالعہ کے لئے دے، اور کبھی کبھار پردہ میں ان کے لئے وعظ ونصیحت کا اہتمام کرے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ عورتوں نے پیارے پیغمبر ﷺ سے درخواست کی کہ مرد لوگ ہم عورتوں پر دین میں آگے بڑھ گئے ہیں، ہم لوگوں کے لئے بھی آپ ایک دن وعظ کے لئے مقرر فرما دیجئے (تاکہ ہم عورتوں کو بھی دینی معلومات حاصل ہوں) چنانچہ آپ ﷺ نے ایک دن کا ان سے وعدہ فرمایا۔ (بخاری ا، ۲۰)

والدین پر خصوصاً والد پر لازم ہے کہ اپنی اولاد کو دینی تعلیم دے، خدا اور رسول کی معرفت سے انہیں روشناس کرائے، نماز وروزہ کی تعلیم دے اور اس پر پابندی کرائے، ان کے اخلاق کی نگرانی کرے، بری عادات سے ان کو بچائے، بری صحبت سے ان کو بچائے اور اچھی باتوں کا حکم دیتا رہے، ان کو صحیح عقیدہ کی تعلیم دے کہ سب کچھ اللہ سے ہوتا ہے، اس لئے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے اور جو کچھ مانگنا ہو صرف اسی سے مانگو کہ اس کا ارشاد ہے:

﴿وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیۡ عَنِّیۡ فَاِنِّیۡ قَرِیۡبٌ ، اُجِیۡبُ دَعۡوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ﴾ (بقرہ:۱۸۶)

اور (اے پیغمبر!) جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھیں تو (آپ ان سے کہہ دیجئے کہ) میں اتنا قریب ہوں کہ جب مجھے کوئی پکارتا ہے تو میں پکارنے والے کی پکار سنتا ہوں۔

اللہ ہی نفع اور نقصان کا مالک ہے، اس کے سوا نہ تو کوئی نفع دے سکتا ہے اور نہ نقصان، اور نہ ہی اس کے سوا کوئی غیب کے بارے میں جانتا ہے۔اس لئے کہ اس کا ارشاد ہے:

﴿قُلۡ لَّاۤ اَمۡلِکُ لِنَفۡسِیۡ نَفۡعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ ، وَلَوۡ کُنۡتُ اَعۡلَمُ الۡغَیۡبَ لَا سۡتَکۡثَرۡتُ مِنَ الۡخَیۡرِ ، وَمَا مَسَّنِیَ السُّوۡٓءُ﴾ (الاعراف:۱۸۸)

(اے پیغمبر!) کہہ دیجئے کہ: جب تک اللہ نہ چاہے، میں خود اپنے آپ کو بھی کوئی نفع یا نقصان پہنچانے کا اختیار نہیں رکھتا۔اور اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں اچھی اچھی چیزیں خوب جمع کرتا، اور مجھے کوئی تکلیف ہی نہ پہنچتی۔

اس لئے اپنی اور اپنی اولاد کی قسمت کا حال جاننے کے لئے نہ تو کسی کاہن کی طرف رجوع کرو، نہ کسی نجومی کی طرف اور نہ ہی کسی عامل بابا کی طرف، اور نہ کسی حساب دان اور ستارہ شناس کی طرف کہ یہ سب ہی جھوٹے دجال ہیں۔

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

﴿مَنْ أَتٰی عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْئٍ فَصَدَّقَهُ ، لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَا ةٌ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا﴾

جو کوئی کسی کاہن کے پاس آیا اور اس سے کسی چیز کے بارے میں سوال کر کے اس کی تصدیق کی تو چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں ہوگی۔ (بخاری ومسلم)

اور فرمایا:

﴿مَنْ أَتٰی كَا هِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا قَالَ ، فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ﴾

جو کوئی کسی کاھن کے پاس آیا، اور اس کی کہی ہوئی بات پر یقین کیا، تو اس نے دین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کفر کیا۔ (ابوداؤد، والترمذی والنسائی)

جب تک باپ اور خاوند اپنے اس حق کو ادا کرتا رہے گا تو اللہ تعالیٰ اُس پر اور اُس کے بیوی بچوں پر اپنی رحمت اور

خیر و برکات نازل فرماتا رہے گا، اور انہیں چین وسکون ہر طرف سے حاصل ہوگا۔ اور اگر ایسا نہیں کرے گا تو پھر اس کا خمیازہ بھی والدین کو ہی بھگتنا پڑے گا مگر اُس وقت کے افسوس سے پھر کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

قرآن کریم میں اللہ ربّ العزت کا ارشاد ہے:

﴿ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۖ لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُكَ ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴾ (طٰہٰ ۱۳۲)

اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو، اور خود بھی اس پر ثابت قدم رہو۔ ہم تم سے رزق نہیں چاہتے، رزق تو ہم تمہیں دیں گے، اور بہتر انجام تقویٰ ہی کا ہے۔

پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد ہے: جب کوئی رات میں اپنی بیوی کو جگاتا ہے اور دونوں مل کر نماز پڑھتے ہیں تو ان کا نام ذکر کرنے والوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت ابو مالک اشعری ؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ شخص جو رات کو اٹھے، پھر اپنی عورت کو اٹھائے، اگر نیند نہ ٹوٹے تو اس کے چہرہ پر پانی (کے چھینٹے) مارے، پھر وہ دونوں تھوڑی دیر اللہ کو یاد کریں (اور نماز اور ذکر میں لگ جائیں) تو ان دونوں کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ (طبرانی کبیر)

حضرت معاذ ابن جبل ؓ، حضرت ابن عمر ؓ اور حضرت ام ایمن ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کو اپنے بعض اہل سے یہ فرماتے ہوئے سنا:

﴿أَنْفِقْ عَلٰى عَيَالِكَ مِنْ طَوْلِكَ ، وَلَا تَرْفَعْ عَنْهُمْ عَصَاكَ أَدَبًا ، وَ اخْفِهِمْ فِي اللّٰهِ﴾ (رواہ احمد، طبری فی الصغیر) شمائل ص ۲۷۰)

اپنی وسعت کے مطابق اپنے اہل وعیال (بیوی بچوں) پر خرچ کرو، اور ان سے چھڑی مت اٹھاؤ، اور ان کو اللہ تعالیٰ سے ڈراتے رہو۔

حضرت جابر ؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ رَحِمَ اللّٰهُ امْرَأً عَلَّقَ سَوْطَهٗ وَأَدَّبَ أَهْلَهٗ ﴾ (کنز العمال ۳۷۱)

اللہ کی رحمت ہو اس شخص پر جو گھر میں کوڑے لٹکائے رکھے جس سے وہ گھر والوں کو ادب دے۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿عَلِّقُوا السَّوْطَ حَيْثُ يَرَاهُ أَهْلَ الْبَيْتِ فَإِنَّهُ أَدَّبَ لَهُمْ﴾ رواہ الطبرانی،کنز العمال ۱۱)

(گھر میں) ایسے طور پر کوڑے (چھڑی) کو لٹکا کر رکھو جسے گھر والے دیکھیں۔

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ میں نے پیارے پیغمبر ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے، تم میں سے ہر ایک سے اُس کے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا، امام نگہبان ہے رعایا کا، اس سے اپنی رعایا کے متعلق پوچھا جائے گا۔

﴿وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِيْ أَهْلِ بَيْتِهِ وَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ...﴾ (ادب المفرد: ۱۴۴: بخاری ۲،۷۸۳)

اور آدمی اپنے اہل وعیال کا نگہبان ہے، اور اس سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا، عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگہبان ہے، خادم اور نوکر اپنے آقا کے مال میں نگہبان ہیں۔

اس حدیث مبارکہ کے ذریعہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ہر شخص کی یہ ذمہ داری بیان فرمائی ہے کہ وہ اپنے ماتحتوں کا نگران ہے۔ اگر وہ اپنے ماتحتوں کی نگرانی نہیں کرے گا، اور حتی الوسع ان کی اصلاح کی کوشش نہیں کرے گا تو کل قیامت کے دن یقیناً اسے ربّ العالمین کے سامنے جواب دینا ہوگا۔

لہٰذا! شریعت کی پابندی خود بھی کیجئے اور اپنے بیوی بچوں کو بھی پیار ومحبت سے شریعت کے احکامات کی تعلیم دے کر شریعت کا پابند بنائیے، تاکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سرخرو ہوسکیں۔

۱۰) بیوی بچوں کی ضروریات کو پورا کرنا

بیوی بچوں اور اہل وعیال کی ضروریات (مثلاً کھانا، پینا، لباس، مکان، تعلیم وغیرہ) پر بقدر وسعت خرچ کرنا، اور ان کی ضروریات پوری کرنے کے لئے دوڑ دھوپ کرنا بھی مرد کے فرائض میں داخل ہے۔ اگر وہ یہ سب کچھ اس نیت سے کرے کہ میرے اللہ نے ان کی کفالت اور نگرانی میرے ذمہ کی ہے اور اس پر مجھے اجر وثواب سے نوازا جائے گا تو یقیناً وہ اس پر اجر وانعام کا مستحق ہوگا۔ قرآن کریم میں ربّ العالمین کا ارشاد ہے:

﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ﴾ (النساء: ۳۴)

مرد عورتوں کے نگران ہیں، کیونکہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے، اور کیونکہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں۔

اس آیت میں بتا دیا گیا کہ مرد کو عورت پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو حاکمیت اور فضیلت عطا فرمائی ہے اس کی دو(۲) وجوہات ہیں، ایک تو ذاتی طور پر اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر بہت سی باتوں میں فضیلت دی ہے، (جیسے عقل، علم، حلم، فہم، حسن تدبر، قوت نظریہ، قوت عملیہ، قوت جسمانیہ، نبوت ، امامت، خلافت، بادشاہت، قضاء و شہادت، وجوب جہاد، جمعہ وعیدین، اذان اور خطبہ، جماعت، میراث میں حصہ کی زیادتی، نکاح کی مالکیت، تعدد ازواج، طلاق کا اختیار، حیض اور نفاس اور ولادت سے حفاظت وغیرہ۔ اور دوسری فوقیت اور فضیلت عرضی اور کسبی ہے کہ مرد عورتوں پر مال خرچ کر کے ان کا مہر ادا کرتے ہیں اور ان کا نان نفقہ اور خرچ اپنے ذمہ لیتے ہیں، اور اپنے سے زیادہ ان کی راحت رسانی کا خیال رکھتے ہیں۔

(معارف القرآن، مولانا حافظ محمد ادریس کاندھلویؒ: ج ۲ ص ۲۰۶)

﴿ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾ (البقرۃ:۲۲۸)

اور جس باپ کا وہ بچہ ہے اس پر واجب ہے کہ وہ معروف طریقے پر (گنجائش کے مطابق بچہ کی) ان ماؤں کے کھانے اور لباس کا خرچ اٹھائے۔

اگر نکاح قائم ہو تو تب یہ خرچ نکاح کی وجہ سے واجب ہے۔

* قولہٗ تعالیٰ: ﴿ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ، وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ، فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ، وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰى * لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ، وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ﴾ (الطلاق ۶،۷)

ان عورتوں کو اپنی حیثیت کے مطابق اُسی جگہ رہائش مہیا کرو جہاں تم رہتے ہو، اور انہیں تنگ کرنے کے لئے انہیں ستاؤ نہیں، اور اگر وہ حاملہ ہوں تو ان کو اس وقت تک نفقہ دیتے رہو جب تک کہ وہ اپنے پیٹ کا بچہ جن نہ لیں۔ پھر اگر وہ تمہارے لئے بچے کو دودھ پلائیں تو انہیں ان کی اُجرت ادا کرو، اور (اُجرت

مقرر کرنے کے لئے) آپس میں بھلے طریقے سے بات طے کرلیا کرو، اور اگر تم ایک دوسرے کے لئے مشکل پیدا کرو گے تو اسے کوئی اور عورت دودھ پلائے گی۔ ہر وسعت رکھنے والا اپنی وسعت کے مطابق نفقہ دے، اور جس شخص کے لئے اس کا رزق تنگ کر دیا گیا ہو، تو جو کچھ اللہ نے اُسے دیا ہے، وہ اسی میں سے نفقہ دے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کو جتنا دیا ہے، اُس پر اُس سے زیادہ کا بوجھ نہیں ڈالتا۔

اس آیت کریمہ میں شریعت کا بنیادی ضابطہ بیان کر دیا گیا ہے کہ عورت جب مرد کے نکاح میں ہو یا عدت میں، مرد کے ذمہ یہ ضروری ہے کہ اس کے لئے حتی المقدور رہائش (جس کو شریعت کی اصطلاح میں سکنیٰ کہا جاتا ہے) کا بندوبست کرے، مکان، نفقہ اور کپڑوں کا بندوبست کرے۔ اور حجۃ الوداع کے موقع پر پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

{ وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ } (رواہ مسلم)

اور تم پر واجب ہے کہ معروف طریقے پر (گنجائش کے مطابق) ان عورتوں کے کھانے اور لباس کا خرچ اٹھاؤ۔

حضرت ابومسعود انصاری ؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿ اِذَا أَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلٰى أَهْلِهٖ وَهُوَ يَحْتَسِبُهَا كَانَتْ لَهُ صَدَقَةٌ ﴾ (البخاری ومسلم)

جب آدمی اپنے اہل وعیال پر ثواب گمان کرتے ہوئے خرچ کرتا ہے تو اس کے لئے صدقہ کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ (سنن کبریٰ: ۱۱، ۴۶۷)

اور حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ دِيْنَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ ، وَ دِيْنَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِيْ رَقَبَتِهٖ ، وَ دِيْنَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهٖ عَلٰى مِسْكِيْنٍ ، وَ دِيْنَارٌ أَنْفَقْتَهُ عَلٰى أَهْلِكَ ، أَعْظَمُهَا أَجْرًا الَّذِيْ أَنْفَقْتَهُ عَلٰى أَهْلِكَ ﴾ (رواہ مسلم)

ایک دینار تو وہ ہے جو تم نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا، ایک دینار وہ ہے جو تم نے غلام کو آزاد کرانے میں صرف کیا، ایک دینار تو وہ ہے جو تم نے کسی فقیر کو صدقہ دے دیا، ایک دینار تو وہ ہے جو تم نے گھر والوں پر صرف کیا، ان میں سب سے زیادہ اجر وثواب اس دینار کے خرچ کا ہے جو تم نے گھر والوں پر

صرف کیا ہے۔

ایک روایت میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ " تَصَدَّقُوْا " قَالَ رَجُلٌ : عِنْدِیْ دِیْنَارٌ ، قَالَ: تَصَدِّقْ بِہٖ عَلٰی نَفْسِکَ ، قَالَ عِنْدِیْ دِیْنَارٌ اٰخَرْ قَالَ: تَصَدِّقْ بِہٖ عَلٰی زَوْجَتِکَ قَالَ عِنْدِیْ دِیْنَارٌ اٰخَرَ ، قَالَ: تَصَدِّقْ بِہٖ عَلَی وَلَدِکَ قَالَ عِنْدِیْ دِیْنَارٌ اٰخَرَ، قَالَ: تَصَدِّقْ بِہٖ عَلٰی خَادِمِکَ ، قَالَ عِنْدِیْ دِیْنَارٌ اٰخَرَ ، قَالَ:أَنْتَ أَبْصِرُ بِہٖ ﴾ (رواہ احمد، والنسائی)

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا صدقہ کرو! ایک شخص نے عرض کیا (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرے پاس ایک اشرفی ہے (کسے دوں؟) پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنی جان پر خرچ کرو، عرض کیا میرے پاس ایک اور ہے، فرمایا: وہ اپنی اولاد پر خرچ کرو، عرض کیا میرے پاس ایک اور ہے، فرمایا: وہ اپنے گھر والوں پر خرچ کرو۔ عرض کیا میرے پاس ایک اور ہے۔ فرمایا: وہ اپنے خادم پر خرچ کرو، عرض کیا میرے پاس ایک اور ہے۔ فرمایا: اب تجھے اختیار ہے۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے (قیامت کے دن) جو وزن کیا جائے گا وہ نفقہ ہوگا جو اس نے اہل وعیال پر کیا ہوگا۔ (طبرانی)

حضرت ابو امامہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں سب سے بدتر وہ ہے جو اپنے اہل وعیال پر تنگی سے خرچ کرے۔ (کنز العمال ۱۶:۲۷۲۳)

بیوی کے خرچہ میں شوہر کے مالی حیثیت کی رعایت کی جائیگی

مرد کو اپنے مالی حیثیت کے مطابق بیوی بچوں پر خرچ کرنا ہوگا، اس لئے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ لِیُنْفِقْ ذُوْ سَعَۃٍ مِّنْ سَعَتِہٖ ، وَمَنْ قُدِرَ عَلَیْہِ رِزْقُہٗ فَلْیُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰہُ اللّٰہُ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰھَا ﴾

ہر وسعت رکھنے والا اپنی وسعت کے مطابق نفقہ دے، اور جس شخص کے لئے اس کا رزق تنگ کر دیا گیا

ہو، تو جو کچھ اللہ نے اُسے دیا ہے، وہ اسی میں سے نفقہ دے۔ اللہ نے کسی کو جتنا دیا ہے، اس پر اس سے زیادہ کا بوجھ نہیں ڈالتا۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ﴾ (المائدہ:۸۹)

اوسط درجہ کا کھانا کھلاؤ جو تم اپنے گھر والوں کو کھلایا کرتے ہو، یا ان کو کپڑے دو۔

اس لئے اگر شوہر کی آمدنی کم ہو تو سب سے پہلے اس پر حق اس کے بچوں کا ہے بجائے صدقہ خیرات کے پہلے اُن پر خرچ کرے، اور اگر عورت امیر گھرانے سے ہو اور شوہر غریب ہو تو عورت پر شوہر کی آمدنی کے حساب سے ہی خرچ کیا جائے گا۔ چنانچہ حکیم بن معاویہؓ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ:

﴿ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ، فَقُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، مَا تَقُوْلُ فِيْ نِسَآئِنَا؟ قَالَ: أَطْعِمُوْهُنَّ مِمَّا تَأْكُلُوْنَ ، وَاكْسُوْهُنَّ مِمَّا تَلْبِسُوْنَ ﴾ (رواہ ابوداؤد)

میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا آپ ہماری عورتوں کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو تم کھاتے ہو اُن کو کھلاؤ، اور جو تم پہنتے ہو ان کو پہناؤ۔

۱۲) شوہر کے مال سے گھریلو خرچ لینا

شوہر پر بقدر ضرورت بیوی اور نابالغ بچوں کو نفقہ دینا واجب ہے اگر اس میں مرد کوتاہی کرے تو ایسی صورت میں عورت مرد کی اجازت کے بغیر بقدر ضرورت (گھر اور بچوں کے خرچہ کے لئے) اس کے مال میں سے لے سکتی ہے۔ لیکن ضرورت سے زیادہ اسراف کے لئے نہیں لے سکتی۔ چنانچہ امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ دَخَلَتْ هِنْدَ بِنْتِ عُتْبَةَ اِمْرَأَةَ أَبِيْ سُفْيَانَ عَلَى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ، اِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيْحٌ ، لَا يُعْطِيْنِيْ مِنَ النَّفَقَةِ مَا يَكْفِيْنِيْ، وَيَكْفِيْ بَنِيَّ اِلَّا مَا أَخَذْتُ مِنْ مَّالِهٖ بِغَيْرِ عِلْمِهٖ، فَهَلْ عَلَيَّ فِيْ ذَالِكَ جُنَاحٌ ؟ فَقَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ " خُذِيْ مِنْ مَّالِهٖ بِالْمَعْرُوْفِ مَا يَكْفِيْكِ وَ يَكْفِيْ بَنِيْكِ" ﴾ (رواہ البخاری ومسلم)

ھندہ بنت عتبہ ابوسفیانؓ کی بیوی پیارے پیغمبر ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا، یا رسول

اللہ ! میرا شوہر ابوسفیان بہت بخیل آدمی ہے، وہ مجھے اتنا خرچ نہیں دیتا جس سے میری اور میرے بچوں کی ضرورت پوری ہو سکے، سوائے اس کے کہ میں اس کے مال میں سے اس کی اجازت اور علم کے بغیر کچھ لوں، کیا میرے لئے کوئی گناہ ہے کہ میں اس کے مال سے (بلا اجازت ضرورت پر) کچھ لے لوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں لے لو جو کافی ہو جائے (تمہارے) اپنے لئے اور اپنے لڑکوں (اولاد) کے لئے جو مناسب طور پر ہو۔

اس کے علاوہ بیوی کو جیب خرچ کے طور پر بھی کچھ نہ کچھ دینا چاہئے، جو ہر آدمی اپنی مالی حیثیت کے مطابق متعین کرے ایک آدمی سو روپیہ دے سکتا ہے اور دوسرا ہزار تو اپنی مالی حیثیت کے اعتبار سے اسے ہر مہینہ خرچ دے کر بھول جانا چاہئے۔یعنی پھر اس سے باز پرس نہ کرے کہ اس نے کہاں خرچ کئے بلکہ وہ اس میں خود مختار ہو جہاں چاہے خرچ کرے۔

۱۳) مشورہ میں شریک کرنا

کامیاب اور پاکیزہ زندگی گزارنے کے لئے مشورہ انتہائی اہم حیثیت رکھتا ہے اور مشورہ کرنے کے بعد انسان پر اس کام کے مختلف پوشیدہ اور مخفی پہلو کھل جاتے ہیں اور بہت کم انسان نامراد ہوتا ہے، اور ازدواجی زندگی میں انسان کو بہت سی مشکلات درپیش ہوتی رہتی ہیں، ان مشکلات سے نکلنے کے لئے مشورہ کرنا ضروری ہو جاتا ہے، اور میاں بیوی خاندان اور فیملی کے راستے میں آنے والے ہر خیر و شر اور اچھے اور برے کام میں ایک دوسرے کے ساتھ شریک اور معاون رہتے ہیں تو ایسے میں شوہر کا بیوی کو نظر انداز کرنا خاص طور پر ایسی چیزوں میں جو ان کی ازدواجی زندگی سے متعلق ہوں اور صرف اپنی رائے پر عمل پیرا ہونا صحیح نہیں ہے۔ربّ العالمین کا ارشاد ہے:

﴿ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ﴾ (آل عمران:۱۵۹)

اور اُن سے (اہم) معاملات میں مشورہ لیتے رہو، پھر جب تم رائے پختہ کر کے کسی بات کا عزم کرلو تو اللہ پر بھروسہ کرو۔

اور پیارے پیغمبر ﷺ نے اپنے اصحاب ؓ کو مشورہ کا حکم دیا، اور خود بھی پیارے پیغمبر ﷺ نے ازواج مطہرات ؓ سے مشورہ فرمایا جیسے صلح حدیبیہ سے فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ نے امّ المؤمنین حضرت امّ سلمہ ؓ سے مشورہ فرمایا: بخاری کی روایت ہے کہ:

﴿ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ قَضِيَةِ الْكِتَابِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِأَصْحَابِهِ، قُوْمُوْا فَانْحَرُوْا

ثُمَّ أَحْلِقُوْا (أَنْ يَّتَحَلَّلُوْا مِنْ اِحْرَامِهِمْ بِالنَّحْرِ وَالْحَلْقِ ، وَيَرْجِعُوْا اِلَى الْمَدِيْنَةِ ، لِأَنَّهُمْ أُحْصِرُوْا عَنْ اِتْمَامِ النُّسُكِ ، فَعز عَلَيْهِمْ أَنْ يَّرْ جِعُوْا مِنْ غَيْرِ فَتْحٍ، وِلَمْ يُبَادِرُوْا اِلَى تَنْفِيْذِ أَمْرِ الرَّسُوْلِ ﷺ ، عَلَى غَيْرِ عَادَتِهِمْ)قَالَ: فَوَا للهِ مَا قَامَ مِنْهُمْ رَجُلٌ حَتّٰى قَالَ ذَالِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ، فَلَمَّا لَمْ يَقُمْ مِنْهُمْ أَحَدٌ دَخَلَ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ فَذَكَرَ لَهَا مَا لَقِيَ مِنَ النَّاسِ ﴾

تکمیل صلح کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو قربانی کرنے اور سر منڈوانے کا حکم دیا، یہ گویا احرام کے ختم کرنے اور طواف کے ملتوی کرنے کا حکم تھا مگر شرائط صلح کی وجہ سے صحابہؓ اس قدر مغموم اور شکستہ خاطر تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار حکم دیا مگر خلاف عادت ایک شخص بھی نہ اٹھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دیکھا تو آپ حضرت امّ سلمہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور بطور شکایت یہ واقعہ بیان فرمایا:

﴿ فَقَالَتْ أُمِّ سَلَمَةَ : يَا نَبِيَ اللهِ ، أَ تُحِبُّ ذَالِكَ أَخْرُجْ ،ثُمَّ لَا تُكَلِّمْ أَحَدًا مِنْهُمْ كَلِمَةً ، حَتّٰى تَنْحَرَ بُدْنَكَ ، وَتَدْعُوْ حَالِقَكَ فَيَحْلِقَكَ ، فَخَرَجَ فَلَمْ يُكَلِّمْ أَحَدًا مِّنْهُمْ حَتّٰى فَعَلَ ذَالِكَ ، نَحَرَ بُدْنَهُ ، وَدَعَا حَالِقَهُ فَحَلَقَهُ ،فَلَمَّا رَأَوْا ذَالِكَ قَامُوْا فَنَحَرُوْا ، وَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يَحْلِقُ بَعْضًا حَتّٰى كَادَ بَعْضُهُمْ يَقْتُلُ بَعْضًا غَمًّا ﴾

(فتح البارى شرح صحيح البخارى ص۲۶۶،ج۵)

اُمّ المؤمنین حضرت امّ سلمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ: (یہ صلح مسلمانوں پر بہت شاق گزری ہے،جس کی وجہ سے افسردہ دل اور شکستہ خاطر ہیں، اور صحابہ معذور ہیں)۔ اگر آپ پسند فرمائیں تو باہر تشریف لیجائیں پھر ان میں سے کسی سے کچھ نہ فرمائیں اور اپنے اونٹوں کی قربانی فرمائیں، اور اپنے حجام کو بلا کر کے سر منڈائیں، (آپ کو دیکھ کر خود بخود لوگ آپ کی اتباع کریں گے)۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی کی، اور اپنے حجام کو بلا کر کے سر منڈایا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قربانی کرتے ہی سب نے قربانی شروع

کردی اور شدت غم سے ایک دوسرے کے سراس طرح مونڈنے لگے کہ گویا ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے۔

امّ المؤمنین حضرت امّ سلمہؓ کا یہ مشورہ نہائیت ہی صائب اور موجب خیر و برکت ہوا۔

☆ اسی طرح حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی نے اپنے والد کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو مشورہ دیا:

﴿ يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ، اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ﴾ (القصص،۲۶)

ترجمہ: ابّا جان! آپ ان کو اجرت پر کوئی کام دے دیجئے، آپ کسی سے اجرت پر کام لیں تو اس کے لئے بہترین شخص وہ ہے جو طاقتور بھی ہو، امانت دار بھی۔

یہ مشورہ بھی صائب اور نہایت صحیح تھا۔ (فتح الباری کتاب الشروط،ص ۲۶۵،ج ۵)

☆ اسی طرح فرعون کی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا فرعون کو مشورہ دینے کا ذکر قرآن نے بیان کیا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو صندوق میں رکھ کر دریائے نیل میں ڈال دیا، اور صندوق بہتا ہوا فرعون کے محل کے پاس پہنچ گیا، اور فرعون کے کارندوں نے بچے کو اٹھا کر فرعون کے پاس پیش کیا، اور فرعون نے انہیں قتل کرنا چاہا تو اس کی بیوی حضرت آسیہؓ نے اسے اس بات پر آمادہ کرلیا:

﴿ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ، لَا تَقْتُلُوْهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ﴾ (القصص)

(کہ:) یہ بچہ میری اور تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اسے قتل نہ کرو، کچھ بعید نہیں کہ یہ ہمیں فائدہ پہنچائے، یا ہم اسے بیٹا بنالیں۔

☆ اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کی بہن کا لوگوں کو مشورہ دینا کہ: کیا میں تمہیں ایسے گھر کا پتہ بتاؤں جس کے لوگ تمہارے لئے اس بچے کی پرورش کریں، اور اس کے خیر خواہ رہیں۔

☆ ملکہ بلقیس کا حضرت سلیمان علیہ السلام کے خط ملنے پر اپنے ارکان سلطنت سے مشورہ کرنا اور یہ کہنا

﴿ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ ، مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴾ (نمل،۳۲)

اے قوم کے سردارو! جو مسئلہ میرے سامنے آیا ہے، اس میں مجھے فیصلہ کن مشورہ دو۔ میں کسی مسئلے کا حتمی فیصلہ اُس وقت تک نہیں کرتی جب تک تم میرے پاس موجود نہ ہو۔

اس قسم کے مشوروں سے تاریخ بھری ہوئی ہے جس میں عورتوں نے اہم ترین مشورے دیئے ہیں۔ پھر قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے رضاعت کے بارے میں جو احکام بیان فرمائے ہیں اس میں بھی میاں بیوی کا بچے کے دودھ چھڑانے کے بارے میں مشورہ کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَ تَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ﴾ (البقرہ، ۲۳۳)

پھر اگر وہ دونوں (یعنی والدین) آپس کی رضامندی اور باہمی مشورے سے (دوسال گزرنے سے پہلے ہی) دودھ چھڑانا چاہیں تو اس میں بھی ان پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆

شوہر کے حقوق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ﴾

نیک عورتیں فرماں بردار ہوتی ہیں (اپنے شوہروں کی، اور) شوہروں کی غیر موجودگی میں اللہ کی دی ہوئی حفاظت سے (انکے حقوق کی) حفاظت کرتی ہیں۔ (النساء ۳۴)

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَيُّمَا امْرَأَةٍ مَاتَتْ وَ زَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ ﴾

پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو عورت اس حال میں وفات پا گئی کہ اس کا شوہر اس سے راضی تھا تو وہ جنت میں داخل ہو گی۔ (رواہ ابن ماجہ والترمذی)

قارئین کرام:

ربّ العالمین نے والدین کے حقوق کی طرح شوہر کے بھی حقوق رکھے ہیں اور شوہر کو بڑا مرتبہ عطا فرمایا ہے۔ اس کو قوّام اور گھر کی نگرانی کرنے والا سردار بنایا ہے اور فرمایا ہے کہ: {لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ} مردوں کو عورتوں پر فوقیت حاصل ہے۔ امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَيُّ النَّاسِ أَعْظَمُ حَقًّا عَلَى الْمَرْأَةِ ؟ قَالَ: زَوْجُهَا ، قُلْتُ: فَأَيُّ النَّاسِ أَعْظَمُ حَقًّا عَلَى الرَّجُلِ ؟ قَالَ أُمُّهُ ﴾ رواه البزار ، والترغيب ص۵۳)

میں نے پیارے پیغمبر ﷺ سے دریافت کیا کہ عورت پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے خاوند کا، میں نے پھر عرض کیا کہ مرد پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کی ماں کا۔

شوہر کی اطاعت کرنا

اور بیوی کو اس کا حکم ماننے کا حکم دیا گیا ہے بشرطیکہ اس کا حکم شریعت کے خلاف نہ ہو اس لئے کہ جس چیز میں خالق

کی نافرمانی لازم آتی ہو اس میں مخلوق کی اطاعت کی اجازت نہیں۔اس لئے بیوی پر شوہر کی اطاعت کرنا طبعی، عقلی اور دینی ہر اعتبار سے واجب ہے، وہ عورت سے زیادہ ذہنی قوت کا مالک اور انتظامی صلاحیتیں رکھتا ہے اور جسمانی طور پر قوی ہے، اپنے آپ کو مشقت میں ڈال کر محنت ومزدوری کرتا ہے اور بیوی بچوں پر خرچ کرتا ہے۔اس لئے بیوی کو چاہئے کہ وہ شریعت کے مطابق چلتے ہوئے مرد کی حاکیت تسلیم کر کے اس کی اطاعت اور فرماں برداری کرے، شوہر کی دلداری کا خاص خیال رکھے، اور اسے آرام پہنچائے اور تکلیف نہ پہنچائے اس لئے کہ اس کا بہت بڑا حق ہے۔

قرآن کریم سورۃ النساء میں ربّ العالمین کا ارشاد ہے۔

﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ۚ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ﴾ (النساء۳۴)

مرد عورتوں کے نگران ہیں، کیونکہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے، اور کیونکہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں۔چنانچہ نیک عورتیں فرماں بردار ہوتی ہیں (اپنے شوہروں کی، اور) مردوں کی غیر موجودگی میں اللہ کی دی ہوئی حفاظت سے (اس کے حقوق کی) حفاظت کرتی ہیں۔

اس آیت کریمہ میں جہاں مرد کی عورت پر فضیلت کی ایک وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ اپنی کمائی سے عورت کی کفالت کرتا ہے اور اس کی ضروریات پر اپنا مال خرچ کرتا ہے، تو ساتھ ہی نیک بیویوں کی صفات ان الفاظ سے بیان فرمائی ہے کہ نیک عورتیں فرماں بردار ہوتی ہیں (اپنے شوہروں کی، اور) شوہروں کی غیر موجودگی میں اللہ کی دی ہوئی حفاظت سے (انکے حقوق کی) حفاظت کرتی ہیں۔حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

﴿ أَتَى رَجُلٌ بِا بْنَتِهٖ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: اِنَّ اِبْنَتِيْ هٰذِهٖ أَبَتْ أَنْ تَتَزَوَّجَ ، فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : أَطِيْعِيْ أَبَاكِ ، فَقَالَتْ : وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لاَ أَتَزَوَّجُ حَتّٰى تُخْبِرَنِيْ مَا حَقُّ الزَّوْجِ عَلٰى زَوْجَتِهٖ ؟ قَالَ: حَقُّ الزَّوْجِ عَلٰى زَوْجَتِهٖ لَوْ كَانَتْ بِهٖ قَرْحَةٌ فَلَحَسَتْهَا ، أَوِ انْتَثَرَ مِنْخَرَاهُ صَدِيْدًا أَوْ دَمًا ثُمَّ ابْتَلَعَتْهُ مَا أَدَّتْ حَقَّهٗ ۔ قَالَتْ: وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَتَزَوَّجُ أَبَدًا ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لاَ تَنْكِحُوْهُنَّ اِلَّا بِاِذْنِهِنَّ ﴾ (رواه البزار باسناد جيد: الترغيب ص۵۴، ج۳)

ایک شخص اپنی بیٹی لے کر پیارے پیغمبر ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا: یہ میری بیٹی ہے، شادی کرنے سے انکار کرتی ہے۔ پیارے پیغمبر ﷺ نے اس سے فرمایا: اپنے والد کا کہا مانو۔اس نے عرض کیا، قسم ہے اللہ کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، میں اس وقت تک شادی نہ کروں گی جب تک کہ آپ ﷺ مجھے یہ نہ بتادیں کہ بیوی کے ذمہ شوہر کے کیا حقوق ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بیوی پر شوہر کا یہ حق ہے کہ اگر شوہر کو زخم ہے،اور عورت اُسے منہ سے چاٹ لے، یا اس کی ناک سے خون یا پیپ بہے،عورت اسے پی جائے تو بھی اس نے اس کا حق ادا نہیں کیا۔اس پر اس عورت نے کہا: قسم اس کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں تو نکاح کبھی نہیں کروں گی (تاکہ کوتاہی حق کا گناہ نہ ہو) آپ ﷺ نے فرمایا: عورتوں کا نکاح بلا ان کی اجازت کے مت کرو۔

اگر عورت نے خاوند کے حقوق کا خیال رکھا، اسے اذیت اور تکلیف سے بچایا اور اس حال میں دنیا سے رخصت ہوئی کہ اس کا خاوند اس سے راضی تھا تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔اُمّ المؤمنین حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَيُّمَا اِمْرَأَ ةٍ مَاتَتْ وَ زَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ ﴾

پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو عورت اس حال میں وفات پا گئی کہ اس کا شوہر اس سے راضی تھا تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔ (رواہ ابن ماجہ والترمذی)

حضرت حصین بن محصن ؓ سے مروی ہے کہ:

﴿أَنَّ عَمَّةً لَهٗ أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ ، فَقَالَ لَهَا: أَذَاتُ زَوْجٍ أَنْتِ ؟ قَالَتْ: نَعَمْ ، قَالَ: فَأَيْنَ أَنْتِ مِنْهُ ؟ قَالَتْ: مَا آ لُوْهُ اِلَّا مَا عَجَزْتُ عَنْهُ ، قَالَ: فَكَيْفَ أَنْتِ لَهٗ ؟ فَاِنَّهٗ جَنَّتُكِ وَ نَارُكِ﴾ (رواہ احمد والنسائی)

اُن کی ایک پھوپھی تھی، جو پیارے پیغمبر ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں (کچھ پوچھنے کے لئے) تو آپ ﷺ نے ان سے معلوم کیا کہ کیا تم شادی شدہ ہو؟ انہوں نے کہا ہاں! آپ ﷺ نے پھر ان سے پوچھا تمہارا ان کے ساتھ (یعنی شوہر کے ساتھ) کیا برتاؤ ہے۔عرض کیا: مجھے ان کی کوئی پرواہ نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: تم ان کے بارے میں ایسا کیسے کہہ سکتی ہو؟ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو کہ

وہ تمہارے لئے جنت بھی ہیں اور دوزخ بھی۔

یعنی اگر تم ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کروگی اور ان کی خدمت کروگی تو وہ تمہاری جنت کا سبب بنیں گے اور اگر ان کی نافرمانی کروگی تو جہنم میں داخلے کا سبب بنیں گے۔اور ایک روایت میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا:

﴿ مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ آدَمَ ثَلَاثَةٌ ، وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ آدَمَ ثَلَا ثَةٌ مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ آدَمَ أَلْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ ، وَالْمَسْكَنُ الْوَاسِعُ ، وَالْمَرْكَبُ الصَّالِحُ ، وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ آدَمَ : اَلْمَرْأَةُ السُّوْءُ ، وَالْمَسْكَنُ السُّوْءُ ، وَالْمَرْكَبُ السُّوْءُ ﴾ (احمد والطبرانی)

ابن آدم کی نیک بختی تین چیزوں میں ہے اور اس کی بدبختی بھی تین چیزوں میں ہے: آدمی کی نیک بختی میں نیک بیوی، کشادہ مکان اور اچھی سواری کا مل جانا ہے۔ اور آدمی کی بدبختی میں بری عورت ، اور بری رہائش اور بری سواری کا ملنا ہے۔

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا:

﴿ اِثْنَانِ لاَ تَجَاوَزَ صَلَا تَهُمَا رُءُ وْسَهُمَا ، عَبْدٌ اَبَقَ مِنْ مَوَالِيْهِ حَتّٰى يَرْجِعَ ، وَامْرَأَةٌ عَصَتْ زَوْجَهَا حَتّٰى تَرْجِعَ ﴾ (رواہ الطبرانی)

دو آدمی ہیں جن کی نماز اُن کے سر سے اوپر نہیں جاتی ، ایک وہ غلام جو اپنے آقا سے بھاگا ہوا ہو جب تک کہ واپس نہ آجائے، اور دوسری وہ عورت جو اپنے خاوند کی نافرمان ہو یہاں تک کہ (نافرمانی سے) باز آئے۔

امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ایک لڑکی پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یارسول اللہ! میں جوان ہوں ،لوگ مجھ سے شادی کے پیغامات بھیجتے ہیں لیکن مجھے شادی پسند نہیں ہے۔ مجھے یہ بتلا دیجئے کہ عورت پر شوہر کا کیا حق ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر شوہر کا جسم سرتا بقدم پیپ سے سڑ رہا ہو اور بیوی اپنی زبان سے اسے چاٹے تب بھی اس کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔اس نے عرض کیا: کیا میں شادی کرلوں؟ فرمایا ضرور کرو کیوں کہ شادی کرنے ہی میں خیر ہے۔(حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت جو حاکم نے نقل کی ہے اس میں یہ آخری دو جملے نہیں ہیں)۔ (احیاء العلوم ص ۱۰۲ ج ۲)

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب کہ تمہارے جوان فاسق ہو جائیں گے، اور تمہاری عورتیں سرکش اور نافرماں بردار ہو جائیں گی۔ صحابہ اکرامؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ایسا بھی ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یقینا ایسا ہوگا۔ (شمائل: ص ۲۸۶، ج ۱۱)

اگر غیر اللہ کو سجدہ جائز ہوتا تو؟

اور شوہر کے بیوی پر اس قدر حقوق ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے از راہ مبالغہ شوہر کی اطاعت کے وجوب کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

﴿لَوْكُنْتُ اٰمِرًا أَحَدًا أَنْ يَّسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا﴾ (ترمذی)

اگر میں (اللہ تعالیٰ کے علاوہ) کسی کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ جب انصار کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ نے اپنے مالک سے بغاوت کر لی تھی، اور وہ شکایت لے کر پیارے پیغمبر ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ جب اس اونٹ کی طرف تشریف لے گئے تو اس نے آپ ﷺ کو دیکھ لیا، اور وہ پیارے پیغمبر ﷺ کی طرف چل کر آیا یہاں تک کہ آ کر آپ ﷺ کے سامنے سجدہ ریز ہو گیا، اس کو اس طرح سجدہ کرتے ہوئے دیکھ کر صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ:

﴿يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! هٰذَا بَهِيْمَةٌ لَا يَعْقِلُ يَسْجُدُ لَكَ ، وَنَحْنُ نَعْقِلُ ، فَنَحْنُ أَحَقُّ أَنْ نَسْجُدَ لَكَ ، قَالَ: لَا يَصْلُحُ لِبَشَرٍ أَنْ يَّسْجُدَ لِبَشَرٍ ، وَلَوْ صَلَحَ لِبَشَرٍ أَنْ يَّسْجُدَ لِبَشَرٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا لِعِظَمِ حَقِّهٖ عَلَيْهَا ، لَوْ كَانَ مِنْ قَدَمِهٖ اِلَى مَفْرَقِ رَأْسِهٖ قَرْحَةٌ تَنْبَجِسُ بَالْقَيْحِ وَالصَّدِيْدِ ثُمَّ اسْتَقْبَلَتْهُ فَلَحَسَتْهُ ، مَا أَدَّتْ حَقَّهُ﴾ (رواه احمد والنسائى باسناد جيد)

اے اللہ کے رسول! یہ جانور ہے جو عقل نہیں رکھتا اور آپ ﷺ کو سجدہ کرتا ہے، اور ہم عقل رکھتے ہیں، تو ہم زیادہ حقدار ہیں کہ آپ ﷺ کو سجدہ کریں، آپ ﷺ نے فرمایا: کسی بشر کے لئے سزاوار نہیں کہ وہ کسی بشر کو سجدہ کرے، اور اگر کسی بشر کو کسی بشر کے لئے سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے اس پر اس کے بہت بڑے حق کی وجہ سے، اگر اس کے قدموں سے لے کر

سر تک زخم ہوں جس سے پیپ اور خون بہہ رہا ہو، اور عورت آگے بڑھ کر اس کو زبان سے چاٹ لے تو بھی اس کا حق ادا نہیں کر سکتی۔

حضرت ابی اوفیٰؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ لَمَّا قَدِمَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ مِنَ الشَّامِ سَجَدَ لِلنَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : مَا هٰذَا ؟ قال: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، قَدِمْتُ الشَّامَ ، فَوَجَدْتُهُمْ يَسْجُدُوْنَ لِبَطَارِقَتِهِمْ وَأَسَا قِفِهِمْ ، فَأَرَدْتُّ أَنْ أَفْعَلَ ذَالِکَ بِکَ ۔قال: فَلَا تَفْعَلْ ، فَاِنِّیْ لَوْ أَمَرْتُ شَيْئًا أَنْ يَّسْجُدَ لِشَيْئٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا ، وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لاَ تُؤَدِّیْ الْمَرْأَةُ حَقَّ رَبِّهَا ، حَتّٰی تُؤَدِّیْ حَقَّ زَوْجِهَا ﴾ (رواہ ابن ماجہ)

جب حضرت معاذ بن جبلؓ شام سے واپس لوٹے تو پیارے پیغمبر ﷺ کو سجدہ کیا، پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: یہ کیا ہے؟ (یعنی تم نے ایسا کیوں کیا؟) انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جب میں شام گیا تو میں نے شام میں دیکھا کہ لوگ اپنے مذہبی پیشواؤں اور اپنے حکام کو سجدہ کرتے ہیں، میں نے سوچا کہ آپ ﷺ اس کے زیادہ حق دار ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا مت کرنا، اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کرنے کا کہتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے، عورت اُس وقت تک اپنے رب کا حق ادا نہیں کر سکتی جب تک کہ اپنے خاوند کا حق ادا نہ کرے۔

امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿لَوْ أَمَرْتُ أَحَدًا أَنْ يَّسْجُدُلِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا، وَلَوْ أَنَّ رَجُلًا أَمَرَ اِمْرَأَتَهُ أَنْ تَنْتَقِلَ مِنْ جَبَلٍ أَحْمَرَ اِلَی جَبَلٍ أَسْوَدَ أَوْ مِنْ جَبَلٍ أَسْوَدَ اِلَی جَبَلٍ أَحْمَرَ لَكَانَ نَوْ لُهَا أَنْ تَفْعَلَ ﴾ (رواہ ابن ماجہ (مشکوٰۃ۲۸۳:الترغیب:۵۶۳))

اگر میں کسی ایک کو حکم دیتا کہ وہ کسی ایک کو سجدہ کرے تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے،

اگر آدمی اپنی بیوی کو حکم دے کہ وہ جبل اَحمر سے جبل اَسود کی طرف، اور جبل اَسود سے جبل اَحمر کی طرف چکر لگاتی رہے تو اس کا حق ہے کہ وہ ایسا کرے۔

یعنی اگر شوہر اس کو کسی ایسے کام کا حکم دے جو انتہائی مشکل اور بظاہر بالکل بیکار نظر آرہا ہو تو بھی بلا اعتراض اُسے کرنا چاہئے۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی اہلیہ کا واقعہ

اور خاوند کی اطاعت کا ایک نہایت مؤثر قصہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی اہلیہ فاطمہ بنت عبد الملک بن مروان کا ہے، جو ایک خلیفہ کی پوتی، ایک خلیفہ کی بیٹی، خلیفہ کی بیوی اور خلفاء کی ہمشیرہ تھی، اگر وہ اپنے پاس تمام دنیا جمع کرنا چاہتی تو کرسکتی تھی لیکن جب ان کے خاوند حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے خلافت سنبھالی تو خلافت سنبھالتے ہی سب سے پہلے ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تمہارے وہ جواہرات جو تمہیں اپنے باپ سے ملے ہیں ان کو بیت المال میں جمع کرادو، اگر ایسا کرنا تمہارے لئے دشوار ہو تو تمہیں اختیار ہے کہ مجھ سے علیحدگی اختیار کرلو اور اپنے میکے چلی جاؤ، اس لئے کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ میں اور تمہارے جواہرات ایک ہی گھر میں رہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ نہیں میں آپ ہی کے پاس ٹھروں گی اور تمام زیورات کو بیت المال میں دے دینے اور کبھی واپس نہ لینے کا فیصلہ کرلیا۔ جب حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا انتقال ہوا تو ان کے بعد اس کے بھائی یزید بن عبد الملک خلیفہ بنے، اور انہوں نے اپنی بہن سے کہا کہ اگر تم چاہو تو میں وہ تمام جواہرات تمہیں واپس لوٹا دیتا ہوں، انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم مجھے اب ان کی کوئی ضرورت نہیں جس چیز کو میں نے اپنے خاوند کی زندگی میں پسند نہیں کیا ان کی وفات کے بعد کیسے پسند کرسکتی ہوں۔

عورتوں کے لئے حمل اور پرورش پر اجر وثواب

عورتوں کے لئے حمل سے لے کر بچوں کی پرورش تک کہ مراحل بڑے مشکل اور تکلیف دہ ہوتے ہیں، اگر عورت اپنے خاوند کی فرماں بردار ہو، اور اس کے ساتھ ساتھ بچوں کی پیدائیش اور تربیت کے مراحل کو بحسن وخوبی سرانجام دے تو اس کے لئے بے انتہا اجر وثواب ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عمرؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: عورتوں کو حمل سے لے کر بچہ جننے تک اتنا ثواب ملتا ہے جتنا کہ خدا کے راستے میں سرحد کی حفاظت کرنے والوں کو، اور اگر (دوران وضع حمل) اس کا انتقال ہوجائے تو اس کو شہید کا ثواب ملتا ہے۔

اور ایک دوسری روایت میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم میں سے کوئی اس بات سے خوش نہیں کہ جب وہ اپنے شوہر سے حاملہ ہو اس حال میں کہ وہ اس سے راضی ہو، تو اس عورت کو اتنا اجر

وثواب ملتا ہے جتنا کہ اس روزہ دار کو جو راہ خدا میں (جہاد کرتے ہوئے) روزہ رکھ رہا ہو۔ اور جب اسے درِدزہ ہوتا ہے تو اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لئے جو (اجر وثواب) چھپا رکھا ہوتا ہے اس کا نہ تو آسمان والوں کو علم ہوتا ہے اور نہ زمین والوں کو، اور جب وہ بچہ جن دیتی ہے تو اس کے دودھ کا کوئی قطرہ اس کا بچہ نہیں چوستا مگر یہ کہ اس کے ہر قطرہ اور گھونٹ پر ایک نیکی ملتی ہے، اگر کوئی عورت رات کو جاگے تو اسے (۷۰) ستر صحیح اور سالم غلاموں کو راہ خدا میں آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے، یہ ان خوش نصیب عورتوں کے لئے ہے جو صالح اور فرماں بردار ہیں، اور اپنے شوہروں کی ناشکری نہیں کرتیں۔ (شمائل ص ۲۶۳، ج۱۱)

شوہر کی عزت اور شرافت کی حفاظت کرنا

شوہر کی عزت اور شرافت کی حفاظت سے مراد یہ ہے کہ عورت زنا اور مقدماتِ زنا، جیسے بناؤ سنگھار کر کے باہر نکلنا، اجنبیوں سے اختلاط کرنا وغیرہ اور ان تمام کاموں سے دور رہے جن سے اس کی دامن عصمت پر دھبہ لگنے کا اندیشہ ہو، اور جو اس کے خاوند کے دل میں شکوک وشبہات پیدا کریں اس لئے کہ اگر ایک مرتبہ شوہر کے دل میں اس طرح کا کوئی شبہ پیدا ہو گیا تو پھر ازدواجی زندگی خوشگوار نہیں رہ سکتی، اس لئے اس معاملہ میں انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے۔حضرت ابو امامہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نیک بیوی کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿ مَا اسْتَفَادَ الْمُؤْمِنُ بَعْدَ تَقْوَى اللّٰهِ خَيْرًا لَّهٗ مِنْ زَوْجَةٍ صَالِحَةٍ ، اِنْ أَمَرَهَا أَطَاعَتْهُ ، وَاِنْ نَظَرَ اِلَيْهَا سَرَّتْهُ ، وَاِنْ أُقْسِمَ عَلَيْهَا أَبَرَّتْهُ ،وَاِنْ غَابَ عَنْهَا نَصَحَتْهُ فِىْ نَفْسِهَا وَ مَالِهٖ ﴾ (رواه ابن ماجه، الترغيب ج۳،ص۵)

مؤمن کے لئے خوف خدا کے بعد مفید اور باعث خیر ونعمت نیک بیوی سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں کہ وہ جب اسے کسی کام کا کہے تو وہ اسے خوش دلی سے انجام دے، اور جب وہ اس پر نگاہ ڈالے تو وہ اس کو خوش کر دے، اور اگر وہ اس پر قسم کھائے تو وہ اسے حانث نہ ہونے دے، اور شوہر کی عدم موجودگی میں اس کے مال واسباب اور اپنی ناموس کی نگرانی اور حفاظت کرے، شوہر کی خیر خواہ اور وفادار رہے۔

حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : خُيْرُ النِّسَاءِ مَنْ تَسُرُّکَ اِذَا أَبْصَرْتَ ، وَتُطِيْعُکَ اِذَا أَمَرْتَ وَتَحْفَظُ غَيْبَتَکَ فِىْ نَفْسِهَا وَ مَالِکَ ﴾ (مستدرک :۲،۱۵۸)

پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: بہترین عورت وہ ہے کہ جب تم اسے دیکھو تو وہ تمہیں خوش کر دے، اور جب تم اسے حکم دو تو وہ تمہاری اطاعت کرے، اور تمہاری عدم موجودگی میں اپنے نفس اور تمہارے مال کی حفاظت کرے۔

ایک روایت میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا وَصَامَتْ شَهْرَهَا، وَحَفِظَتْ فَرْجَهَا، وَأَطَاعَتْ زَوْجَهَا دَخَلَتْ جَنَّةَ رَبِّهَا ﴾ (ابن حبان)

اگر عورت پانچ وقت کی نماز پڑھے، رمضان کے روزے رکھے، اپنے شرمگاہ کی حفاظت کرے، اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو وہ اپنے رب کی جنت میں داخل ہوگی۔

اور حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ: پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ الْمَرْأَةُ اِذَا صَلَّتْ خَمْسَهَا ، وَصَامَتْ شَهْرَهَا، وَأَحْصَنَتْ فَرْجَهَا وَأَطَاعَتْ بَعْلَهَا ، فَلْتَدْخُلْ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَآءَ تْ ﴾ (رواه ابو نعيم فی الحلية)

جس عورت نے (اپنی پاکی کے دنوں میں پابندی کے ساتھ) پانچوں وقت کی نماز پڑھی، رمضان کے (ادا اور قضاء) روزے رکھے، اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی (یعنی فواحش اور بری باتوں سے اپنے نفس کو محفوظ رکھا) اور اپنے خاوند کی (ان چیزوں میں) فرمانبرداری کی (جن میں فرمانبرداری کرنا اس کے لئے ضروری ہے) تو (اس عورت کے لئے یہ بشارت ہے کہ) وہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔

شوہر کا مال بلا اجازت کسی کو دینا

ایک حق یہ ہے کہ شوہر کے گھر کی کوئی چیز اس کی اجازت کے بغیر نہ دو، اگر دو گی تو تم خود تو گناہگار ہو گی لیکن شوہر کو ثواب ملے گا۔ حضرت سلمٰی بنت قیسؓ فرماتی ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے (بیعت کرتے وقت) ہم سے اس بات پر عہد و پیمان لیا کہ ہم اپنے شوہروں کو دھوکہ میں نہ ڈالیں، ہم لوگوں نے پوچھا کہ دھوکہ میں ڈالنے سے کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس کا مال کسی دوسرے کو ہدیہ یا بخشش کے طور پر دو۔ (طبقات ابن سعد ۹:۸)

شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزے رکھنا

ایک حق یہ ہے کہ نفلی روزے اس کی اجازت کے بغیر نہ رکھو، اگر اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھا تو وہ لا حاصل ہوگا۔ ہوسکتا ہے کہ جب مرد کو عورت کی ضرورت ہو، اور اس نے نفلی روزہ رکھا ہو تو اس طرح اس کے حقوق میں خلل واقع ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ:

﴿عَنِ النَّبِیِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: لَا يَحِلُّ لِإِمْرَأَةٍ أَنْ تَصُوْمَ وَ زَوْجُهَا شَاهِدٌ يَوْمًا مِنْ غَيْرِ شَهْرِ رَمَضَانَ، اِلَّا بِاِذْنِهٖ ، وَلَا تَأْذَنَ فِیْ بَيْتِهٖ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ﴾ (رواہ البخاری ومسلم)

پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کسی عورت کا خاوند گھر میں حاضر ہو تو کسی عورت کے لئے حلال نہیں کہ اس کی اجازت کے بغیر وہ رمضان کے علاوہ (نفلی) روزے رکھے، اور نہ ہی اس کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں آنے کی اجازت دے۔

اور حضرت ابی سعیدؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ نَهٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ النِّسَاءَ أَنْ يَّصُمْنَ اِلَّا بِاِذْنِ أَزْوَاجِهِنَّ ﴾ (ابن ماجہ:۶۴۴)

پیارے پیغمبر ﷺ نے عورتوں کو اپنے شوہروں کی اجازت کے بغیر روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔

اور حضرت ابوسعیدؓ سے مروی ہے کہ ہم پیارے پیغمبر ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک عورت آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کیا:

﴿ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ : اِنَّ زَوْجِیْ صَفْوَانَ بْنَ الْمُعَطَّلِ يَضْرِبُنِیْ اِذَا صَلَّيْتُ، وَيُفَطِّرُنِیْ اِذَا صُمْتُ ، وَلَا يُصَلِّی صَلَا ةَ الْفَجْرِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ ،(فَأَرْسَلَ وَرَائَهُ ، فَجَآءَ) قال: فَسَأَلَهُ عَمَّا قَالَتْ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَمَّا قَوْلُهَا: يَضْرِبُنِیْ اِذَا صَلَّيْتُ، فَاِنَّهَا تُصَلِّیْ بِسُوْرَتَيْنِ طَوَال وَقَدْ نَهَيْتُهَا قال: فَقَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ : لَوْكَانَتْ بِسُوْرَةٍ وَاحِدَةٍ لَكَفَتِ النَّاسَ " وَأَمَّا قَوْلُهَا يُفَطِّرُنِیْ اِذَا صُمْتُ ، فَاِنَّهَا تَنْطَلِقُ فَتَصُوْم ، وَاَنَا رَجُلٌ شَابٌ فَلَا أَصْبِرُ، فَقَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَوْ مَئِذٍ "

لَاتَصُوْمُ اِمْرَأَۃً اِلَّا بِاِذْنِ زَوْجِهَا " وَأَمَّا قَوْلُهَا: اِنِّیْ لَا أُصَلِّیْ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ، فَاِنَّا أَهْلُ بَيْتٍ قَدْ عُرِفَ لَنَا ذَاکَ ، لَا نَکَادُ نَسْتَيْقِظُ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ، فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ : فَاِذَا اسْتَيْقَظْتَ يَا صَفْوَانَ فَصَلِّ ﴾ (رواه احمد :وابوداؤد وابن ماجه)

میرے خاوند حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ مجھے مارتے ہیں، جب میں نماز پڑھتی ہوں، اور روزہ چھڑا دیتے ہیں جب میں روزہ رکھتی ہوں، اور صبح کی نماز اس وقت پڑھتے ہیں جب سورج طلوع ہوجاتا ہے، (راوی کا بیان ہے کہ) آپ ﷺ نے حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کے پیچھے کسی کو بھیجا اور انہیں بلایا اور جس وقت وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے اس کی بیوی کی شکایت کے بارے میں اُس سے پوچھا تو انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جہاں تک اس کی یہ بات ہے کہ میں جب نماز پڑھتی ہوں تو یہ مجھے مارتے ہیں تو یہ (لمبی لمبی) دو سورتیں پڑھتی ہے جن سے میں نے منع کیا، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اگر ایک سورت ہوتی تو بھی لوگوں کو کفایت کرتی۔ اور اس کا یہ کہنا کہ میں روزے رکھتی ہوں تو یہ روزے چھڑا دیتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مسلسل روزے رکھتی چلی جاتی ہیں جب کہ میں جوان آدمی ہوں لہٰذا صبر نہیں کرسکتا، (اس پر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ عورت (نفلی) روزے نہ رکھے مگر اپنے خاوند کی اجازت سے۔ اور اس کا یہ شکوہ کہ میں نماز نہیں پڑھتا مگر سورج نکلنے پر، تو حضور! ہم ایسے چھوٹے سے گھر والے ہیں کہ ہمارے متعلق مشہور ہے کہ ہم بیدار نہیں ہوتے مگر سورج طلوع ہونے پر، آپ ﷺ نے فرمایا صفوان! جب تم بیدار ہو جاؤ تو نماز پڑھ لیا کرو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

﴿ اِذَا دَعَی الرَّجُلُ اِمْرَأَتَهٗ اِلٰی فِرَا شِهٖ فَأَبَتْ فَبَاتَ غَضْبَانَ لَعَنَتْهَا الْمَلٰئِكَةُ حَتّٰی تُصْبِحَ ﴾ (البخاری ومسلم)

جب شوہر اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ (شرعی عذر کے بغیر) اس کے بستر پر جانے سے انکار کردے جس کی وجہ سے شوہر ناراضگی میں رات گزارے تو صبح ہونے تک فرشتے اس عورت پر لعنت کرتے رہیں گے۔

حضرت زید بن ارقم ؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿اَلْمَرْأَةُ لَا تُؤَدِّيْ حَقَّ اللهِ حَتّٰى تُؤَدِّيْ حَقَّ زَوْجِهَا كُلَّهُ ، لَوْ سَأَ لَهَا وَهِيَ عَلٰى ظَهْرِ قَتَبٍ لَمْ تَمْنَعْهُ نَفْسَهَا﴾ (رواہ الطبرانی)

عورت اس وقت تک اللہ تعالیٰ کا بھی حق ادانہیں کرسکتی جب تک کہ وہ اپنے خاوند کا حق ادا نہ کرے، اگر وہ اس سے (اپنی خواہش کی تکمیل کا) تقاضہ کرے تو وہ فوراً آجائے اگر چہ وہ (سفر کے لئے اونٹ کے) کجاوہ پر سوار کیوں نہ ہو۔

ایک دوسری روایت میں حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ ، مَا مِنْ رَجُلٍ يَدْعُوْ اِمْرَأَتَهُ اِلٰى فِرَاشَةٍ فَتَأْبٰى عَلَيْهِ ،اِلَّا كَانَ الَّذِيْ فِي السَّمَاءِ سَاخِطًا عَلَيْهَا حَتّٰى يَرْضٰى عَنْهَا ﴾ (رياض الصالحين:۱۴۳)

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے جس شوہر کی بیوی اس کے بستر پر بلانے سے انکار کردیتی ہے، اس عورت سے اللہ تعالیٰ اس وقت تک ناراض رہتا ہے جب تک اس کا شوہر اس سے راضی نہ ہوجائے۔

اس حدیث مبارکہ میں میاں بیوی کے مخصوص عمل کی طرف اشارہ ہے، جوعورتیں اس کی خلاف ورزی کرتی ہیں وہ اپنے شوہروں کو یا تو دوسری شادی کرنے پر آمادہ کردیتی ہیں یا گناہ کرنے پر۔لہٰذا میاں بیوی میں سے ہر ایک کو ایک دوسرے کے بشری تقاضوں کو پورا کرنے اور دلداری کی بہت ضرورت ہے، اور اگر عذر شرعی نہ ہوتو بیوی کو شوہر کے بلانے پر انکار نہیں کرنا چاہئے اور اس میں رات اور دن کی بھی کوئی قید نہیں ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ بوقت حاجت اس کی حاجت کو پورا کیا جائے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ أَنَّ اِمْرَأَةً مِنْ خَثْعَمَ أَتَتْ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ ، فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللهِ ! أَخْبِرْنِيْ مَا حَقُّ الزَّوْجِ عَلَى الزَّوْجَةِ ؟ فَاِنِّيْ اُمْرَأَةٌ أَيِّمٌ ، فَاِنِ اسْتَطَعْتُ ، وَ اِلَّا جَلَسْتُ أَيِّمًا، قَالَ : فَاِنَّ حَقَّ الزَّوْجِ عَلَى زَوْجَتِهٖ اِنْ سَأَلَهَا نَفْسَهَا وَهِيَ عَلَى ظَهْرِ قَتَبٍ أَلَّا تَمْنَعَهُ نَفْسَهَا ، وَمِنْ حَقِّ الزَّوْجِ عَلَى الزَّوْجَةِ أَنْ لَّا تَصُوْمَ تَطَوُّعًا اِلَّا بِاِذْنِهٖ ،

فَاِنْ فَعَلَتْ جَاعَتْ وَعَطِشَتْ ، وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا ، وَلَا تَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهَا اِلَّا بِاِذْنِهِ ، فَاِنْ فَعَلَتْ لَعَنَتْهَا مَلَائِكَةُ السَّمَاءِ ، وَمَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ ، وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ حَتَّى تَرْجِعَ ۔ قَالَتْ : لَاجَرَمَ ، وَلَا أَتَزَوَّجُ أَبَدًا ﴾ (رواه الطبرانی والترغيب والترهيب:۵۸)

قبیلہ خثعم کی ایک عورت پیارے پیغمبر ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے شوہر کے بیوی پر حقوق بتا دیجئے، میں غیر شادی شدہ ہوں، اگر میں طاقت رکھوں گی تو اب شادی کرلوں گی ورنہ بغیر شادی کے رہوں گی۔ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: (شوہر کے بہت سے حقوق ہیں،) اس کا ایک حق تو یہ ہے کہ اگر وہ عورت اونٹ پر سوار ہو اور وہ صحبت کرنا چاہے تو عورت کو چاہئے کہ وہ انکار نہ کرے، (یعنی جس وقت بھی اور جس حالت میں بھی وہ اس کی خواہش کرے تو انکار نہیں کرنا چاہئے)۔ اور شوہر کا بیوی پر ایک حق یہ ہے کہ وہ اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھے، اگر وہ ایسا کرے گی تو سوائے بھوک اور پیاس کے اس کو کچھ نفع نہ ہوگا، اور اس کا وہ روزہ قبول نہ ہوگا۔ اور وہ شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلے، اگر وہ اس کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نکلے گی تو اس پر آسمان کے فرشتے، اور رحمت کے فرشتے، اور عذاب کے فرشتے لعنت بھیجیں گے یہاں تک کہ وہ واپس آجائے۔ اس نے (یہ سن کر) کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں، اور یہ کہ میں کبھی شادی نہیں کروں گی۔

صفائی، آرائش وزیبائش کا اہتمام کرنا

ایک حق یہ ہے کہ اپنے خاوند کے لئے بناؤ سنگھار کرے، مہندی لگائے۔ حضرت ابن عباس ؓ سے مروی ہے کہ:

﴿اَنَّ اِمْرَأَةً أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ تُبَايِعُهُ ، وَلَمْ تَكُنْ مُخْضَبَةً ، فَلَمْ يُبَايِعْهَا: حَتّٰى اخْتَضَبَتْ﴾ (ابو داؤد، ۱۹۰،۲)

ایک عورت پیارے پیغمبر ﷺ کی خدمت اقدس میں بیعت کے لئے حاضر ہوئی، جس نے (اپنے ہاتھوں پر) مہندی نہیں لگائی ہوئی تھی، آپ ﷺ نے اسے (اس وقت تک) بیعت نہ فرمایا جب تک کہ اس نے مہندی نہ لگالی۔

امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہ ؓ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے پردہ کے پیچھے سے پیارے پیغمبر

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خط دینے کے لئے ہاتھ آگے بڑھایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک پیچھے کرلیا اور فرمایا:

﴿ مَا أَدْرِیْ أَیَدُ رَجُلٍ ، أَمْ یَدُ اِمْرَأَۃٍ ، فَقَالَتْ: بَلْ یَدُ اِمْرَأَۃٍ ، فَقَالَ : لَوْ کُنْتِ اِمْرَأَۃٍ لَغَیَّرَتْ أَظْفَارُکِ ﴾ (رواہ ابو داؤد والنسائی)

مجھے معلوم نہیں کہ یہ کسی مرد کا ہاتھ ہے یا عورت کا، اس نے عرض کیا: عورت کا ہاتھ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم عورت ہوتو اپنے ناخنوں کا رنگ (مہندی سے) تبدیل کرو۔

معلوم ہوا کہ عورت کو اپنے ہاتھوں پر مہندی لگا کر رکھنی چاہئے اور حدودِ شریعت میں رہتے ہوئے اور بغیر اسراف کے خاوند کے لئے زیب و زینت اختیار کرنی چاہئے تاکہ اس کو اس کی طرف رغبت ہو، اور عورت کو مردوں کی طرح رہنا مکروہ ہے۔

☆ سرمہ لگائے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اثمد (سرمہ کی ایک قسم ہے) کو پسند فرماتے تھے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

﴿ اِکْتَحِلُوا بِالْأِ ثْمَدِ ، فَاِنَّہٗ یَجْلُو الْبَصَرَ ، وَیُنْبِتُ الشَّعْرِ ﴾

اثمد سرمہ لگایا کرو کہ اس سے بینائی میں تیزی پیدا ہوتی ہے اور بالوں کے اگانے میں مددگار ہوتا ہے۔

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سرمہ دانی تھی جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر رات تین تین سلائیاں دونوں آنکھوں میں لگاتے تھے۔

☆ جو زیورات مہیا ہوں وہ زیب تن کرے، اور خاوند کے لئے آراستہ ہو۔

☆ بدبودار چیزوں سے دور رہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بدبو سے نفرت تھی۔ امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اُونی جبہ بنایا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے پہنا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسینہ آیا تو اس سے اُون کی بو آنے لگی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے اتار دیا۔

☆ اور خوشبو کا استعمال کرے کہ خوشبو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُمْ ثَلَاثَۃٌ ، أَلطِّیْبُ، وَالنِّسَآءُ وَجُعِلَتْ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلَا ۃِ ﴾

مجھے تمہاری دنیا میں تین چیزیں پسند ہیں۔(۱) خوشبو (۲) عورتیں (3) اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھ دی گئی ہے۔ (رواہ النسائی)

پیچھے آپ پڑھ چکے ہیں کہ جب حضرت فاطمہؓ کا نکاح ہونے لگا تو پیارے پیغمبر ﷺ نے حضرت علیؓ کی دی ہوئی رقم میں سے کچھ لے کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دی اور فرمایا کہ اس سے حضرت فاطمہؓ کے لئے خوشبو خرید کر لے آؤ۔ اور عرب کی عورتیں تو خاوند کا دل جیتنے کے لئے خوشبو کے استعمال میں ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ کیا کرتی تھیں اور رَیس لگاتی تھیں، امّ عاصمؓ جو عتبہ بن فرقدؓ کی چوتھی بیوی تھیں وہ فرماتی ہیں کہ عتبہ کے نکاح میں ہم چار بیویاں تھیں:

﴿ فَمَا مِنَّا اِمْرَأَةٌ اِلَّا وَهِيَ تَجْتَهِدُ فِي الطِّيْبِ لِتَكُوْنَ أَطْيَبُ مِنْ صَاحِبَتِهَا ﴾ (طبرانی)

اور ہم میں سے ہر بیوی اس میں کوشاں رہتی تھی کہ وہ اچھی طرح خوشبو لگائے تا کہ وہ دوسرے کے مقابلے میں زیادہ معطر ہو۔

لیکن اس میں اس بات کا خیال رہے کہ عورتوں کے لئے وہ خوشبو بہتر ہے جس میں خوشبو تو مخفی یعنی ہلکی ہو اور اس کی رنگت ظاہر ہو تا کہ اس کی خوشبو اجنبی تک نہ پہنچ سکے صرف اس کے خاوند کو اس کا احساس ہو، اور مردوں کے لئے وہ خوشبو بہتر ہے جس میں خوشبو ظاہر ہو اور رنگت مخفی ہو۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا:

﴿ اِنَّ طِيْبَ الرَّجُلِ مَا ظَهَرَ رِيْحُهُ وَ خَفِيَ لَوْنُهُ، وَ طِيْبَ النِّسَآءِ مَا ظَهَرَ لَوْنُهُ وَ خَفِيَ رِ يْحُهُ ﴾ (رواه الترمذی والنسائی)

بیشک مردوں کے لئے وہ خوشبو بہتر ہے جس میں خوشبو ظاہر اور رنگت مخفی ہو، اور عورتوں کی خوشبو وہ ہے جس کی رنگت ظاہر اور خوشبو مخفی ہو۔

☆ جسم کے جن اعضاء میں بدبو پیدا ہوتی ہے مثلاً کان، ناک، منہ، بغل وغیرہ ان کو صاف کرے۔ زیر بغل وناف کے بال چالیس دنوں کے اندر اندر صاف کرے، دانتوں کی صفائی کا خیال رکھے، ناخن تراشے، منہ میں پیدا ہونے والی بدبو کو مسواک وغیرہ سے زائل کرے، بالوں کی کنگھی، تیل اور صفائی کا خیال رکھے کہ عورتوں کے لئے بالوں میں کنگھی کرنا مطلقاً مستحب ہے اور بال عورت کی زینت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بعض ایسے فرشتے پیدا فرمائے ہیں جن کی زبانوں پر مسلسل یہ تسبیح جاری ہوتی ہے:

﴿ سُبْحَانَ مَنْ زُيِّنَ الرِّجَالُ بِاللُّحٰى ، وَ زُيِّنَ النِّسَآءُ بِالزَّوَائِبِ ﴾

پاک ہے وہ ذات جس نے مردوں کو داڑھیوں کے ساتھ اور عورتوں کو مینڈھیوں کے ساتھ زینت بخشی۔

معلوم ہوا کہ بالوں کا کٹوانا عورت کی خوبصورتی اور زینت کا سبب نہیں ہے۔

☆ گھر کو بھی صاف ستھرا رکھے اور ہر چیز کو سلیقہ سے سجائے اور سلیقہ سے استعمال کرے۔اور جب خاوند کے گھر واپس آنے کا وقت ہو تو اپنے آپ کو تھوڑی دیر کے لئے کاموں سے فارغ کر کے مسکرا کر اپنے خاوند کا استقبال کرے، تا کہ شوہر جب دن بھر کی مشقتوں کو جھیلنے کے بعد گھر واپس لوٹے تو صاف ستھرے کمرے، گھریلو کاموں میں سلیقہ، اور بناؤ سنگھار کی ہوئی بیوی کی مسکراہٹ پر نظر پڑتے ہی اس کا دل باغ و بہار ہو جائے اور وہ اپنی ذہنی پریشانی اور جسمانی تھکان کو بھول جائے۔

☆ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین عورت کی ایک صفت یہ بیان فرمائی کہ جب شوہر کی اس پر نظر پڑے تو وہ اس کو خوش کر دے، یہ ایسی صفت ہے کہ جس کے ذریعہ ایک ایماندار اور پرہیز گار عورت خوش حال اور خوشگوار ازدواجی زندگی حاصل کر سکتی ہے اور اپنے شوہر کی محب اور محبوب بن سکتی ہے۔

☆ ایک نیک بیوی کے بارے میں آتا ہے کہ وہ ہر رات اپنے آپ کو اپنے خاوند کے لئے سنوارتی سجاتی اور اپنے میاں سے پوچھتی تھی کہ آپ کو میری خدمت کی ضرورت ہے؟ اگر وہ کہتے ہاں تو ان کے ساتھ وقت گزارتیں ورنہ مصلیٰ پر کھڑے ہو کر عبادت میں مشغول ہو جاتی تھیں۔

☆ بعض عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ جب وہ گھر سے باہر جاتی ہیں تو خوب بن سنور کر، یا اگر گھر میں کسی مہمان نے آنا ہو تو اس کے لئے تیاری کرتی ہیں، لیکن گھر میں خاوند کے سامنے میلی کچیلی بھنگن بن کر رہتی ہیں، اُن کے اس عمل سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یا تو وہ بازاروں میں گھومنے والے مردوں کو اپنی زینت دکھاتی ہیں یا گھر آئے مہمان کو، حالانکہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

﴿ أَيَّمَا امْرَأَةٍ اِسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ عَلَى قَوْمٍ لِيَجِدُوْا رِيْحَهَا فَهِيَ زَانِيَةٌ ﴾ (نسائی)

جو عورت خوشبو لگا کر لوگوں پر گزرے تا کہ وہ اس کی خوشبو کو پائیں تو وہ زانیہ ہے۔

اور قرآن کا یہ حکم ہے کہ جب تم راستوں پر چلو تو زور سے پاؤں نہ رکھو تا کہ تمہاری زینت کسی پر ظاہر نہ ہو۔اور تاریخ میں ایسی عورتیں بھی گزری ہیں کہ جن کے بالوں پر کسی کی نظر پڑ گئی تو انہوں نے اپنے وہ بال ہی کٹوا لئے، اور کپڑوں پر نظر پڑی تو ان کپڑوں کا استعمال ہی چھوڑ دیا کہ ان پر اجنبی کی نظر پڑ گئی ہے۔

اسلام میں عورت کو یہ حکم ہے کہ وہ صرف اور صرف اپنے خاوند کے لئے زینت اختیار کرے۔

شوہر کی ناراضگی کی صورت میں اس کو منانا

ازداوجی زندگی میں بعض ایسے مواقع آجاتے ہیں کہ شوہر اور بیوی کے درمیان اَن بن ہو جاتی ہے اور ایک دوسرے سے ناراض ہو جاتے ہیں، اگر کسی وجہ سے شوہر ناراض ہو جائے ، اور خاص کر کسی ایسی بات پر جس میں غلطی بھی بیوی کی ہو تو بیوی کا یہ حق ہے کہ وہ کسی بھی طرح ،منت وسماجت سے ،معذرت سے شوہر کوراضی اور خوش کرے، اور اسے لا پرواہی سے یونہی ناراض نہ چھوڑے۔ اگر ایسا نہیں کرے گی تو گھریلو زندگی اَجیرن بن جائے گی ، اور شوہر اور بیوی کی ناراضگی اور تناؤ کا اَولاد پر بہت برا اثر پڑے گا، خاوند کی غلطی کو پکڑ کر بیٹھ جانا مناسب نہیں ،اس لئے عورت کو چاہئے کہ اگر چہ قصور مرد کا ہو تو بھی عذر معذرت کر کے اُسے راضی کر لے اور بعد میں طریقے سے اسے سمجھا دے،خوشگواری تعلقات بہت بڑی نعمت ہے۔

حضرت انس بن مالک ؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے تین طرح کے لوگوں پر لعنت فرمائی ہے،ایک وہ امام کہ جوقوم کی امامت کرے اورقوم اس سے ناراض ہو، اور دوسری وہ عورت کہ رات (اس طرح) گزارے کہ اس کا شوہر اس سے ناراض ہو، اور تیسرا وہ آدمی جو آذان کی آواز سنے اور اس پر لبیک نہ کہے (یعنی جماعت کے لئے حاضر نہ ہو)۔
(ترمذی:۱ص۴۷)

ایک روایت میں حضرت انس بن مالک ؓ اور حضرت کعب بن عجرہ ؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا:

﴿ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِنِسَائِكُمْ فِي الْجَنَّةِ ؟ قُلْنَا: بَلَى يَا رَسُوْلَ اللهِ ، قَالَ وَدُوْدٌ وَلُوْدٌ اِذَا غَضِبَتْ ، أَوْ أُسِيئَ اِلَيْهَا ، أَوْ غَضِبَ زَوْجُهَا قَالَتْ هٰذِهِ يَدِيْ فِيْ يَدِكَ ، لَا أَكْتَحِلُ بِغَمْضٍ حَتّٰى تَرْضٰى ﴾

کیا میں تمہیں جنتی عورتوں کے بارے میں خبر نہ دوں؟ لوگوں نے عرض کیا:ضرور اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: وہ جوشوہر سے محبت کرنے والی، بچے زیادہ جننے والی ہوں، اگر اُن سے کوتاہی ہو جائے تو (اپنی غلطی کا اقرار کرتے ہوئے اپنے خاوند سے) کہیں کہ یہ میری پیشانی آپ کے ہاتھ میں ہے، میں اس وقت تک نہیں لیٹوں (اور سوؤں) گی جب تک آپ مجھ سے خوش نہ ہو جائیں۔
(رواہ الطبرانی۔الترغیب والترھیب ص:۵۷:مجمع:۳۱۵)

شوہر کی خدمت کرنا

اسی طرح عورتوں کے چاہئے کہ جہاں تک ہو سکے خود تکلیف اٹھا کر شوہر کو آرام پہنچائیں اور ہر طرح ان کی خدمت

کر کے ان کا دل اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش کریں، وہ اپنے شوہروں کے لباس، اور دیگر ضروریات مثلاً وضو کے لئے پانی وغیرہ کا بندوبست کریں، تاکہ شوہروں کے لئے سہولت ہو۔

امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ اپنے ہاتھوں سے پیارے پیغمبر ﷺ کے کپڑے دھوتیں، سر میں تیل لگاتیں، کنگھا کرتیں، خوشبو لگاتیں، اور یہی حال دوسری ازواج مطہراتؓ کا بھی تھا۔ چنانچہ ایک روایت میں امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں پیارے پیغمبر ﷺ کے کپڑے دھویا کرتی تھی، پھر آپ ﷺ اُنہیں پہن کر نماز کے لئے نکلتے تھے۔ اور فرماتی ہیں کہ میں آپ ﷺ کے لئے رات کے وقت پانی کا ایک برتن رکھتی تھی جس سے آپ ﷺ پانی پیتے تھے، اور ایک برتن پانی کا وضو اور استنجاء کے لئے رکھتی تھی، اور مسواک رکھتی تھی۔ (ابن ماجہ)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن عورت سے سب سے پہلا سوال نماز کے متعلق ہوگا، اس کے بعد شوہر کے متعلق کہ اس کے ساتھ کیسا معاملہ کیا۔ (کنز العمال: ج۱۶)

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ: پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عورتوں کی جماعت! خدا سے تقویٰ اختیار کرو۔ اور اپنے شوہر کی خوشی کو تلاش کرو (یعنی جو باتیں اس کی مرضی اور مزاج کے مطابق ہوں مثلاً کھانے میں پہننے میں یا دیگر جائز چیزوں میں اس کو ملحوظ رکھو)۔ اگر عورت جان لے کہ شوہر کا یہ حق ہے تو صبح و شام کا کھانا لے کر کھڑی رہے (اور اداباً اُس سے یہ تک نہ کہے کہ کھانا کھایئے بلکہ لے کر کھڑی رہے)۔ (شمائل ۳۰۵: ج۱۱: کشف الاستار)

شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر جانا

ایک حق یہ ہے کہ شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ جاؤ، اگر ایسا کرو گی تو فرشتے اس وقت تک لعنت بھیجتے رہیں گے جب تک تم واپس آکر توبہ نہ کرلو گی۔ اور اسی طرح ایسے گھروں میں بھی نہ جائیں جہاں جانا تمہارے شوہروں کو ناپسند ہو، اور نہ ہی اپنے گھروں میں ایسے لوگوں کو آنے کی اجازت دیں جن کا آنا تمہارے شوہروں کو پسند نہ ہو۔

حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا:

﴿ لاَيَحِلُّ لِاِ مْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِا للّٰهِ أَنْ تَأْذَنَ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا وَهُوَ كَارِهٌ ، وَلَا تَخْرُجَ وَهُوَ كَارِهٌ ، وَلَا تُطِيْعَ فِيْهِ أَحَدًا... ﴾ (الترغيب والترهيب :ص۵۷)

اللہ پر ایمان رکھنے والی عورت کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کے گھر میں کسی ایسے شخص کو آنے کی اجازت دے جس کا آنا اس کے شوہر کو ناگوار ہو، اور وہ گھر سے ایسی صورت میں نکلے جبکہ اس کا نکلنا شوہر

کو نا گوار ہو، اور عورت شوہر کے معاملے میں کسی دوسرے کی نہ مانے۔

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ یَقُوْلُ : اِنَّ الْمَرْأَۃَ اِذَا خَرَجَتْ مِنْ بَیْتِھَا وَزَوْجُھَا کَارِہٌ ،لَعَنَتْھَا کُلُّ مَلَکٍ فِی السَّمَاءِ ،وَکُلُّ شَيْئٍ مَرَّتْ عَلَیْہِ ، غَیْرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ حَتّٰی تَرْجِعَ ﴾

میں نے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: شوہر کی رضا کے خلاف جو عورت گھر سے نکلے اس پر تمام آسمانوں کے فرشتے، اور ہر وہ فرشتہ جو اس کے قریب سے گزرتا ہے سب اُس پر لعنت کرتے ہیں انسان اور جنات کے علاوہ تا، وقتیکہ وہ واپس لوٹ نہ آئے۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط)

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عورت پردہ ہے، جب عورت گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اسے جھانکتا ہے، (اور اس کے پیچھے ہو لیتا ہے) اور عورت کے لئے اجر وثواب کی بات یہ ہے کہ وہ گھر کے گوشہ میں رہے۔ (مجمع الزوائد)

عورت جب عمدہ اور فاخرہ لباس پہن کر اور بن سنور کر گھر سے باہر نکلتی ہے تو شیطان ان کو اکساتا ہے کہ دوسرے لوگ ان کو دیکھیں اور ان کا نظارہ کریں، آج کے دور میں بازاروں، مارکیٹوں، میلوں، مزارات اور عرسوں میں جس طرف دیکھو عورتوں کی بھر مار ہوتی ہے، اور طرح طرح کی بدعات اور شرکیہ اعمال کے اندر مبتلا ہوتی ہیں، بے پردگی اور عریانیت کا ہر طرف مظاہرہ ہوتا ہے، حالانکہ شریعت نے اس سے سختی کے ساتھ روکا ہے اور ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو مزارات اور مقبروں کی زیارت کرنے کے لئے گھروں سے باہر نکلیں۔ (ابوداؤد)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ:

﴿خَرَجَ رَجُلٌ فِیْ سَفَرٍ وَعَھِدَ اِلَی اِمْرَأَتِہٖ أَلَّا تَنْزِلَ مِنَ الْعُلُوِّ اِلَی السِّفَلِ ، وَکَانَ أَبُوْھَا فِی السِّفَلِ ، فَمَرِضَ ، فَأَرْسَلَتِ الْمَرْأَۃُ اِلَی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ تَسْتَأْذِنُہُ فِی النُّزُوْلِ اِلَی أَبِیْھَا ، فَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ : أَطِیْعِیْ زَوْجَکِ ، فَمَاتَ، فَاسْتَأْذَنَتْہُ فَقَالَ لَھَا : أَطِیْعِیْ زَوْجَکِ ، فَدُفِنَ أَبُوْ ھَا فَأَرْسَلَ الرَّسُوْلُ ﷺ اِلَیْھَا

یُخْبِرَهَا أَنَّ اللّٰهَ قَدْ غَفَرَ لِأَبِيْهَا بِطَاعَتِهَا لِزَوْجِهَا ﴾ (رواہ الطبرانی:الاحیاء ،ج۲ ص۵۲)

ایک شخص سفر میں گیا تو اپنی بیوی سے یہ کہہ گیا کہ میری واپسی تک مکان کی بالائی منزل سے نیچے ہرگز نہ آنا۔ اُس عورت کے والد نیچے مکان میں رہتے تھے، اتفاق سے اس کے والد شوہر کی واپسی سے قبل ہی بیمار ہو گئے، اس عورت نے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کسی شخص کو بھیج کر یہ دریافت کیا کہ میں باپ کی عیادت کے لئے نیچے اُتروں یا شوہر کے حکم کی تعمیل میں اُوپر ہی رہوں؟ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاوند کے حکم کی اطاعت کا حکم فرمایا۔ وہ بیماری (اُس کے والد کے لئے) جان لیوا ثابت ہوئی۔ اُس نے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے بارے میں استفسار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خاوند کے حکم کی اطاعت کرو۔ وہ عورت شوہر کے حکم پر عمل پیرا رہی اور نیچے نہیں اتری۔ اُس کے والد کو دفن کر دیا گیا۔ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (اُس عورت کے والد کے وفات کے بعد) کسی شخص کی معرفت اُسے یہ خوشخبری سنائی کہ تمہارے شوہر کی اطاعت کرنے کی وجہ سے تمہیں یہ اجر ملا ہے کہ تمہارے مرحوم باپ کی مغفرت ہوگئی ہے۔

نیک، صالح اور گھریلو خاتون کے لئے ضروری ہے کہ وہ گھر میں رہے، سینے پرونے کے کام میں مشغول رہے، ہمسایوں سے بات کم کرے، بلاضرورت ان کے گھر نہ جائے، شوہر کی موجودگی اور عدم موجودگی میں اس کے آرام اور راحت کا خیال رکھے، ہر کام میں اس کی خوشی کو اصل مقصد قرار دے، نہ اپنی ذات میں اس کے ساتھ خیانت کرے اور نہ اس کے مال میں، اس کی اجازت کے بغیر گھر سے قدم باہر نہ رکھے، اگر وہ کہیں جانے کی اجازت دے تو معمولی اور سادہ لباس میں پردے کے تمام تقاضوں کی تکمیل کے بعد جائے، کسی اجنبی سے متعارف ہونے، اُسے اپنی آواز سنانے اور اپنے وجود سے واقف کرانے کی کوشش نہ کرے، اپنے گھر کی تعمیر اور اپنے مال کی اصلاح میں مصروف رہے، نماز روزہ کی پابندی کرے، اگر شوہر کا کوئی دوست اس کی عدم موجودگی میں آئے تو شرم اور حیا اور غیرت کا تقاضہ یہ ہے کہ اس سے کوئی بات نہ کرے، شوہر کی حلال آمدنی پر اگر چہ وہ کم ہی کیوں نہ ہو قناعت کرے، شوہر کے حقوق کو اپنی شخصی حقوق اور تمام اعزہ واقارب کے حقوق پر مقدم رکھے، گھر میں جسم اور لباس کی نظافت کا خیال رکھے کہ نہ معلوم کس وقت شوہر اس کی قربت کا ارادہ کر لے، بچوں پر شفیق اور مہربان ہو۔ (احیاء العلوم ص ۱۰۵ ج ۲)

شوہر کی عدم موجودگی میں زیب و زینت نہ کرے

ایک ادب یہ ہے کہ: جب شوہر موجود نہ ہو تو زیادہ سے زیادہ وقت عبادت میں لگائے، اور ایسی رہے جیسے شوہر کے

بغیر دل نہ لگ رہا ہو اور اس کی یاد میں بے چین ہو، اس کی عدم موجودگی میں زیب و زینت اختیار کرنے سے بچے تا کہ کسی اجنبی کا اس کی طرف میلان نہ ہو اور جب شوہر واپس آجائے تو اس کے لئے زیب و زینت اختیار کرے، اور خوشی سے کھل اٹھے۔ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے مروی ہے کہ وہ اپنی بہن امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے ملاقات کے لئے گئیں، ان کے شوہر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کہیں باہر تھے۔ آپ ﷺ نے عطر کی خوشبو محسوس کی (جو حضرت اسماءؓ لگا کر آئی تھیں) تو آپ ﷺ نے فرمایا: عورت پر لازم ہے کہ جب اس کا شوہر (گھر سے) غائب ہو تو وہ خوشبو (اور زینت و فیشن کی چیز) نہ لگائے۔ (مجمع الزوائد: ۴:۳۱۷)

شوہر کی شکر گزار رہے

ایک حق یہ ہے کہ شوہر کی جانب سے جو بھی مل جائے اس پر شکر گزار رہے، اور مرضی کے موافق نہ ملنے پر صبر کرے اور اپنی تقدیر پر راضی رہے۔ شکر گزاری بہت بڑا وصف ہے اپنے محسن کی شکر گزاری نعمتوں اور نوازشوں میں اضافہ کا سبب بنتی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ﴾

اگر تم میری نعمتوں کی شکر گزاری کرو گے تو میں اپنی نعمتیں تم پر اور بڑھا دوں گا۔ اور پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿ مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ ﴾

اگر کسی نے انسانوں میں سے کسی شخص کے احسان کی قدردانی نہیں کی تو اس نے گویا اللہ تعالیٰ کا شکر بھی ادا نہیں کیا۔

حق شناسی اور شکر گزاری پسندیدہ اور نیک اخلاق میں شمار ہوتی ہے اور انسان کو احسان اور نیکی کی جانب مائل کرنے کا بڑا ذریعہ ہے۔ عورت کا سب سے بڑا محسن شوہر ہی تو ہے جو ہر طرح اس کو خوش کرنے میں لگا رہتا ہے، اور اس کی ضروریات کو پورا کرنے میں لگا رہتا ہے۔ اگر عورت اس بات کا احساس کرے کہ میرا شوہر کس قدر جانفشانی سے محنت کر کے پیسہ کماتا ہے اور ہماری ضروریات پوری کرتا ہے تو وہ ہمیشہ اس کی شکر گزار رہے گی اور اس کے نتیجے میں ان کی ازدواجی زندگی انتہائی خوشگوار گزرے گی۔ اور اگر اِس کے برعکس اس کی زبان پر اگر ہمیشہ ناشکری رہے گی اور ہمیشہ یہ شکوہ وشکایت ہوگی کہ تم نے مجھے کیا دیا، میں نے تمہارے گھر میں آ کر کوئی سکون نہیں دیکھا، میرے اوپر فلاں ظلم ہوا، میری یہ حق تلفی ہوئی وغیرہ تو تمام

نعمتوں اور اسبابِ راحت ہونے کے باوجود ان کی ازدواجی زندگی جہنم بن جائے گی۔ اس لئے شریعت نے ہر ایسی چیز سے منع فرمایا ہے جس سے ان کے آپس کے تعلقات پر منفی اثرات پڑیں۔

حضرت اسماء بنت یزیدؓ فرماتی ہیں کہ ایک دن پیارے پیغمبر ﷺ مسجد سے گزرے، اور عورتوں کی جماعت بیٹھی ہوئی تھی، آپ ﷺ نے دائیں ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے سلام فرمایا، اور فرمایا خبردار! تم لوگ محسنین کی ناشکری سے بچو۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اللہ کی پناہ۔ اے اللہ کے نبی! اللہ کی نعمتوں کی ناشکری سے پناہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! ایک عرصہ تک تم شادی سے قبل پرورش پاتی ہو، اور زندگی کا ایک زمانہ (والدین کے یہاں) گزارتی ہو، پھر اللہ تعالیٰ تمہاری شادی کرادیتے ہیں اور شوہر عطا فرماتے ہیں، اولاد دیتے ہیں جو آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتی ہے۔ پھر (ان تمام احسانات کے باوجود) جب کسی بات پر غصہ اور ناراض ہوتی ہو تو اللہ کی قسم کھا کر کہہ دیتی ہو، میں نے تو کبھی تم سے کوئی بھلائی نہیں پائی۔ یہ ہے اللہ کی نعمت کی ناشکری۔ یہ ہے (شوہر اور والدین) احسان کرنے والوں کی ناشکری۔

(شمائل: ج۱۱،ص ۲۸۲: اتحاف الخیر: ۴: ۱۵۳)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى اِلَى اِمْرَأَةٍ لَا تَشْكُرُ لِزَوْجِهَا ، وَهِيَ لاَ تَسْتَغْنِيْ عَنْهُ ﴾

اللہ تعالیٰ اس عورت کی طرف نگاہ (رحمت) نہیں فرماتا جو اپنے شوہر کی شکرگزار نہیں ہوتی، حالانکہ وہ اس سے بے نیاز نہیں رہ سکتی۔ (رواہ النسائی: الترغیب والترھیب: ص۵۸)

☆ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ ایک مرتبہ عورتوں کے پاس سے گزرے تو فرمایا: السلام علیکم! اے احسان کرنے والوں کی ناشکری کرنے والیوں، تو عورتوں نے کہا اللہ کی پناہ! کہ ہم نعمت خداوندی کی ناشکری کریں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جب کوئی اپنے شوہروں سے غصہ ہوتی ہو تو کہہ دیتی ہو میں نے تم سے کبھی کوئی بھلائی نہیں دیکھی۔ (اتحاف)

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: میں نے جہنم میں عورتوں کو بہت کثرت سے دیکھا۔ لوگوں نے عرض کیا وہ کس وجہ سے اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا ناشکری کی وجہ سے۔ عرض کیا گیا، اللہ کی ناشکری کی وجہ سے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ شوہر کی ناشکری کی وجہ سے، اور ان کے احسان فراموشی کی وجہ سے، کہ تم پر سارا زمانہ وہ احسان کرتا رہے، اور پھر تم ان سے کوئی نامناسب بات دیکھ لو (اور کوئی رنجش تمہیں ان سے ہو جائے تو فوراً) کہہ دیتی ہو کہ میں نے تو اس سے پہلے کبھی کوئی بھلائی دیکھی ہی نہیں۔ (بخاری: ۱: ۱۴۴)

بعض عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ شوہر کا احسان نہیں مانتیں، باوجود ان کی طرف سے مالی اور معاشی سہولتوں کے ملنے کے کہہ دیتی ہیں کہ مجھے تمہارے پاس آکر کیا ملا، اور ایک منٹ میں ساری زندگی کے احسانات کو مسل دیتی ہیں یہ سب باتیں شریعت میں قابل مواخذہ اور گرفت ہیں، اور اسی ناشکری کی وجہ سے پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تمہاری ایک بڑی تعداد دوزخ میں دیکھی ہے۔

گھریلو خدمت بجالانا

گھر سے متعلق ہر ممکن خدمت انجام دے، گھر کے نظم ونسق کا مدار عورت پر ہے اُسے کسی بھی ایسے کام سے گریز نہیں کرنا چاہئے جو اس کے بس میں ہو۔عورتوں کے لئے گھر کا کام کاج،کھانا پکانا، صفائی، بچوں کی تربیت اور پرورش، سامان کا نظم اور حفاظت، شوہر کی خدمت واطاعت کا ثواب بھی مردوں کے ان اعمال سے کم نہیں جو مردوں کے ساتھ مخصوص ہیں مثلاً جہاد وغیرہ، اور ان کو بھی ان سب اعمال پر اجر وثواب ملے گا جو مرد کر رہے ہیں۔اس لئے گھر کے کام کاج کو عبادت اور رب کی رضامندی سمجھ کر خوشی سے کیا جائے۔چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ :

﴿ جآ ئَتْ اِمْرَأَۃٌ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ! اِنِّیْ رَسُوْلُ النِّسَاءِ اِلَیْکَ وَمَا مِنْھُنَّ اِمْرَأَۃٌ عَلِمَتْ أَوْ لَمْ تَعْلَمْ اِلَّا وَھِیَ تَھْوِیْ مَخْرَجِیْ اِلَیْکَ ، اَللّٰہُ رَبُّ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَ اِلٰھُھُنَّ ، وَأَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَی الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ ، کَتَبَ اللّٰہُ الْجِھَادَ عَلَی الرِّجَالِ ۔ فَاِنْ أَصَابُوْا أُجِرُوْا ، وَاِنِ اسْتُشْھِدُوْا کَا نُوْا أَحْیَاءً عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ ، وَنَحْنُ مَعْشَرُ النِّسَاءِ ، نَقُوْمُ عَلَیْھِمْ ، فَمَا یَعْدِلُ ذَالِکَ مِنْ أَعْمَالِھِمْ مِنَ الطَّاعَۃِ ؟ قَالَ : فَقَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ : أَبْلِغِیْ مَنْ لَقِیْتِ مِنَ النِّسَاءِ أَنَّ طَاعَۃَ الزَّوْجِ ، وَاِعْتِرَافًا بِحَقِّہٖ یَعْدِلُ ذَالِکَ ، وَ قَلِیْلٌ مِّنْکُنَّ مَنْ یَّفْعَلُہٗ ﴾

(رواہ البزار، والطبرانی والترغیب والترھیب ص۵۳ :ج۳)

ایک عورت پیارے پیغمبر ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اورعرض کیا یا رسول اللہ ﷺ : میں عورتوں کی طرف سے قاصد بن کر اور ان کا پیغام لے کر آپ کے پاس آئی ہوں، اور ان میں سے کوئی عورت ایسی نہیں ہے چاہے اس کو میری آمد کے بارے میں اطلاع ہو یا نہ ہو مگر وہ میری طرح کی ذہنیت رکھتی

ہے وہ آپ ﷺ سے یہ پوچھنا چاہتی ہے کہ: اللہ تبارک وتعالیٰ مردوں اور عورتوں کا پروردگار اور الٰہ ہے، اور آپ اللہ کے رسول ہیں مردوں کی لئے بھی اور عورتوں کے لئے بھی۔ اللہ نے مردوں پر جہاد فرض فرمایا ہے، اگر وہ جہاد کرتے ہیں تو اس پر اجر پاتے ہیں، اور اگر وہ جام شہادت نوش کرتے ہیں تو اللہ کے ہاں ایسی زندگی پاتے ہیں جس میں انہیں کھلایا پلایا جاتا ہے۔(اس کے علاوہ وہ جمعہ اور جماعت میں بھی شریک ہوتے ہیں)۔ اور ہم عورتوں کی جماعت گھروں میں بیٹھی مردوں کی ضروریات پوری کرتی ہیں (حمل اور اولاد کے بوجھ کو برداشت کرتی ہیں،ان کے مال اور بچوں کی حفاظت کرتی ہیں، ان کے لئے کپڑے تیار کرتی ہیں،تو اے اللہ کے رسول!) ہم کیسے ان کے ساتھ اجر وثواب میں برابر اور شریک ہو سکتی ہیں؟ (وہ تو ان اعمال کی وجہ سے ہم سے بڑھ گئے؟۔

(ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اپنا رخ اپنے اصحاب ؓ کی طرف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: تم نے اس عورت کے سوال کو سنا؟ دین کے بارے میں کتنا اچھا اور عمدہ سوال کیا۔حضرات صحابہ ؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمیں نہیں معلوم کہ اس عورت کی طرح کوئی اور ان باتوں کی اس طرح معلومات رکھتا ہوگا)۔

پھر آپ ﷺ نے اس کی طرف رخ فرمایا) اور ارشاد فرمایا: جاؤ! اور اپنے علاوہ تمام عورتوں کو یہ بتادو کہ تم عورتوں کا اپنے شوہروں کے ساتھ اچھا برتاؤ، ان کی خوشیوں کا خیال رکھنا، ان کے حکم کا ان کے موافق ادا کرنا، ان سب اعمال کے برابر ہے جو مرد کر رہے ہیں۔لیکن ایسی عورتیں بہت کم ہیں جو ایسا کرتی ہیں۔ چنانچہ وہ عورت مارے خوشی کے لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہتے ہوئے چلی گئی۔

☆ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مشہور واقعہ ہے کہ گھر کے کام کاج اور چکی پیسنے کی وجہ سے ان کے ہاتھوں میں تکلیف ہوگئی تھی اور گٹے پڑ گئے تھے، اور جب انہیں معلوم ہوا کہ غلام آئے ہیں تو پیارے پیغمبر ﷺ کے پاس اس نیت سے حاضر ہوئیں کہ ایک غلام ان کو بھی دے دیا جائے، آپ ﷺ کو جب معلوم ہوا تو فرمایا: کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں؟ جب تم دونوں سونے جاؤ تو (۳۳) مرتبہ {سبحان اللہ}، (۳۳) مرتبہ {الحمد للہ}، اور (۳۴) مرتبہ {اللہ اکبر} پڑھ لیا کرو، یہ تمہارے لئے خادم سے بہتر ہے۔

خاوند کو پریشانی کے وقت تسلی دینا

ایک حق یہ ہے کہ اگر خاوند کبھی کاروباری معاملات،،روزگار یا کسی اور وجہ سے پریشان ہو تو بیوی اس کو تسلی دے،

اس کی ہمت بڑھائے، اس کی پریشانی کو بڑھانے کے بجائے اس کو کم کرنے کی کوشش کرے۔ پیارے پیغمبر ﷺ پر جب پہلی مرتبہ وحی کا نزول ہوا تو آپ ﷺ اس حال میں گھر تشریف لائے کہ آپ ﷺ پر کپکپی طاری تھی، امّ المؤمنین حضرت خدیجہؓ سے فرمانے لگے۔

﴿ زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ لَقَدْ خَشِیْتُ عَلَی نَفْسِیْ ﴾

مجھے چادر اوڑھا دو، مجھے چادر اوڑھا دو، مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے تو اس پر امّ المؤمنین حضرت خدیجہؓ نے آپ ﷺ کو تسلی دی اور فرمایا:

﴿ کَلَّا اِنَّکَ لَتَصِلِ الرَّحِمَ ،وَتَحْمِلُ الْکِلَّ ،تَکْسِبِ الْمَعْدُوْمَ وَتَقِرُّ الضَّیْفَ ﴾(بخاری)

ہرگز نہیں! آپ تو صلہ رحمی فرمانے والے ہیں، دوسروں کا بوجھ اٹھانے والے، اور بے سہاراؤں کی مدد کرنے والے اور مہمان نوازی کرنے والے ہیں۔ جب آپ اتنے اچھے اخلاق کے مالک ہیں تو اللہ کبھی آپ ﷺ کو ضائع نہ فرمائیں گے۔ اور پھر آپ ﷺ کو اپنے چچا زاد ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جس کا تفصیلی واقعہ کتب سیرت میں دیکھا جا سکتا ہے۔

☆ اسی طرح حضرت امّ سلیم رضی اللہ عنہا کا واقعہ تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی کہ ایک مرتبہ ان کے شوہر حضرت ابوطلحہؓ سفر سے کہیں گئے ہوئے تھے کہ ان کا بیٹا ابوعمیر کم سنی میں وفات پا گیا، شوہر کی غیر حاضری میں نہایت صبر وضبط سے کام لیتے ہوئے بچے کو غسل دیا، شوہر کی سفر سے واپسی پر بیٹے کی وفات کی خبر حضرت ابوطلحہؓ سے چھپائی، انہیں کھانا کھلایا، رات ساتھ گزاری، اور صبح کو کس احسن انداز سے انہیں بیٹے کی وفات کی خبر سنائی، اور فرمایا: کہ اگر کوئی کسی کو کوئی چیز امانت کے طور پر دے اور پھر اس سے واپس مانگے تو اُسے کیا کرنا چاہئے؟ انہوں نے فرمایا کہ اس کو وہ امانت وقت پر واپس کر دینی چاہئے، کہا: اگر اس کو امانت کے واپس کرتے وقت ناگواری یا افسوس ہو تو؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس میں ناگواری یا افسوس کی کیا بات ہے، وہ چیز اس کی ملکیت تو نہیں تھی مالک کوئی اور تھا اور اس نے اپنی چیز اس سے واپس مانگ لی تو اس کو خوشی سے واپس کرنا چاہئے۔ عرض کیا ہمارا بیٹا بھی ہمارے پاس اللہ کی امانت تھا، اللہ نے جو امانت ہمارے سپرد کی تھی، وہ واپس لے لی ہے۔ حضرت ابوطلحہؓ نے جب ان کا یہ عمل پیارے پیغمبر ﷺ کو بتایا تو پیارے پیغمبر ﷺ کو ان کا یہ عمل بہت پسند آیا، اور ان کے لئے دعائے خیر فرمائی، اور اسی دعاء کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک اور بیٹا عطا فرمایا جس کا نام انہوں نے عبداللہ رکھا جن کی اولاد میں دس ماہر فن قاری پیدا ہوئے۔

اور جامع کبیر کی ایک روایت ہے کہ ایک شخص نے پیارے پیغمبر ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ میری بیوی (ایسی) ہے کہ جب میں اس کے پاس آتا ہوں تو وہ کہتی ہے: میرے سردار اور میرے گھر والوں کے سردار کو خوش آمدید۔ اور جب وہ مجھے پریشان دیکھتی ہے تو کہتی ہے کہ دنیا کے لئے کیوں پریشان ہوتے ہو؟ تمہارے لئے تو آخرت ہی کافی ہے۔ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: اُسے بتادو کہ وہ اللہ کی طرف سے کام کرنے والوں میں سے ایک ہے۔ اور اُس کے اِس عمل پر اُسے مجاہد کے آدھے عمل کا اجر وثواب دیا جاتا ہے۔ (موسوعۃ الاسرۃ: ص ۳۴۵)

شوہر کو ستانے سے احتراز

شوہر کو ستانا کسی طرح بھی مناسب نہیں، بات چیت میں ایسے الفاظ استعمال کئے جائیں جس سے دلوں کے اندر محبت پیدا ہو۔ اگر میاں بیوی کے درمیان کوئی بات ہو جائے اور خاوند کہے کہ اس میں تمہاری غلطی ہے تو اپنی غلطی تسلیم کر لیں یا خاموشی اختیار کر لیں، آواز کو اونچا کرنا، ترکی بترکی جواب دینا اور بات بات پر طعنہ زنی کرنا گھروں کے اجاڑنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ جو عورتیں امیر گھرانوں سے تعلق رکھتی ہیں، یا جن کے شوہر بڑھاپے میں کمانے کے قابل نہیں رہتے تو وہ ان سے بے پرواہ ہو جاتیں ہیں اور انہیں ستاتی رہتی ہیں اور طعنے دیتی رہتی ہیں، سو یہ بہت ہی بری حرکت ہے۔ ہر مرد یہ چاہتا ہے کہ اس کے گھر میں، اس کی بیوی کی نظروں میں اس کا احترام ہو، جیسا کہ وہ مجمع عام میں چاہتا ہے۔

جو عورتیں اپنے خاوندوں کو اس طرح ستاتی ہیں تو ان خاوندوں کو جنت میں ملنے والی حوریں ایسی عورتوں کو بد دعاء دیتی ہیں۔ حضرت معاذؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

﴿ لَا تُؤْذِیْ اِمْرَأَ ۃٌ زَوْجَھَا فِی الدُّنْیَا اِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُہٗ مِنَ الْحُوْرِ الْعِیْنِ ،لَا تُؤْذِیْہِ قَاتَلَکِ اللّٰہُ فَاِنَّمَا ھُوَ عِنْدَکِ دَخِیْلٌ یُوْ شِکُ أَنْ یُّفَارِقَکِ اِلَیْنَا ﴾ (ترمذی، ابن ماجہ)

جب کوئی عورت اپنے (مسلمان) شوہر کو دنیا میں تکلیف دیتی ہے تو حور عین میں سے جو اس کی بیوی ہے وہ کہتی ہے (اری دنیا والی عورت) اسے تکلیف نہ دے خدا تیرا برا کرے، یہ تو تیرے پاس چند روزہ مقیم ہے، عنقریب تجھ سے جدا ہو کر ہمارے پاس پہنچ جائے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِطَّلَعْتُ فِی النَّارِ فَاِذَا أَکْثَرُ أَھْلِھَا النِّسَآءَ ، فَقُلْنَ لِمَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ؟ قَالَ یُکْثِرْنَ

اللَّعْنَ وَيَكْفُرْنَ الْعَشِيْرِ ﴾ (رواہ البخاری ومسلم)

میں نے دوزخ میں جھانک کر دیکھا تو اس میں اکثریت عورتوں کی تھی، اِس پر عورتوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ایسا کیوں ہے؟ فرمایا: اس لئے کہ وہ لعن طعن زیادہ کرتی ہیں، اور اپنے شوہروں کی ناشکری کرتی ہیں۔

خاوند کے قرابتداروں سے اچھا سلوک کرنا

ایک حق یہ ہے کہ خاوند کے ماں باپ، بہن بھائیوں، اگر اس کی دوسری بیوی ہے تو اس کے ساتھ اور اس کی اولاد کے ساتھ، اور دیگر قرابتداروں کے ساتھ اچھا سلوک کریں، اور جن کا احترام کرنا اس کو پسند ہو ان کا احترام کریں، خاص طور پر اس کی ماں کا احترام کرے، اس سے اپنی محبت کا اظہار کرے، اس کی خدمت کے لئے کھڑی رہے، اُس کو راحت اور آرام پہنچانے کی کوشش کرے، اس کے سامنے ایسے رہے جیسے کہ وہ اسی کی بیٹی ہے۔

اس سے جہاں اجر وثواب ملے گا وہیں خاوند کی نظروں میں بیوی کا مقام بڑھے گا اور ازدواجی زندگی خوشگوار ہوگی۔ بعض عورتیں شوہر سے تو ہر ممکن پیار جتاتی ہیں چاہے ظاہری طور پر سہی مگر اس کی موجودگی اور عدم موجودگی میں اس کے رشتہ داروں کو گھاس تک نہیں ڈالتیں۔ اور اس کی ماں اور بہنوں کی شکایت کرتی رہتی ہیں، عورت کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ خاوند کی ماں کی بدی اور برائی بیان کر کے وہ اس کے دل میں اپنی محبت پیدا نہیں کر سکتی اس لئے کہ اس کی ماں کی اہانت اور بے عزتی اس کی اپنی اہانت اور بے عزتی ہے۔ اور اس کا نتیجہ انتہائی بھیانک نکل سکتا ہے۔

حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: جو بھی جوان کسی بوڑھے شخص کی اس کے بڑھاپے کی وجہ سے تعظیم و تکریم کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بڑھاپے کے وقت کسی ایسے شخص کو متعین کر دیتا ہے جو اس کی تعظیم و خدمت کرے۔ اس لئے اگر تم چاہتی ہو کہ تمہارے بڑھاپے میں تمہاری تعظیم ہو تو دوسروں کی تحقیر مت کرو۔

اسی طرح اگر اس کی دوسری بیوی ہے تو اس کا بھی خاوند پر اتنا ہی حق ہے جتنا تمہارا، اس لئے اس کی کوشش مت کرو کہ خاوند کو اس سے بدظن کرو، بلکہ خاوند کو ترغیب دو کہ وہ سب کے ساتھ یکساں سلوک کرے، ایک اللہ کی بندی رابعہ بنت اسماعیل کا پہلا خاوند فوت ہوا تو اس نے احمد بن الحواری سے شادی کر لی احمد نے اس پر تین اور شادیاں کر لیں، اس کو پہلے خاوند سے بہت سارا مال وراثت میں ملا تھا۔ احمد کہتے ہیں کہ وہ مجھے اچھے اچھے کھانے کھلاتی، خوش بو لگاتی اور کہتی کہ اب تم پوری طاقت اور تر و تازگی کے ساتھ اپنی بیویوں کے پاس جاؤ۔ (الاسرۃ ص ۳۵۸)

اسی طرح خاوند کی دوسری بیوی سے جو اولاد ہے وہ اس کے جسم کا حصہ اور اس کے جگر کے ٹکڑے ہیں، ان کا اکرام کرنا خاوند کا اکرام کرنا ہے، وہ بھی تمہاری اولاد ہی کی طرح ہیں اور ان کے بارے میں تم سے پوچھا جائے گا کہ تم نے ان کا حق ادا کیا یا نہیں۔ والد کبھی بھی نہیں چاہے گا کہ ان کو کوئی اذیت پہنچائے، چاہے ان کی والدہ کے ساتھ اس کے کیسے بھی تعلقات کیوں نہ ہوں، اس لئے کبھی اس کی کوشش مت کرنا کہ خاوند کو اس کی اولاد سے بدظن کرو کہ ایسا کرنا طبعاً بھی ممکن نہیں ہے۔

اس کے عیوب پر پردہ ڈالنا

ایک حق یہ ہے کہ خاوند کے طبعی اور عارضی عیوب کے اوپر پردہ ڈالا جائے اور ان کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کیا جائے جیسے ان کا بڑھاپا، فقر، مرض، بدصورتی وغیرہ، اور ان کے اچھے اوصاف کو بیان کرے۔

اصمعیؒ ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میرا گزر ایک گاؤں سے ہوا تو میں نے وہاں ایک نہائیت ہی خوبصورت عورت کو ایک نہائیت ہی بدصورت مرد کے نکاح میں دیکھا، میں نے اس عورت سے کہا: کہ کیا تم جیسی خوبصورت عورت اپنے لئے اس بات کو پسند کرتی ہے کہ اس جیسے بدصورت آدمی کے ساتھ زندگی گزارے؟ اس نے کہا اے آدمی! خاموش ہوجا، تم اپنی اس بات میں بالکل غلط ہو، ممکن ہے کہ اس کا اپنے رب کے ساتھ معاملہ اچھا ہو اور اللہ نے اس کو بدلے کی صورت میں مجھے عطا کردیا ہو، اور ممکن ہے کہ میرا اپنے رب کے ساتھ معاملہ اچھا نہ ہو اور اس کو میری سزا بنا دیا گیا ہو، تو کیا جس چیز کو میرا اللہ میرے لئے پسند کرے میں اس پر راضی نہ رہوں؟۔

اور حدیث میں آتا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ملاقات کے لئے گئے اور ان کو گھر سے غائب پایا تو ان کی بیوی سے ان کے گھریلو حالات اور گزران کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے شکایت کی کہ ہمارے حالات اچھے نہیں کھانے پینے کو نہیں ملتا، اور انتہائی تنگ دستی کے ساتھ زندگی گزر رہی ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے کہا کہ جب تمہارے خاوند آئیں تو انہیں سلام کہنا اور کہہ دینا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل دیں۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام گھر واپس آئے تو ان کی بیوی نے ان کو بتایا کہ اس حلیہ کے بزرگ تشریف لائے تھے اور وہ یہ کہہ کر گئے ہیں کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو بدل دو۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا وہ میرے والد تھے اور وہ مجھے حکم دے گئے ہیں کہ میں تمہیں اپنے سے جدا کردوں، اور انہیں طلاق دے دی۔

پھر جب دوسری مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے تو اب کی بار بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام گھر پر موجود نہیں تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اہلیہ اور اپنی نئی بہو سے گھر کے حالات اور گزران کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا الحمد للہ بڑا اللہ کا شکر ہے ہم خیر وعافیت سے رہتے ہیں۔ کھانے کو بھی کبھی شکار

کا گوشت مل جاتا ہے اور پینے کو بھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے لئے برکت کی دعا فرمائی اور اس سے فرمایا کہ جب تمہارے شوہر آئیں تو انہیں سلام کہنا اور کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو بحال رکھیں۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام آئے تو ان کی اہلیہ نے ان کو خبر دی کہ اس طرح حلیہ کے بزرگ تشریف لائے تھے اور یہ کہہ کر گئے ہیں، فرمایا: وہ میرے ابّا جان تھے اور تم دروازے کی چوکھٹ ہو، مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اپنے نکاح میں باقی رکھوں۔ (بخاری)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ عورت کا شکوہ شکایت کرنا، اور ناشکری کا اظہار کرنا اچھی خصلت نہیں۔

شوہر کے سامنے اس کے ناپسندیدہ آدمی کا ذکر نہ کریں

خاوند کے سامنے کسی ایسے شخص کا ذکر نہ کیا جائے جن کا ذکر سننا اس کو پسند نہ ہو خاص طور پر کسی ایسے شخص کا ذکر جس کے ساتھ عورت کی کوئی نسبت رہی ہو جیسے اس کا سابق شوہر یا منگیتر، یا کسی نے اس کے لئے رشتہ بھیجا ہو وغیرہ۔ اسی طرح کسی ایسے شخص کی طرف سے تحائف بھی قبول نہ کرے جس کو خاوند ناپسند کرے۔ اسی طرح اگر وہ کسی اہم اور ضروری کام کے اندر مشغول ہو تو اس وقت اس سے کسی چیز کا مطالبہ نہ کیا جائے بلکہ اس کی فرصت کا انتظار کیا جائے اور پھر مناسب وقت میں اُس کو کہا جائے۔

بیٹیوں کو نصیحت کرنا

والدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی بیٹیوں کی صحیح تربیت کریں، انہیں تعلیم کے زیور سے آراستہ کریں اور شوہر اور سسرال میں زندگی گزارنے کا ڈھنگ سکھائیں۔ عبد اللہ بن جعفر نے اپنی بیٹی کو یہ نصیحت کی تھی: بیٹی غیرت (یعنی خاوند پر شکوک وشبہات) سے بچنا کہ یہ طلاق کی چابی ہے، سرمہ کو لازم پکڑنا کہ یہ زینت کو بڑھاتا ہے، اور پاکیزہ چیزوں میں سے زیادہ پاکیزہ پانی ہے۔

اسماء بنت خارجۃ فرازی کی بیٹی کو نصیحت

ایک ماں اسماء بنت خارجۃ فرازی نے اپنی بیٹی کو گھر سے رخصت کرتے وقت یہ نصیحت کی تھی:

بیٹی! اب تم اس گھر سے رخصت ہو رہی ہو جہاں تم نے بچپن کے دن گزارے اور جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا، اب تم ایسے بستر کی زینت بنو گی جس کی خوشبو تمہارے لئے اجنبی ہے، اور ایسے رفیق سفر کے ساتھ قدم بقدم چلو گی جس سے تم مانوس نہیں ہو۔ بیٹی! جان لو کہ تم اُس وقت تک خاوند کی رضا حاصل نہیں کر سکتی جب تک کہ تم اپنی خواہشات کو اس کی خواہشات پر قربان نہ کر دو۔

بیٹی! تم اپنے رفیق زندگی کے لئے زمین بن جانا تا کہ وہ تمہارے لئے آسمان بن جائے۔تم اس کے لئے گہوارہ بن جانا تا کہ وہ تمہارا سہارا بن جائے، اگر تم اس کی باندی بن گئیں تو وہ تمہارا غلام ثابت ہوگا۔تم خود اس کے پاس نہ جانا ایسا نہ ہو کہ وہ تم سے نفرت کرنے لگے، اور نہ اتنی دوری اختیار کرنا کہ وہ تمہیں فراموش کردے۔تم اس کی ناک، کان اور آنکھ کا خیال رکھنا، یعنی وہ تمہارے جسم اور کپڑوں میں خوشبو سونگھے، تم سے اچھی گفتگو سنے اور تمہیں اچھی حالت میں دیکھے۔

مولانا سید اسعد مدنی کی اپنی بیٹی کو نصیحت

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے صاحبزادے حضرت مولانا سید اسعد مدنی اپنی بیٹی کو ایک خط تحریر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

عزیزہ بیٹی: اللہ تم کو دارین میں بامراد، خوش وخرم رکھے۔(آمین)

بیٹی! یہ دنیا چند روزہ ہے، اس لئے اس کی کسی خواہش وخوشی کی خاطر آخرت کی اصلی اور ہمیشہ کی زندگی کو برباد کرنا سخت دھوکہ اور اپنے ساتھ دشمنی ہے۔تم اب اپنی زندگی کی خود ذمہ دار ہو، ہم بوڑھے ہوگئے ہیں، کسی کے ماں باپ ہمیشہ ساتھ نہیں دیا کرتے، اس لئے اب ہر بات اور کام کے بھلے بُرے کو سوچ سمجھ کر کرنا، دراصل چاہنے والا نفع ونقصان کا جاننے والا، اور سب سے بڑا خیر خواہ اللہ ہے، تمہارا خاندانی ورثہ دولت و بادشاہت نہیں، بلکہ دینداری وتعلق مع اللہ ہے، اس لئے کسی وجہ سے اگر دولت جاتی رہے تو جانے دینا، دنیا کی کوئی عظیم سے عظیم چیز نہ تمہارے لئے قابل فخر ہوسکتی ہے اور نہ ہی کام آسکتی ہے۔تم ایسی جگہ اور خاندان میں جارہی ہو کہ وہاں قریب وبعید تمہارے ہر کام اور ہر حرکت اور ہر چیز غور سے دیکھے گا، اور اگر تم نے کوئی کام، یا بات اپنے دادا کے خلاف کی تو ان کو رسوا کروگی اور خود بھی ذلیل ہوگی، لباس میں فیشن اور نقل کے بجائے دین داری کا لحاظ اور شرم وحیاء کا پاس ضروری ہے، بہت سے لوگوں سے تعلقات مناسب نہیں ہیں، کم سے کم تعلق اور کم سے کم باتیں بہت سی مصیبتوں سے بچاتی ہیں، تعلقات میں اپنے بڑوں کی مرضی کو سامنے رکھو، (جس سے اور جتنا وہ پسند کریں، وہی مناسب ہے)۔

ملنے اور آنے والیوں سے خوش اخلاقی، خندہ پیشانی اور انکساری سے پیش آنا۔ ہمیشہ اپنے آپ کو سب سے کمتر سمجھنا، دوسرے کتنے ہی خراب ہوں اپنے سے بہتر سمجھنا، اگر سسرال کے بڑوں کو اپنا بڑا اور اپنا خیر خواہ سمجھوگی تو انشاء اللہ کبھی ذلیل نہ ہوگی، شادی سے پہلے ماں باپ کا درجہ اللہ اور اس کے رسول کے بعد سب سے بڑا ہوتا ہے، مگر شادی کے بعد شوہر کا درجہ ماں باپ سے بڑھا ہوا ہوتا ہے، اس کی مرضی کے خلاف چلنا بہت بری عادت ہے۔

خود کام کرو، خدمت کرو سب تمہارے محتاج ہوں گے اور دلوں میں عزت ہوگی، آرام طلبی، کاہلی اور خدمت لینے کی خوگر بنوگی تو لوگوں کی نظر سے گر جاؤ گی۔ گھر کی ہر چیز پر نگرانی رکھو، کوئی چیز ضائع نہ ہو، کسی چیز سے بے پرواہی نہ برتو، گھر اور ہجر کی ہر چیز کو برابر صاف ستھرا اور اپنی جگہ پر رکھنا، جو چیز جس جگہ سے اٹھاؤ کام ہوتے ہی بند کر کے اس کی جگہ پر رکھنے کا اہتمام کرنا، مصالحوں، چائے، اچار وغیرہ ڈبوں، بوتلوں وغیرہ سے لو تو انہیں واپس بند کر کے اس کی جگہ پر رکھو، کسی چیز کو کُھلا اور بے جگہ مت چھوڑنا، کپڑوں اور دوسری چیزوں کی اپنی جگہ ہونی چاہئے، تاکہ جس چیز کی ضرورت ہو وقت پر مل جائے۔ نماز کو ٹھیک وقت پر صحیح اور اطمینان سے دل لگا کر پڑھنے کی عادت ڈالو، ناشکری اور غیبت عورتوں کی بدترین عادت ہے اس سے بچنے کی کوشش کرنا۔

فقط والسلام : اسعد غفر لہ۔ (حقوق العباد ص ۱۱۰)

فیملی پلاننگ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

﴿ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ﴾ (الکہف : ۴۶)

مال اور اولاد نعمت الٰہیہ میں سے ایک بہت بڑی نعمت ہے، جو زندگی کی زینت ہے اور جس کے حصول کے لئے فطری طور پر انسان کوشش کرتا ہے لیکن بعض انسانی شیطان لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتے ہیں کہ اولاد کو محدود کرو۔ جبکہ مال اور اولاد ان کا مشترکہ سرمایہ ہے دنیا اور آخرت دونوں کے لئے۔

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے

﴿اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ : صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْ عُوْ لَهُ ﴾ (رواہ مسلم)

جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ بھی منقطع ہو جاتا ہے، مگر تین طرح کے اعمال ایسے ہیں کہ اس کی وفات کے بعد بھی وہ جاری رہتے ہیں، ایک صدقہ جاریہ (والے کام) دوسرے علم (کے ذرائع جو اس نے قائم کئے تھے) اور اس سے فائدہ اٹھایا جاتا رہا، اور تیسرے نیک اولاد جو اس نے اپنے پیچھے چھوڑی اور وہ اُس کے لئے دعاء گو رہی۔

اور اسلام نے تو اولاد کو بڑھانے کی تعلیم دی ہے، اور ایسی عورت سے نکاح کرنے کا حکم دیا ہے جو زیادہ بچے جننے والی ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

﴿ تَزَوَّجُوْا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ ، فَاِنِّیْ مُکَاثِرٌ بِکُمُ الْأُمَمِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ﴾

محبت کرنے والی اور بچے جننے والی عورت سے شادی کرو، بیشک میں تمہاری زیادتی کے ذریعے قیامت کے دن دیگر امتوں پر فخر کروں گا۔

اسلام نسل کو محدود کرنے کا حکم نہیں دیتا سوائے چند صورتوں کے جیسے: اس وقت جب کہ ماں کی زندگی کا خوف ہو یا بچہ کی زندگی کا۔ اس کے علاوہ مال کی کمی یا فقر و فاقہ کے خوف کی وجہ سے اولاد کو محدود کرنا جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ، وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَ فَضْلًا ، وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴾

شیطان تمہیں مفلسی سے ڈراتا ہے، اور تمہیں بے حیائی کا حکم دیتا ہے، اور اللہ تم سے اپنی مغفرت اور فضل کا وعدہ کرتا ہے۔ اللہ بڑی وسعت والا، ہر بات جاننے والا ہے۔ (البقرۃ:۲۶۸)

یہ دشمنان اسلام کی چال ہے تاکہ مسلمانوں کی نسل محدود ہو، اور تعداد میں کم ہو جائیں اس لئے وہ غرباء میں زندگی بچانے کے لئے آٹا اور روٹی تو نہیں تقسیم کرتے البتہ فیملی پلاننگ کے لئے مانع حمل ادویات اور میڈیسن ضرور مفت تقسیم کرتے ہیں۔

ایک سے زیادہ شادیاں

بعض لوگوں پر شہوت کا غلبہ زیادہ ہوتا ہے، ایک عورت ان کے لئے کافی نہیں ہوتی، ایسے لوگ ایک سے زیادہ نکاح کر سکتے ہیں، مگر یہ تعداد چار سے تجاوز نہیں کرنی چاہئے۔ جن لوگوں پر اللہ اپنا انعام فرمائیں اور ان کے مزاجوں کو بیویوں کے مزاجوں سے ہم آہنگ کر دیں تو وہ چار پر اکتفا کریں، لیکن اگر مزاج کی ہم آہنگی نہ ہو تو انہیں طلاق دے کر دوسری عورتوں سے بھی نکاح کیا جا سکتا ہے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے بہت زیادہ نکاح کئے بعض لوگوں نے ان کی بیویوں کی تعداد سو تک بتلائی ہے، بعض اوقات ایک ہی مجلس میں چار عورتوں کو طلاق دے کر دوسری چار عورتوں سے نکاح کرنے کے واقعات بھی منقول ہیں۔ اسی طرح بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے گھر میں تین تین چار چار بیویاں موجود تھیں اور دو دو بیویاں تو بے شمار صحابہ رضی اللہ عنہم کے یہاں موجود تھیں۔

☆☆☆☆☆

{ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ، وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ، وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلاَّ مَتَاعُ الْغُرُوْرِ }

(آل عمران:۱۵۸)

☆☆☆☆☆☆☆

رہ کے دنیا میں بشر کونہیں زیبا غفلت
موت کا دھیان بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے
جو بشر آتا ہے دنیا میں یہ کہتی ہے قضا
میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے

★★★★★★★

{سکرات سے قبر تک سفر آخرت کے مسنون و مستحب اعمال}

☆☆☆☆☆☆☆

سکرات سے قبر تک سفر آخرت کے مسنون اعمال

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

﴿أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَسْكَنَ عِبَادَهٗ هٰذِهِ الدَّارَ، وَجَعَلَهَا لَهُمْ سَفَرًا مِّنَ الْأَسْفَار، وَجَعَلَ الدَّارَالآخِرَةَ هِيَ دَارَ الْقَرَار، وَجَعَلَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ بَرْزَخاً يَدُلُّ عَلٰى فَنَآءَ الدُّنْيَا بِاعْتِبَار، وَهُوَ فِي الْحَقِيْقَةِ إِمَّا رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ أَوْ حُفْرَةٌ مِّنْ حُفَرِ النَّارِ، فَسُبْحَانَ مَنْ يَّخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَار، وَيَرْفِقُ بِعِبَادِهٖ فِيْ جَمِيْعِ الْأَقْطَار، وَسَبَقَتْ رَحْمَتَهُ بِعِبَادِهٖ غَضَبِهٖ وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفَّار*أَحْمَدُهٗ عَلٰى نِعَمِهٖ حَمْدًا يَلِيْقُ بِجَلَالِهٖ وَعَظِيْمِ سُلْطَانِهٖ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ الْوَاحِدُ الْقَهَّار، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْمُخْتَار، وَالرَّسُوْلُ الْمَبْعُوْثُ بِالتَّبْشِيْرِ وَالإِنْذَار، وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ۔ أَمَّا بَعْدُ ! ﴾

قارئین کرام:

آپ کے مسلمان بھائی کا آپ پر ایک حق یہ بھی ہے کہ جب وہ بیمار ہو جائے تو آپ اس کی تیمارداری کریں۔

مریض کی عیادت کے آداب وسنن

اس سے اسلامی اخوت اور شجرۂ مراسم کی سیرابی ہوتی ہے، اور اس میں بہت زیادہ اجر وثواب بھی ہے جس میں نیکیوں کا حریص کبھی کوتاہی نہیں کرتا۔ پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

﴿ اِنَّ الْمُسْلِمَ اِذَا عَادَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ ، لَمْ يَزَلْ فِيْ خِرْفَةِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَرْجِعَ ، قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ : وَمَا خِرْفَةُ الْجَنَّةَ ؟ قَالَ : جَنَاهَا ﴾

بیشک ایک مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کی تیمارداری کرتا ہے تو وہ برابر جنت کے خوشوں میں رہتا ہے جب تک کہ واپس نہ لوٹے، آپ ﷺ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ! جنت کے خوشوں کا کیا مطلب ہے؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کے پھل۔

﴿ عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى رضى الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: أَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَعُوْدُوا الْمَرِيْضَ، وَفُكُّوا الْعَانِيْ ﴾ (رواه البخاري).

حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بھوکوں کو کھانا کھلاؤ، اور بیمار کی بیمار پرسی کرو۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿ مَنْ عَادَ مَرِيْضًا لَمْ يَزَلْ يَخُوْضُ فِي الرَّحْمَةِ حَتّٰى يَجْلِسَ ، فَاِذَا جَلَسَ اِغْتَمَسَ فِيْهَا ﴾ (رواه احمد و ابن ماجه)

ایک مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کی تیمار داری کرتا ہے تو وہ برابر اللہ ربّ العزت کی رحمت میں غوطے لگاتا ہے یہاں تک کہ بیٹھ جائے، اور جب وہ بیٹھ جاتا ہے تو رحمت میں ڈوب جاتا ہے۔

﴿عَنْ أَبِىْ هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: اِذَا عَادَ الْمُسْلِمُ أَخَاهُ ، أَوْ زَارَهُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاكَ ، وَتَبَوَّأْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا ﴾ (رواه الترمذى)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی مسلمان بھائی کی عیادت کے لئے یا اس کی ملاقات کے لئے اُس کے ہاں جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ (بلا واسطہ یا فرشتوں کی زبانی فرماتا ہے کہ (دنیا و آخرت میں) تیری زندگی خوش ہوئی، تیرا چلنا مبارک رہا (کہ تو چل کر یہاں تک آیا) ہر قدم پر تجھے ثواب ملا اور تجھ کو جنت میں ایک بڑی اور عالی مرتبہ جگہ حاصل ہوئی۔

﴿ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَة رضى الله عنه قَالَ: قَالَ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ. قيل: مَا هُنَّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: إِذَا لَقِيْتَهُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ ، وَإِذَا دَعَاكَ فَأَجِبْهُ ، وَإِذَا اسْتَنْصَحَكَ فَانْصَحَ لَهُ، وَإِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللّٰهَ فَشَمِّتْهُ، وَإِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ ، وَإِذَا مَاتَ فَاتَّبِعْهُ ﴾ (رواه البخاري ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ (خاص) حق ہیں۔عرض کیا گیا وہ کیا ہیں اے اللہ کے رسول! ﷺ۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اوّل یہ کہ: جب ملاقات ہوتو سلام کرے۔دوسرے: جب وہ دعوت کرے تو اُس کی دعوت کو قبول کرے۔(بشرطیکہ کہ کوئی شرعی مانع نہ ہو)۔تیسرے جب وہ نصیحت (یا مخلصانہ مشورہ) کا طالب ہوتو اس سے دریغ نہ کرے۔چوتھے: جب اُس کو چھینک آئے اور وہ {اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ} کہے تو یہ جواب میں اس کو {یَرْحَمُكَ اللہ} کہے۔پانچویں: جب بیمار ہوتو اُس کی عیادت کرے۔چھٹے: جب وہ انتقال کر جائے تو اس کے جنازہ کے ساتھ جائے۔

﴿ عن علي رضي الله تعالٰى عنه قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَعُوْدُ مُسْلِمًا غُدْوَةً إِلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُمْسِي، وَإِنْ عَادَهُ عَشِيَّةً إِلَّا صَلَّى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُصْبِحَ، وَكَانَ لَهُ خَرِيفٌ فِي الْجَنَّةِ ﴾ (رواه أبو داود والترمذي وأحمد)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کی صبح کے وقت عیادت نہیں کرتا مگر اُس پر شام تک ستر ہزار فرشتے رحمت بھیجتے رہتے ہیں اور اگر وہ اس کی شام کے وقت بیمار پرسی کرتا ہے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں، اور اس کے لئے جنت میں پھلوں کا باغ ہوگا۔

﴿ آداب ﴾ جب آپ کسی بیمار کی تیمارداری کریں تو یہ نہ بھولیں کہ تیمارداری کے بھی کچھ آداب ہیں، جو کہ تیمارداری کرنے والے سے مطلوب ہیں تاکہ یہ تیمارداری مریض کے لئے نشاط کا ذریعہ بنے، اور اُس کی ہمت کو بڑھائے، اور اس کی تکالیف کو ہلکا کرنے میں مددگار ہو اور یہ اس اجر وثواب کے علاوہ ہے جو اسے صبر کرنے اور اجر کی نیت پر ملتا ہے۔

☆ مریض کی تیمارداری کرنے والے کو چاہیئے کہ مریض کے پاس زیادہ دیر نہ ٹھہرے، کیونکہ مریض کے مرض کے بعض حالات ایسے ہوتے ہیں، جو زیادہ دیر بیٹھنے کی اجازت نہیں دیتے۔مریض کی عیادت کی مثال جمعہ کے خطیب کے جلسہ کی سی ہے یعنی جس طرح وہ دو خطبوں کے درمیان مختصر اور ہلکا سا بیٹھتا ہے، اسی طرح مریض کے پاس بھی مختصر وقت بیٹھنا چاہیئے۔

☆ حافظ امام ابن عبد البرؒ نے لکھا ہے کہ جو شخص کسی تندرست سے ملاقات کرے یا کسی بیمار کی تیمارداری کرے تو اُسے چاہئے کہ جہاں وہ اُسے بیٹھائے وہاں بیٹھ جائے، کیونکہ ہر شخص اپنے گھر کی پردہ کی جگہ کو خوب جانتا ہے۔

☆ بیمار کی عیادت سنت مؤکدہ ہے، اور سب سے اچھی عیادت وہ ہے جو مختصر ہو۔ تیماردار کو چاہئے کہ بیمار کے پاس زیادہ نہ بیٹھے۔ الّا یہ کہ وہ اس کا دوست ہو، جو اُس سے مانوس ہو، اور اُس کے بیٹھنے سے وہ خوش ہوتا ہو۔

☆ تیمارداری کرنے والے کو چاہئے کہ اُس کا لباس صاف ستھرا ہو، اور ہلکی پھلکی خوشبو والا ہو، تاکہ مریض کی طبیعت میں انشراح پیدا ہو۔ اور اس کی صحت میں اضافہ ہو۔ اور مریض کے پاس ایسے لباس میں جانا مناسب نہیں جو خوشی اور شادی وغیرہ کے مواقع پر پہنا جاتا ہے۔ اور نہ ایسی تیز خوشبو لگا کر جائے جس کو وہ اپنی کمزور طبع کی وجہ سے برداشت نہ کر سکے اور مریض پریشان ہو جائے۔

☆ تیماردار کو چاہئے کہ مریض کو ایسی کوئی خبر نہ دے جس کی وجہ سے وہ پریشان ہو جائے اور غم اور فکر میں پڑ جائے مثلاً: کسی کے فوت ہو جانے کی خبر، یا مریض کے مالی نقصان کی خبر، یا مریض کی مرض کے متعلق ایسی خبر جس سے وہ پریشان ہو جائے، اور جس سے اس کی صحت پر برے اثرات پڑیں۔

☆ اسی طرح تیماردار کے لئے یہ بھی مناسب نہیں ہے کہ مریض سے اُس کے مرض کے بارے میں تفصیلی سوال و جواب کرے۔ سوائے اس کے کہ اگر وہ ڈاکٹر ہو یا اُس مرض کا سپیشلسٹ ہو تو وہ پوچھ سکتا ہے۔ نیز تیماردار کو یہ بھی مناسب نہیں کہ مریض کو کسی دواء یا غذاء کے استعمال کا مشورہ دے۔ اور یہ بھی مناسب نہیں کہ مریض کے سامنے اس کے ڈاکٹر سے تکرار کریں، تاکہ اس کے دل میں ڈاکٹر سے متعلق شبہات پیدا نہ ہوں۔

☆ ابن قیمؒ زاد المعاد میں فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ جب مریض کی عیادت فرماتے تو:

﴿ وَكَانَ يَدْنُوْ مِنَ الْمَرِيْضِ وَيَجْلِسُ عِنْدَ رَأْسِهٖ وَيَسْأَلُهٗ عَنْ حَالِهٖ؛ فِيْقَوْلِ: كَيْفَ تَجِدُكَ؟ ﴾

پیارے پیغمبر ﷺ مریض کے قریب ہو جاتے، اُس کے سرہانے بیٹھ جاتے، اور اِن الفاظ کے ساتھ اُس کا حال دریافت فرماتے: آپ: اب کیسے محسوس کر رہے ہیں؟

اور بیان کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ مریض سے پوچھتے تھے

﴿ هَلْ تَشْتَهِيْ شَيْئًا؟ فَاِنِ اشْتَهَى شَيْئًا وَعَلِمَ أَنَّهٗ لَا يَضُرُّهٗ أَمَرَ بِهٖ وَكَانَ يَمْسَحُ

بِيَدِهِ الْيُمْنَى عَلَى الْمَرِيْضِ، وَيَقُوْلُ: أَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ أَذْهَبِ الْبَأْسَ وَاشْفِهِ ؛ أَنْتَ الشَّافِيْ، لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرَ سَقَمًا ﴾ (رواه البخاری فی الطب)،

آپ کی طبیعت کسی چیز کو چاہتی ہے؟ اگر وہ کسی چیز کی خواہش ظاہر کرتا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُس چیز کو اُس کے لئے مضر نہ سمجھتے تو اُس کا آرڈر دے دیتے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مریض کی اپنے دائیں ہاتھ مبارک سے مساج کرتے، اور یوں اِن الفاظ کے ساتھ اُس کو دعاء دیتے:

﴿ أَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ أَذْهَبِ الْبَأْسَ وَاشْفِهِ ؛ أَنْتَ الشَّافِيْ، لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرَ سَقَمًا ﴾

اے اللہ! انسانوں کے پروردگار! اِس کی اس تکلیف کو دور فرما دیجئے، اور اِسے شفا عطا فرما دیجئے، آپ ہی شفا عطا فرمانے والے ہیں، آپ کی ہی شفاء ہے آپ کے سواء کوئی شفاء دینے والا نہیں ایسی شفا عطا فرما دیجئے جس کے بعد کوئی تکلیف باقی نہ رہے۔

☆ اور مریض کے لئے تین دفعہ دعاء فرماتے جس طرح حضرت سعدؓ کے لئے دعاء فرمائی:

﴿ أَللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْدًا، أَللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْدًا، أَللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْدًا ﴾ (اخرجه البخاری فی باب المرضیٰ).

اے اللہ! سعد کو شفا عطا فرما دیجئے، اے اللہ! سعد کو شفا عطا فرما دیجئے، اے اللہ! سعد کو شفا عطا فرما دیجئے۔

☆ اور جب کسی مریض کے پاس تشریف لے جاتے تو اس سے یوں فرماتے:

﴿ لَا بَأْسَ، طَهُورٌ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ ﴾ (ابن ماجه)

کوئی فکر کی بات نہیں، اللہ نے چاہا تو بہت جلد شفا یابی نصیب ہوگی۔

☆ اور کبھی ارشاد فرماتے: { كَفَّارَةٌ وَطَهُوْرٌ }: یہ بیماری گناہوں کے لئے کفارہ اور پاکی کا ذریعہ ہے۔

☆ اور جس کے جسم میں زخم ہوتا یا کسی عضو میں درد ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھ دیتے، پھر اس کے سینہ، چہرہ اور پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ان الفاظ کے ساتھ دم کرتے: { أَللّٰهُمَّ اشْفِهٖ }: اے اللہ اسے شفا عطا فرما دیجئے۔

☆ اور بیمار کی بیمار پرسی کے لئے کوئی دن یا کوئی وقت مقرر نہیں فرمایا بلکہ رات اور دن میں کسی بھی وقت امت کے لوگوں کے لئے مشروع ہے کہ وہ بیمار کی عیادت کر سکتے ہیں۔

مریض کے لئے مسنون و مستحب اعمال

بیماری پر صبر کرنا

مریض کو چاہئے کہ بیماری کو منجانب اللہ سمجھتے ہوئے اللہ کی رضا پر راضی رہے، اور بیماری پر صبر کرے، نفس کو جزع فزع اور زبان کو شکوہ و شکایت سے دور رکھے۔ چنانچہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُصِبْ مِنْهُ ﴾ (رواه البخاري)

جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو وہ اس میں سے پاتا ہے۔

﴿عن صهيب بن سنان رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: عَجَبًا لِأَمْرِالْمُؤمْنِ إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذَاكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ: إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهٗ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهٗ ﴾ (رواه مسلم)

حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مؤمن کا معاملہ بھی بڑا عجیب ہے کہ اُس کے ہر کام میں اس کے لئے خیر ہے، اور یہ چیز مؤمن کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں ہے۔ اگر اُسے کوئی خوشی حاصل ہوتی ہے تو وہ اُس پر شکر ادا کرتا ہے، تو یہ شکر کی ادائیگی اُس کے لئے باعث خیر ہے۔ اور اگر اُسے کوئی تکلیف اور پریشانی لاحق ہوتی ہے تو وہ اُس پر صبر کرتا ہے، تو یہ صبر کرنا اُس کے لئے باعث خیر ہے۔

﴿ قَالَ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيْبُهٗ أَذًى مِنْ مَرَضٍ فَمَا سِوَاهُ إِلَّا حَطَّ اللّٰهُ بِهٖ سَيِّئَاتِهٖ، كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا ﴾ (رواه البخاري ومسلم)

اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ حسنِ ظن رکھنا

﴿عَنْ جَابِرٍ رضى الله عنه قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ قَبْلَ مَوْتِهٖ بِثَلَاثٍ: لَا يَمُوتَنَّ أَحَدُكُمْ إِلَّا وَهُوَ يُحْسِّنُ الظَّنَّ بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴾ (رواه مسلم)

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ میں نے پیارے پیغمبر ﷺ کی وفات سے قبل تین مرتبہ آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: تم میں سے کسی پر موت نہ آئے مگر یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھے۔

یعنی ہر مسلمان کو چاہئے کہ اس کا ایمان خوف اور امید کے درمیان ہو، اپنے گناہوں کی وجہ سے اللہ کی پکڑ سے ڈرے، اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے رب کی رحمت سے مایوس بھی نہ ہو بلکہ اُس سے معافی کی امید رکھے، اور موت کے وقت امید کی جانب کا غلبہ ہو۔

﴿عَنْ أَنَسٍؓ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَى شَابٍ وَهُوَ فِي الْمَوْتِ؛ فقال: كَيْفَ تَجِدُك؟ قَالَ وَاللّٰهِ؛ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؛ إِنِّيْ أَرْجُو اللّٰهَ وَ إِنِّيْ أَخَافُ ذُنُوْبِيْ، فَقَالَ ﷺ: لَا يَجْتَمِعَانِ فِيْ قَلْبِ عَبْدٍ فِيْ مِثْلِ هٰذَا الْمَوْطِنِ إِلاَّ أَعْطَاهُ اللّٰهُ مَا يرْجُوْا وَآمَنَهُ مِمَّا يَخافُ﴾ (رواه الترمذي وابن ماجه)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ ایک نوجوان کے پاس اس کی حالت نزع کے وقت تشریف لے گئے، اور اُس سے فرمایا: تم اپنے آپ کو کس حالت میں پاتے ہو؟ اُس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! بخدا! میں اللہ سے امید بھی رکھتا ہوں، اور مجھے اپنے گناہوں کا خوف بھی ہے۔ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس بندے کے دل میں (اُمید اور خوف کی) یہ دونوں کیفیتیں جمع ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اُس کو وہ چیز عطا فرماتے ہیں جس کی وہ امید رکھتا ہے اور اُس چیز سے بچا لیتے ہیں جس سے وہ ڈرتا ہے۔

موت کی تمنّا کرنے کی ممانعت

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿لَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدٌ مِّنْكُمُ الْمَوْتَ لِضُرٍّ نَزَلَ بِهٖ ؛ فَإِنْ كَانَ لَا بُدَّ مُتَمَنِيًا لِلْمَوْتِ؛ فَلْيَقُلْ: أَللّٰهُمَّ أَحْيِنِيْ مَا كَانَتِ الحياةُ خيرًا لي، وتَوَفَّنِيْ إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّيْ﴾

(صحيح البخارى ومسلم)

تم میں سے کوئی کسی تکلیف اور دُکھ کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے اور نہ (موت کی) دعا کرے، اور اگر اندر کے داعیہ سے بالکل ہی مجبور ہو تو یوں دعاء کرے: اے اللہ! جب تک میرے لئے زندگی بہتر ہو اس

وقت تک مجھے زندہ رکھ، اور جب میرے لئے موت بہتر ہو اس وقت مجھے دنیا سے اٹھا لیجئے۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ:

﴿ أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ الرَّسُوْلَ ﷺ أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ؟ فَقَالَ: مَنْ طَالَ عُمُرُهُ وَحَسُنَ عَمَلُهُ قَالَ: فَأَيُّ النَّاسِ شَرٌّ؟ قَالَ: مَنْ طَالَ عُمُرُهُ وَسَآءَ عَمَلُهُ ﴾ (رواہ الترمذی واحمد)

ایک آدمی نے پیارے پیغمبر ﷺ سے پوچھا کہ لوگوں میں سب سے اچھا کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ جس کی عمر بھی لمبی ہو اور اعمال بھی اچھے ہوں۔ اُس نے پھر پوچھا کہ لوگوں میں سب سے برا کونسا انسان ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جس کی عمر لمبی ہو اور اعمال برے ہوں۔

کثرت کے ساتھ توبہ اور استغفار کرنا

اور مریض کو چاہئے کہ کثرت کے ساتھ توبہ اور استغفار کرے۔ پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

﴿ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ وَاللّٰهِ ، إِنِّيْ لَأَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ أَكْثَرُ مِنْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً ﴾ (رواہ البخاری)

پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم میں دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ اللہ سے توبہ اور استغفار کرتا ہوں۔

علاج معالجہ میں شرکیہ اعمال سے بچنا

اور علاج معالجہ میں حرام ادویات اور شرکیہ تعویذ اور گنڈوں سے اور دم و درود میں ایسے الفاظ اور منتر سے بچے جو طلسم اور شرکیہ الفاظ پر مبنی ہوں، اس لئے کہ حدیث پاک میں آتا ہے:

﴿ تَدَاوَوْا عِبادَ اللّٰهِ، وَلَا تَدَاوَوْا بِحَرَامٍ ﴾ (رواہ الترمذی و احمد وابن عبد البر فی التمهید)

اللہ کے بندو علاج کراؤ! لیکن حرام چیزوں سے علاج نہ کراؤ۔

﴿ أَنَّ الرَّسُوْلَ ﷺ قَالَ: مَنْ عَلَّقَ تَمِيْمَة فَقَدْ أَشْرَكَ ﴾ (رواہ الإمام أحمد والحاکم)

پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے تعویذ لٹکایا، اس نے شرک کیا۔

﴿عَنْ بَعْضِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ أَتٰی عَرَّافًا ، فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْئٍ ، لَمْ تُقْبَلْ لَهٗ صَلَاةُ أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ﴾ (صحيح مسلم)

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے بعض سے مروی ہے کہ جو کسی کاھن کے پاس آیا اور اُس سے کسی چیز کے بارے میں سوال کیا تو اُس کی چالیس دن تک کوئی نماز قبول نہیں ہوگی۔

قرآنی آیات یا دعاؤں کے ذریعہ علاج کرانا

مریض کے لئے مشروع ہے کہ وہ قرآن کریم کی آیات یا ایسی دعائیں جن کی تعلیم پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی ہے اس کے ذریعہ سے دم وعلاج کرائے ۔ابن القیمؒ فرماتے ہیں کہ علاج کا بہترین اور مؤثر طریقہ یہ ہے کہ: خیر اور نیکی کرنے کے ساتھ ساتھ ذکر اور دعاؤں کا اہتمام کریں اور اللہ سے نہایت ہی عاجزی کے ساتھ اپنے گناہوں سے معافی مانگیں اور توبہ واستغفار کریں۔

{عن عَوْفِ بن مَالِکؓ قال:کُنَّا نَرْقِي فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَقُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ تَرٰى فِيْ ذٰلِکَ؟ فَقَالَ: اعْرِضُوْا عَلَيَّ رُقَاكُمْ، لَا بَأْسَ بِالرُّقَى مَا لَمْ يَكُنْ فِيْهِ شِرْکٌ }

حضرت عوف بن مالکؓ سے مروی ہے کہ ہم زمانہ جاہلیت میں جھاڑ پھونک کے ذریعہ علاج کرواتے تھے ہم نے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بابت دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر اس میں شرکیہ الفاظ اور عمل نہ ہوتو کوئی حرج نہیں ہے۔ (رواہ مسلم وأبو داؤد)

مریض کے لئے ادویات کا استعمال کرنا بھی مسنون ہے

اور اسی طرح مریض کے لئے ادویات کا استعمال کرنا بھی مسنون ومباح ہے۔

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

﴿ قَالَ الرَّسُوْلُ ﷺ تَدَاوَوْا ؛ فإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يَضَعْ دَآءً إِلَّا وَضَعَ لَهٗ دَوَاءً، غَيْرَ دَآءٍ وَّاحِدٍ أَلْهَرَم ﴾ (اخرجه ابو داؤد والترمذی،وابن ماجه)

علاج کراؤ! ۔ اس لئے کہ اللہ بزرگ وبرتر نے کوئی بیماری ایسی نہیں رکھی جس کا علاج نہ ہو،سوائے ایک

بیماری کے اور وہ بڑھاپا کی بیماری ہے۔

مریض کے ذمہ کسی کے حقوق ہوں تو ان کو ادا کرے

اگراس کے ذمہ کسی کے حقوق ہوں تو ان کو ادا کرے، اور اگر ادا نہ کرسکتا ہو تو اس کی ادائیگی کی وصیت کرے اس لئے کہ حدیث میں پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ أَتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ؟ قَالُوْا: المُفْلِسُ فِيْنَا مَنْ لاَّ دِرْهَمَ لَهٗ وَلَامَتَاعٌ.فَقَالَ: إنَّ المُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِيْ يَأْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلاَةٍ وَصِيَامٍ وَزَكَاةٍ، وَيَأْتِيْ قَدْ شَتَمَ هٰذَا وَقَذَفَ هٰذَا وَأَكَلَ مَالَ هٰذَا وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا؛ فَيُعْطَى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ وهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ، فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ أَنْ يَقْضَى مَا عَلَيْهِ؛ أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ؛ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ، ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ ﴾ (رواه مسلم،٢٥٨١)

جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا کہ ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ تو روپیہ پیسہ ہو اور نہ ہی ساز و سامان ۔تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کا مفلس قیامت کے دن وہ انسان ہوگا کہ جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ (جیسے بہت سے نیک) اعمال کے ساتھ آئے گا۔تو (اُس پر حقوق العباد میں سے جس جس کا حق ہوگا وہ اپنا حق لینے کے لئے آجائیں گے) کوئی آئے گا کہ اس نے مجھے گالی دی تھی، کوئی کہے گا کہ اس نے مجھ پر جھوٹا الزام لگایا تھا، کوئی کہے گا اس نے میرا مال کھایا تھا، کوئی کہے گا اس نے ناحق خون بہایا تھا، کوئی کہے گا اس نے مجھے مارا تھا۔تو اُس کی نیکیاں لے کر اِس کو بھی اور اُس کو بھی دی جائیں گی۔ یہاں تک کہ نیکیاں ختم ہو جائیں گی اور حق لینے والے باقی رہ جائیں گے تو اُن کے گناہ لے کر اِس کے پلڑے میں ڈال دیئے جائیں گے، اور پھر اُس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ: پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿مَنْ مَّاتَ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ فَلَيْسَ بِالدِّيْنَارِ وَلَا بِالدِّرْهَمِ وَلٰكِنَّهَا الحَسَنَات وَالسَّيِّئَاتِ﴾ (رواه الحَاكِم وأحْمَد)

جس آدمی کا انتقال اس حال میں ہوا کہ اُس پر قرض تھا تو قیامت کے دن اُس کا قرض دراہم و دنانیر (روپیہ پیسہ) کے ذریعہ ادا نہیں ہوگا بلکہ نیکیوں اور گناہوں کے ذریعہ ادا کیا جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ:

﴿عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَيْنِهِ ،حَتّٰي يُقْضٰى عَنْهُ﴾ (روا الترمذي)

پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی کا نفس اُس وقت تک قرض کے بدلے میں معلق رہتا ہے جب تک کہ اُس کو ادا نہ کر دیا جائے۔

☆☆☆

وصیت اور اس کے احکام

انسان دنیا میں رہتا ہے تو اس کا لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے، کسی سے لینا دینا ہوتا ہے، قرض لیتا ہے، امانت رکھتا ہے، حقوق واجبہ ہوتے ہیں اور موت کا کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ کب آجائے، اس لئے یہ ضروری ہے کہ وصیت لکھی ہوئی ہر وقت تیار ہو جس میں جس کا جو حق ہے وہ لکھا ہو، اگر اس نے کسی کے حقوق ادا کرنے ہوں تو وہ بھی لکھے ہوں اور کسی سے وصول کرنے ہوں تو وہ بھی درج ہوں، تا کہ اچانک موت کی صورت میں اس کے ورثا اس کے ذمہ حقوق کو ادا کر سکیں۔ وصیت کا مشروع ہونا کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور اجماع سے ثابت ہے۔قرآن کریم میں ربّ العالمین کا ارشاد ہے:

﴿ وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِىَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِىْ ؕ ...الخ ﴾ (بقرہ ۱۳۲)

اور اسی بات کی ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی، اور یعقوب نے بھی (اپنے بیٹوں کو) کہ: اے میرے بیٹو! اللہ نے یہ دین تمہارے لئے منتخب فرمالیا ہے، لہٰذا تمہیں موت بھی آئے تو اس حالت میں آئے کہ تم مسلم ہو۔کیا اس وقت تم خود موجود تھے جب یعقوب کی موت کا وقت آیا تھا، جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے......؟۔

اور حدیث مبارکہ میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ:

﴿عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَا حَقُّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَهٗ شَيْئٌ يُرِيْدُ أَنْ يُوْصِيَ فِيْهِ يَبِيْتُ لَيْلَتَيْنِ إِلَّا وَوَصِيَّتُهٗ مَكْتوبَةٌ عِنْدَهٗ ﴾

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جو بھی کسی مسلمان کے پاس کوئی چیز ہو جس کی وصیت کرنا ہو تو اس کے لئے یہ بات ٹھیک نہیں ہے کہ دو راتیں گزر جائیں اور اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی نہ ہو۔ (رواہ البخاری ص ۳۸۲، ج ۱)

﴿ قَالَ ابْنُ عُمَر: مَا مَرَّتْ عَلَيَّ لَيْلَةٌ مُنْذُ سَمِعتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ ذٰلِکَ إِلَّا وَعِنْدِيْ وَصِيَّتِيْ ﴾ (مسلم)

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ: جب سے میں نے پیارے پیغمبر ﷺ کا یہ ارشاد گرامی سنا ہے اس وقت سے مجھ پر کوئی رات ایسی نہیں گزری کہ میری وصیت میرے پاس لکھی ہوئی نہ ہو۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ: پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جس شخص کو وصیت پر موت آئی (یعنی وصیت کر کے مرا) وہ صحیح راستہ پر اور سنت پر مرا، اور تقویٰ اور شہادت پر مرا اور بخشا ہوا ہونے کی حالت میں مرا۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۹۴)

مستحب یہ ہے کہ وصیت لکھنے میں تاخیر نہ کرے اور اپنی صحت کے زمانے میں وصیت لکھ دے، اور اس پر ایک دو آدمیوں کو جو متقی اور پرہیز گار ہوں اور مسائل کو بھی سمجھتے ہوں کو گواہ بنادے، اور جو بھی ضروری امر ہو اس میں تحریر کر دے۔ بیماری کی شدت کی صورت میں، بحری اور ہوائی سفر کرنے سے پہلے، حج اور عمرہ وغیرہ کے سفر سے قبل وصیت لکھنے کا اہتمام کرنا بہتر ہے۔

وصیت کی مقدار

وصیت صرف ایک تہائی مال میں جائز ہے، اس سے زیادہ کی وصیت وارثوں کی اجازت کے بغیر صحیح نہیں، اگر کسی نے ایک تہائی سے زیادہ کی وصیت کی تو تہائی مال میں تو وصیت نافذ ہوگی، اس سے زیادہ میں بالغ وارثوں کی اجازت کے بغیر نافذ نہیں ہوگی۔ (عالمگیری ج۶ ص ۹۰)

جتنی بھی وصیتیں ہوں گی وہ تجہیز و تکفین اور قرضوں کی ادائیگی کے بعد جو مال بچے گا اس کی ایک تہائی میں نافذ ہوں گی۔ اگر کسی کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کے لئے پورے مال کی وصیت کر دینا بھی درست ہے۔ اولیٰ یہ ہے کہ مرنے والا وصیت ایک تہائی سے بھی کم میں کرے، اس لئے کہ وارثوں کے لئے مال چھوڑنا بھی ثواب ہے۔

حدیث مبارکہ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ: میں فتح مکہ والے سال ایسا مریض ہوا کہ یہ محسوس ہونے لگا کہ ابھی موت آنے والی ہے فرمایا کہ:

﴿ عَادَني النَّبِيَّ ﷺ فَقُلتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ ! أُوْصِيْ بِمَالِيْ كُلِّهٖ؟ قَالَ: لَا ، قُلْتُ: فَالشَّطْرُ؟ قَالَ: لَا ، قُلْتُ: الثُّلُثُ؟ قَالَ: فَالثُّلُثُ، وَالثُّلُثُ كَثِيْر، (قَالَ لَهُ الرَّسُوْلُ

ﷺ) إِنَّكَ إِنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُوْنَ النَّاس ﴾

(اخرجه البخاری ۲۷۴۲،ومسلم ۱۶۲۸)

پیارے پیغمبر ﷺ میری عیادت کے لئے تشریف لائے ، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ (میرے پاس بہت سا مال ہے اور فرائض میراث کے اعتبار سے صرف میری بیٹی کو میراث کا حصہ پہنچتا ہے)تو کیا میں اپنے پورے مال کی وصیت کردوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں ، میں نے عرض کیا آدھے مال کی وصیت کر دوں ؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، میں نے عرض کیا تہائی مال کی وصیت کردوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، تہائی مال کی وصیت کر سکتے ہو، اور تہائی بھی بہت ہے۔ بلا شبہ اگر تم اپنے وارثوں کو(جن کو عصبہ ہونے کی وجہ سے میراث پہنچتی ہے) مال دار ہونے کی حالت میں چھوڑ دتو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم انہیں تنگ دستی کی حالت میں چھوڑو، جو لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلایا کریں، اور اس میں شک نہیں کہ تم جو بھی کوئی خرچہ کرو گے جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب ہوتو تمہیں ضرور اس کا ثواب ملے گا، یہاں تک کہ ایک لقمہ اٹھا کر اپنی بیوی کے منہ میں دے دو گے تو اس کا بھی ثواب ملے گا۔

وصیت کے وجوب کی صورتیں

وصیت چار طرح کی ہوتی ہے:

(۱) واجب وصیت :اگر انسان کے ذمہ حقوق ہوں چاہے وہ حقوق اللہ ہوں، جیسے کفارات،فرض حج، زکوٰۃ جو اس نے ادانہیں کی، یا نماز وروزے کی وصیت یا حقوق العباد: جیسے کسی ایسے آدمی کا قرض جس کا صرف اسی کو علم ہے کسی اور کو نہیں، یا اگر کسی نے اس کے پاس امانت رکھی ہو وغیرہ تو اس کے ذمہ اس کی وصیت کرنا ضروری ہے تا کہ کسی کا حق نہ مارا جائے، اور وہ چیز اس کے ترکہ میں شامل نہ ہو جو اس کی نہیں۔

(۲) مباح: کسی بھی مال دار کے لئے۔

(۳) مکروہ: جو فاسق اور گناہ گاروں کے لئے کی جائے۔

(۴) مستحب: جو اوپر کی تین صورتوں کے علاوہ ہو۔

مسلمان کا اپنے مال سے اپنے لئے صدقہ جاریہ کی وصیت کرنا

کسی مسلمان کا اپنے مال میں سے اپنے مرنے کے بعد صدقہ جاریہ والے اعمال کی وصیت کرنا مستحب ہے،لیکن یہ

وصیت صرف ایک تہائی مال میں نافذ ہوگی، اور دو تہائی مال وارثوں کا حق ہوگا، اس لئے اپنی زندگی میں ہی جب کہ وہ صحت مند اور تندرست ہو اپنی آخرت کے لئے فکر مند ہونا چاہئے، اور خیر کے کاموں میں خرچ کرتے رہنا چاہئے اس لئے کہ حدیث مبارکہ میں پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ:

﴿ إذَا مَاتَ الإِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ، إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْ لَهُ ﴾ (مسلم: ۱۶۳۱)

جب انسان وفات پا جاتا ہے تو اس کے نیک اعمال کا سلسلہ بھی منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین طرح کے اعمال کے،:(۱) صدقہ جاریہ والے اعمال (جیسے مسجد و مدرسہ کی تعمیر، مسافر خانہ بنا دیا نہر جاری کر دی، کنواں نکال دیا، ہینڈ پمپ لگا دیا، وغیرہ ،(۲) یا وہ علم ہے جسے اس نے سیکھا اور پھر پھیلایا یا دوسروں کو سکھایا اور اس علم سے نفع اٹھایا جاتا رہا، (۳) یا نیک اولاد ہے جو اس نے اپنے پیچھے چھوڑی اور جو اس کے لئے دعا گو رہی۔ (تو یہ ایسا صدقہ جاریہ ہے جس کا ثواب اس کی موت کے بعد بھی اسے ملتا رہے گا)۔

مدارس ومساجد کی تعمیرات میں حصہ لینا، کنواں کھودوانا، مساجد میں پانی کا انتظام کرا دینا، یتیموں، بیواؤں اور مسکینوں کی مدد کرنا، مدارس میں طلباء کو تفسیر و احادیث کی کتب مہیا کر دینا، مسافر خانہ بنا دینا، اپنے گھر والوں پر خرچ کرنا یہ سب صدقہ جاریہ والے اعمال ہیں۔اس لئے اپنی زندگی میں کسی خیر سے دریغ نہ کریں، اپنے آگے بھیجا ہوا اپنے ہی کام آئے گا، موت کے وقت جو مال اللہ کی رضا کے لئے خرچ کیا جائے ثواب تو اس میں بھی ہے، لیکن صحت اور تندرستی میں جو مال خرچ کیا جائے اس کا ثواب زیادہ ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص اپنی زندگی میں ایک درہم خرچ کرے یہ اس سے بہتر ہے کہ موت کے وقت سو درہم خرچ کرے۔ (مشکوٰۃ المصابیح:ص ۱۶۵،ج۱)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جو شخص موت کے وقت صدقہ کرتا ہے، یا غلام آزاد کرتا ہے تو اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص ایسے وقت ہدیہ دے جبکہ اس کا پیٹ بھرا ہوا ہو۔ (مشکوٰۃ المصابیح:ص ۱۶۵،ج۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ ثواب کے اعتبار سے کون سا صدقہ بڑا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ صدقہ بڑا ہے جب کہ تو اس حالت میں صدقہ کرے کہ تو تندرست ہو، اور نفس میں کنجوسی ہو، (یعنی نفس خرچ کرنا نہ چاہتا ہو) ،تو تنگدستی سے ڈرتا ہو، اور مال داری کی آرزو لگائے ہوئے ہو، اور تو

صدقہ کرنے میں دیر نہ لگا، یہاں تک کہ جب روح گلے میں پہنچ گئی تو تو کہنے لگے کہ فلاں کو اتنا دے دو اور فلاں کو اتنا، حالانکہ اب تو وہ مال فلاں کا ہی ہو چکا ہے۔

یعنی تیرے سانس نکلتے ہی وہ مال تو دوسروں کے قبضے میں چلا جائے گا اور تیرے وارث اس کے مالک بن بیٹھیں گے، اس لئے اگر تو یہ چاہتا ہے کہ اس کا نفع تیری موت کے بعد تجھے ملے تو اپنی زندگی ہی میں اپنے ہاتھ سے راہ خدا میں خرچ کر۔

وصیت سے متعلقہ ایسے امور جن کی رعایت ضروری ہے

(۱) موصی کی وصیت میں تغیر وتبدل کرنا حرام ہے

اگر موصی کی وصیت شرعی تقاضوں کے مطابق ہو تو اس میں تغیر وتبدل کرنا حرام ہے۔ جب وصیت کرنے والا وصیت کر کے وفات پا جائے تو اس کے ورثاء اور وصی جس کو اس نے مختار بنایا ہے، پر ضروری ہے کہ اس کی وصیت کو شرعی اصول کے مطابق نافذ کریں اور جس کو جتنا دینا ہے اس کو دینے سے دریغ نہ کریں، جن لوگوں کے حق میں اس نے وصیت کی ہے مثلاً فقراء اور مساکین، یا دور کے رشتہ دار، یا کسی کار خیر میں مال کا صرف کرنا۔ ان کو تو معلوم نہیں کہ ہمارے حق میں کسی نے وصیت کی ہے یا نہیں، لیکن اب یہ ان لوگوں کی ذمہ داری ہے جن کے قبضہ میں مال ہے کہ وہ وصیت کے مطابق اس کی تقسیم کو یقینی بنائیں۔

اگر یہ لوگ وصیت کو چھپائیں گے، یا اس میں کمی بیشی کریں گے، یا اس میں تبدیلی کر دیں گے تو گناہ گار ہوں گے اور آخرت میں ان سے باز پرس ہوگی۔ قرآن کریم میں ربّ العالمین کا ارشاد ہے:

﴿ فَمَنْ م بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَا اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ، اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾ (البقرۃ: ۱۸۱)

پھر جو شخص اس وصیت کو سننے کے بعد اس میں کوئی تبدیلی کرے گا، تو اس کا گناہ ان لوگوں پر ہوگا جو اس میں تبدیلی کریں گے۔ یقین رکھو کہ اللہ (سب کچھ) سنتا جانتا ہے۔

علامہ ابوبکر جصاصؒ احکام القرآن میں لکھتے ہیں کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص وصیت کر کے مر جائے (اور ادائیگی کے لئے مال بھی چھوڑا ہو) تو اس کی آخرت کی ذمہ داری ختم ہوگئی، اب ذمہ داری وارثوں پر آ گئی، اگر انہوں نے ادائیگی نہ کی تو وہ لوگ گناہ گار ہوں گے، اور ان کا ادا نہ کرنا تبدیلی وصیت کی ایک صورت ہے۔

لیکن اگر وصیت میں ظلم کیا گیا ہو (مثلاً پورے مال ہی کی وصیت کر دی، یا ورثا کی اجازت کے بغیر تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کر دی) تو اُس وصیت کا بدل دینا واجب ہے۔

(۲) وصیت کا باطل ہونا

آدمی کو جو ایک تہائی مال میں وصیت کا حق دیا گیا ہے، اپنی زندگی میں اس کو یہ بھی حق حاصل رہتا ہے کہ اس وصیت میں کچھ تبدیلی کر دے یا بالکل ختم کر دے۔اس لئے کہ:

﴿ لِقَوْلِ عُمَرَؓ » يُغَيِّر الرَّجُل مَا شَاءَ فِيْ وَصِيَّتِهٖ ﴾

حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ: آدمی جو چاہے اپنی وصیت میں تبدیلی کر سکتا ہے۔

اسی طرح اگر اس کا مال ضائع ہو جائے، یا جس کے لئے وصیت کی ہو اس کا اس سے پہلے انتقال ہو جائے، یا اُس نے جو قید لگائی ہو وصیت کے اندر وہ پوری نہ ہو مثلاً یہ کہ اگر اس بیماری میں میرا انتقال ہو جائے تو اتنا فلاں کو دے دینا اور پھر وہ صحت یاب ہو گیا تو ان تمام صورتوں میں وصیت باطل ہو جائے گی۔

(۳) قرض کی ادائیگی

اگر کسی نے یہ وصیت کی کہ میرے مال میں سے فلاں فلاں جگہ اتنا مال خرچ کیا جائے، اور اس پر اتنا ہی قرض ہے جتنا کہ اس کے پاس مال ہے تو اس مال میں نہ تو وصیت نافذ ہوگی اور نہ ہی وراثت، بلکہ قرض ادا کیا جائے گا۔حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ تم لوگ اس آیت کی تلاوت کرتے ہو:

﴿ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ﴾ (النساء ١٢)

اس وصیت پر عمل کرنے کے بعد جو تم نے کی ہو، اور تمہارے قرض کی ادائیگی کے بعد۔

جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وصیت مقدم ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وصیت نافذ کرنے سے پہلے قرضے کی ادائیگی کا فیصلہ فرمایا ہے۔ (رواہ ابن ماجہ والترمذی)

(۴) وصیت کرنے میں فرائض کو مقدم کیا جائے

وصیت کرنے میں پہلے فرائض کو مقدم کیا جائے، مثلاً وصیت کرنے والے نے حج فرض ادا نہیں کیا تھا، یا اس کے ذمہ زکوٰۃ فرض تھی اور اس نے نہیں ادا کی، یا کفاراتِ واجبہ ہیں جن کی ادائیگی باقی ہے تو وصیت میں ان چیزوں کو مقدم کرے، اگر وصی نے ان چیزوں کو وصیت میں بعد میں ذکر کیا ہو تب بھی ان لوگوں پر جن کے قبضے میں اُس کا مال ہے ان پر

لازم ہے کہ وہ فرائض ااور واجبات کو مقدم کریں۔

(۵) وارث کے لئے وصیت کرنا جائز نہیں ہے

جو شخص مرنے والے کے ترکہ سے اپنا میراث کا حصہ پانے والا ہو اس کے لئے وصیت کرنا جائز نہیں ہے، ہاں اگر دوسرے ورثاء اجازت دے دیں تو جائز ہے، لیکن نابالغ وارث کی اجازت کا کوئی اعتبار نہیں، اگر وہ اجازت دے بھی دے تب بھی اس کے حصہ میں سے کچھ کم کرنا جائز نہیں ہے۔ حضرت ابی امامۃ؄ سے مروی ہے کہ:

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ، ويروى عن ابن عباسؓ مرفوعاً : لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ اِلَّا أَنْ يَّشَآءَ الْوَرَثَةَ ﴾ (مشکوٰۃ ص ۲۶۵)

پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: وارث کے لئے وصیت نہیں، اور حضرت ابن عباس؄ سے مرفوعاً مروی ہے کہ: وارث کے لئے وصیت نہیں مگر یہ کہ ورثاء اگر چاہیں (تو اجازت دے سکتے ہیں)۔

(۶) وصی کون ہو؟

''وصی'' ہر اس شخص کو بنایا جا سکتا ہے جو عاقل بالغ مسلمان ہو، نیک، دیانت دار، عادل اور شرعی مسائل سے واقف ہو، خاندان کا فرد ہو یا نہ ہو۔ (عالمگیری ج ۶ ص ۹۰، آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۵۰۸۔ ج ۷)

اگر موصی نے کسی کو وصی نہیں بنایا اور اس کا انتقال ہو گیا تو اس کے ورثاء کے اتفاق سے کسی بھی شخص کو وصی بنایا جا سکتا ہے، لیکن اگر ان میں سے کسی کے اندر بھی اس کی اہلیت نہ ہو تو پھر حاکم اس کی طرف سے وصیت نافذ کرے گا۔

(۷) کس چیز کی وصیت کرے؟

ایک مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے گھر والوں اور متعلقین کو عقیدہ توحید، تقویٰ، خوف خداوندی اور خشیت الٰہی اختیار کرنے، اس کی رحمت ومغفرت سے امید وابستہ کرنے، اور اُس کی عبادت، اطاعت اور احکام کی بجا آوری، فرائض و واجبات کی ادائیگی، حلال کا اہتمام اور حرام سے اجتناب، نفلی عبادات کے اہتمام، اور علماء وصلحاء کی مجالس میں شرکت کی وصیت کرے۔

بطور مثال وصیت نامہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

16/7/1440 ھجری

05/04/2019

أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى أَشْرَفِ الْأَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْن، مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ، وَالتَّابِعِيْنَ أَجْمَعِيْنَ. وَبَعْد:

میں محمد موسیٰ شاکر ......ولد......حاجی حضرت میر چوہانؒ.....عمر ۵۷ سال.....مسلک ...... اہل سنت والجماعت دیوبند...... پیشہ......امامت وخطابت درس وتدریس.....سکونت.....گلن روڈ شفیلڈ...... اپنی رب کی رحمت اور معافی کا طلب گار......بقائمی ھوش وحواس بغیر کسی جبر واکراہ اور کسی کی ترغیب کے وصیت لکھ رہا ہوں کہ:

﴿ اَنَا أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ﴾

میں اس بات کی شہادت و گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ اکیلا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں۔اور یہ کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

میں آپ ﷺ کے خلفاء راشدین، ازواج مطہرات آل بیت، اور تمام صحابہ کرامؓ کی عزت کرتا ہوں۔اور ہر قسم کی رسومات، شرک و بدعات سے نفرت کرتا ہوں، اور مرزائیوں کو چاہے اُن کا تعلق کسی بھی گروپ سے ہو کافر اور خارج از اسلام سمجھتا ہوں۔اور اپنے ورثاء کو وصیت کرتا ہوں کہ میرے ذمہ جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے بندوں کے حقوق واجب ہیں حسب حکم شریعت اُن کی ادائیگی کریں، جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

(۱) زکوٰۃ واجب الاداء کل قیمت رقم:........................

(۲) قضاء قربانی.......... اتنے سال................. کل قیمت رقم.................

(۳) روزے قضاء............اتنی تعداد................. فدیہ کل قیمت رقم............

(۴) حج فرض اگر ہوتو اُس کا حج بدل........................ کل خرچہ..................

(۵) قرض واجب الاداء............فلاں بن فلاں............ پتہ.................. کل رقم............

(۶) قرض واجب الوصول..........فلاں بن فلاں............ پتہ.................. کل رقم............

(۷) امانتیں واجب الاداء............فلاں بن فلاں...... پتہ............ کل رقم............

(۸) امانتیں واجب الوصول............فلاں بن فلاں...... پتہ............ کل رقم............

(۹) فدیہ عبادات .... کل رقم..................

(۱۰) دیگر اگر کچھ ذمہ ہو........................

(۱۱) تفصیل جائیداد.............................

(۱۲) تفصیل ترکہ سامان وغیرہ.................. مالیت............

(۱۳) نابالغ اولاد کی تعلیم وشادی کے لئے ....کل رقم..................

(۱۴) ضروری کاغذات کیا اور کہاں ہیں..

(۱۵) وصیت پر عمل کرانے والے کا نام..

(۱۶) نامکمل کام...................................

دستخط وصیت کنندہ..

ایک تہائی/حصہ ترکہ کے لئے وصیت

(۱) غریب رشتہ دار غیر وارث..................　کل رقم..................

(۲) مساجد..　کل رقم..................

(۳) مدرسہ..　کل رقم..................

(۴) فقراء ومساکین..............................　کل رقم..................

اس طرح تفصیل کے ساتھ ایک چاٹ بنالیا جائے۔

{مسئلہ} اگر وصیت کنندہ صحت مند ہوتو نماز روزوں کی قضاء خود زندگی ہی میں کرلے ورنہ پھر وصیت کرنا واجب ہوگا

{مسئلہ} اگر نماز، روزہ حج وغیرہ عبادات کا فدیہ اور خرچ 3/1 : مال سے زائد ہو جائے تو زائد کا ادا کرنا وارثوں پر واجب نہیں، ہاں سب کی اجازت ہوتو پھر درست ہے۔مگر نابالغ کی اجازت کا اعتبار نہیں۔ (بہشتی زیور)

{مسئلہ} اگر قرض ترکہ سے زائد ہو جائے تو بالغ اولاد ادائیگی کی کوشش کرے ورنہ قرض خواہوں سے معاف کرایا جائے۔

☆☆☆

موت کی یاد اور اُس کے لئے تیاری

خزاں ہو جائے گی یہ ایک دن تیری بہار آخر
ترے انجام کا اِک روز ہو جائے گا کار آخر
ملے گا خاک میں یہ عارضی عزّو وقار آخر
تجھے اِس مٹنے والی شے پہ کیوں ہے افتخار آخر
یہ تیرا خانۂ رنگین ، یہ تیرا بستر زرّیں
بفرشِ خاک سونا ہے تجھے زیرِ مزار آخر
اَرے خوش نہ ہو دوروزہ بہارِ عالم پر
نہ صیادِ اجل کا تا کجے ہوگا شکار آخر
بُتانِ گُل بدن تو جن پہ اپنی جان دیتا ہے
تری دنیا و دیں کی راہ میں بوئیں گے خار آخر
پئے دیں تجھ سے اِک تھوڑی سی محنت بھی نہیں ہوتی
پئے دنیا فدا کار اور تو ہے جاں نثار آخر
جہاں رہنا ہمیشہ ہے ، وہاں کا بھی تو ساماں کر
اَرے تا کے یہ عیش وعشرتِ ناپائیدار کر
کہے دیتا ہوں لے اَب صاف یہ بے دینیاں تیری
کریں گی تجھ کو خوار آخر، کریں گی تجھ کو خوار آخر
نہ سمجھے گا خدا کو اور نبی کو بھی مسیحا گر
تو پھر اَے بدگماں، کس کا کرے گا اعتبار آخر

{خواجہ مجذوبؒ}

قارئین کرام:

عارف وہ ہے جو ہمیشہ موت کو یاد کرتا ہو،موت کے ذکر میں بڑی فضیلت اور ثواب ہے،اور جس چیز کا بار بار ذکر نہ ہو اس کی صحیح طریقے پر تیاری نہیں ہوسکتی ، اور بار بار ذکر اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک موت کو یاد دلانے والی باتیں سننے پر دھیان نہ دیا جائے ۔جس شخص نے موت کا ذائقہ چکھنا ہو، اور اس کی آرام گاہ قبر ہو، جسے منکیر نکیر کے سوالات کا سامنا کرنے پڑے،جس کا واسطہ سانپ بچھو اور کیڑے مکوڑوں سے پڑنا ہو، قیامت کے دن میدانِ حشر میں حساب وکتاب دینا ہو،اور جس کا آخری ٹھکانہ جنت یا دوزخ بننا ہو تو اس کے لئے تو اس کے علاوہ کوئی دوسری بات مناسب ہی نہیں کہ وہ صرف موت کا ذکر کرے،موت کی تیاری کرے،اپنے آپ کو مردہ اور قبر میں لیٹا ہوا تصور کرے ۔سفر کا وقت آپہنچا ہے، زندگی مختصر ہوتی جارہی ہے،کوچ کا نغارہ بجنے والا ہے لیکن لوگ اس سے غافل ہیں:

بس اب مرنے کو ہے جاگے گا تو کیا حشر کے دن کو
تجھے کس وقت کا اب رہ گیا ہے انتظار آخر

﴿ اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ﴾ (پ۱۷:الانبیاء آیت۱)

لوگوں کے لئے ان کے حساب کا وقت قریب آپہنچا ہے، اور وہ ہیں کہ غفلت کی حالت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ ﴾

عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کو دبائے اور موت کے بعد کی زندگی کے لئے عمل کرے۔

لوگ تین طرح کے ہوتے ہیں:

(۱) بعض تو وہ ہوتے ہیں کہ جو دنیا کی محبت ،اس کے مکر وفریب اور اس کی شہوات میں غرق ہوتے ہیں۔جن کی زبانوں پر موت کا ذکر اور دلوں میں موت کا خیال نہیں آتا،اگر ان کے سامنے موت کا ذکر کیا جائے تو وہ اسے ناپسند کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں،حالانکہ دنیا کی زندگی تو محض ایک دھوکہ ہے۔ربّ العالمین کا ارشاد ہے:

﴿ اِعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَزِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ

كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُونُ حُطَامًا وَفِي الآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَغْفِرَةٌ مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ، وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ ﴾ (الحدید: ۲۰)

خوب سمجھ لو کہ اس دنیا والی زندگی کی حقیقت بس یہ ہے کہ وہ نام ہے کھیل کود کا، ظاہری سجاوٹ کا، تمہارے ایک دوسرے پر فخر جتانے کا، اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرنے کا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک بارش جس سے اُگنے والی چیزیں کسانوں کو بہت اچھی لگتی ہیں، پھر وہ اپنا زور دکھاتی ہیں، پھر تم اس کو دیکھتے ہو کہ زرد پڑ گئی ہے، پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے۔ اور آخرت میں (ایک تو) سخت عذاب ہے اور (دوسرے) اللہ کی طرف سے بخشش ہے، اور خوشنودی......اور دنیا والی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

ایسے لوگوں کے بارے میں ربّ العالمین ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ (الجمعۃ: ۸)

فرما دیجئے کہ! جس موت سے تم بھاگتے ہو، وہ تم سے آ ملنے والی ہے، پھر تمہیں اُس (اللہ) کی طرف لوٹایا جائے گا جسے تمام پوشیدہ اور کھلی ہوئی باتوں کا پورا علم ہے، پھر وہ تمہیں بتائے گا کہ تم کیا کچھ کرتے تھے۔

ارے او رُوسیاہ کس منہ سے اور کیا لے کے جائے گا
تجھے ہونا ہے پیش اک روز پیشِ کردگار آخر

(۲) بعض وہ ہوتے ہیں جو موت کا ذکر کثرت سے کرتے ہیں اور کسی گناہ کے سرزد ہونے پر ابتداءً توبہ کر لیتے ہیں، اور انہیں بعض اوقات اس لئے موت سے خوف آتا ہے اور اس کے نتیجے میں وہ موت کو ناپسند کرتے ہیں کہ کہیں ہماری توبہ کی تکمیل سے پہلے ہی ہماری موت واقع نہ ہو جائے، اور ہم اللہ کی ملاقات سے محروم نہ رہ جائیں ایسے لوگ موت کو ناپسند کرنے میں معذور ہیں اور ان کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اپنے رب سے ملنا پسند نہیں کرتے، بلکہ وہ ملاقات سے محرومی کے ڈر ہی کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں ورنہ یہ بھی پہلی ہی قسم میں داخل ہو جائیں۔

(۳) اور تیسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو انتہائی معرفت رکھتے ہیں، اور عارف وہ ہے جو ہمیشہ موت کو یاد کرتا ہو، اور

اس کو ہر وقت اس بات کا انتظار ہو کہ کب موت آئے گی۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ :

﴿ اَلْمَوْتُ تُحْفَةُ الْمُؤْمِنِ ﴾ (موت سب سے بڑا تحفہ ہے مومن کے لئے) اور کیوں ہے وہ تحفہ اس کی وجہ بھی حدیث میں بیان فرمائی گئی ہے:

﴿ اَلْمَوْتُ جَسْرٌ يَصِلُ الْحَبِيْبُ اِلَى الْحَبِيْبِ ﴾

موت ایک پُل ہے جس سے گزر کر آدمی اپنے حبیب سے جا ملتا ہے۔

تو محبوب حقیقی سے ملنا عین خوشی کی چیز ہے اس لئے عارفین کو اس کی تمنا ہوتی ہے کہ کب موت آئے گی اور ہم موت کا پُل کراس کر کے اپنے محبوب سے ملیں گے۔ تو موت کی تمنا فی الحقیقت ولایت کی علامت بتلائی گئی ہے اسی لئے یہود نے جب یہ دعویٰ کیا کہ ہم اولیاء اللہ ہیں، تو قرآن کریم نے یہ دعویٰ کیا کہ:

﴿ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ (الجمعة :پ۲۸:٦)

(اے پیغمبر! ان سے) کہو کہ : اے لوگو جو یہودی بن گئے ہو! اگر تمہارا دعویٰ یہ ہے کہ سارے لوگوں کو چھوڑ کر تم ہی اللہ کے دوست ہو، تو موت کی تمنا کرو، اگر تم سچے ہو۔

اس لئے کہ موت ہی واسطہ ہے اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا، موت نہ ہو تو بندہ اللہ تک کیسے پہنچے؟ تو موت ذریعہ ہے وصول الی اللہ کا۔ اس لئے موت تحفہ بھی ہے، نعمت بھی ہے اور واسطہ بھی، اس لئے فرمایا کہ موت کی تمنا کرنا ولایت کی علامت ہے۔ اور اولیاء اللہ دن رات موت کی تمنا میں رہتے ہیں۔ اور ان کی زبان پر تو یہ رہتا ہے: ۔

خرم آں روز کزیں منزلِ ویراں برویم　　راحتِ جاں طلبم وز پئے جاناں برویم
نذر کردم کہ اگر آید بسر زیں غم روزے　　تا در میکدہ شاداں وغزل خواں برویم

وہ کونسا مبارک دن ہوگا کہ اس اجڑے ہوئے دیار کو ہم چھوڑیں گے، اور شہرِ مطلوب میں پہنچیں گے، جہاں اللہ سے ہمارا رابطہ قائم ہوگا۔ خدا کرے کہ وہ ساعت جلد آئے۔

تو اولیاء اللہ کے دل میں تو موت کی تمنا اور تڑپ رہتی ہے۔ (خطبات حکیم الاسلام)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ تُحْفَةُ الْمُؤْمِنِ الْمَوْتِ ﴾

موت مومن کا تحفہ ہے۔اور موت کو مومن کے لئے تحفہ اس لئے قرار دیا گیا ہے کہ ایک دوسری حدیث میں پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ أَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ ﴾

کہ دنیا مؤمن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت ہے۔

جب تک مومن دنیا کے قید خانہ میں رہتا ہے تو اسے نفس و شیطان سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے اور خواہشات وشہوات کے مقابلے کے لئے اسے طرح طرح کی مشقتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں، موت اسے اس عذاب سے چھٹکارا دلاتی ہے۔ اس لئے یہ موت مومن کے لئے تحفہ بن جاتی ہے کہ وہ اسے ان تمام پریشانیوں سے نجات دلاتی ہے۔

☆ امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہ ؓ سے مروی ہے کہ میں نے پیارے پیغمبر ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا کوئی شخص شہداء کے ساتھ بھی اٹھے گا؟ فرمایا! ہاں: وہ شخص جو دن و رات میں بیس مرتبہ موت کا ذکر کرے۔

موت کی یاد کی فضیلت اس لئے ہے کہ اس سے آدمی دنیا سے علیٰحدگی اختیار کر کے آخرت کے لئے تیاری کرتا ہے اور موت سے غفلت دنیاوی شہوات اور لہو ولعب میں مبتلا کرتی ہے۔اس لئے پیارے پیغمبر ﷺ نے موت کو یاد کرنے کا حکم دیا تا کہ تمہارا دل دنیاوی شہوات سے اعراض کر کے اللہ کی طرف متوجہ ہو۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ أَكْثِرُوْا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتِ ﴾ (مشکوٰۃ: کتاب الجنائز:احیاء العلوم ص۶۶۸)

لوگو موت کو یاد کرو اور اس کا کثرت سے ذکر کرو جو دنیا کی لذتوں کو ختم کر دینے والی ہے۔

ایک حدیث میں پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ لَوْ تَعْلَمُ الْبَهَائِمَ مِنَ الْمَوْتِ مَا يَعْلَمُ اِبْنُ آدَمَ مَا أَكَلْتُمْ مِنْهَا سَمِيْنًا ﴾ (بیہقی)

اگر بہائم موت کے بارے میں وہ باتیں جان لیں جو تم جانتے ہو تو ان میں سے کوئی (فربہ،موٹا تازہ) جانور نہ کھاؤ۔

☆ حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ موت کا کثرت سے ذکر کرو، اس

لئے کہ وہ گناہوں کو مٹا دیتی ہے، اور دنیا میں زاہد بناتی ہے۔ (ابن ابی الدنیا)

☆ ایک مرتبہ پیارے پیغمبر ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے، آپ ﷺ نے دیکھا وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہنس رہے ہیں اور باتیں کر رہے ہیں، آپ ﷺ نے ارشادفرمایا: موت کا ذکر کرو، بخدا جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر تم وہ باتیں جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنسو اور زیادہ روؤ۔ (ابن ابی الدنیا)

☆ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ میں عشرہ کی دسویں کو پیارے پیغمبر ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ایک انصاری شخص نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ! لوگوں میں سب سے زیادہ عقلمند اور سب سے زیادہ بزرگ کون ہے؟ فرمایا: جو شخص موت کا زیادہ ذکر کرتا ہو اور موت کے لئے زیادہ تیاری کرتا ہو وہی عقلمند ہے، اور وہی دنیا کا شرف اور بزرگی حاصل کئے ہوئے ہے۔ (ابن ماجہ:ابن ابی الدنیا)

☆ حضرت صفیہؓ روایت فرماتی ہیں کہ ایک عورت نے امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہؓ سے اپنے دل کی سختی کا ذکر کیا تو امّ المؤمنینؓ نے فرمایا: کہ موت کو کثرت سے یاد کر، تیرا دل نرم ہو جائے گا، چنانچہ اس عورت نے آپ کی ہدایت پر عمل کیا اور اس کا دل نرم ہو گیا۔

☆ حضرت داؤد علیہ السلام کی موت اور قیامت کے ذکر سے یہ کیفیت ہوتی کہ جسم کے جوڑ جوڑ اکھڑ جاتے، پھر جب رحمت الٰہی کا ذکر ہوتا تو تب اپنی حالت پر واپس آتے۔

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے موت کا ذکر ہوتا تو خوف کی وجہ سے جلد پھٹ جاتی اور خون بہنے لگتا۔

☆ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی ایسا دانا نہیں دیکھا جو موت سے خوف زدہ اور دل گرفتہ نہ ہو۔

☆ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ ہر شب فقہاء کو جمع کرتے، اور سب مل کر موت، قیامت اور آخرت کا ذکر کرتے، اور اس طرح روتے جیسے ان کے سامنے کوئی جنازہ رکھا ہو۔

ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے کسی عالم سے نصیحت کی درخواست کی، انہوں نے کہا کہ تم پہلے خلیفہ نہیں ہو جن پر موت آئے گی بلکہ تم سے پہلے خلفاء بھی موت سے ہمکنار ہو چکے ہیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے فرمایا: کچھ اور بھی کہیئے، فرمایا: تمہارے آباؤ واجداد میں حضرت آدم علیہ السلام تک کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس نے موت کا ذائقہ نہ چکھا ہو؟ اور اب تمہاری باری ہے، حضرت عمر بن عبد العزیزؒ اس عالم کی یہ بات سن کر رونے لگے۔ (احیاء العلوم ص۶۶۹: ج۴)

☆ حضرت کعبؒ فرماتے ہیں جو شخص موت کی معرفت رکھتا ہے اس پر دنیا کے مصائب اور اس کی پریشانیاں آسان ہو جاتی ہیں۔

☆ اشعثؒ کہتے ہیں کہ ہم جب بھی حضرت حسن بصریؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو وہ دوزخ موت اور آخرت کا ذکر کرتے ہوئے ملتے۔

دل میں موت کی یاد راسخ کرنے کا طریقہ:

موت کی یاد دل میں راسخ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بندہ اپنے دل کو موت کی یاد کے علاوہ ہر شئی سے فارغ کر لے اور ہر وقت یہ خیال کرے کہ موت اس کے سامنے موجود ہے، جیسے کوئی مسافر اگر کوئی خطرناک وادی طے کر رہا ہو، یا سمندر کے سینہ پر محو سفر ہو تو اس کی تمام تر توجہ سفر پر رہتی ہے، اس طرح سے موت کی یاد اس کے لئے مفید ہوگی اور اس پر اثر انداز ہوگی۔ موت کی یاد کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ان لوگوں کے بارے میں سوچے جو اس کے ہم عصر، ہم سفر، اور ہمسر تھے اور اب موت کی آغوش میں چلے گئے ہیں۔ ان کی موت کا تصور کرے کہ وہ بھی میری طرح زندہ وجود کے مالک تھے، حسن وجمال کے مالک تھے، ان کے بھی بیوی اور بچے تھے، خوشحال تھے، کاروبار کرتے تھے، بڑے بڑے عہدوں کے مالک تھے، بڑی بڑی محفلیں سجاتے تھے، قہقہے بکھیرتے تھے، اپنے مال واسباب، قبیلہ وخاندان، جتھے اور جماعت پر نازاں تھے۔ بڑی لمبی برسوں پر محیط پلاننگ کیا کرتے تھے، مگر موت سے غافل تھے اور لہو ولعب میں مشغول تھے۔ لیکن آج وہ خاک کے بستر پر محو خواب ہیں، مٹی نے ان کے تمام مناصب اور مراتب مٹا دیئے ہیں، ان کا حسن وجمال مسخ ہو چکا ہے، ان کے جسم کے تمام اعضاء اور جوڑ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو کر مٹی میں بکھر گئے ہیں، ان کے بچے یتیم اور بیویاں بیوہ ہو چکی ہیں، مال و جائیدادیں دوسروں کے ہاتھوں میں چلی گئیں ہیں، محافل میں اب ان کا ذکر اس طرح سے بھلا دیا گیا ہے کہ گویا ان کا وجود کبھی تھا ہی نہیں۔ ان کے قہقہے خاک میں مل گئے، ان کی زبانیں کیڑوں کی خوراک بن گئیں، ان کے چمکتے دانت خاک میں مل گئے اور ان کے برسوں کے خواب اور منصوبے پل بھر میں چکنا چور ہو گئے ہیں۔

جہاں در اصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی
بس اتنی سی حقیقت ہے، فریب خواب ہستی کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

میری غفلت کا عالم بھی ویسا ہی ہے جیسا ان کا تھا اچانک میرے سامنے بھی موت کا فرشتہ آ پہنچے گا اور میرا انجام بھی ویسا ہی ہوگا جیسا ان کا ہوا۔ جب بھی دل میں کسی اچھی چیز کا خیال پیدا ہو تو یہ سوچ لو کہ ایک دن تمہیں اس سے جدا ہونا پڑے گا۔ اس طرح یہ امید کی جاسکتی ہے کہ انسان موت کی تیاری کرے گا اور دنیا کے فریب سے کنارہ کش ہوگا۔

حضرت ابو درداءؓ سے مروی ہے کہ جب مرنے والوں کا ذکر ہو تو اپنے آپ کو مردوں میں شمار کر۔
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ سعادت مند وہ ہے جو دوسروں سے عبرت پکڑے۔
(احیاء العلوم ص ۶۷۰: ج ۴)

دنیا کی محبت (طولِ اَمَل، لمبی امیدیں باندھنے) کے اسباب اور طریق علاج

پیارے پیغمبر ﷺ نے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے فرمایا:

﴿ اِذَا أَصْبَحْتَ فَلَا تُحَدِّثْ نَفْسَکَ بِالْمَسَآءِ ، وَاِذَا أَمْسَيْتَ فَلَا تُحَدِّثْ نَفْسَکَ بِالصَّبَاحِ ، وَخُذْ مِنْ حَيَاتِکَ لِمَوْتِکَ ، وَمِنْ صِحَّتِکَ لِسُقْمِکَ ، فَاِنَّکَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ لَا تَدْرِیْ مَا اِسْمُکَ غَدًا ۔ ﴾ (ابن حبان)

جب تو صبح کرے تو اپنے نفس سے شام کا ذکر نہ کر، اور اگر شام کرے تو صبح کا ذکر نہ کر، اور اپنی موت کے لئے اپنی زندگی سے کچھ لے، اور اپنے مرض کے لئے اپنی صحت سے کچھ لے، اس لئے کہ اے عبداللہ! تجھے یہ معلوم نہیں آنے والے کل میں تیرا نام کیا ہوگا۔

کوچ ہاں اے بے خبر ہونے کو ہے .... تا بہ کہ غفلت سَحر ہونے کو ہے
باندھ لے توشہ، سفر ہونے کو ہے .... ختم ہر فرد بشر ہونے کو ہے
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے .... کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ روایت فرماتے ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّ أَشَدَّ مَا أَخَافُ عَلَيْکُمْ خَصْلَتَانِ ، اِتِّبَاعُ الْهَوَى ، وَطُوْلُ الْأَمَلِ ، فَاَمَّا اِتِّبَاعُ الْهَوَى فَاِنَّهٗ يَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ، وَأَمَّا طُوْلُ الْأَمَلِ فَاِنَّهُ الْحُبُّ لِلدُّنْيَا، ثُمَّ قَالَ: أَلَا اِنَّ ا للّٰهَ تَعَالٰى يُعْطِیْ الدُّنْيَا مَنْ يُّحِبُّ وَيَبْغُضُ ، وَاِذَا أَحَبَّ عَبْدًا أَعْطَاهُ الْاِيْمَانَ أَلَا اِنَّ لِلدِّيْنِ اَبْنَآءً ، وَلِلدُّنْيَا أَبْنَآءً ،فَكُوْنُوْا مِنْ أَبْنَاءِ الدِّيْنَ، وَلَا تَكُوْنُوْا مِنْ أَبْنَاءِ الدُّنْيَا، أَلَا اِنَّ الدُّنْيَا قَدِ ارْتَحَلَتْ مُوَلِّيَةً، أَلَا اِنَّ الْاٰخِرَةَ قَدِ ارْتَحَلَتْ مُقْبِلَةً، أَلَا

وَاِنَّكُمْ فِيْ يَوْمِ عَمَلٍ لَيْسَ فِيْهِ حِسَابٌ ، أَلَا وَاِنَّكُمْ تُوْشَكُوْنَ فِيْ يَوْمِ حِسَابٍ لَيْسَ فِيْهِ عَمَلٌ ۔ ﴾ (ابن ابی الدنیا)

سب سے زیادہ مجھے تم پر دو خصلتوں کا خوف ہے، ایک اتباع ہویٰ کا اور دوسرے طول اَمل کا۔ اتباع ہویٰ (آدمی کو) راہ حق سے روک دیتی ہے اور طول اَمل کے معنیٰ ہیں دنیا کی محبت (اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا): آگاہ رہو! اللہ تعالیٰ ہر شخص کو دنیا عطا کرتا ہے خواہ اس سے محبت کرتا ہو یا نفرت کرتا ہو، اور جب کسی شخص سے محبت کرتا ہے تو اسے ایمان عطا کرتا ہے، آگاہ رہو! کچھ لوگ دین کے بیٹے ہیں اور کچھ دنیا کے بیٹے ہیں، تم دین کے بیٹوں میں سے ہوجاؤ، دنیا کے بیٹوں میں سے مت بنو، آگاہ رہو! دنیا پیٹھ پھیر کر رخصت ہو چکی ہے، آگاہ رہو! آخرت سامنے چلی آرہی ہے، تم آج عمل کے دن میں ہو اس میں کوئی حساب نہیں ہے، عنقریب تم حساب کے دن میں ہو گے اس میں کوئی عمل نہیں ہوگا۔

☆ امّ المنذر فرماتی ہیں کہ ایک شام پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اے لوگو! کیا تم اللہ سے شرم نہیں کرتے؟ لوگوں نے عرض کیا وہ کیا ہے یا رسول اللہ! فرمایا: تم ایسی چیزیں جمع کرتے ہو جو کھاتے نہیں ہو، اور ان چیزوں کی آرزو کرتے ہو جو حاصل نہیں کرتے، اور ایسے مکانات تعمیر کرتے ہو جن میں رہتے نہیں ہو۔ (ابن ابی الدنیا)

☆ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضرت اسامہ بن زیدؓ نے حضرت زید ابن ثابتؓ سے ایک مہینے کے وعدے پر ایک باندی خریدی میں نے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کیا تمہیں اُسامہ پر حیرت نہیں ہوتی جس نے ایک مہینے کے وعدے پر باندی کی خریداری کی ہے۔ بلاشبہ اُسامہ طول اَمل رکھتا ہے، اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں نے جب بھی آنکھیں کھولیں اس گمان کے ساتھ کھولیں کہ پلکیں بند کرنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ میری روح قبض کر لے گا۔ اور جب بھی میں نے آنکھیں اوپر اٹھائیں یہ سوچ کر اٹھائیں کہ انہیں نیچے کرنے سے پہلے ہی میری روح قبض کر لی جائے گی، اور میں نے جب بھی کوئی نوالہ اٹھایا اس خیال کے ساتھ اٹھایا کہ اس کے نگلنے سے پہلے موت آجائے گی، اس کے بعد فرمایا: کہ اے اولاد آدم! اگر تم عقل رکھتے ہو تو تمہیں اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرنا چاہئے۔ اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ آنے والی ہے اور تم اُسے عاجز نہ کرسکو گے۔
(ابن ابی الدنیا، طبرانی، بیہقی)

☆ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت الخلاء (باتھ روم) سے نکلتے ہی تیمم

فرما لیتے ، میں آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کرتا یا رسول اللہ ! ﷺ پانی آپ سے قریب ہے ، آپ ﷺ ارشاد فرماتے کون جانتا ہے میں پانی تک پہنچ بھی سکوں گا یا نہیں۔ (ابن المبارک ، ابن ابی الدنیا)

☆ حضرت معاذ بن جبلؓ سے جب پیارے پیغمبر ﷺ نے اُن کے ایمان کی حقیقت دریافت کی تو انہوں نے عرض کیا کہ میں نے کوئی قدم ایسا نہیں رکھا کہ یہ گمان کیا ہو کہ اب اس کے بعد دوسرا قدم رکھ سکوں گا۔ (ابونعیم فی الحلیۃ)

☆ اسود حبشیؒ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ وہ رات کو نماز پڑھتے تھے اور اِدھر اُدھر دیکھتے تھے ، کسی نے ان سے کہا کہ آپ یہ کیا کرتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: میں یہ دیکھتا ہوں کہ ملک الموت کس طرف سے آ رہے ہیں۔

☆ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا کرتے تھے ، وہ لوگ کہاں گئے جن کے چہرے روشن اور خوب صورت تھے ، جنہیں اپنی جوانی پر غرور تھا ، وہ بادشاہ کہاں رخصت ہو گئے جنہوں نے بڑے بڑے شہر آباد کئے اور ان کے ارد گرد بلند و بالا دیواریں کھڑی کیں ، وہ لوگ کہاں چلے گئے جو میدان جنگ میں دشمنوں پر غلبہ پاتے تھے ، زمانے نے انہیں شکست دے دی ، اب وہ قبر کی تاریکیوں کا حصہ بن گئے ہیں ، اس لئے جلدی کرو اور اپنے لئے نجات کا وسیلہ ڈھونڈو۔

قیصر و سکندر و جم چل بسے............زال و سہراب و رستم چل بسے

کیسے کیسے شیر و ضغیم چل بسے............سب دکھا کر اپنا دَم خم ، چل بسے

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے............کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

☆ ابو زکریا سلیمان التیمی کہتے ہیں کہ سلیمان ابن عبد الملک ایک دفعہ مسجد حرام میں بیٹھے ہوئے تھے اسی دوران کوئی شخص ایک پتھر لے کر آیا جس پر کچھ عبارت کندہ تھی ، انہوں نے ایک ایسے شخص کو طلب کیا جو یہ عبارت پڑھ کر سنا سکے ، چنانچہ وہب ابن منبہ نے اس پتھر پر لکھی ہوئی یہ عبارت سنائی :

اے ابن آدم ! اگر تجھے معلوم ہو جائے کہ موت کس قدر قریب ہے تو تو طول امل کو ترک کر دے ، اور کثرتِ عمل کی طرف راغب ہو ، اپنی حرص اور حیلے کم کر دے ، اگر تیرے قدموں نے لغزش کھائی تو تجھے آنے والے کل میں ندامت کا سامنا کرنا ہو گا ، تیرے گھر والے اور خدم و حشم تجھے قبر کے حوالے کر دیں گے ، تیرے والد اور قریبی عزیز تجھ سے جدا ہو جائیں گے ، تیرے بیٹے اور داماد تجھے چھوڑ دیں گے ، پھر نہ تجھے دنیا میں واپس آنے کا موقع ملے گا اور نہ تیرے اعمال میں زیادتی ہو گی ، تجھے حیرت اور ندامت سے پہلے قیامت کے لئے عمل کرنا چاہئے ۔ یہ عبارت سن کر سلیمان ابن عبد الملک بہت روئے۔ (احیاء العلوم ص ۴۷۶ ، ج ۴)

موت سے غفلت کے اسباب اور اس کا علاج

موت سے غفلت کے دو سبب ہیں ایک دنیا سے محبت اور دوسری جہالت ،انسان کی یہ فطرت ہے کہ وہ ہمیشہ جھوٹی آرزوؤں میں مبتلا رہتا ہے، اور ایسی چیز کی تمنا کرتا ہے جو اس کی مراد کے موافق ہو جیسے مال بیوی ، بچے، گھر دوست واحباب ، اور ساز و سامان وغیرہ اور ان میں اس قدر مستغرق رہتا ہے کہ موت سے غافل بن جاتا ہے۔اور اگر کبھی دل میں مرنے کا خیال آتا بھی ہے تو ٹال مٹول سے کام لیتا ہے، اور اپنے نفس کو تسلی دیتا رہتا ہے کہ ابھی تو بہت وقت پڑا ہے جوان ہو جاؤں تو توبہ کر لوں گا، جوانی آتی ہے تو توبہ کو اور موت کی تیاری کو بڑھاپے کی طرف ٹال دیتا ہے کہ ابھی تو جوانی ہے بہت سے کام کرنے ہیں بڑھاپا آتے ہی توبہ کر لیں گے اور موت کی تیاری شروع کر دیں گے، بڑھاپا آتا ہے تو پھر ٹالتا رہتا کہ بچوں کی شادی سے فارغ ہو جاؤں، گھر کی تعمیر ہو جائے ،فلاں سفر سے واپسی ہو جائے ،فلاں دشمن سے نمٹ لوں پھر توبہ کر لوں گا، اور یوں تاخیر پہ تاخیر کرتا چلا جاتا ہے، دنیا کے کام ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتے ۔

موت کے فرشتے کا آپہنچنا

یہاں تک کہ موت کا فرشتہ آپہنچتا ہے تو اس وقت پھر حسرت کرتا ہے کہ اے کاش مجھے تھوڑا سا وقت مل جائے تاکہ میں توبہ کر لوں صدقہ اور خیرات اور دیگر اعمال خیر کے ذریعہ سے اپنی نیکیوں میں اضافہ کر کے صالحین میں سے بن جاؤں ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿حَتّٰى إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ۔ لَعَلِّيْ أَعْمَلُ صَالِحاً فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِنْ وَّرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ۔ فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَاءَلُوْنَ﴾ (المؤمنون 101)

یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی پر موت آ کھڑی ہوگی تو وہ کہے گا کہ: میرے پروردگار! مجھے واپس بھیج دیجئے۔تاکہ جس دنیا کو میں چھوڑ آیا ہوں، اس میں جا کر نیک عمل کروں ۔ ہرگز نہیں! یہ تو ایک بات ہی بات ہے جو وہ زبان سے کہہ رہا ہے، اور ان (مرنے والوں) کے سامنے عالم برزخ کی آڑ ہے جو اس وقت تک قائم رہے گی جب تک ان کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے ۔ پھر جب صور پھونکا جائے گا تو اُس دن نہ ان کے درمیان رشتے ناتے باقی رہیں گے، اور نہ کوئی کسی کو پوچھے گا۔چنانچہ اکثر لوگوں کو اس ٹال مٹول کی بناء

پر دوزخ کا عذاب دیا جائے گا، اور وہ چیخ چیخ کر کہیں گے ہائے افسوس ہم نے توبہ میں تاخیر کی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لاَ يُبْخَسُونَ۔ أُوْلَئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الآخِرَةِ إِلاَّ النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُواْ فِيهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُواْ يَعْمَلُونَ {16}﴾ (هود).

جو لوگ (صرف) دنیا کی زندگی اور اُس کی سج دھج چاہتے ہیں، ہم ان کے اعمال کا پورا پورا صلہ اسی دنیا میں بھگتا دیں گے، اور یہاں ان کے حق میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں دوزخ کے سوا کچھ نہیں ہے، اور جو کچھ کارگزاری انہوں نے کی تھی، وہ آخرت میں بیکار ہو جائے گی، اور جو عمل وہ کر رہے ہیں، (آخرت کے لحاظ سے) کالعدم ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلَاقِيكُمْ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَى عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ (الجمعه:۸)

کہو کہ: جس موت سے تم بھاگتے ہو، وہ تم سے آملنے والی ہے، پھر تمہیں اُس (اللہ) کی طرف لوٹایا جائے گا جسے تمام پوشیدہ اور کھلی ہوئی باتوں کا پورا علم ہے، پھر وہ تمہیں بتائے گا کہ تم کیا کچھ کیا کرتے تھے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿أَفَرَأَيْتَ إِن مَّتَّعْنَاهُمْ سِنِينَ۔ ثُمَّ جَاءَهُم مَّا كَانُوا يُوعَدُونَ۔ مَا أَغْنَى عَنْهُم مَّا كَانُوا يُمَتَّعُونَ﴾ (الشعراء207)

بھلا بتاؤ اگر ہم کئی سال تک انہیں عیش کا سامان مہیا کرتے رہیں۔ پھر وہ (عذاب) ان کے اوپر آ کھڑا ہو جس سے انہیں ڈرایا جا رہا ہے۔ تو عیش کا جو سامان ان کو دیا جاتا رہا وہ انہیں (عذاب کے وقت) کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے۔؟

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الأَرْضِ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ أُوْتُواْ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنِ اتَّقُوْا اللّٰهَ وَإِنْ تَكْفُرُواْ فَإِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الأَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيّاً حَمِيْداً﴾ (النساء 131)

اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے، ہم نے تم سے پہلے اہل کتاب کو بھی اور تمہیں بھی یہی تاکید کی ہے کہ اللہ سے ڈرو، اور اگر تم کفر اپناؤ گے تو (اللہ کا کیا نقصان ہے؟ کیونکہ) آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے اللہ ہی کا ہے، اور اللہ ہر ایک سے بے نیاز اور بذاتِ خود لائقِ تعریف ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُوْنَ﴾ (الحدید)

جو لوگ ایمان لے آئے ہیں، کیا ان کے لئے اب بھی وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کے لئے اور جو حق اترا ہے، اس کے لئے پسیج جائیں؟ اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ بنیں جن کو پہلے کتاب دی گئی تھی، پھر اُن پر ایک لمبی مدت گزر گئی، اور ان کے دل سخت ہو گئے، اور (آج) اُن میں سے بہت سے نافرمان ہیں؟۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مَّنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَذْمُوْماً مَّدْحُوْراً﴾ (الإسراء 18)

جو شخص دنیا کے فوری فائدے ہی چاہتا ہے تو ہم جس کے لئے چاہتے ہیں، جتنا چاہتے ہیں، اسے یہیں پر

جلدی دے دیتے ہیں، پھر اس کے لئے ہم نے جہنم رکھ چھوڑی ہے جس میں وہ ذلیل وخوار ہو کر داخل ہوگا۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَآ أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْماً لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْئاً إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ﴾ (لقمان)

اے لوگو! اپنے پروردگار (کی ناراضگی) سے بچو، اور ڈرو اُس دن سے جب کوئی باپ اپنے بیٹے کے کام نہیں آئے گا، اور نہ کسی بیٹے کی یہ مجال ہوگی کہ وہ اپنے باپ کے ذرا بھی کام آجائے، یقین جانو کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے، اس لئے ایسا ہرگز نہ ہونے پائے کہ یہ دنیوی زندگی تمہیں دھوکے میں ڈال دے، اور ایسا ہرگز نہ ہونے پائے کہ وہ (شیطان) تمہیں اللہ کے معاملے میں دھوکے میں ڈال دے جو سب سے بڑا دھوکے باز ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَآ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ﴾ (فاطر)

اے لوگو! یقین جانو کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ اس لئے ایسا ہرگز نہ ہونے پائے کہ یہ دنیوی زندگی تمہیں دھوکے میں ڈال دے، اور ایسا ہرگز نہ ہونے پائے کہ وہ (شیطان) تمہیں اللہ کے معاملے میں دھوکے میں ڈال دے جو سب سے بڑا دھوکے باز ہے۔

﴿ وَعَنْ كَعْب بن عياضؓ قال:سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ فِتْنَةٌ وَفِتْنَةُ أُمَّتِيْ أَلْمَالُ ﴾

(رواه الترمذي وقال حديث حسن صحيح وابن حبان في صحيحه والحاكم وقال صحيح).

حضرت کعب بن عیاضؓ سے مروی ہے کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ ہر امت کے لئے کوئی نہ کوئی فتنہ ہوتا ہے، اور میری امت کا فتنہ مال ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ: دنیا ایک ایسے کپڑے کی طرح ہے جو شروع سے آخر تک پھٹ گیا ہو اور صرف ایک دھاگہ باقی رہ گیا ہو، عجب نہیں کہ یہ دھاگہ بھی ٹوٹ جائے۔ (ابن ابی الدنیا)

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ جب خطبہ کے دوران قیامت کا ذکر فرماتے تو آپ ﷺ کی آواز بلند ہو جاتی، رخسار مبارک سرخ ہو جاتے، گویا آپ ﷺ کسی لشکر سے ڈرا رہے ہوں، فرماتے کہ صبح بھی گزری اور شامیں بھی گزریں، میں اور قیامت دونوں اس طرح بھیجے گئے ہیں جیسے یہ۔ یہ ارشاد فرما کر آپ ﷺ اپنی دونوں انگلیاں ایک دوسرے سے ملا دیتے۔ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو مہمان نہ ہو، اور جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ مستعار ہے، مہمان جانے والا ہے، اور عاریت کی چیز واپس کی جانے والی ہے۔

منذر کہتے ہیں کہ میں نے مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مرتبہ ایک ایسی جگہ سے جہاں سے وہ مجھے نہیں دیکھ سکتے تھے ساٹھ مرتبہ یہ جملہ کہتے ہوئے سنا: ''کم بخت عمل کے لئے سبقت کر، کم بخت عمل کے لئے سبقت کر۔

موت کا کوئی وقت معین نہیں

انسان یہ سمجھتا ہے کہ ابھی تو میں جوان ہوں اور موت تو بڑھاپے میں آئے گی حالانکہ موت کا کوئی وقت معین نہیں موت کے لئے نہ بڑھاپا شرط ہے، نہ بیمار ہونا شرط ہے، نہ کمزور ہونا۔ ہزاروں انسان عارضہ قلب میں مبتلا ہو کر (ہارٹ اٹیک ہو کر) مر جاتے ہیں، جوان ہونا ضروری نہیں بچے بھی مر جاتے ہیں، تو موت بچپن میں بھی آتی ہے، جوانی میں بھی آتی ہے، بڑھاپے میں بھی آتی ہے، بیماری میں بھی آتی ہے اور بلا بیماری بھی آتی ہے، یہ خیال کرنا کہ بڑھاپا آیا تو توبہ کرلوں گا یہ محض ایک شیطانی دھوکہ ہے، کیا ضروری ہے کہ آدمی پر بڑھاپا آئے، بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ جوانوں پر زیادہ موت آتی ہے، بوڑھوں کو کم آتی ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اپنے گردو پیش مجمعوں، بازاروں اور مجالس پر نظر دوڑائیں تو بوڑھوں کی تعداد بہت کم پائیں گے، جوان زیادہ نظر آئیں گے، اگر سارے بڑھاپے کو پہنچ کر ہی مرا کرتے تو بوڑھوں کی تعداد ہر طرف زیادہ ہوتی۔ مگر جب تک ایک بوڑھا موت کے دروازے پر دستک دیتا ہے ہزاروں جوان اور بچے موت کی آغوش میں چلے جاتے ہیں، تو اس دھوکے میں رہنا کہ جب بڑھاپا آئے گا، اس وقت توبہ کرلیں گے یہ غلط اور محض شیطانی دھوکہ ہے۔

تو اگر انسان یہ سوچے اور سمجھے کہ موت کا کوئی متعین وقت نہیں، موت تو کسی وقت بھی آسکتی ہے تو امید ہے کہ موت اس کی نظر میں اہمیت اختیار کر لے گی، اور وہ اس کی تیاری کر سکے گا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ بعث بعد الموت اور آخرت پر کامل ایمان اور یقین رکھے، اس لئے کہ جس کا آخرت پر کامل ایمان ہوگا وہ دنیا کی معمولی چیزوں پر خوش نہیں ہوسکتا اور اس کی محبت کو دل میں جگہ نہیں دے سکتا کیوں کہ دنیا کی کوئی چیز چاہے اس کو کتنی ہی محبوب کیوں نہ ہو وہ اس سے لازماً جدا ہونے والی ہے۔ پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿أَحْبِبْ مَنْ أَحْبَبْتَ فَإِنَّكَ مُفَارِقُهُ﴾

توجس سے چاہے محبت کر لے تجھے اس سے لازماً جدا ہونا ہے۔

اعمال صالحہ کی طرف جلدی کرنا

انسان غفلت کی حالت میں زندگی گزارتا ہے اور موت کی تیاری نہیں کرتا، جب تک اس کے جسم میں قوت اور صحت ہوتی ہے وہ یہ سمجھتا ہے کہ ہم جیسا کوئی نہیں، اس لئے وہ دوسروں کی حق تلفی کرتا ہے ان کے حقوق پر ڈاکہ ڈالتا ہے، اپنے ہاتھوں سے اپنے پیاروں کو مٹی دیکر آتا ہے لیکن اس کے باوجود یہ سمجھتا ہے کہ موت کا واقعہ تو دوسرے کے ساتھ پیش آیا ہے میرے ساتھ تو نہیں، اعمال صالحہ کو ٹالتا رہتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ ابھی تو بڑی گنجائش ہے، کبھی بھی عمل شروع کر سکتا ہوں حالانکہ اسے نہیں معلوم کہ ابھی موت آجائے، ایک منٹ کے بعد آجائے یا ایک دن کے بعد، اب اگر اسی طرح غفلت میں دنیا سے چلا گیا تو نہ معلوم وہاں پہنچ کر کیا حالات پیش آئیں، اس لئے پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا:

﴿ نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ، أَلصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ ﴾ (بخاری کتاب الرقائق)

یعنی اللہ تعالیٰ کی دو نعمتیں ایسی ہیں، جن کی طرف سے بہت سے انسان دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں، ایک صحت کی نعمت اور دوسری فراغت کی نعمت۔

اور پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی انتظار نہیں کرتا مگر ایسی مالداری کا جو سرکش بنا دے، یا ایسی مفلسی کا جو اطاعت فراموش کرادے، یا ایسے مرض کا جو آدمی کو ناکارہ بنادے، یا ایسے بڑھاپے کا جو عقل کو خبط کردے، یا ایسی موت کا جو جلدی آنے والی ہو، یا دجّال کا، اور دجّال بدترین غائب ہے جس کا انتظار کیا جاتا ہے، یا قیامت کا، اور قیامت نہائیت ہی سخت اور کڑوی ہے۔ (ترمذی)

حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ایک شخص کو یہ نصیحت فرمائی:

﴿ اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ، شَبَابَکَ قَبْلَ هَرَمِکَ ، وَصِحَّتَکَ قَبْلَ سُقُمِکَ وَغِنَاکَ قَبْلَ فَقْرِکَ ، وَفَرَاغَکَ قَبْلَ شُغْلِکَ ، وَحَيَاتَکَ قَبْلَ مَوْتِکَ ﴾

پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھ، اپنی جوانی کو اپنے بڑھاپے سے پہلے، اپنی صحت کو اپنی بیماری سے پہلے، اپنی مالداری کو اپنے فقر سے پہلے، اپنی فرصت کو اپنی مشغولیت سے پہلے، اور اپنی زندگی کو موت سے پہلے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:

﴿أَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْكَبَيَّ وَقَالَ: كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّکَ غَرِيْبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ وَعدّ نَفْسَکَ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُوْرِ﴾ (صحيح البخاري)

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے میرے دونوں شانوں سے پکڑ کر فرمایا: دنیا میں اس طرح رہو گویا کہ تم مسافر یا راہ گزر ہو، اور اپنے آپ کو قبر والوں میں شمار کرو۔

اور حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ:

﴿ اِذَا أَمْسَيْتَ فَلاَ تَنْتَظِرِالصَّبَاحَ ، وَاِذَاأَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِالْمَسَآءَ ، وَخُذْ مِنْ صِحَّتِکَ لِمَرَضِکَ ، وَمِنْ حَيَاتِکَ لِمَوْتِکَ ﴾

جب تم شام کرو تو صبح کا انتظار مت کرو، اور جب صبح کرو تو شام کا انتظار مت کرو، اور اپنے صحت کے زمانہ میں بیماری کے زمانہ کے لئے کچھ تیاری کرلو، اور اپنی زندگی سے موت کے لئے کچھ توشہ لے لو۔

اور ایک حدیث میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿ نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ، أَلصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ ﴾ (رواه البخاری)

دو نعمتیں ایسی ہیں کہ ان میں اکثر لوگ خسارے میں ہیں، صحت اور فرصت۔

کہ جب تک انسان کے پاس یہ نعمتیں ہوتی ہیں انسان ان کی قدر و قیمت سے بے خبر ہوتا ہے اور ان سے فائدہ نہیں اٹھاتا، اور جب سلب ہو جاتی ہیں تو اس وقت اس کی قدر آتی ہے مگر اس کا فائدہ نہیں ہوتا۔

☆☆☆

سکرات الموت کے وقت کی سنتیں و آداب

سکرات زندگی کا وہ نازک لمحہ ہے جس میں انسان کی زندگی کا فیصلہ ہوا کرتا ہے، اگر ایمان کی حالت میں وفات پائی تو کامیاب ورنہ دائمی ذلّت وعذاب ۔ ربّ العالمین ہماری حفاظت فرمائے۔اور خاتمہ بالا یمان نصیب فرمائے۔

حالت نزع اور اس کی شدت

نزع کی حالت میں انسان کو اس قدر تکلیف ہوتی ہے کہ تکلیف کی شدت کی وجہ سے مرنے والے کی زبان بند ہو جاتی ہے، اس کا دل، دماغ اور جسم سب کچھ اس حملے سے بیکار ہو جاتا ہے، تمام قوت سلب ہو جاتی ہے، اور تمام اعضاء کمزور پڑ جاتے ہیں، فریاد کی قوت ہی باقی نہیں رہتی، عقل الگ ہو جاتی ہے، زبان سے گویائی چھن جاتی ہے، اعضاء بے حس و حرکت ہو جاتے ہیں، وہ چاہتا ہے کہ چیخ چیخ کر دل کی بھڑاس نکالے اور درد والم سے کچھ راحت پائے ،لیکن وہ چیخ نہیں سکتا، اس کا رنگ بدل کر مٹیالا ہو جاتا ہے، تمام رگیں کھنچنے لگتی ہیں، اندر و باہر ہر جگہ درد ہوتا ہے، آنکھیں اوپر کو چڑھ آتی ہیں، ہونٹ سکڑ جاتے ہیں، زبان اندر کو چلی جاتی ہے، خصیتین اوپر کی جانب چڑھ جاتے ہیں، انگلیاں سبز ہو جاتی ہیں، ایسے بدن کا کیا حال پوچھتے ہو جس کی ہر رگ کھنچتی ہو، اگر کبھی انسان کے جسم کی ایک رگ کھنچ جائے تو درد کی شدّت کی وجہ سے وہ چیخنے چلانے پر مجبور ہو جاتا ہے جبکہ یہاں تو تمام ہی رگیں کھنچ رہی ہیں تو درد والم کا کیا عالم ہوگا؟ تمام اعضاء بتدریج مردہ ہوتے جاتے ہیں، پہلے دونوں پاؤں ٹھنڈے ہوتے ہیں، پھر پنڈلیاں، پھر رانیں، ہر عضو کو سکرات کے بعد سکرات، اور شدّت کے بعد شدّت کا سامنا کرنا ہوتا ہے، یہاں تک کہ روح کھنچ کر حلق تک آجاتی ہے، اس وقت اس کی نظر دنیا اور اہلِ دنیا سے پھرتی ہے، توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے، اور حسرت و ندامت چھا جاتی ہے۔ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

﴿عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ يُقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ يُغَرْغَرْ ﴾ (رواه ابن ماجه والترمذي وقال حديث حسن)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ اس وقت تک قبول فرماتے ہیں جب تک غرغرہ نہ ہو۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اگر بندۂ مسکین کو موت کے وقت سکرات موت کے علاوہ کسی اذیت، تکلیف اور عذاب کا سامنا نہ بھی کرنا پڑتا تب بھی اس کے شایانِ شان بات یہ تھی کہ اس کی زندگی کا مزہ تلخ اور مکدر ہوتا، اور غفلت سے باہر نکل کر

موت کی زبردست تیاری کرتا۔ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا: بیٹا! موت کے بارے میں تجھے معلوم نہیں کہ وہ کب آکر تیرا گلا دبا دے گی، تو اس کے لئے تیاری کر، اس سے پہلے کہ وہ تجھے اچانک آ دبوچے۔ موت انسان کے پیچھے لگی ہوئی ہے، اور ملک الموت کسی بھی وقت سکرات موت کے ساتھ اس کے پاس آ سکتا ہے۔ ربّ العالمین کا ارشاد ہے:

{ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ، وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ، وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلاَّ مَتَاعُ الْغُرُورِ } (آل عمران:185)

ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے، اور تم سب کو (تمہارے اعمال کے) پورے پورے بدلے قیامت ہی کے دن ملیں گے، پھر جس کو دوزخ سے دور ہٹا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا، وہ صحیح معنیٰ میں کامیاب ہو گیا، اور یہ دنیوی زندگی تو (جنت کے مقابلے میں) دھوکے کے سامان کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

{ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ، وَنَبْلُوكُم بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً، وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ } (الأنبياء35)

ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے، اور ہم تمہیں آزمانے کے لئے بری بھلی حالتوں میں مبتلا کرتے ہیں، اور تم سب ہمارے پاس ہی لوٹا کر لائے جاؤ گے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

{ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ إِلَيْنَا تُرْجَعُونَ } (العنکبوت5)

ہر متنفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے، پھر ہماری ہی طرف تم سب کو واپس لایا جائے گا۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

{ وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ، ذٰلِكَ مَا كُنتَ مِنْهُ تَحِيدُ } (ق)

اور موت کی سختی سچ مچ آنے ہی والی ہے، (اے انسان!) یہ وہ چیز ہے جس سے تو بدکتا تھا۔

سکرات الموت میں تکلیف کا صحیح اندازہ وہی شخص کرسکتا ہے جو اس مرحلہ سے گزرا ہے، ایک انسان جس کو ایک معمولی کانٹا چب جائے، یا کوئی معمولی زخم لگ جائے، یا کوئی عضو جل جائے تو اس کو کس قدر تکلیف ہوتی ہے جب کہ اس کا مقام محدود ہوتا ہے بدن کے کسی ایک جُز تک۔ جبکہ نزع کی تکلیف انسان کی روح پر حملہ کرتی ہے اور اس کے تمام اجزاء پر چھا

جاتی ہے، کیوں کہ اسے ہر ہر رگ، ہر ہر پٹھے، اور ہر ہر جز وجوڑ اور ہر بن مو سے غرضیکہ سر سے پاؤں تک ہر حصہ سے کھینچ کر باہر نکالا جاتا ہے۔اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ روح کو کس قدر اذیت اور تکلیف برداشت کرنی ہوتی ہے، اسی لئے بعض لوگ کہتے ہیں کہ موت تلوار سے کاٹنے، اور آری سے چیرنے اور قینچی سے تراشنے سے زیادہ سخت ہے، کیوں کہ تلوار سے بدن کٹتا ہے تو اسے اس لئے تکلیف ہوتی ہے کہ روح اس سے متعلق ہے، لیکن اگر خاص طور پر رُوح ہی کو تکلیف ہو تو اس کے دردو الم کا کیا عالم ہوگا۔؟

﴿ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ:أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ بَيْنَ يَدَيْهِ رُكْوَةٌ أَوْعُلْبَةٌ فِيْهَا مَاء فَجَعَلَ يُدْخِلَ يَدَ هُ فِي الْمَآءِ فَيَمْسَحُ بِهَا وَجْهَهُ وَيَقُوْلُ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ إِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٍ : ثُمَّ نَصَبَ يَدَ هُ فَجَعَلَ يَقُوْلُ إِلَى الرَّفِيْقِ الْأَعْلٰى حَتّٰى قُبِضَ ﴾ (صحيح البخاري)

اور امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ: پیارے پیغمبر ﷺ کی وفات شریف کے وقت آپ ﷺ کے پاس پانی سے بھرا ہوا ایک پیالہ رکھا ہوا تھا، آپ ﷺ اس میں ہاتھ ڈالتے تھے اور اپنے چہرہ مبارک پر ملتے تھے، اور فرماتے تھے: اے اللہ! مجھ پر موت کی سختیاں آسان فرما۔

﴿ وَفِيْ صَحِيْحِ الْبُخَارِيْ:لَمَّا ثَقُلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ يَتَغَشَّاهُ الْكُرَبُ فَجَعَلَتْ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا تَقُوْلُ وَأَكْرَبَ أَبَتَاهُ فَقَالَ ﷺلاَ كَرُبَ عَلٰى أَبِيْكَ بَعْدَ الْيَوْمِ ﴾

اور بخاری کی روایت میں ہے کہ: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی یہ تکلیف دیکھ کر کہنے لگیں: ہائے غم بے چینی !:ابا جان! آپ کس قدر تکلیف میں ہیں؟ سرکار دو عالم ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا: آج کے بعد تیرے باپ کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔

﴿ وقال عمر بن الخطاب رضي الله عنه:يَا كَعْب حَدَثْنَا عَنِ الْمَوْتِ: فَقَالَ نَعَمْ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْن،هُوَ كَغُصْنٍ كَثِيْرِ الشَّوْكِ أُدْخِلَ فِيْ جَوْفِ رَجُلٍ فَأَخَذَتْ كُلَّ

شَوْكَةٍ بِعِرْقٍ ثُمَّ جَذَبَهٗ رَجُلٌ شَدِيْدُ الْجَذْبِ فَأَخَذَ مَا أَخَذَ وَأَبْقٰى مَا أَبْقٰى۔ ﴾

حضرت عمر بن الخطاب ؓ نے حضرت کعب الاحبار ؒ سے کہا کہ اے کعب! ہم سے موت کے متعلق کچھ بیان کرو، حضرت کعب الاحبار ؒ نے عرض کیا کہ: امیر المؤمنین! موت ایک ایسی کانٹوں بھری شاخ ہے جو کسی شخص کے پیٹ میں داخل کر دی گئی ہو، اور اُس شاخ کے ہر کانٹے نے ایک ایک رگ اپنی گرفت میں لے لی ہو، پھر کوئی شخص اُسے بری طرح کھینچنے لگے، اور جو کچھ نکلنا ہو وہ نکل جائے، اور جو باقی رہنا ہو وہ باقی رہ جائے۔

اور بیان کیا جاتا ہے کہ

﴿ أَنَّ إبراهيم عليه السَّلام لَمَّا مَاتَ:قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهٗ: كَيْفَ وَجَدْتَّ الْمَوْتَ.قَالَ:كَسَفُوْدٍ جَعَلَ فِيْ صُوْفٍ رَطَبٍ ثُمَّ جَذَبَ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَهٗ: أَمَا إِنَّا قَدْ هَوَّنَّا عَلَيْكَ ﴾

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اُن سے فرمایا: اے دوست! تم نے موت کو کیسے پایا؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا اے اللہ! جیسے گرم سیخ تر روئی میں داخل کی جائے اور پھر اسے کھینچا جائے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے تمہارے اوپر آسان موت نازل کی ہے۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بار میں مروی ہے کہ:

﴿ أَنَّهٗ لَمَّا صَارَتْ رُوْحَهُ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ لَهٗ: يَا مُوْسٰى ! كَيْفَ وَجَدْتَّ الْمَوْتَ ؟ قَالَ: وَجَدْتُّ نَفْسِيْ كَشَاةٍ حَيَّةٍ بِيَدِ الْقَصَابِ تَسْلَخُ ﴾

جب اُن کی روح باری تعالیٰ کے سامنے پیش ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اُن سے فرمایا: اے موسیٰ! تم نے موت کو کیسے پایا؟ انہوں نے عرض کیا: میں نے اپنے نفس کو موت کے سامنے ایسا پایا جیسے زندہ بکری قصاب کے ہاتھوں میں ہو، اور وہ اُس کی کھال کھینچ رہا ہو۔

اور ایک قول حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ ہے کہ میں نے خود کو ایسا پایا جیسے زندہ چڑیا آگ پہ رکھی ہوئی دیگچی میں ڈال دی جائے کہ نہ مرتی ہے اور نہ اُڑ پاتی ہے۔حضرت عمرو بن العاص ؓ فرماتے تھے کہ:

﴿ لوددت لو أني رأيت رجلاً لبيباً حازماً قد نزل به الموت فيخبرني عن الموت فلما أنزل به الموت قيل له يا أبا عبد الله كنت تقول أيام حياتک لوددت أني رأيت رجلاً لبيباً حازماً قد نزل به الموت يخبرني عن الموت وأنت ذلک الرجل اللبيب الحازم وقد نزل بک الموت فأخبرنا عنه۔فقال: أجد كأن السماوات انطبقن على الأرض وأنا بينهما وكأن نفسي تخرج على ثقب إبرة ﴾۔

میں چاہتا ہوں کہ مجھے کوئی ایسا آدمی ملے جو حالت نزع میں ہو اور میں اس سے موت کے بارے میں پوچھوں کہ تم موت کو کیسے پاتے ہو؟ پھر جب ان پر موت کا وقت آیا اور مرض الوفات میں مبتلا ہوئے تو لوگوں نے ان سے دریافت کیا کہ اے ابوعبداللہ! آپ اپنی زندگی میں کہا کرتے تھے کہ کاش مجھے کوئی مرض وفات میں ملے اور میں اس سے موت اور نزع کی سختی کے بارے میں پوچھوں اور آج آپ خود اس کیفیت میں مبتلا ہیں تو ہمیں بتائیں کہ آپ موت کو کیسے پاتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: ایسا لگ رہا ہے کہ گویا آسمان زمین سے آملا ہو، اور میں ان دونوں کے درمیان میں ہوں، اور گویا میری روح سوئی کے ناکے سے نکل رہی ہے۔

ایک مرتبہ پیارے پیغمبر ﷺ کسی مریض کے پاس گئے، اور فرمایا: میں جانتا ہوں اسے کس قدر تکلیف ہو رہی ہے، اس کی کوئی رگ ایسی نہیں ہے جو الگ الگ موت کی اذیت برداشت نہ کر رہی ہو۔ (ابن ابی الدنیا)

مختصر یہ کہ موت کی سختی، اور سکرات کی تلخی بیان نہیں کی جاسکتی ہے، ہم لوگ اس سے غافل ہیں اس کو اہمیت نہیں دیتے، اس سے پناہ نہیں مانگتے جبکہ پیارے پیغمبر ﷺ اللہ سے اس طرح دعاء مانگتے تھے:

﴿ اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلٰى مُحَمَّدٍ سَكَرَاتِ الْمَوْتِ ﴾

اے اللہ! محمد پر موت کی سختیاں آسان فرما۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں سے فرماتے تھے کہ اللہ سے دعاء کرو کہ مجھ پر موت کی تکلیف آسان فرمائے۔ (الاحیاء ص ۶۸۵)

امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ پیارے پیغمبر ﷺ کی موت کی سختی دیکھ کر مجھے کسی کی

موت کی آسانی پر رشک نہیں آتا۔

اور حضرت عمر بن خطابؓ کے غلام اسلمؒ سے مروی ہے کہ:

﴿ إذا بقي على المؤمن من ذنوبه شيء لم يبلغه عمله شدد عليه الموت ليبلغ بسكرات الموت وشدته درجته في الجنة۔ ﴾

جب مومن کے کچھ درجات باقی رہ جاتے ہیں جن تک وہ اپنی کوتاہی کے باعث نہیں پہنچ پاتا تو اس پر موت سخت کردی جاتی ہے، تاکہ وہ موت کے سکرات اور اس کی اذیت میں مبتلا ہو کر جنت میں اپنے درجے تک رسائی حاصل کرے۔

﴿ وإن الكافر إذا كان عمله معروفاً في الدنيا هون عليه الموت ليستكمل ثواب معروفه في الدنيا ثم يصير إلى النار۔ ﴾

اور اگر کسی کافر کے پاس کوئی ایسا نیک عمل ہوتا ہے جس کا بدلہ نہ عطا کیا گیا ہو تو اس کے لئے موت آسان کردی جاتی ہے، تاکہ دنیا میں اپنی نیکی کا عوض حاصل کرلے اور دوزخ میں جائے۔

ملک الموت کے قاصد

ہر انسان کو چاہئے کہ روز کے روز اپنا حساب صاف کرتا رہے۔ یہ نہ سمجھے کہ آخری وقت میں توبہ کرلوں گا اور اس طرح ٹال مٹول میں ساری عمر گزر جائے گی، موت کا فرشتہ سامنے آجائے گا، اور اُس وقت توبہ کا موقع نہیں رہے گا۔ حدیث میں ہے کہ بعض لوگ ملک الموت سے کہیں گے اے ملک الموت! ذرا سا وقفہ دے دو کہ میں توبہ کرلوں۔ ملک الموت فرمائیں گے کہ میرے پچاسیوں قاصد تیرے پاس پہنچے، جب تو تو نے توبہ نہیں کی، اب میں اخیر میں آگیا ہوں، تو تجھے توبہ کی سوج رہی ہے۔ وہ کہے گا میرے پاس تو آپ کا کوئی قاصد نہیں آیا؟ ملک الموت کہے گا ایک دو نہیں، میں نے تو بیسیوں قاصد تیرے پاس بھیجے، انہوں نے تجھے نہیں سمجھایا؟ وہ کہے گا میرے پاس تو کوئی نہیں آیا۔ تو ملک الموت کہیں گے ارے کیا تجھ پر بیماری نہیں آئی؟ وہ میرا ہی تو قاصد تھی۔ اسی بات کو پیارے پیغمبر ﷺ نے یوں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ قال رسول الله صلَّى الله عليه وسلَّم: الأمراض والأوجاع كلها بريد الموت ورسل الموت ، فإذا حان الأجل أتى ملك الموت بنفسه وقال: أيها العبد كم

خبر بعد ، وكم رسول بعد رسول ، وكم بريد بعد بريد ، أنا الخبر ليس بعدي خبر ، وأنا الرسول ليس بعدي رسول: أجب ربک طائعاً ، أو مكروهاً ، فإذا قبض روحه وتصارخوا عليه ، قال على من تصرخون ، وعلى من تبكون؟ فو الله ما ظلمت له أجلاً ، ولا أكلت له رزقاً ، بل دعاه ربه فليبك الباكي على نفسه ،فإن لي فيكم عودات وعودات، حتى لا أبقي منكم أحداً ﴾

(الوسيط للواحدي بإسناده عن ابن عباس)

یعنی بیماریاں اور پریشانیاں یہ سب موت کے قاصد ہیں ،جب موت کا وقت آتا ہے تو ملک الموت خود انسان کے پاس آتا ہے، اور کہتا ہے اے بندے! کتنے ہی پیغامات اور قاصدوں اور پیغامبروں کے بعد میں اب آخری قاصد اور پیغامبر ہوں ۔(بندہ کہے گا میرے پاس تو کوئی نہیں آیا۔تو ملک الموت کہیں گے تیرے پاس بڑھاپا نہیں آیا؟ ارے بڑھاپا میرا ہی تو قاصد تھا،جو خبر لے کر تیرے پاس آیا تھا کہ موت کا وقت اب قریب ہے ۔کیا تیری ڈاڑھی اور سر میں سفید بال نہیں آئے؟ یہ سفید بال میرے ہی تو قاصد تھے جو تجھے بتلا رہے تھے کہ اب موت کا وقت قریب ہے ۔کیا تیرے پوتے ، پوتیاں ،نواسے،نواسیاں نہیں پیدا ہوئے ؟ یہ میرے ہی تو قاصد تھے جو تجھے بتلا رہے تھے کہ اب قبر میں جانے کا وقت قریب آگیا ہے ۔جب اتنے قاصدوں پر بھی تو نہ سمجھا، اور توبہ نہ کی) تو اب میں آخری قاصد ہوں ،میرے بعد تمہارے پاس کوئی قاصد اور خبر دینے کے لئے اور پیغام رسانی کے لئے نہیں آئے گا۔(اب کونسا وقت ہے توبہ کا ، اور موقع حاصل کرنے کا ؟ اب تو وقت گزر گیا جو کچھ ہونا تھا ہولیا۔)اب اپنے آپ کو اپنے رب کے حوالے کرو خوشی کے ساتھ یا ناخوشی سے۔پھر جب وہ اُس کی روح قبض کر لیتا ہے اور لوگ اُس پر رونا دھونا اور چیخنا چلانا شروع کر دیتے ہیں،تو ملک الموت اُن سے کہتا ہے کہ کیوں چیختے ہو؟ اور کیوں روتے ہو؟اللہ کی قسم نہ تو میں نے اِس کی عمر چھین کر اس پر ظلم کیا ہے، اور نہ ہی میں نے اس کا رزق کھایا ہے ۔بلکہ اِس کو اس کے رب نے بلایا ہے۔اس لئے رونے والوں کو چاہئے کہ وہ اپنے آپ پر روئیں، اس لئے کہ میں تو بار بار تمہارے پاس آتا رہوں گا ، یہاں تک کہ تم میں سے کوئی بھی باقی نہ رہے۔

اس لئے اے انسان! جو کرنا ہے جلدی سے کرلو، اس لئے کہ وقت کم ہے، کسی کو اپنی عمر کا پتہ نہیں۔ کل جو ہمارے ساتھ موجود تھے آج وہ ہمارے سامنے نہیں ہیں۔ جو آج موجود ہیں کل کیا خبر ان میں سے کون رہے گا، اور کون نہیں۔ موت کا بازار گرم ہے۔ آنے والے آرہے ہیں اور جانے والے جارہے ہیں۔ اس لئے جو کرنا ہے جلدی کرلو۔ آج عبرت نہیں پکڑو گے تو کیا ملک الموت کے آنے پر عبرت پکڑو گے؟

❁ درس عبرت ❁

جہاں میں ہیں عبرت کے ہر سو نمونے .... مگر تجھ کو اندھا کیا رنگ و بُو نے
کبھی غور سے بھی یہ دیکھا ہے تو نے .... جو معمور تھے وہ محل اب ہیں سُونے

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

ملے خاک میں اہل شاں کیسے کیسے .... مکیں ہو گئے لا مکاں کیسے کیسے
ہوئے نامور، بے نشاں کیسے کیسے .... زمیں کھا گئی، نوجواں کیسے کیسے

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

زمیں کے ہوئے لوگ پیوند کیا کیا .... مَلوک، وحضور، وخداوند، کیا کیا
دکھائے گا تو زور، چند کیا کیا .... اَجل نے پچھاڑے تنومند کیا کیا

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

اَجل نے نہ کسریٰ ہی چھوڑا، نہ دارا .... اِسی سے سکندر سا فاتح بھی ہارا
ہر اِک لے کے کیا کیا حسرت سدھارا .... پڑا رہ گیا سب یہی ٹھاٹھ سارا

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

تجھے پہلے بچپن نے برسوں کھلایا .... جوانی نے پھر تجھ کو مجنوں بنایا

بڑھاپے نے پھر آ کے کیا کیا ستایا..................اَجل تیرا کر دے گی بالکل صفایا!

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے

یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

یہی تجھ کو دُھن ہے، رہوں سب سے بالا..................ہو زینت نرالی، ہو فیشن نرالا

جِیا کرتا ہے کیا یونہی مَرنے والا..........................تجھے حُسنِ ظاہر نے دھوکے میں ڈالا

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے

یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

بڑھاپے سے پا کر پیامِ قضا بھی..........................نہ چونکا نہ چیتا، نہ سنبھلا ذرا بھی

کوئی تیری غفلت کی ہے انتہا بھی..........................جنوں تا کجے ہوش میں اپنے آ بھی

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے

یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

جب اِس بزم سے اُٹھ گئے دوست اکثر..................اور اُٹھتے چلے جا رہے ہیں برابر

یہ ہر وقت پیشِ نظر جب ہے یہ منظر..........................یہاں پر ترا دِل بہلتا ہے کیونکر

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے

یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

جہاں میں کہیں شورِ ماتم بپا ہے..........................کہیں فکرو، فاقہ سے آہ و بکا ہے

کہیں شکوۂ جور، ومکر، ودغا ہے..........................غرض ہَر طرف سے یہی بس صَدا ہے

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے

یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

☆☆☆☆☆

موت کا اعلان

موت ہر وقت اعلان کرتی ہے کہ مجھے بھول جانے والو!

أَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ أُفَرِّقُ بَیْنَ الْبَنَاتِ وَالْأُمَّهَاتِ

میں وہ موت ہوں جو ماؤں اور بیٹیوں میں جدائی ڈال دیتی ہوں

أَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ أُفَرِّقُ بَیْنَاالْأَخِ وَالْأَخَوَاتِ

میں وہ موت ہوں جو بھائی اور بہنوں میں جدائی ڈال دیتی ہوں

أَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ أُفَرِّقُ بَیْنَ کُلَّ خَبِیْبٍ

میں وہ موت ہوں جو دوستوں اور محبوں میں جدائی ڈال دیتی ہوں

أَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ أُفَرِّقُ بَیْنَ الزَّوْجِ وَالزَّوْجَةِ

میں وہ موت ہوں جو خاوند اور بیوی میں جدائی ڈال دیتی ہوں

أَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ أُخَرَّبُ الدِّیَارَ وَالْقُصُوْرَ

میں وہ موت ہوں جو گھروں اور محلوں کو برباد کر دیتی ہوں

أَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ أُعَمَّرُ الْقُبُوْرَ

میں وہ موت ہوں جو قبروں اور قبرستانوں کو آباد کر دیتی ہوں

أَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ اَطْلُبُکُمْ وَأَدْرِکُکُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ۔

میں وہ موت ہوں جو تم کو ڈھونڈتی ہوں، اور پا لیتی ہوں، خواہ تم مضبوط قلعوں میں قلعہ بند ہو۔

وَلَا یَبْقٰی مَخْلُوْقٌ اِلاَّ یُذُوْقُنِیْ۔

اور مخلوق میں ایسا کوئی نہیں رہے گا جو میرا ذائقہ نہ چکھے۔

☆☆☆

سکرات الموت کی بیماری میں

ناخن اور زیر ناف بالوں کا خیال رکھنا

اگر کوئی آدمی سکرات الموت کی بیماری میں ہو تو اسے چاہئے کہ اپنے ناخنوں اور زیر بغل و ناف کے بالوں کا خیال رکھے: حضرت خبیب بن عدیؓ جنہیں سریۃ الرجیع کے موقع پر گرفتار کر لیا گیا تھا، اور پھر حارث بن عامر کے بیٹوں نے خرید لیا تھا تا کہ اپنے والد کے قتل کا بدلہ لے سکیں جو ان کے ہاتھوں دوران جنگ مارا گیا تھا، بنو الحارث نے جب حضرت خبیب بن عدیؓ کے قتل کا فیصلہ کیا تو انہوں نے اپنے واقعہ شہادت سے پہلے بڑے اطمینان کے ساتھ اپنی موت اور شہادت کی تیاری کے لئے گھر والوں سے اُسترہ مانگ کر اپنے زیر بغل و ناف بالوں کو صاف کیا تھا۔ (ابوداؤد)

کپڑوں کا صاف ہونا

بہتر یہ ہے کہ انتقال کے وقت آدمی کے بدن کے کپڑے صاف ہوں، اس لئے کہ اس حالت میں صاف کپڑوں کا ہونا فرشتوں کا اکرام اور استقبال ہے، اس لئے کہ فرشتوں کو نظافت اور صفائی پسند ہے، اسی لئے طہارت کی حالت میں مرنا مستحب ہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو انہوں نے نئے کپڑے منگا کر پہنے۔ سیدنا صدیق اکبرؓ نے فرمایا تھا کہ میری تکفین انہی کپڑوں میں کرنا جن کو پہن کر میں نماز پڑھتا ہوں۔

خاتمہ بالخیر کی علامات

حسن خاتمہ اس چیز کا نام ہے کہ ربّ العالمین بندے کو اُس کی موت سے پہلے ایسے اعمال سے بچا لے جو ربّ العالمین کے غیض و غضب کا سبب بنتے ہیں، اور معاصی اور گناہوں سے توبہ کی توفیق عطا فرما دے، اور طاعات اور اچھے کاموں کی توفیق عطا فرما دے، اور پھر اس کے بعد اسی حال پر رکھتے ہوئے اُسے موت عطا فرما دے۔ چنانچہ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدِهٖ خَيْرًا اِسْتَعْمَلَهٗ ، قَالُوْا: كَيْفَ يَسْتَعْمَلَهٗ ؟ قَالَ: يُوَفِّقُهٗ لِعَمَلٍ صَالِحٍ قَبْلَ مَوْتِهٖ ﴾(رواه الإمام أحمد والترمذي وصحح الحاكم في المستدرک)

پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں، تو

اُسے استعمال فرماتے ہیں: عرض کیا گیا کہ اُسے کیسے استعمال فرماتے ہیں؟ تو فرمایا کہ: اُس کو موت سے پہلے اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرماتے ہیں۔

اور حسن خاتمہ کی چند علامات ہیں: اُن میں سے بعض علامات ایسی ہیں جنہیں صرف وہ بندہ جانتا ہے جو سکرات کے اندر مبتلا ہوتا ہے، اور بعض علامات ایسی ہوتی ہیں کہ جو لوگوں پر ظاہر ہو جاتی ہیں۔

حُسن خاتمہ کی وہ علامات جو مرنے والے پر ظاہر ہوتیں ہیں، ان میں سے ایک اُس کو موت کے وقت اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضامندی، اور اللہ کے ہاں اُس کے خاص فضل سے اُس کے اعزاز واکرام کی ہوتی ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَأَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴾ (فصلت: 30)

بیشک وہ لوگ جنہوں نے کہا ہے کہ: ہمارا رب اللہ ہے، اور پھر وہ اُس پر ثابت قدم رہے، تو اُن پر بیشک فرشتے (یہ کہتے ہوئے) اُتریں گے کہ: نہ کوئی خوف دل میں لاؤ، نہ کسی بات کا غم کرو، اور اُس جنت سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

یہ بشارت مؤمن بندہ کو اس کی نزع کی حالت میں اور اُس کی قبر کے اندر، اور پھر قبر سے اٹھائے جانے کے بعد دی جاتی ہے۔ اور اِس بات پر وہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جو بخاری ومسلم نے اُمّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کی ہے:

﴿ «عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ أَحَبَّ لِقَآءَ اللّٰهِ أَحَبَّ اللّٰهُ لِقَآءَهٗ، وَمَنْ كَرِهَ لِقَآءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَآءَهٗ، فَقُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللّٰه! أَكَرَاهِيَّةِ الْمَوْتُ، فَكُلَّنَا نَكْرَهُ الْمَوْت؟ فَقَالَ: لَيْسَ كَذٰلِكَ، وَلٰكِنَّ الْمُؤْمِنْ، إِذَا بُشِّرَ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ وَرِضْوَانِهٖ وَجَنَّتِهٖ أَحَبَّ لِقَآءَ اللّٰهِ، وَإِنَّ الْكَافِرَ إِذَا بُشِّرَ بِعَذَابِ اللّٰهِ وَسَخَطِهٖ، كَرِهَ لِقَآءَ اللّٰهِ، وَكَرِهَ اللّٰهُ لِقَآءَهٗ ﴾ (رواه البخاري ومسلم)

اُمّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ: پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ سے ملنا پسند کرتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ بھی اُس سے ملنا پسند فرماتے ہیں۔ اور جو شخص اللہ سے

ملنا پسند نہیں کرتا تو اللہ تبارک وتعالیٰ بھی اُس سے ملنا پسند نہیں فرماتے۔میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا اس سے مراد موت ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر تو ہم میں سے ہر ایک موت کو پسند نہیں کرتا؟ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسا نہیں ہے بلکہ مؤمن بندہ کو اللہ تعالیٰ کی رحمت، اُس کی رضامندی، اور جنت کی بشارت دی جاتی ہے تو وہ اللہ سے ملنا پسند کرتا ہے۔اور بیشک کافر بندہ، جب اُس کو اللہ کے عذاب، اور اُس کی ناراضگی کی خبر دی جاتی ہے تو وہ اللہ سے ملنا پسند نہیں کرتا، اور اللہ تعالیٰ بھی اُس سے ملنا پسند نہیں فرماتے۔

اس حدیث مبارکہ میں جس کراہیت اور ناپسندیدگی کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد موت کی شدت اور سختی نہیں ہے اس لئے کہ اس سے کوئی بھی بندہ خالی نہیں ہے۔بلکہ اس سے مراد وہ کراہیت اور ناپسندیدگی ہے جو دنیا سے محبت کی صورت میں ہو، کہ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی اور اسکی عیش وعشرت کو ترجیح دی جائے۔ایسے لوگوں کی اللہ تعالیٰ نے مذمت بیان فرمائی ہے۔ارشاد باری ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآئَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوْا بِهَا ﴾ (یونس:۷)

جو لوگ ہم سے (آخرت میں) آ ملنے کی کوئی توقع ہی نہیں رکھتے، اور دنیوی زندگی میں مگن اور اُسی پر مطمئن ہو گئے ہیں، اور جو ہماری نشانیوں سے غافل ہیں۔

☆حسنِ خاتمہ کی بہت ساری علامتیں ہیں جن میں سے بعض کا یہاں پر تذکرہ کیا جاتا ہے۔

(۱) موت کے وقت کلمہ شہادت کا نصیب ہونا:

جس کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے جو حاکم وغیرہ نے نقل کی ہے:

﴿ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهٖ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ ﴾

پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جس کا آخری کلام {لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ} ہوگا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(۲) موت کے وقت پیشانی پر پسینہ کا آنا:

چنانچہ حضرت بریدہ بن حصیب ؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: »مَوْتُ الْمُؤْمِنِ بِعِرْقِ الْجَبِيْن« ﴾ (رواه أحمد والترمذي).

پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: مؤمن کی موت پیشانی کے پسینہ کے ساتھ ہوتی ہے۔

(۳) جمعہ کی رات یا جمعہ کے دن میں انتقال ہونا:

اس لئے کہ پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

﴿ مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يَمُوْتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَوْ لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ إِلَّا وَقَاهُ اللّٰهُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ ﴾

نہیں موت آتی کسی مسلمان پر، جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو فتنۂ قبر سے بچا لیتے ہیں۔ (رواہ أحمد والترمذي)

(۴) شہادت کا درجہ پالینا:

اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتال کرتے ہوئے، یا طاعون کی بیماری کے ساتھ موت کا آنا، یا استسقاء کی بیماری کے ساتھ موت کا آجانا، یا ڈوب کر مرنا وغیرہ۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ایک مرتبہ حضرات صحابہ کرامؓ سے دریافت فرمایا:

﴿مَا تَعُدُّوْنَ أَلشَّهِيْدُ فِيْكُمْ ؟ قَالُوْا: يَا رَسُوْلُ اللّٰهِ، مَنْ قُتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ، قَالَ:إِنَّ شُهَدَآءَ أُمَّتِيْ إِذًا لَقَلِيْلٌ قَالُوْا: فَمَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: مَنْ قُتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ، وَمَنْ مَّاتَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ، وَمَنْ مَّاتَ فِيْ الطَّاعُوْنِ فَهُوَ شَهِيْدٌ، وَمَنْ مَّاتَ فِي الْبَطْنِ فَهُوَ شَهِيْدٌ، وَالْغَرِيْقُ شَهِيْدٌ}

{رواه أبو داؤد والنسائي وغيرهما) أنه ﷺ قال: مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ، وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ أَهْلِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ، وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دِيْنِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ، وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دَمِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ ﴾

تم اپنے میں شہید کسے سمجھتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! جو اللہ کے راستے میں مارا جائے وہ شہید ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر تو میری امت کے شہداء کی تعداد بہت تھوڑی ہوگی۔ انہوں

نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر شہید کون ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو اللہ کے راستے میں مارا جائے وہ شہید ہے۔ اور جو اللہ کے راستے میں فوت ہو جائے وہ شہید ہے، اور جو طاعون کی بیماری میں فوت ہو جائے وہ شہید ہے، اور جو ماں کے پیٹ میں مرجائے وہ شہید ہے، اور جو (پانی میں) ڈوب کر مرجائے وہ شہید ہے۔......اور ابو داؤد اور نسائی وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا......جو اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا وہ شہید ہے، اور جو اپنے اہل وعیال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا وہ شہید ہے، اور جو اپنے دین کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا وہ شہید ہے، اور جو اپنے خون کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا وہ شہید ہے۔

(۵) اعمال صالحہ پر موت کا آنا

اور حسن خاتمہ کی علامات میں سے ایک اعمال صالحہ پر موت کا آنا ہے۔ اس لئے کہ:

﴿ لِقَوْلِهِ ﷺ: {مَنْ قَالَ: لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللهِ خُتِمَ لَهٗ بِهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ صَامَ يَوْمًا اِبْتِغَآءَ وَجْهِ اللهِ خُتِمَ لَهٗ بِهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ خُتِمَ لَهٗ بِهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ ﴾ (رواه الإمام أحمد)

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ کی رضامندی اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے {لآ إِلٰهَ إِلاَّ الله} کا ورد کرتے ہوئے مر گیا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور جو آدمی کسی دن اللہ کی رضامندی کے لئے روزہ رکھتے ہوئے انتقال کر گیا تو وہ جنت میں داخل ہوگا، اور جو صدقہ کرتے ہوئے انتقال کر گیا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

اسی طرح کسی عورت کا دوران زچگی فوت ہو جانا، سل کی بیماری سے فوت ہونا، اللہ کے راستے میں اسلامی سرحدات کی حفاظت کرتے ہوئے فوت ہوجانا یہ ساری حسن خاتمہ کی علامات ہیں۔ واللہ اعلم

☆☆☆☆☆

روح قبض کرنے کے لئے فرشتوں کی آمد

ربّ العالمین نے قرآن کریم میں روح نکالنے والے فرشتوں کا ذکر کہیں اجمال اور کہیں تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ ، يَقُوْلُوْنَ سَلَامٌ عَلَيْكُمُ ، ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ (النحل:۳۲)

یہ وہ لوگ ہیں جن کی روحیں فرشتے ایسی حالت میں قبض کرتے ہیں کہ وہ پاک وصاف ہوتے ہیں۔ وہ اُن سے کہتے ہیں کہ: سلامتی ہو تم پر! جو عمل تم کرتے رہے ہو، اُس کے صلے میں جنت میں داخل ہو جاؤ۔

اور ارشاد باری ہے:

﴿ قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴾

کہہ دو کہ: تمہیں موت کا وہ فرشتہ پورا پورا وصول کر لے گا جو تم پر مقرر کیا گیا ہے، پھر تمہیں واپس تمہارے پروردگار کے پاس لے جایا جائے گا۔ (السجدہ:۱۱)

اور ارشاد باری ہے:

﴿ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴾ (الانعام:۶۱)

یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آ جاتا ہے تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس کو پورا پورا وصول کر لیتے ہیں، اور وہ ذرا بھی کوتاہی نہیں کرتے۔

اور ارشاد باری ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ﴾ (النحل:۲۸)

وہ لوگ جن کی روحیں فرشتوں نے اس حالت میں قبض کیں، جب انہوں نے اپنی جانوں پر (کفر کی وجہ سے) ظلم کر رکھا تھا۔

اور ارشاد باری ہے:

﴿ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ ج وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴾ (الانفال:۵۰)

اور اگر تم دیکھتے (تو وہ عجیب منظر تھا) جب فرشتے اُن کافروں کی روحیں قبض کر رہے تھے، اور اُنہیں چہروں اور پشت پر مارتے جاتے تھے، (اور کہتے جاتے تھے کہ:) اب جلنے کے عذاب کا مزہ (بھی) چکھنا۔

اور امام احمدؒ نے حضرت براء بن عازبؓ سے روایت کیا ہے کہ:

﴿ خَرَجْنَا مَعَ الرَّسُوْلِ اللهِ ﷺ فِيْ جِنَازَةِ رَجُلٍ مِنَ الأنْصَار؛ فَانْتَهَيْنَا إِلَى الْقَبْرِ، وَلَمَّا يُلْحَدْ، فَجَلَسَ رَسُولُ اللهِ -ﷺ- وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ كَأَنَّ عَلَى رُؤوسِنَا الطَّيْر، وَفِيْ يَدِهِ عُوْدٌ يَنْكُتُ بِهِ فِي الْأَرْضِ، فَرَفَعَ رَأْسَهٗ؛ فَقَالَ: اِسْتَعِيذُوْا بِاللهِ مِنْ عَذابِ الْقَبْرِ - مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا - «، ثُمَّ قال: » إنَّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ إِذَا كَانَ فِي انْقِطَاعٍ مِنَ الدُّنْيَا وَإِقْبَالٍ مِنَ الآخِرَة؛ نَزَلَ إِلَيْهِ مَلائِكَةٌ مِنَ السَّمَآءِ، بِيضُ الوُجُوْهِ، كَأَنَّ وُجُوْهَهُمُ الشَّمْسُ، مَعَهَمْ كَفَنٌ مِنْ أَكْفَانِ الْجَنَّةِ، وَحَنُوْطٌ مِنْ حَنُوْطِ الْجَنَّةِ، حَتّٰى يَجْلِسُوْا مِنْهُ مَدَّ الْبَصَرَ، ثُمَّ يَجِيْئُ مَلَکُ الْمَوْتِ - عَلَيْه السَّلام - حَتّٰى يَجْلِسَ عِندَ رَأْسِهٖ فَيَقُوْلُ: أَيَّتُها النَّفْسُ الطَّيِّبَة؛ أُخْرُجِي إِلٰى مَغْفِرَةٍ من اللهِ وَرِضْوَانٍ قَالَ: فَتَخْرُجُ تَسِيْلُ كَمَا تَسِيْلُ القَطْرَةِ مِنَ فِي السِّقَاءِ؛ فَيَأْخُذُهَا، فَإِذَا أَخَذَهَالَمْ يَدَعُوْهَا فِيْ يَدِهِ طَرْفَةَ عَيْنٍ حَتَّى يَأْخُذُوْهَا فَيَجْعَلُوْهَا فِيْ ذٰلِکَ الْكَفَنِ وَفِيْ ذٰلِکَ الْحَنُوْطِ، وَيَخْرُجُ مِنْهَا كَأَطْيَبِ نَفْحَةِ مِسْكٍ وُجِدَتْ عَلَى وَجْهِ الأرْضِ. قال: فَيَصْعَدُوْنَ بِهَا فَلَا يَمُرُّونَ - يَعَنِيْ: بِهَا - عَلٰى مَلأٍ مِنَ الْمَلَآئِكَةِ؛ إِلَّا قَالُوْا: مَا

هَذَا الرُّوْحُ الطَّيِّبُ؟! فَيَقُوْلُوْنَ: فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ - بِأَحْسَنِ أَسْمَائِهِ الَّتِيْ كَانُوْا يُسَمُّوْنَهٗ بِهَا فِي الدُّنْيَا - حَتَّى يَنْتَهُوْا بِهَا إِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا؛ فَيَسْتَفْتِحُوْنَ لَهٗ؛ فَيُشَيِّعُهٗ مِنْ كُلِّ سَمَآءٍ مُقَرَّبُوْهَا إِلَى السَّمَآءِ الَّتِيْ تَلِيْهَا، حَتّٰى يُنْتَهٰى بِهٖ إِلَى السَّمَآءِ السَّابِعَةِ؛ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ - عَزَّ وَجَلَّ -: اُكْتُبُوا كِتَابَ عَبْدِيْ فِيْ عِلِّيِّيْن، وَأَعِيدُوْهُ إِلَى الْأَرْضِ؛ فَإِنِّيْ مِنْهَا خَلَقْتُهُمْ وَفِيْهَا أُعِيْدُهُمْ وَمِنْهَا أُخْرِجُهُمْ تَارَةً أُخْرَى -قَالَ: فَتُعَادُ رُوْحُهُ فِيْ جَسَدِهٖ، فَيَأْتِيَهُ مَلَكَانِ، فَيُجْلِسَانِهٖ؛ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ: مَنْ رَبُّكَ؟ فَيَقُوْلُ: رَبِّيَ اللّٰهُ، فَيَقُوْلَانِ لَهٗ: مَا دِينُكَ؟ فَيَقُوْلُ: دِينِيَ الْإِسْلَامُ، فَيَقُوْلَانِ لَهُ: مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِيْ بُعِثَ فِيْكُمْ؟ فَيَقُوْلُ: هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ -ﷺ-، فَيَقُوْلَانِ لَهٗ: وَمَا عِلْمُكَ؟ فَيَقُوْلُ: قَرَأْتُ كِتَابَ اللّٰهِ؛ فَآمَنْتُ بِهٖ وَصَدَّقْتُ. فيُنَادِي مُنَادٍ مِنَ السَّمَآءِ: أَنْ صَدَقَ عَبْدِيْ فَأَفْرِشُوْهُ مِنَ الجَنَّة، وأَلْبِسُوْهُ مِنَ الْجَنَّةِ، وَافْتَحُوْا لَهٗ بَابًا إِلَى الْجَنَّةِ قَالَ: فَيَأْتِيْهِ مِنْ رَوْحِهَا وَطِيْبِهَا، وَيُفْسَحُ لَهٗ فِيْ قَبْرِهٖ مَدَّ بَصَرِهٖ-قَالَ: وَيَأْتِيْهِ رَجَلٌ حَسَنُ الْوَجْهِ، حَسَنُ الثِّيَابِ، طَيِّبُ الرِّيْحِ؛ فَيَقُوْلُ: أَبْشِرْ بِالَّذِيْ يَسُرُّكَ؛ هَذَا يَوْمُكَ الَّذِيْ كُنْتَ تُوْعَدُ. فَيَقُوْلُ لَهٗ: مَنْ أَنْتَ؟ فَوَجْهكَ الْوَجْهِ يَجِيَئُ بِالْخَيْرِ. فَيَقُوْلُ: أَنَا عَمَلُكَ الصَّالِحُ. فَيَقُوْلُ: رَبِّ أَقِمِ السَّاعَةِ؛ حَتَّى أَرْجِعَ إِلَى أَهْلِيْ وَمَالِيْ.

قَالَ: وَإِنَّ الْعَبْدُ الْكَافِرِ إِذَا كَانَ فِيْ اِنْقِطَاعِ مِنَ الدُّنْيَا وَإِقْبَال مِنَ الْآخِرَةِ نَزَلَ إِلَيْهِ مِنَ السَّمَآءِ مَلَآ ئِكَةٌ سُودُ الْوُجُوْهِ، مَعَهُمْ الْمُسُوح؛ فَيَجْلِسُوْنَ مِنْهُ مَدَّ البَصْرِ، ثُمَّ يَجِيْئُ مَلَكُ الْمَوْتِ حَتّٰى يَجْلِسُ عِنْدَ رَأْسِهٖ؛ فَيَقُوْلُ: أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِيْثَة ؛ أُخْرُجِيْ إِلٰى سَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَغَضَب. قَالَ: فَتُفَرَّق فِيْ جَسَدِه؛ فَيَنْتَزِعَهَا

كَمَا يُنْتَزَع السَّفُّودُ مِنَ الصُّوْفِ المَبْلُوْل؛ فَيَأْخُذُهَا، فَإِذَا أَخَذَهَا لَمْ يَدَعُوْهَا فِيْ يَدِهٖ طَرْفَةَ عَيْنٍ حَتّٰى يَجْعَلُوْهَا فِيْ تِلْكَ المُسُوْحِ، وَيَخْرُجُ مِنْهَا كَأَنْتَن رِيحِ جِيفَة وُجِدَتْ عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ ، فَيَصْعَدُوْنَ بِهَا، فَلَا يَمُرُّوْنَ بِهَا عَلٰى مَلَأٍ مِّنَ الْمَلَآئِكَةِ إِلَّا قَالُوْا: مَا هٰذَا الرُّوْحُ الْخَبِيْث؟ فَيَقُوْلُوْنَ: فُلانُ بن فُلانٍ - بِأَقْبَحِ أَسْمَآئِهِ الَّتِيْ كَانَ يُسَمّٰى بِهَا فِي الدُّنْيَا ،حَتّٰى يُنْتَهٰى بِهٖ إِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا؛ فيُسْتَفْتَحُ لَهٗ فَلَا يُفْتَحُ لَهٗ ـثُمَّ قَرَأَ رَسُوْلُ الله ﷺ:

{لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ}۔
(الاعراف:۴۰)

فيقول الله عَزَّ وَجَلَّ : أُكْتُبُوا كِتَابَهُ فِي سِجِّينٍ فِي الْأَرْضِ السُّفْلَى؛ فَتُطْرَحُ رُوحُهُ طَرْحًا ثُمَّ قَرَأَ:

{وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ۔ }
(الحج:۳۱)

فَتُعَادُ رُوْحُهُ فِيْ جَسَدِهٖ وَيَأْتِيْهِ مَلَكَانِ؛ فَيُجْلِسَانِهٖ؛ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ: مَنْ رَّبُّکَ؟ فَيَقُوْلُ: هَاهْ هَا هْ ؛ لَا أَدْرِيْ،فَيَقُوْلَانِ لَهٗ: مَا دِيْنَکَ؟ فَيَقُوْلُ: هَاهْ هَاهْ؛ لَا أَدْرِيْ، فَيَقُوْلَانَ لَهٗ : مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِيْ بُعِثَ فِيْكُمْ ؟ فَيَقُوْلُ: هَاهْ هَاهْ؛ لَا اَدْرِيْ۔ فَيُنَادِيْ مُنَادٍ مِنَ السَّمَآءِ أَنْ كَذَبَ؛ فَافرِشُوْا لَهٗ مِنَ النَّارِ وَافْتَحُوْا لَهٗ بَابًا إِلَى النَّارِ،فَيَأْتِيْهِ مِنْ حَرِّهَا وَسَمُوْمِهَا، وَيُضَيِّقُ عَلَيْهِ قَبْرُهٗ؛ حَتّٰى تَخْتَلِفَ فِيْهِ أَضْلَاعَهٗ۔ وَيَأْتِيْهِ رَجُلٌ قَبِيْحُ الْوَجْهِ قَبِيْحُ الثِّيَابِ مُنْتِنُ الرِّيْحِ، فَيَقُوْلُ: أَبْشِرْ بِالَّذِيْ يُسَوؤکُ؛ هٰذَا يَوْمُکَ الَّذِيْ كُنْتَ تُوْعَدُ.فَيَقُوْلُ: مَنْ أَنْتَ؟ فَوَجْهکَ الْوَجْهِ

یَجِیْئُ بِالشَّرِ۔ فَیَقُوْلُ: أَنَا عَمَلُکَ الْخَبِیْث.فَیَقُوْلُ: رَبِّ لَا تُقِمِ السَّاعَةِ ﴾

(ابو داؤد:۴۷۵۳،احمد:۱۷۸۰۳)

اس حدیث مبارکہ میں پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موت کے وقت انسانی روح کو قبض کرنے کے لئے فرشتوں کی آمد کی تفصیل بیان فرمائی ہے چنانچہ:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ہم پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری صحابی کے جنازے میں شریک تھے، جب قبرستان پہنچے تو اُس وقت اُن کی قبر تیار نہ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتظار میں قبر کے پاس تشریف فرما ہو گئے، ہم سب بھی آپ کے اطراف میں بیٹھ گئے، سب پر خاموشی طاری تھی، (اور یوں ساکت تھے) گویا سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک میں ایک چھوٹی سی لکڑی تھی جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین کھرچ رہے تھے۔ اچانک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر مبارک اوپر اٹھایا اور فرمایا: عذاب قبر سے (اللہ کی) پناہ طلب کرو، یہ کلمات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو یا تین مرتبہ دھرائے، پھر ارشاد فرمایا: جب مؤمن بندہ کا دنیا چھوڑنے کا آخری وقت ہوتا ہے تو فرشتوں کی جماعت اُس کی طرف آسمان سے نازل ہوتی ہے جن کے چہرے آفتاب ومہتاب کی طرح روشن اور خوبصورت ہوتے ہیں، ان کے ساتھ جنت کا کفن اور وہاں کی خوشبوئیں ہوا کرتی ہیں، وہ مرنے والے کے قریب اس کی حد نظر تک قطاروں میں بیٹھ جاتے ہیں، پھر ملک الموت حضرت عزرائیل علیہ السلام نازل ہوتے ہیں، اور مرنے والے کے قریب بیٹھ کر یہ خوشخبری دیتے ہیں۔

''اے نفس مطمئنّہ: (اے مطمئن خوش وخرم روح)، اللہ کی رحمت ومغفرت کی طرف کوچ کر''

اس کے بعد پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اس خوشخبری پر مرنے والے کی روح نہایت پُر سکون حالت میں خوشی ومسرت کے ساتھ اپنے جسم کو اس طرح چھوڑ دیتی ہے جس طرح پانی کا آخری قطرہ اپنے برتن سے نکل پڑتا ہے (جس میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی)۔ موجودہ فرشتے اُس پاک روح کو لمحہ بھر میں ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں اور جنت کے کفن اور خوشبو میں بسا دیتے ہیں، اس وقت میت کے جسم سے ایسی دل آویز خوشبو مہکتی ہے جس کی نظیر روئے زمین پر ممکن نہیں۔ فرشتے اُس پاک روح کو لے کر آسمان کی طرف عروج کرتے ہیں، راستے میں فرشتوں کے جس گروہ پر بھی ان کا گزر ہوتا ہے تو وہ دریافت کرتے

ہیں یہ پاک روح کس کی ہے؟۔تو فرشتے اسکے اعلیٰ القاب اور ناموں کے ساتھ جس کے ساتھ وہ دنیا میں مشہور تھا کہتے ہیں یہ فلاں بن فلاں کی روح ہے۔

پھر آسمانِ دنیا کے دروازے پر پہنچ کر آواز دیتے ہیں ،(پہلے آسمان پر موجود فرشتے)اندر سے آسمان کا دروازہ کھول کر اُس پاک روح کا استقبال کرتے ہیں، اِس طرح ہر آسمان پر یہی معاملہ ہوتا ہے، ہر آسمان کے بزرگ فرشتے اپنے دوسرے آسمان تک اس جلوس میں شرکت کرتے ہیں، یہاں تک کہ یہ پاک روح ساتویں آسمان پر پہنچ جاتی ہے۔ یہاں اللہ تبارک وتعالیٰ فرشتوں سے ارشاد فرماتے ہیں: میرے اس بندے کا نام اور اعمال نامہ اعلیٰ علّیین (جو ساتویں آسمان پر نیک اعمال ناموں کا دفتر اور نیک روحوں کی عارضی قیام گاہ ہے) میں لکھ دو، اور اِس کو پھر زمین پر لیجاؤ، میں نے انہیں مٹی سے پیدا کیا ہے اور اُسی میں انہیں جانا ہے، اور اُسی سے دوبارہ زندہ کروں گا۔

اس کے بعد اس پاک روح کو اُس کے جسم کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے۔(اس کامیاب سند کو لے کر وہ پاک روح اپنی قبر میں آجاتی ہے) یہاں اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں ،وہ میّت کو بٹھاتے ہیں اور(میّت سے تین)سوال کرتے ہیں۔(۱) تمہارا رب کون ہے؟ (۲) تمہارا دین کیا ہے؟ (۳)اُس شخص کے بارے میں تمہارا کیا عقیدہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا تھا؟(یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔(مؤمن بندہ ان سوالات کے جوابات نہایت ہی اطمینان اور سکون و بشاشت کے ساتھ دیتا ہے)۔اور وہ کہتا ہے:

(۱) میرا رب اللہ ہے۔(۲) میرا دین اسلام ہے ۔(۳) اور وہ (شخص) اللہ کے رسول ہیں۔اس جواب پر فرشتے پوچھتے ہیں تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا؟ میت کہتی ہے میں نے اللہ کی کتاب پڑھی ہے، اور اُس کی تصدیق کی ہے اور اُس پر میرا ایمان ہے۔اُس وقت آسمان سے قبر میں ایک ندا(آواز) آتی ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا، (اس کے لئے) قبر میں جنت کا بچھونا بچھا دو، اور اس کو جنت کا لباس پہنا دو، اور اس کی قبر میں جنت کا دروازہ کھول دو، چنانچہ اُس کی قبر میں اُس دروازے سے جنت کی رَوح ورَیحان اور رُوح پرور ہوائیں آنے لگتی ہیں ، اور اُس کی قبر کو تا حدِ نگاہ کشادہ کر دیا جاتا ہے۔

اس کے بعد خوشبوؤں میں بسا ایک خوبصورت چہرے والا، خوبصورت لباس والا آدمی اچانک اس کی قبر میں آجاتا ہے اور میت کو مبارکباد دیتا ہے، اور کہتا ہے کہ دنیا کی زندگی میں تم سے جو وعدہ کیا گیا تھا وہ آج پورا ہوا۔ میّت اُس سے پوچھتی ہے تم کون ہو؟ آپ کا چہرہ وہ ہے جو خیر لے کر آیا ہے، وہ کہتا ہے میں تمہارا نیک عمل ہوں۔ اس عیش و مسرّت میں میت کہتی ہے اے میرے پروردگار! قیامت جلد قائم کر دیجئے تا کہ میں جنت میں اپنے اہل وعیال سے ملاقات کر سکوں۔

(اُس کو کہا جاتا ہے کہ انتظار کرو۔ اب اُس پر میٹھی نیند ڈال دی جاتی ہے اور وہ تھکی ماندی دلہن کی طرح سوجاتا ہے جس کو اُس کے محبوب کے علاوہ اور کوئی بیدار نہیں کرتا۔ (اور پھر وہ قیامت تک اسی حالت میں رہے گا۔ مؤمن بندہ کی روح قبض کرنے کی اس تفصیل کے بعد پیارے پیغمبر ﷺ نے کافر و منافق کی تفصیل اس طرح بیان فرمائی): فرمایا:

کافر انسان کی دنیا کا جب آخری وقت اور آخرت کا ابتدائی وقت ہوتا ہے تو آسمان سے کالے کلوٹے، بدصورت، خوفناک فرشتے اُترتے ہیں جن کے ہاتھوں میں ٹاٹ کا کفن ہوتا ہے۔ وہ بھی مرنے والے کے اطراف حد نظر تک بیٹھ جاتے ہیں، پھر ملک الموت اُترتے ہیں اور مرنے والے کے سرہانے بیٹھ کر اس طرح خطاب کرتے ہیں:

اے خبیث روح: ! اپنے رب کے غضب و قہر کی طرف چل۔ اس وقت کافر کی روح اپنے بدن کے ذرّہ ذرّہ سے چمٹ جاتی ہے (نکلنا نہیں چاہتی)۔ ملک الموت اُس کی روح کو اس کے بدن سے اس طرح کھینچ لیتے ہیں جس طرح خاردار سلاخ بَل کھائی اُون سے کھینچ لی جاتی ہے، اُن کے اس عمل سے کافر کے (جسم کے) جوڑ جوڑ اور رگیں چُور چُور ہو جاتی ہیں۔ موجودہ فرشتے اُس ناپاک روح کو آناً فاناً ٹاٹ کے کفن میں لپیٹ دیتے ہیں۔ اس وقت اُس ناپاک روح سے ایسی سڑی بدبو نکلتی ہے جو زمین پر کسی مُردار جانور کے سڑ جانے کے بعد پیدا ہوا کرتی ہے۔ سب فرشتے اس ناپاک روح کو لے کر آسمان کی طرف عروج کرتے ہیں، راستے میں فرشتوں کا جو بھی گروہ ملتا ہے وہ دریافت کرتا ہے کہ یہ خبیث روح کس کی ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں یہ فلاں بن فلاں کی روح ہے اور اُس کے برے اور گندے القاب سے اُس کا نام لیتے ہیں جو دنیا

میں اس کے ہوتے ہیں۔ پھر پہلے آسمان پر پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں لیکن دروازہ کھولا نہیں جاتا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہاں تک بیان فرما کر قرآن حکیم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ﴾

کھولے نہ جائیں گے اُن کے لئے آسمان کے دروازے اور وہ نہ داخل ہوں گے جنت میں یہاں تک کہ گھس جائے (داخل ہو جائے) اونٹ سوئی کے ناکے میں۔ (الاعراف:۴۰)

(یہ عربی زبان کا محاورہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ جس طرح ایک اونٹ سوئی کے ناکے میں کبھی داخل نہیں ہوسکتا، اسی طرح یہ لوگ بھی کبھی جنت میں داخل نہیں ہوسکیں گے اور ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں پڑے رہیں گے)۔

اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیں گے اس ناپاک روح کا نام سجّین (بدروحوں کے نامہ اعمال اور عارضی قیام گاہ کا مقام ہے جو ساتویں زمین سے نیچے ہے) میں لکھ دو اس کے بعد اُس کی روح کو زمین کی طرف پھینک دیا جاتا ہے۔ یہاں پیارے پیغمبر ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ۔﴾ (الحج:۳۱)

اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھرائے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا: پھر یا تو پرندے اُسے اچک لے جائیں، یا ہوا اسے کہیں دور دراز کی جگہ لا پھینکے۔

آخر اُس کی ناپاک روح اُس کے ناپاک جسم میں لوٹا دی جاتی ہے، پس دو فرشتے اُس کی قبر میں اُس کے پاس اُترتے ہیں، اور اس کو اٹھا کر بٹھا دیتے ہیں اور پھر پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور اس شخص کے بارے میں تیرا کیا عقیدہ ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا؟۔

ہر سوال کے جواب میں وہ ناپاک مرد کہتا ہے: ہائے ہائے میں تو کچھ بھی نہیں جانتا۔ اِس پر آسمان سے ندا آتی ہے: اس بندے نے جھوٹ کہا: اِس کی قبر میں آگ کا بستر لگا دو، اور جہنم کا دروازہ کھول دو، پھر جہنم کی گرمی اور اُسکی جھلسا دینے والی ہوائیں قبر میں آنے لگتی ہیں، اور اُس پر اُس کی قبر کو تنگ کر دیا جاتا ہے جس سے اُس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں، اس کے بعد ایک بدصورت، وحشت ناک

چہرے والا قبر میں داخل ہوتا ہے اور اُس ناپاک مردے سے کہتا ہے جس دن کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا تو نے اُس کا مزہ چکھ لیا؟ مردہ پوچھتا ہے تم کون ہو؟ وہ جواب دیتا ہے میں تیرا بُرا عمل ہوں۔ اِس پر مردہ چیخنے لگتا ہے: اے میرے رب قیامت بَر پا نہ کرنا، قیامت بر پا نہ کرنا (کیونکہ اُس کو قیامت کے بعد اس کے اصلی ٹھکانا جہنم میں جھونک دیا جاتا ہے)۔ (تنبیہ الغافلین: ص۳۷)

☆ ایک روایت میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جب مؤمن کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو فرشتے اس کے پاس ریشمی کپڑے لاتے ہیں کہ جس میں مشک اور ریحان کی گھٹیاں ہوتی ہیں، اور اُس کی روح کو یوں نکالتے ہیں جیسے آٹے سے بال نکالتے ہیں، اور اُس سے کہا جاتا ہے: اے نفس مطمئنہ! تو اپنے رب کی طرف لوٹ جا اس کی رحمت اور رضا کی طرف اس حال میں کہ تو اُس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی۔ اور اُس کی روح کو نکال کر اُس مشک اور عنبر پر رکھا جاتا ہے، اور ریشمی کپڑا اس پر لپیٹ کر اسے علّیین میں پہنچا دیا جاتا ہے۔ اور کافر کی موت کا جب وقت آتا ہے تو فرشتے بالوں کا کڑا لاتے ہیں جس میں انگارے ہوتے ہیں، زور سے کھینچ کر اُس کی روح نکالتے ہیں، اور اُس سے کہا جاتا ہے: اے خبیث نفس! نکل اپنے رب کی طرف کہ تو اُس سے ناراض اور وہ تجھ سے ناراض۔ نکل اللہ کے عذاب کی طرف، اُس کی روح نکال کر انگاروں پر رکھی جاتی ہے اور اس سے کسی چیز کے اُبلنے کی آواز آنے لگتی ہے، اس کپڑے کو اُس پر لپیٹ کر اسے سجّین میں پہنچا دیا جاتا ہے۔ (نسائی ۱۸۳۳۔ حاکم ۱: ۳۵۲)

﴿ عَنْ عباد ة بن الصامت رضی اللہ عنہ عن النَّبِيِّ ﷺ قال: " مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ أَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَ هُ، وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَ هُ" فَقَالَتْ عَائِشَة رضی اللہ عنہا أَوْ بَعْضِ أَزْوَاجِهٖ: اِنَّا لَنَكْرَهُ الْمَوْت، فَقَال: " لَيْسَ ذَاكِ ، وَلٰكِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا حَضَرَهُ الْمَوْتُ بُشِّرَ بِرِضْوَانِ اللّٰهِ وَ كَرَامَتِهٖ ، فَلَيْسَ شَيْئٌ أَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا أَمَامَهُ، فَأَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ وَأَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَ هُ ، وَاِنَّ الْكَافِرَ اِذَا حُضِرَ بُشِّرَ بِعَذَابِ اللّٰهِ وَعُقُوْبَتِهٖ ، فَلَيْسَ شَيْئٌ أَكْرَهَ اِلَيْهِ مِمَّا أَمَا مَهُ، فَكَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ وَكَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَ هُ ﴾ (اخرجه مسلم)

حضرت عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تبارک وتعالیٰ کی ملاقات پسند کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا پسند فرماتا ہے، اور جو اللہ سے ملنا پسند نہیں کرتا تو

اللہ تبارک وتعالیٰ بھی اس سے ملنا پسند نہیں فرماتے ، یہ سن کر امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے عرض کیا: کہ ہم تو مرنے سے نفرت کرتے ہیں : فرمایا: یہ مطلب نہیں مقصد یہ ہے کہ مومن کے سامنے جب موت آتی ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشنودی اور عزت بخشی کی بشارت دی جاتی ہے تو اس کو آئندہ ملنے والی نعمتوں سے زیادہ کوئی چیز مرغوب ومحبوب نہیں ہوتی ، اس لئے اس کو اللہ تعالیٰ سے ملنے کی رغبت ہوتی ہے ،نتیجہ میں اللہ بھی اس کو پسند فرماتے ہیں ۔لیکن کافر کے سامنے جب موت آتی ہے ، اور اس کو اللہ کی طرف سے عذاب اور سزا کی اطلاع ملتی ہے تو آئندہ پہنچنے والے (عذاب) سے زیادہ اس کی نظر میں کوئی چیز قابل نفرت نہیں ہوتی، اس لئے وہ اللہ سے ملنا پسند نہیں کرتا ، اور اللہ کو بھی اس سے ملاقات پسند نہیں ہوتی۔

☆☆☆☆☆

موت کی علامات: جب کسی پر موت کے آثار ظاہر ہونے لگیں

جب یہ معلوم ہو جائے کہ موت قریب ہے اور موت کے آثار ظاہر ہونے لگیں،اور عام طور پر موت کی علامات اکثر لوگوں پر جو ظاہر ہوتی ہیں وہ یہ ہیں کہ:

(۱) قدموں اور پنڈلیوں کا ٹھنڈا ہونا

جب مرنے والے کی ٹانگیں ڈھیلی پڑ جائیں کہ کھڑی نہ ہو سکیں ،اور پاؤں ٹھنڈے پڑ جائیں اس لئے کہ روح پہلے قدموں سے نکلنا شروع ہوتی ہے اور اس کا احساس مرنے والے کو دیکھنے اور چھونے سے ہوتا ہے،مرنے والے کے پاس بیٹھنے والا اُس کے قدموں کو چھو کر دیکھے تو اسے احساس ہوگا کہ اس کے پاؤں ٹھنڈے ہو گئے ہیں ، پنڈلیاں چھوئے گا تو وہ گرم ہوں گی ، پھر کچھ دیر کے بعد پنڈلیوں کو دیکھے گا تو وہ بھی ٹھنڈی ہو چکی ہوں گی ،گھٹنوں پر ہاتھ رکھے گا تو وہ گرم ہوں گے تو اس سے معلوم ہو جائے گا کہ اب روح یہاں تک پہنچ چکی ہے، کچھ دیر کے بعد آدھا جسم نچلا دھڑ ٹھنڈا ہو گا اور اُوپر والا گرم تو اس طرح چھوتے رہنے سے اسے اندازہ ہوگا کہ روح کہاں تک پہنچ چکی ہے۔

بعض اوقات موت کی سختی سے ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لپٹ جاتی ہے، نیز نیچے کے بدن یعنی ٹانگوں سے روح کا تعلق ختم ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے مرنے والے کے لئے پنڈلیوں کا ہلانا اور ایک کو دوسرے سے جدا رکھنا اُس کے اختیار

میں نہیں رہتا، اس لئے ایک پنڈلی دوسری پنڈلی پر بے اختیار گر جاتی ہے، جس کو قرآن کریم نے ﴿ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴾ سے تعبیر کیا ہے۔

(۲) پیشانی پر پسینہ آنا

پیشانی پر پسینہ کا آنا: اکثر مرنے والوں کی پیشانی سے زرد مائل بہ سیاہی رنگ کا پسینہ نکلنا شروع ہو جاتا ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ مردے کی پیشانی پر یہ پسینہ اپنے رب سے حیاء کی وجہ سے آتا ہے کہ اِدھر سے گناہ اور اُدھر سے مغفرت۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں موت کے وقت مؤمن کی پیشانی پر پسینہ آنا اس وجہ سے ہوتا ہے کہ جو گناہ (زندگی کا) رہ جاتا ہے، اس کے عوض موت کے وقت سختی دی جاتی ہے جس کی وجہ سے پیشانی پر پسینہ آجاتا ہے اور اس کی وجہ سے اس کے گناہوں کا کفارہ کر دیا جاتا ہے۔ حضرت بریدہؓ سے مروی ہے کہ:

﴿اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: اَلْمُؤْمِنُ يَمُوْتُ بِعَرَقِ الْجَبِيْنِ ﴾ (رواہ الترمذی ۹۸۲، والنسائی)

مؤمن کی موت پیشانی کے پسینہ کے ساتھ ہوتی ہے۔

حضرت بریدہ اسلمیؓ فرماتے ہیں کہ وہ خراسان میں اپنی بھائی کی عیادت کے لئے گئے جو مریض تھے تو ان کو موت (نزع) کی حالت میں پایا، اور ان کی پیشانی سے پسینہ نکل رہا تھا تو انہوں نے (مارے خوشی کے) اللہ اکبر کہا، اور پھر فرمایا کہ میں نے پیارے پیغمبر ﷺ کو یہ فرماتے سنا، مومن کی موت کے وقت پیشانی پر پسینہ آتا ہے۔ (الفتح الربانی ج ۷ ص ۵۹)

(۳) بے خودی، بھڑ بھڑانا اور کپکپی:

بعض مرنے والوں کے سامنے جب فرشتے روح قبض کرنے کے لئے آتے ہیں تو ان کی عجیب کیفیت ہو جاتی ہے، وہ کبھی تو ایسی باتیں کرتے ہیں کہ جن کی سمجھ نہیں آتی، اور کبھی اُن پر بیہوشی طاری ہو جاتی ہے اور کبھی خوف کی وجہ سے ہوش میں آجاتے ہیں، یہ بھی موت کی علامت ہے۔

(۴) سانس کا اُکھڑ جانا:

جب سانس اکھڑ جائے اور جلدی جلدی چلنے لگے اور سانس کی وہ آواز جو مرنے والے کے سینہ سے نکلتی ہے، اور وہ انتہائی مشکل سے سانس لیتا ہے۔

(۵) غرغرہ:

جب مرنے والے کی روح سمٹ کر ہنسلی یعنی حلق تک پہنچ جاتی ہے اور سانس حلق میں رکنے لگتی ہے، اللہ تبارک

وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِیَ ★ وَقِيْلَ مَنْ رَاقٍ ★ وَظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ★ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ★ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِنِ الْمَسَاقُ ﴾ (القیامۃ ۲۶۔۳۰)

ہرگز نہیں، خبر دار! جب جان ہنسلیوں (گلے) تک پہنچ جاتی ہے، تو (تیمارداروں کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ) ہے کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا۔ اور وہ (مرنے والا) انسان سمجھ لیتا ہے کہ اب جدائی کا وقت آ گیا ہے۔ اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جاتی ہے۔ تو اُس دن آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رب کی طرف ہی جانا ہوتا ہے۔

{تشریح}: اس آیت کریمہ میں اللہ ربّ العزت نے موت کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے کہ غفلت شعار انسان بھول میں رہتا ہے یہاں تک کہ موت سر پر آ کھڑی ہوتی ہے، اور جب مرنے والے انسان کی روح سمٹ کر گلے کی ہڈی (ہنسلی) تک پہنچنے لگے اور سانس حلق میں رکنے لگے تو سمجھ لینا چاہئے کہ اُس کا آخرت کا سفر شروع ہو گیا ہے۔ ایسی مایوسی کے وقت طبیبوں اور ڈاکٹروں کی کچھ نہیں چلتی، لوگ ظاہری علاج اور تدبیروں سے مایوس ہو جاتے ہیں تو افراتفری مچ جاتی ہے اور جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈوں والوں کو تلاش کرنے لگتے ہیں کہ شاید کوئی جھاڑ پھونک کے ذریعے اس کو مرنے سے بچا لے۔ اور دوسری طرف موت کے فرشتے کہتے ہیں کہ اس کی روح کو لے کر کون چڑھے گا رحمت کے فرشتے یا عذاب کے فرشتے؟۔

اُس وقت مرنے والے کو علامات موت اور ملائکہ کو دیکھ کر یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ اب عزیز و اقارب، ساتھ کھیلنے اور پروان چڑھنے والے بہن بھائیوں، شفیق ماں باپ جنہوں نے اپنی گود میں پالا پوسا تھا، بیوی بچوں، گھر، املاک اور جائیداد اور تمام محبوب و مالوف چیزوں سے جدا ہونے کا وقت آ گیا ہے، اور میری روح بدن سے جدا ہونے والی ہے۔ اور میرے فراق اور الوداع ہونے کا وقت آ پہنچا ہے:

کوسِ رحلت بکوفت دستِ اجل — اے دو چشم وداعِ سر بکنید
اے کفِ دست وساعد وبازو — ہمہ تودیعِ یک دیگر بکنید
برمن افتادہ دشمن کام — آخر اے دوستاں گُزر بکنید
روز گارم بشد بنادانی — من نہ کردم شُما حذر بکنید

یہ وقت ہوتا ہے اللہ کے پاس جانے کا، جب سامانِ موت سب مہیا ہو چکتے ہیں، اور ملائکہ روح قبض کر لیتے ہیں تو کہتے ہیں آج تجھے تیرے رب کے پاس جانا ہے، اب تجھ کو وہاں کی حاضری سے کوئی نہیں روک سکتا۔ اب نہ تو توبہ قبول ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی عمل، اس لئے عقلمند انسان پر لازم ہے کہ اس وقت کے آنے سے پہلے پہلے اپنی اصلاح کی فکر کر لے، تاکہ سماوات پر اس کی حضوری بعزت و احترام ہو۔

(۶) تروتازگی اور ہلکا پن:

بعض مریض مرنے سے پہلے ایسی تروتازگی اور ہلکا پن محسوس کرتے ہیں جو اس سے پہلے بیماری کی حالت میں محسوس نہیں کرتے ہوتے۔ پہلے اُن پر لمبی لمبی بیہوشی طاری ہوتی ہے تکلیف سے دوچار رہتے ہیں مگر اچانک مرنے سے قبل وہ ہوش میں آجاتے ہیں اور اپنے آپ کو تندرست اور توانا محسوس کرتے ہیں۔ مگر یہ عام طور پر نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ اگر ناک ٹیڑھی ہوجائے، اور کنپٹیاں بیٹھ جائیں، بالغ افراد میں آنکھوں کی سیاہی غائب ہو جائے: تو جب یہ تمام علامات ظاہر ہو جائیں یا ان میں سے بعض علامات ظاہر ہوں، تو سمجھ لو کہ اس کی موت کا وقت آ گیا ہے۔

(۷) مرنے والے کو قبلہ رُخ کرنا

اب جو لوگ وہاں پہ موجود ہوں انہیں چاہیۓ کہ اُس کو قبلہ رُخ کریں کہ میت کو قبلہ رُخ کرنا مسنون ہے حضرات صحابہ کرامؓ نزع کے وقت (مرنے والے کو) قبلہ کی طرف کرنے کو مستحب سمجھتے تھے۔ چونکہ اب وہ شخص قبر میں جانے کے قریب ہوگیا ہے اس لئے اسے قبر میں رکھنے کی حالت پر قیاس کرتے ہوئے اور اس کی سہولت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کا رُخ قبلہ کی طرف پھیر دیں۔ اور اس کے لئے یا تو مریض کو دائیں کروٹ پر لٹادیں۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو اُس کا سر ذرا سا قبلہ کی طرف گھمادیں۔ یا مریض کے پاؤں قبلہ رخ کر کے اس کے سر کے نیچے تکیہ رکھ دیں تاکہ منہ قبلہ کی طرف ہو جائے۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ میت کو قبلہ رُو رکھا جائے گا۔ حضرت ابو قتادہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیت اللہ تمہارے زندوں کا بھی اور مردوں کا بھی قبلہ ہے۔

اور ایک دوسری حدیث میں حضرت ابو قتادہؓ سے مروی ہے کہ جب پیارے پیغمبر ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت براء بن معرورؓ کے بارے میں پوچھا، حضرات صحابہؓ نے بتایا کہ: اُن کا انتقال ہو چکا، اور انہوں نے وصیت کی تھی کہ اُن کو قبلہ رُخ کر دیا جائے۔ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: کہ اُنہوں نے فطرت کو پا لیا، پھر آپ ﷺ ان کی قبر پر تشریف لے گئے اور نماز (جنازہ) پڑھی۔ اور فرمایا: اے اللہ! ان کو معاف فرما، ان کے ساتھ رحم والا معاملہ فرما، اور اُن کو

جنت میں داخل فرما اور تو نے ایسا کر دیا ہے۔ (الدرایہ مع الہدایۃ ا:۱۵۸، مستدرک ا، ۳۵۳)

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: جب تم اپنے بستر پر آنا چاہو تو وضو کر لو، اور دائیں کروٹ پر لیٹ جاؤ، اور یہ کلمات کہو:

﴿ أَللّٰهُمَّ وَجْهِيْ اِلَيْكَ ، وَفَوَّضْتُ أَمْرِيْ اِلَيْكَ ، وَأَلْجَاْتُ ظَهْرِيْ اِلَيْكَ ، رَغْبَةً وَرَهْبَةً اِلَيْكَ ، لَامَلْجَأَ وَلَا مَنْجَأَ مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ ، اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ أَنْزَلْتَ ، وَنَبِيِّكَ الَّذِيْ أَرْسَلْتَ ﴾ (بخاری:۳۳۶)

اگر اس رات تمہارا انتقال ہو جائے، تو فطرت یعنی حالت اسلام میں مرو گے، ان کلمات کو تمام اذکار کے بعد کہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ مرنے والے کو قبلہ رُخ لٹانا چاہئے اور اس کا طریقہ وہ ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

(۸) مرنے والے کے پاس اچھی بات کہنا

مرنے والے کے پاس جا کر کلمات خیر ہی کہنے چاہئے ،اُس کو اُس کی نیکیاں اور اچھائیاں یاد دلائیں تاکہ اس کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن پیدا ہو،کوئی غلط اور مایوسی کی بات نہیں کہنی چاہئے،حدیث میں ہے کہ:حضرت امّ سلمہؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اِذَا حَضَرْتُمُ الْمَرِيْضَ أَوِ الْمَيِّتَ فَقُوْلُوْا خَيْرًا؛ فَاِنَّ الْمَلَآ ئِكَةَ يُؤَمِّنُوْنَ عَلٰى مَا تَقُوْلُوْنَ ﴾ (مسلم)

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جب تم کسی مریض یا مرنے والے کے پاس جاؤ تو وہاں جا کر صرف خیر کی بات کہو، کیونکہ (اس وقت وہاں فرشتے موجود ہوتے ہیں اور) تمہارے کہے ہوئے پر فرشتے آمین کہتے رہتے ہیں۔لہٰذا وہاں جا کر بہت احتیاط سے بولنا چاہئے۔

امّ المؤمنین حضرت امّ سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جب میرے سابقہ شوہر ابوسلمہؓ کا انتقال ہوا تو میں نے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اب میں کیا پڑھوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ پڑھو:

﴿ أَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَأَعْقِبْنَا عُقْبٰى صَالِحَةً ﴾ (ترمذی ،نسائی، ابن ماجه)

اے اللہ ان کی مغفرت فرما: اور مجھے ان کا نعم البدل عطا فرما، وہ فرماتی ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے مجھے اُن کا نعم البدل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عطا فرمایا۔

تلقین کرنا

اُس وقت اُس کے پاس اہل خاندان میں سے ایسے افراد ہوں جو دیندار اور مسائل سے واقف ہوں، وہ اس کے پاس کھڑے ہوکر بجائے رونے دھونے کے اس کے سامنے قدرے اونچی آواز سے کلمہ شہادت پڑھتے رہیں :

﴿ أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ * لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ ﴾

تاکہ مرنے والا بھی ان کلمات کو سن کر کلمہ پڑھ لے اور اُس کا خاتمہ بالخیر ہو جائے : اُسے تلقین کہا جاتا ہے ۔تلقین جمہور کے نزدیک مستحب ہے، اور یہ اس شخص کے لئے ہے جو قریب المرگ ہو، لہٰذا نہ تو مردے کو شہادتین کی تلقین کی جائے گی اور نہ ہی کسی مردے کی قبر پر شہادتین پڑھا جائے گا۔لیکن یہ بات یاد رکھیں مرنے والے سے کلمہ پڑھنے کا تقاضہ نہ کریں کیونکہ یہ انتہائی مشکل وقت ہوتا ہے نہ جانے اس کے منہ سے کیا نکل جائے۔ جب وہ ایک مرتبہ کلمہ پڑھ لے تو پھر خاموشی اختیار کرلیں، اور اگر اس کے بعد وہ پھر کوئی دنیاوی باتیں کرے تو دوبارہ کلمہ کی تلقین کریں۔تاکہ سب سے آخری بات جو اُس کے منہ سے نکلے وہ کلمہ ہو۔اس لئے کہ قبض روح کے وقت شیطان کی بھر پور کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ مرنے والے پر اپنا آخری وار کر کے بغیر کلمہ کے موت کے بھینٹ چڑھادے۔

دوسری طرف مسلمان کے تمام اعمال کا دارو مدار اسی کلمہ پر ہے، اور یہ اس کے لئے بہت بڑی سعادت ہے کہ اُسے کلمہ نصیب ہو جائے۔ ربّ العزت ہم سب کو بھی موت کے وقت کلمہ طیّبہ نصیب فرمائے۔ آمین۔

حضرت ابوسعید الخذریؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ (صحيح مسلم)

مرنے والوں کو کلمہ {لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ} کی تلقین کریں۔

اس حدیث میں موتیٰ سے مراد محتضر ہے، (یعنی وہ شخص جس پر موت کے اثرات ظاہر ہو جائیں) اور علامہ عینیؒ اور حافظ ابن حجرؒ دونوں کے کلام میں یہ ہے کہ {لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ} سے مراد پورا کلمہ ہے۔

حضرت عثمان بن عفانؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اِذَا احْتَضَرَ الْمَيِّتَ ، فَلَقِّنُوْهُ : لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ، فَاِنَّهٗ مَا مِنْ

عَبْدٍ يَخْتُمُ لَهٗ بِهَا عِنْدَ مَوْتِهٖ اِلَّا كَانَتْ زَادَهٗ اِلَى الْجَنَّةِ ﴾ (ابن ابی الدنیا ص۱۰۸)

پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم مرنے والے کے پاس حاضر ہو تو اُسے {لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ} کی تلقین کرو، جس آدمی کی موت اس کلمہ پر ہوگی تو یہ اُس کے لئے جنت کا زادِراہ بنے گا۔

آخر وقت میں کلمہ کہتے ہوئے مرنے کی بڑی فضیلت ہے اور کلمہ پر موت کا ہونا یہ علامت ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے معافی نصیب ہوگی۔ اس لئے اس کی بڑی تاکید فرمائی گئی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ مرنے والوں کو کلمہ {لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ} کی تلقین کریں کیونکہ وہ زبان پر ہلکا و آسان، ترازو میں وزنی ہے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ یہ کلمہ گناہوں اور خطاؤں کو اس طرح منہدم کر دیتا ہے جیسے سیلاب عمارتوں کو منہدم کر دیتا ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ پھر وہ کلمہ زندوں کے لئے کیسا ہے؟ فرمایا: زندوں کے لئے وہ اور زیادہ گناہوں کو منہدم کرنے والا ہے۔ (کنز العمال)

اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے:

﴿ مَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ ﴾ (رواہ ابو داؤد:۳۱۱۶، مشکوٰۃ)

جس کا آخری کلام {لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ} ہوا وہ جنت میں جائے گا۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں پیارے پیغمبر ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ سو رہے تھے اور آپ ﷺ پر سفید کپڑے تھے، میں آیا تو آپ ﷺ جاگ گئے، پھر فرمایا: کوئی بندہ ایسا نہیں جو {لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ} کہے اور موت آجائے مگر یہ کہ وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (مسلم تلخیص ص۱۱۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب بچہ منہ کھولنے لگے، (یعنی اس میں بولنے کی صلاحیت پیدا ہو) تو اُسے پہلا بول {لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ} بتاؤ، پھر مرنے کے وقت اُسے {لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ} بتاؤ، سو جس کا پہلا کلام {لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ} ہوا اور پھر وہ ہزار سال تک زندہ رہا تو گناہ کا مواخذہ نہ ہوگا۔ (مرقات ج۵ ص۱۳)

(۱۰) نزع کے وقت کلمہ کی تلقین اور ثابت قدمی کی دعاء

مومن کو آخری وقت کلمہ کی تلقین کی جائے گی، اور کافر کو اسلام اور ایمان لانے کی تلقین کی جائے گی۔ چنانچہ حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ أُحْضُرُوْا مَوْتَاكُمْ ، وَلَقِّنُوْهُمْ : لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ، وَبَشِّرُوْهُمْ بِالْجَنَّةِ، فَاِنَّ الْحَلِيْمَ

مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ يَتَحَيَّرُ عِنْدَ ذَالِكَ الْمَصْرَعِ ﴾

نزع کے وقت حاضر ہوا کرو، اور کلمہ کی تلقین کیا کرو، اور مرنے والوں کو جنت کی بشارت دو، مرد وعورت خواہ کتنے ہی برد بار و سنجیدہ ہوں، موت کے وقت حیران و پریشان ہو جاتے ہیں، اور سب سے زیادہ شیطان نزع کے وقت قریب ہو جاتا ہے۔ (کنز العمال، ج۱۵ ص۵۵۶)

شیطان نزع کے وقت اس لئے مرنے والے کے قریب آتا ہے تا کہ اس کے عقیدے میں بگاڑ پیدا کرے، اور اسے بہکاتا ہے، کفریہ باتوں کو دلیل سے سمجھاتا ہے، تا کہ مرنے والا حالت کفر میں مرے، اس لئے شریعت نے حکم دیا ہے کہ مرنے والے کو کلمہ کی تلقین کرو، تا کہ موت کے وقت اس کے دل میں صرف اللہ کی ذات ہو۔

امام احمد بن حنبلؒ کا واقعہ

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے صاحبزادے فرماتے ہیں، میرے والد کا جب انتقال ہونے لگا، تو میں اُن کے پاس بیٹھا تھا، میرے ہاتھ میں کپڑا تھا تا کہ انتقال کے بعد جبڑا باندھ دوں، اُن کو غشی ہو جاتی تھی جس سے ہمیں یہ خیال ہوتا تھا کہ انتقال ہو گیا، پھر افاقہ ہو جاتا تھا، اور اس وقت وہ کہتے کہ ابھی نہیں، ابھی نہیں، جب تیسری مرتبہ یہی صورت پیش آئی تو میں نے اُن سے دریافت کیا کہ ابّا جان! آپ یہ کیا فرماتے ہیں؟ فرمانے لگے بیٹا! تمہیں خبر نہیں، شیطان ملعون میرے پاس کھڑا ہے اور رنج وغم سے اپنی انگلی منہ میں دبا رہا ہے، اور کہتا ہے اے احمد تو میرے ہاتھ سے نکل گیا، جب وہ یہ کہتا ہے تو میں کہتا ہوں ابھی نہیں چھوٹا (جب تک کہ جان نہ نکل جائے) تجھ سے اطمینان نہیں۔ (فضائل ص۴۸۱)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے مردوں کو { لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ } کی تلقین کرو، اور اُن کے لئے دعاء کرو کہ اللہ پاک ثابت قدم رکھے، سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو قوت نہیں۔ (طبرانی کنز العمال ج۱۵ ص۵۵۸)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک یہودی لڑکا جو آپ ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا مریض ہو گیا، آپ ﷺ اُسے دیکھنے کے لئے تشریف لائے، اور اُس کے سرہانے بیٹھ گئے، اور اس سے فرمایا: اسلام لے آ، وہ اپنے والد کی طرف جو اس کے پاس بیٹھے تھے دیکھنے لگا۔ اس کے والد نے اُس سے کہا { أَطِعْ أَبَا الْقَاسِمِ } آپ ﷺ کی اطاعت کرو، پس وہ اسلام لے آیا، آپ ﷺ اس کے پاس سے نکلے اور یہ فرما رہے تھے الحمد للہ، کہ اللہ نے اسے جہنم سے بچا لیا۔

(بخاری ص۱۸۱، سنن کبریٰ ج۳: ۲۸۳)

(۱۱) سورۃ یٰسین کی تلاوت کرنا:

اور جو پڑھے لکھے لوگ وہاں موجود ہوں تو ان کے لئے مستحب یہ ہے کہ مرنے والے کے پاس سورۃ یٰسین کی تلاوت کریں، اس لئے کہ سورۃ یٰسین کی تلاوت سے ایک تو موت کی سختی کم ہو جاتی ہے۔

حضرت ابو درداءؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : مَا مِنْ مَیِّتٍ یُقْرَأُ عِنْدَ رَأْسِہٖ یٰسِیْنَ اِلَّا ھَوَّنَ اللّٰہُ عَلَیْہِ ﴾

کوئی مرنے والا ایسا نہیں کہ اس کے سرہانے سورۃ یٰسین پڑھی جائے، مگر اللہ تعالیٰ اس کے لئے آسانی پیدا فرما دیتے ہیں۔ (ابن ابی الدنیا ص ۱۰۸)

اور دوسرے اس لئے بھی تاکہ ایسے وقت میں وہ مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو، اُسے تسلی حاصل ہو اور اس کے ایمان اور قوتِ قلبیہ میں اضافہ ہو۔ حضرت معقل بن یسارؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ اِقْرَءُ وْا سُوْرَۃَ یٰسٓ عَلٰی مَوْ تَاکُمْ ﴾ (ابوداؤد۔۲ ص۸۹، ابن ماجه ص۱۰۵، مشکوٰۃ،)

تم اپنے مرنے والوں پر سورۃ یٰسین پڑھا کرو۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ سورۃ یٰسین اس کے مرنے کے بعد بھی اس کے پاس پڑھی جائے جب کہ اُس کی لاش کو مکمل طور پر چادر سے ڈھانک دیا گیا ہو۔

ہر جمعہ کو والدین کی قبر پر سورۃ یٰسین کی تلاوت کرنا

سورہ یٰسین کے عندالقبر پڑھنے کے بارے میں بھی ایک حدیث میں ابن عدی سے مروی ہے کہ:

﴿ مَنْ زَارَ قَبْرَ وَالِدَیْہِ ، أَوْ أَحَدَھُمَا فِیْ کُلِّ جُمُعَۃٍ فَقَرَأَ عِنْدَھُمَا یٰسِیْن غُفِرَ لَہٗ بِعَدَدِ کُلِّ حَرْفٍ مِّنْھَا۔ ﴾ (اخرجه نسائی ، وابن ماجه)

جس نے ہر جمعہ کو اپنے والدین (میں سے دونوں) کی قبر کی زیارت کی، یا ان میں سے کسی ایک کی، اور ان کی قبروں کے پاس سورۃ یٰسین کی تلاوت کی تو ہر ہر حرف کے بدلے اس کی مغفرت کی جائے گی۔

(۱۲) سورۂ رعد کی تلاوت

اسی طرح سورۃ الرعد کا پڑھنا بھی مستحب ہے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جب جانکنی کا وقت ہو تو اس کے سامنے

سورۂ رعد کا پڑھنا مستحب ہے، اس سے میّت کو سہولت ہوتی ہے، اور قبض روح میں آسانی ہوتی ہے اور اس میں راحت ہوتی ہے۔ اسی طرح حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ بعض تابعین حضرات اس وقت سورۂ رعد کا پڑھنا مستحب قرار دیتے ہیں۔
(شامی ص ۲۷٦، ج ۱۰)

اور اُس کے پاس یہ دعاء بھی مانگتے رہیں:

﴿ اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلَیْہِ سَکَرَاتُ الْمَوْتِ ﴾

اے اللہ! اس پر موت کی سختی کو آسان فرما دیجئے۔

(۱۳) مرنے والے کا اللہ سے حسن ظن رکھنا

انسان زندگی میں تو اللہ تعالیٰ سے خوف کرتا رہے تاکہ عمل کی ترغیب ہو، اور موت کے وقت اللہ کی رحمت اور مغفرت کی امید رکھے تاکہ شوق و محبت کے ساتھ بارگاہ رب کی حضوری نصیب ہو۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ ایک نوجوان کے پاس تشریف لے گئے جو موت کی حالت میں تھا، آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کس حالت میں اپنے آپ کو پاتے ہو؟ اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ سے امید کر رہا ہوں، اور گناہوں سے ڈر رہا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: اس وقت کسی مؤمن پر دو حالتین (خوف اور امید کی) جمع نہیں ہوتیں، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اُسے وہی دیتے ہیں جس کی وہ امید رکھتا ہے، اور اس سے مامون کر دیتے ہیں جس سے وہ ڈر رہا ہوتا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ سَمِعْتُ رَسُوْ لَ اللّٰہِ ﷺ : یَقُوْلُ قَبْلَ مَوْتِہٖ بِثَلَاثٍ ، لَا یَمُوْتُ أَحَدُکُمْ اِلَّا وَھُوَ یُحْسِنُ الظَّنُّ بِاللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ ﴾ (مسلم و ابن ماجه ،الدر المصور ص۲۱۵،ج۵)

یعنی میں نے پیارے پیغمبر ﷺ کو اپنی وفات سے تین روز قبل یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: موت کے وقت آدمی کو خاص طور پر اللہ تعالیٰ سے حسنِ ظن رکھنا چاہئے۔

یعنی یہ خیال کرے کہ انشاء اللہ تعالیٰ، اللہ تبارک وتعالیٰ ضرور مجھ پر رحم فرمائیں گے، اور اللہ تعالیٰ سے اپنی مغفرت کی توقع اور امید رکھے، اور اُس کی رحمت سے ناامید نہ ہو، جب ایک قوم نے اللہ رب العزت کیساتھ بدظنی کی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

{ وَذٰلِکُمْ ظَنُّکُمُ الَّذِیْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّکُمْ اَرْدٰکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ } (فصلت:۲۳)

اپنے پروردگار کے بارے میں تمہارا یہی گمان تھا جس نے تمہیں برباد کیا، اور اسی کے نتیجے میں تم اُن لوگوں میں شامل ہو گئے جو سراسر خسارے میں ہیں۔

اس لئے موت کے وقت انسان پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن کا غلبہ ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے مجھ پر رحمت فرمائیں گے، اور میرے گناہوں سے درگزر فرمائیں گے، اور مجھے معاف فرمائیں گے۔ اور ان آیات اور احادیث میں غور کرے جن میں اللہ کی رحمت اور عفو و درگزر کا ذکر ہے۔

جیسا کہ صحیح قدسی کی حدیث میں ہے:

{ قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ: أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ ، فَلْیَظُنُّ بِیْ مَا شَآءَ، وَأَنَا مَعَہٗ إِذَا ذَکَرَنِیْ... الخ }

ربّ العالمین کا ارشاد ہے کہ: میں اپنے بندے کے ساتھ اس کے گمان کے مطابق معاملہ کرتا ہوں جو وہ میرے متعلق رکھتا ہے، پس میرے ساتھ جو چاہے گمان رکھے، (بھلائی کا یا برائی کا) اور جب میرا بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اُس کے ساتھ ہوتا ہوں۔

اس لئے جو حاضرین اُس موقع پر موجود ہوں وہ بھی اس کے اچھے اعمال کا ذکر کریں اور اللہ کی رحمتوں کا ذکر کریں تاکہ اسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن پیدا ہو۔

ابن مبارک فرماتے ہیں کہ ہمیں سفیان نے خبر دی کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے تھے:

﴿ اِذَا رَأَیْتُمُ بِالرَّجُلِ الْمَوْتَ فَبَشِّرُوْہُ ، لِیَلْقٰی رَبَّہٗ وَھُوَ حُسْنِ الظَّنِّ بِاللّٰہِ ، وَاِذَا کَانَ حَیًّا فَخَوِّفُوْہُ ﴾

جب تم کسی آدمی کو مرنے کے قریب دیکھو تو اُسے خوشخبری دو، تاکہ وہ اپنے رب سے حسن ظن کی حالت میں ملے، اور جب وہ زندہ ہو تو اُسے اللہ سے ڈراؤ۔

اور حضرت فضیلؒ فرماتے تھے: جب تک بندہ زندگی اور صحت کی حالت میں ہو تو اُس کے لئے امید کے مقابلے میں خوف زیادہ نفع مند ہے، اور جب موت کی حالت کو پہنچے تو اُس کے لئے امید زیادہ افضل ہے بہ نسبت خوف کے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو اپنے ساتھ حسن ظن کی دولت سے نوازے۔

(۱۴) موت جب قریب ہو تو مرنے والا خود یہ دعائیں پڑھے:

﴿ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاَلْحِقْنِیْ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی ﴾ (بخاری)

اے اللہ تو میری مغفرت فرما، اور مجھ پر رحم فرما اور مجھ کو اچھے دوست کے ساتھ پیوست فرما۔

اسی طرح آیت کریمہ کا ورد کرے کہ اس سے شہادت کا اجر اور اللہ کی رضا حاصل ہوگی۔

﴿ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ ﴾

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو شخص اسے مرض اور بیماری کے موقع پر {۴۰} مرتبہ پڑھ لے، اور پھر اسی بیماری میں انتقال ہو جائے تو اُسے شہید کا ثواب ملے گا۔اور اگر اس مرض سے اچھا ہو گیا تو گناہوں سے مغفرت ہو جائے گی۔ (مستدرک حاکم ج۱ ص۵۰۶)

اور جب روح نکلنے کے آثار محسوس ہوں تو یہ دعاء پڑھے:

﴿ اَللّٰھُمَّ أَعِنِّیْ عَلٰی غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَسَکَرَاتِ الْمَوْتِ ﴾

اے اللہ تو میری امداد فرما موت کی سختیوں میں اور موت کے سکرات میں۔

☆ اگر جان کنی کے عالم میں خدانخواستہ کسی مسلمان کی زبان سے کلمہ کفر بھی نکل جائے تو اُس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، کیونکہ اُس وقت اُس کے ہوش وحواس ٹھکانے نہیں ہوتے، اس لئے اس وقت جو بھی بات اُس سے سرزد ہو جائے وہ معاف ہے، اس لئے ایسی کسی بات کی تشہیر نہ کریں، اور اُس کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہیں۔

(۱۵) چار پائی پر پاک چادر کا بچھانا

اُس کی چار پائی پر پاک وصاف چادر بچھادی جائے، اور اس کے پاس خوشبو جلائی یا رکھی جائے، اس لئے کہ اس وقت اللہ کے مقدس فرشتے وہاں آتے ہیں۔ (عالمگیری:۱،۱۵۷)

(۱۶) بوقت موت آدمی کو اپنا ٹھکانا معلوم ہونا:

اللہ تعالیٰ کے اس قول: {لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا} (یونس:۶۴)

کہ ان کے لئے خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں:

حضرت ضحاکؒ اِس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ مرنے والا موت سے پہلے جان لیتا ہے کہ اُس کا ٹھکانا کہاں

ہے۔حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی انسان دنیا سے اُس وقت تک نہیں جاتا، جب تک وہ اپنے ٹھکانے کو دیکھ نہیں لیتا کہ جنت ہے یا جہنم۔　(ابن ابی الدنیا: ص ۱۷۰)

حضرت عبادہ بن ثابتؓ سے مروہ ہے کہ: مومن (صالح) کو موت کے وقت اللہ تعالیٰ کی رضامندی، خوشنودی اور اکرام کی اطلاع دی جاتی ہے، اور کافر کو موت کے وقت مواخذہ اور سزا کی خبر دے دی جاتی ہے۔　(شرح احیاء)

حضرت علیؓ کی ایک روایت میں ہے کہ:

﴿ حَرَامٌ عَلٰی نَفْسٍ أَنْ تَخْرُجَ مِنَ الدُّنْیَا، حَتّٰی تَعْلَمُ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ هِيَ أَمْ مِنْ أَهْلِ النَّارِ ﴾

حرام ہے یہ بات کہ دنیا سے جدائیگی کے وقت مرنے والے کو یہ بات نہ بتائی جائی کہ آیا وہ اہل جنت میں سے ہے یا اہل دوزخ میں سے۔

سکرات اور غیر شرعی رسومات

سکرات کے موقعہ پر شریعت میں جو احکامات ہیں ان کو میں نے اوپر ذکر کر دیا ہے اس کے علاوہ بعض مقامات پر جو غیر شرعی رسومات کی پابندی کی جاتی ہے ان سے بچنا چاہئے۔تجہیز و تکفین کے موقعہ پر اور اس کے بعد ہونے والی بدعات اور رسومات کو تفصیل کے ساتھ ہم نے اپنی دوسری کتاب (البدعۃ) میں ذکر کر دیا ہے وہاں دیکھ لی جائیں۔

☆☆☆☆☆

موت واقع ہو جانے کے بعد کے آداب و سنتیں

جب موت واقع ہو جائے تو مرنے والے کے متعلقین یہ دعاء پڑھیں:

﴿ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ أَللّٰهُمَّ أَجِرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَاخْلُفْ لِيْ خَيْرًا مِّنْهَا } أَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَلَهُ وَأَعْقِبْنِيْ مِنْهُ عُقْبٰى حَسَنًا ﴾

ہم اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف واپس ہوں گے۔ اے اللہ! تو مجھے میری مصیبت کا اجر عطا فرمادے اور جو چیز آپ نے مجھ سے لے لی ہے اس کا بہتر نائب عطا فرما۔اے اللہ میری اور مرنے والے کی مغفرت فرما، اورانجام بخیر عطا فرما۔

ایک روایت میں ہے کہ: جو اس دعاء کو پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس مصیبت میں ثواب عطا فرماتے ہیں، اور اُس کو فوت شدہ چیز کے بدلے اس سے اچھی چیز عنایت فرماتے ہیں۔ (مسلم)

اس دعاء کو پڑھے اور صبر کرے اگر بے صبری بھی کرے گا تو اس ثواب سے محروم رہے گا۔

بچہ کے فوت ہونے پر یہ دعاء پڑھیں

حضرت ابو سنانؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بیٹے سنان کو دفن کیا۔حضرت ابوطلحہ خولانیؒ قبر کے کنارے پر تھے۔ جب میں نے جانے کا ارادہ کیا تو انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا پھر فرمایا: کیا میں تمہیں (ایک) خوشخبری نہ دوں؟ مجھے ضحاک بن عبدالرحمٰن بن عزرب نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے یہ حدیث بیان کی کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِذَا قُبِضَ وَلَدًا الْمُسْلِمُ، قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لِلْمَلَا ئِكَةِ : قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِيْ ؟ قَالُوْا: نَعَمْ : قَالَ: فَمَاذَا قَالَ؟ قَالُوْا: اِسْتَرْجَعَ وَ حَمِدَ، قَالَ : ابْنُوْا لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ ، وَسَمُّوْهُ بَيْتَ الْحَمْدِ ﴾ (احمد في مسنده، والترمذی:۱۰۲۱، وابن حبان)

جب مسلمان کا بچہ (خواہ بیٹا ، پوتا یا نواسا ہو) فوت ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتے ہیں (کیا) تم میرے بندے کے بچے کو لے آئے ہو؟ فرشتے کہتے ہیں: جی ہاں !اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں: میرے بندے نے (اس پر) کیا کہا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: اس نے {اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ} کہا اور

(الحمد للہ کہہ کر) آپ کی تعریف کی۔اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم فرماتے ہیں کہ میرے بندے کے لئے جنت میں ایک گھر بنادو، اور اُس گھر کا نام بیت الحمد یعنی تعریف کا گھر رکھو۔

ایک روایت میں ہے کہ: اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں: اے ملک الموت! کیا تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کر لی؟ اُس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کو اس سے لے لیا؟۔اور ترمذی اور بغوی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

﴿ أَقَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِيْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ ، فَيَقُوْلُ : قَبَضْتُمْ ثَمَرَةَ فُؤَادِهِ ﴾ (ترمذی)

کیا تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کر لی؟ پس وہ عرض کرتے ہیں: جی ہاں! پس فرماتے ہیں: تم نے اس کے دل کے میوے کو اُس سے لے لیا۔

میت کے اعضاء کی درستگی

اب مرنے والا مر چکا، اس کا بے جان لاشہ آپ کے سامنے ہے، روح نکل جانے کے بعد اس کے اعضاء درست کر دیں۔

آنکھیں بند کرنا

اگر میت کی آنکھیں کھلی رہ گئی ہیں تو آہستہ سے نرمی کے ساتھ میت کی آنکھیں بند کر دیجئے، اس لئے کہ آنکھوں کے کھلا رہنے سے جہاں میت کی صورت ڈراؤنی نظر آئے گی وہاں اس بات کا بھی اندیشہ ہے کہ اُس کی آنکھوں میں کوئی چیز داخل ہو جائے، اور اس لئے بھی کہ رُوح نکلنے کے بعد آنکھوں کی روشنی بھی ساتھ چلی جاتی ہے، لہٰذا! آنکھ کے کھلا رہنے میں اب کوئی فائدہ نہیں۔لیکن اس میں اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ جب موت واقع ہو جانے کا یقین ہو جائے تو تب آنکھیں بند کی جائیں، موت واقع ہونے سے پہلے نہیں۔اور اس لئے کہ حدیث میں ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ میت کی آنکھیں بند کر دو، کیونکہ جب روح نکلتی ہے تو آنکھیں اس کا پیچھا کرتی ہیں (کہ یہ کہاں جا رہی ہے)۔

اس لئے میت کی آنکھوں کا بند کرنا مستحب ہے، اور آنکھیں بند کرتے ہوئے یہ دعاء پڑھیں:

﴿ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ۔ أَللّٰهُمَّ يَسِّرْ عَلَيْهِ أَمْرَهُ وَسَهِّلْ عَلَيْهِ مَا بَعْدَهُ وَأَسْعِدْهُ بِلِقَآئِكَ وَاجْعَلْ مَا خَرَجَ اِلَيْهِ خَيْرًا مِمَّا خَرَجَ عَنْهُ ﴾

(فتح القدیر باب احکام الجنائز، فصل فی الغسل ۲:۱۰۵: در مختار ۲۰)

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہائت رحم فرمانے والا ہے۔شروع کرتا ہوں اللہ کے نام

سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر، اے اللہ! اس میت پر اس کا کام آسان فرمادے، اور اس پر آنے والے حالات آسان فرما، اور اس کو اپنے دیدار مبارک سے مشرف فرما، اور جہاں گیا ہے (یعنی دار آخرت) اس کو اِس کے لئے بہتر بنادے اُس جگہ سے جہاں سے وہ گیا ہے (یعنی دنیا سے)۔

حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

﴿ وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اَللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: دَخَلَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ عَلَى أَبِي سَلَمَةَ وَقَدْ شُقَّ بَصَرُهُ فَأَغْمَضَهُ،ثُمَّ قَالَ: إِنَّ اَلرُّوحَ إِذَا قُبِضَ اتَّبَعَهُ الْبَصَرُ فَضَجَّ نَاسٌ مِنْ أَهْلِهِ فَقَالَ: لَا تَدْعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ إِلَّا بِخَيْرٍ، فَإِنَّ اَلْمَلَائِكَةَ تُؤَمِّنُ عَلَى مَا تَقُولُونَ ثُمَّ قَالَ: اَللَّهُمَّ اغْفِرْ لِأَبِي سَلَمةَ وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ فِي اَلْمَهْدِيِّينَ وَاخْلُفْهُ فِي عَقِبِهِ فِي الْغَابِرِيْنَ، وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ،أَللّٰهُمَّ افْسِحْ لَهُ فِي قَبْرِهِ وَنَوِّرْ لَهُ فِيْهِ ﴾

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

امّ المؤمنین حضرت امّ سلمہؓ فرماتی ہیں کہ: حضرت ابوسلمہؓ کے انتقال کے وقت پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اُس وقت ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بند کیا، اور ارشاد فرمایا: کہ رُوح جب قبض کر لی جاتی ہے تو آنکھیں اُس کا پیچھا کرتی ہیں۔ اس پر ان کے بعض گھر والے رونے چیخنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دعائے خیر کرو، اس لئے کہ ملائکہ آمین کہتے ہیں تمہاری بات پر، اس کے بعد آپ نے یہ دعاء پڑھی:

﴿ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأَبِي سَلَمَةَ,وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ فِي اَلْمَهْدِيِّيْنَ, وَاخْلُفْهُ فِي عَقِبِهِ فِي الْغَابِرِيْنَ وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ،أَللّٰهُمَّ افْسِحْ لَهُ فِي قَبْرِهِ وَنَوِّرْ لَهُ فِيْهِ ﴾

ٹھوڑی کو سر کے ساتھ باندھنا

کسی کپڑے کی چوڑی پٹی کی مدد سے اس کی ٹھوڑی سر کے ساتھ باندھ دیں تا کہ منہ کھلا نہ رہ جائے اس لئے کہ منہ کے کھلا رہنے سے جہاں میت کی صورت ڈراوٗنی نظر آئے گی وہاں اس بات کا بھی اندیشہ ہے کہ اُس کے منہ میں پانی یا اور کوئی چیز داخل نہ ہو جائے۔

حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کو اس کی وصیت فرمائی تھی کہ جب تم دیکھو کہ میری روح پرواز کر گئی ہے تو اپنا دایاں ہاتھ میری پیشانی پر رکھ دینا اور بایاں ہاتھ میری ٹھوڑی کے نیچے رکھ دینا (تاکہ منہ بند ہو جائے) اور میری آنکھیں بند کر دینا۔

جوڑوں کو حرکت دینا

اس کے جسم کے ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کے جوڑوں کو آہستہ اور نرمی کے ساتھ حرکت دے کر نرم کرلیں تاکہ سخت نہ ہو جائیں، اس لئے کہ جوڑوں کے اطراف میں جو مادہ ہوتا ہے وہ میّت کے انتقال کے بعد سخت ہو جاتا ہے، تاکہ غسل دینے والے کو مشقّت نہ ہو۔

دونوں انگوٹھوں کا باندھنا

میت کی دونوں ٹانگوں کو سیدھا کر کے اور دونوں پاؤں کو ملا کر ان کے انگوٹھے باندھ دیں تاکہ ٹانگیں نہ پھیلیں اور پیٹ سے مقعد کے راستے سے کوئی چیز نہ نکلے۔ اور اسی طرح میت کے دونوں ہاتھوں کو اس کے پہلو کے ساتھ لمبائی میں رکھ دیں۔

میّت کے پیٹ پر وزنی چیز رکھنا

میّت کے پیٹ پر لوہے یا مٹی کا ہلکا وزن رکھ دیں مثلاً کسی شاپنگ بیگ وغیرہ میں تھوڑی سی مٹی ڈال کر تاکہ پیٹ پھول نہ جائے، خاص طور پر اُس وقت جب اس کو زیادہ مدّت کے لئے رکھا جائے۔ کسی ایسی چیز کا وزن نہ رکھا جائے جو اُسے زخمی کردے، آج کے زمانے میں ہسپتالوں کے اندر برف کا ڈھیلا رکھا جاتا ہے تاکہ لاش متاثر نہ ہو۔

چار پائی پر رکھنا

میت کو جس چار پائی، بیڈ یا تخت پر رکھیں اُس کو خوشبو سے تین دفعہ دھونی دے لیں، چار پائی کو اس طرح سے رکھیں کہ میت کی داہنی کروٹ قبلہ کی طرف رہے، جس طرح مرنے سے پہلے قبلہ رُخ رکھا گیا تھا۔ اس کے کمرے میں عطر چھڑک کر، یا عُود ولوبان جلا کر خوشبو کر دیں۔

میّت پر چادر ڈھانکنا

میت کے کپڑے نکال دیئے جائیں اور اس کو کسی صاف چادر سے ڈھانک دیں، اس کو کھلا نہیں چھوڑنا چاہئے، ظاہر ہے کہ غسل میں تو دیر لگے گی لیکن یہ عمل اسی وقت کر دینا چاہئے، ایسی چادر جس میں اس کا انتقال ہوا ہو اُسے تبدیل کر دیں۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے۔

امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ : حِيْنَ تَوفِّي سُجِّيَ فِيْ بِبُرْدِ حِبَرَة ﴾ (بخاری:۵۸۱۴)

پیارے پیغمبر ﷺ کی وفات کے بعد آپ کے جسد مبارک کو اُون یا کتان کی بنی ہوئی ایک یمنی چادر سے (جو دھاری دار تھی) ڈھانپ دیا گیا تھا۔

البتہ مرنے والا اگر محرم ہو یعنی اُس نے حج یا عمرہ کا احرام باندھا ہوا ہو تو پھر اس کا چہرہ اور سر نہیں ڈھانپا جائے گا، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے: حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر ایک صحابی جو میدانِ عرفات میں اپنی سواری سے گر کر وفات پا چکے تھے اور محرم (یعنی حالت احرام) میں تھے، (ان کے بارے میں پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ:

﴿ اِغْسِلُوْهُ بِمَآءٍ وَسِدْرٍ وَكَفِّنُوْهُ فِي ثَوْبَيْنِ، وَ لَا تُحَنِّطُوْهُ وَلَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَهُ وَلَا وَجْهَهُ ؛ فَإِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَة مُلَبِيًا ﴾ (بخاری:۱۲۶۵، مسلم،۱۲۰۶)

اِسے پانی اور بیری کے پتوں کے ساتھ غسل دو، اور دو کپڑوں میں کفنا دو، اور نہ تو اس کو خوشبو لگاؤ اور نہ اس کا چہرہ اور سر ڈھانپو، اسے قیامت کے دن تلبیہ پڑھتے ہوئے اٹھایا جائے گا۔

مگر علامہ شامی فرماتے ہیں کہ اگر حالت احرام میں کسی کا انتقال ہو جائے تو احناف کے نزدیک اُس کے سر کو ڈھانک دیا جائے گا۔ (شامی ج۲:ص۲۰۴)

اور علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ وفات کے بعد چہرے کا ڈھانک دینا بالا جماع مستحب ہے۔ (مرقات ج۵ ص۳۱۲)

☆ جب تک میت کو غسل نہ دیا جائے اُس وقت تک اس کے پاس قرآن کریم نہ پڑھا جائے کہ یہ مکروہ ہے، البتہ کسی دوسرے کمرے میں اس کی تلاوت کی جاسکتی ہے۔ (شامی)

☆ میّت کے پاس ناپاکی کی حالت میں جب کہ غسل فرض ہو نہ مرد آئے اور نہ عورت، البتہ بعض علماء نے حیض و نفاس والی عورت کو میت کے پاس بیٹھنے کی اجازت دی ہے۔ جبکہ امام احمدؒ کے نزدیک حائضہ اور جنبی میت کے قریب نہ جائے۔ (مراقی الفلاح ص ۱۱۲: البحر الرائق ۲، ۱۷۱)

☆ آخری وقت میں اگر اس کی زبان سے کوئی غلط کلمہ نکل جائے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں اس لئے اس کی تشہیر نہ کریں۔

☆ میت کے قریب دنیاوی باتیں نہ کریں، کتا یا تصویر ہو تو نکال دیں۔

موت کی اطلاع

میّت کے اعضاء کی درستگی کے بعد اس کے دوست و احباب، عزیز و اقارب اور رشتہ داروں اور پڑوسیوں کو اس کے انتقال کی جلد از جلد اطلاع کر دیں تاکہ وہ اس کی تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ میں زیادہ سے زیادہ شریک ہو سکیں، حضرات صحابہ کرامؓ کا یہی معمول تھا۔ چنانچہ حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ: جب ہم میں سے کسی کے انتقال کا وقت ہوتا تو ہم پیارے پیغمبر ﷺ کو اس کی اطلاع دیتے، آپ ﷺ تشریف لاتے اور مرنے والے کے حق میں استغفار کرتے یہاں تک کہ جب اس کا انتقال ہو جاتا تو آپ ﷺ واپس ہو جاتے، اور کبھی آپ ﷺ اور آپ کے ساتھی تدفین تک تشریف رکھتے یہاں تک کہ تدفین ہو جاتی، مگر اس میں کبھی بہت تاخیر ہو جاتی۔ تو اس پر بعض صحابہ اکرامؓ نے کہا کہ اگر ہم پیارے پیغمبر ﷺ کو پہلے اطلاع نہ دیں، اور انتقال کے بعد اطلاع دیں تو آپ ﷺ پر اس میں مشقت اور پریشانی نہیں ہوگی، چنانچہ (اس کے بعد) پھر ہم ایسا ہی کرنے لگے۔ پیارے پیغمبر ﷺ کو کسی کے انتقال کے بعد خبر دی جاتی، اور آپ ﷺ تشریف لاتے، اور اُس کی نماز جنازہ پڑھتے، اور کبھی واپس ہو جاتے اور کبھی تدفین تک تشریف رکھتے، ایک زمانہ تک ہم ایسا ہی کرتے رہے، پھر ہم نے کہا کہ کیوں نہ ہم آپ ﷺ کے پاس ہی جنازہ اٹھا کر لیجائیں کہ اس میں آپ ﷺ کے لئے زیادہ راحت ہے، چنانچہ ہم ایسا ہی کرنے لگے اور یہی رواج آخر تک رہا۔　(سنن البیہقی ۲۸۲/۷)

اسی طرح دیگر احادیث سے بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ ﷺ اس بات کو پسند فرماتے تھے کہ موت ہونے پر اس کی اطلاع دی جائے، چنانچہ آپ ﷺ حضرت طلحہ بن براءؓ کے پاس عیادت کے لئے تشریف لے گئے، تو آپ ﷺ نے (موت کی علامتوں سے اندازہ لگانے کی وجہ سے) فرمایا: میرا گمان ہے کہ موت کی حالت پیش آ رہی ہے، جب ان کا انتقال ہو جائے تو مجھے اطلاع دے دینا، اور جلدی کرنا۔ (یعنی ان کی تجہیز و تکفین میں جلدی کرنا)۔ کسی مسلمان کی میت کے لئے ہرگز مناسب نہیں کہ گھر والوں کے درمیان اسے زیادہ رکھا جائے۔　(ابوداؤد ص ۴۵۰، مشکوۃ: ص ۱۴۱)

ایک شخص کا انتقال ہوا اور اُس کو راتوں رات دفن کر دیا گیا، صبح اُس کا ذکر ہوا تو پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم کو کس بات نے مجھے اس کی خبر دینے سے منع کیا؟۔　(بخاری ۱۲۴/۷، ابن ماجہ ۱۵۱۹)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ موت کی اطلاع اور خبر دینا پسندیدہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس کے جنازہ میں شریک ہوں اور اس کے حق میں دعاء کریں۔ اگر مرنے والا کوئی عالم، بزرگ اور مقتدا شخصیت ہو تو اس کی خبر بازاروں اور

سڑکوں پر بھی دی جاسکتی ہے۔ (بدائع الصنائع ۲، ۲۲: شامی، ۲ ص ۱۹۳)

قرض کی ادائیگی

مرنے والے کے ذمہ اگر کوئی قرض ہو تو میت کے متعلقین اور ورثاء کے لئے مستحب ہے کہ اس کو ادا کردیں، یہ میت کے حق میں بہت ہی بہتر ہوگا۔ کیونکہ حدیث میں کہ:

﴿عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه عَنِ اَلنَّبِيِّ ﷺ قَالَ: نَفْسُ اَلْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَيْنِهِ حَتَّى يُقْضَى عَنْهُ﴾ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَاَلتِّرْمِذِيُّ وَحَسَّنَه)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ: پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ: مومن کا نفس اس کے قرض کی وجہ سے معلق (لٹکا) رہتا ہے یہاں تک کہ اُس کی ادائیگی ہو جائے۔

تجہیز و تکفین میں جلدی کرنا

اور اس کی تجہیز و تکفین کا جلد از جلد انتظام کریں۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ:

﴿قال عليه الصلاة والسَّلام: أَسْرِعُوْا بِالْجِنَازَةِ فَإِنْ تَکُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ لَعَلَّهُ قَالَ تُقَدِّمُوْنَهَا عَلَيْهِ وَإِنْ تَكُنْ غَيْرَ ذَالِکَ فَشَرٌّ تَضَعُوْنَهُ عَن رِقَابِكُمْ﴾ (بخاری ۱۳۱۵)

پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: جلدی کرو جنازہ کرنے میں، اگر تو وہ نیک ہے تو اس کے لئے بہتر ہے کہ جلد تم اُسے آگے بھیج دو، اور اگر وہ ایسا نہیں ہے تو تم شر کو اپنے گردنوں سے اتار دو گے۔

☆ قبر کی تیاری کے لئے کچھ لوگوں کو قبرستان بھیج دیں تا کہ جنازہ کے قبرستان پہنچنے تک اُس کی قبر تیار ہو جائے۔ اس کے غسل، کفن اور جنازہ کا بندوبست کرلو۔

میت کو بوسہ دینا

میّت کے چہرہ کو بوسہ دینا جائز ہے، اُمّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہؓ سے مروی ہے:

﴿ رَأَيْتُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ :يُقَبِّلُ عثمان بن مظعون ، وَهُوَ مَيِّتٌ ،حَتّٰى رَأَيْتُ الدُّمُوْعُ تَسِيْلُ ﴾

میں نے پیارے پیغمبر ﷺ کو عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھا، یہاں تک کہ میں

نے آنسو بہتے ہوئے دیکھے۔

یہ عثمان بن مظعونؓ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے،ہجرت سے (۳۰) تیس ماہ بعد ان کا مدینہ منورہ میں انتقال ہوا،اور جنت البقیع میں دفن ہونے والے یہ پہلے مہاجر صحابی تھے۔ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بوسہ دیا۔اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنے روئے کہ دونوں گالوں پر آنسو مبارک بہنے لگے۔

اسی طرح امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ: جب پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہوا توحضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے گھر مقام سنح سے گھوڑے پر سوار ہوکر،امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہؓ کے پاس تشریف لائے،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وفات کے بعد یمنی چادروں سے ڈھانک دیا گیا تھا۔

{ فَكَشَفَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَبَّلَهٗ } (رواه البخاری)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور سے چادر ہٹائی اور (بالکل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھک کر) بوسہ دیا۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ عقیدت ومحبت کی بنیاد پر میّت کی پیشانی کا بوسہ لیا جاسکتا ہے، جب کہ میّت صالحین اور نیک و برگزیدہ لوگوں میں سے ہو، یا قریبی رشتہ داروں میں سے ،البتہ خاوند کے لئے بعد از مرگ بیوی کا بوسہ لینا جائز نہیں۔ اور قبر میں اس کی صورت دیکھنا جائز ہے، اگر میّت عورت ہوتو ایسے وقت غیر محرم مردوں کو ہٹا دینا چاہئے ،میّت کا پردہ واجب ہے۔

☆☆☆☆☆

میّت پر نوحہ و ماتم کرنے کی ممانعت

موت ہونے کے بعد معاشرے میں بہت سی غیر شرعی رسمیں رواج پا گئی ہیں جن سے بچنا مسلمانوں کے لئے لازم وضروری ہے، ان میں سے ایک نوحہ ہے۔

نوحہ کی تعریف:

نوحہ سے مراد یہ ہے کہ گا گا کر رونا، چہرہ پیٹنا، کپڑے پھاڑنا، بال نوچنا، سینہ کوبی کرنا وغیرہ۔ بہت سے لوگ اور خاص طور پر عورتیں اپنے رشتہ داروں کی موت پر چیختی چلاتی ہیں، اور اس مرنے والے کا نام پکار پکار کر روتی ہیں۔ اسلام میں اس سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔ اور اس کو حرام قرار دیا گیا ہے، اس لئے کہ یہ ایک قبیح فعل ہے اور اس میں بداعتقادی ہے، یہاں تک کہ پیارے پیغمبر ﷺ نوحہ اور ماتم چھوڑنے پر عورتوں سے بیعت لیا کرتے تھے اور ان سے اقرار کراتے تھے کہ نوحہ نہیں کریں گی۔ چنانچہ حضرت اَسید بن اَسید اُس صحابیہؓ سے روایت کرتے ہیں جو بیعت کرنے والی عورتوں میں شریک تھیں، وہ فرماتی ہیں کہ:

﴿كَانَ فِيْمَا أَخَذَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَعْرُوفِ الَّذِي أَخَذَ عَلَيْنَا: أَنْ لَا نَعْصِيَهُ فِيْهِ أَنْ لَا نَخْمُشَ وَجْهًا، وَلَا نَدْعُوَ وَيْلاً، وَلا نَشُقَّ جَيْبًا، وَأَنْ لَا نَنْشُرَ شَعَرًا ﴾ (رواہ ابو داؤد فی الجنائز باب فی النوح)

پیارے پیغمبر ﷺ نے جن جن معروف چیزوں پر ہم سے بیعت لی تھی اُن میں یہ باتیں شامل ہوتی تھیں کہ ہم کسی نیک خصلت میں آپ ﷺ کی نافرمانی نہیں کریں گی، منجملہ اُن نیک خصلتوں میں یہ بھی ہیں کہ مصیبت کے وقت ہم چہرہ نہیں نوچیں گی، اور واویلا نہیں کریں گی، اور گریبان نہیں پھاڑیں گی، اور بال نہیں بکھیریں گی۔

حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ جَائَتْ أُمَيْمَةُ بِنْتُ رُقَيْقَةَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُبَايِعُهُ عَلَى الْإِسْلَامِ، فَقَالَ: أُبَايِعُكِ عَلَى أَنْ لا تُشْرِكِي بِاللَّهِ شَيْئًا، وَلا تَسْرِقِي، وَلا تَزْنِي، وَلا

تَقْتُلِي وَلَدَكِ، وَلا تَأْتِي بِبُهْتَانٍ تَفْتَرِينَهُ بَيْنَ يَدَيْكِ وَرِجْلَيْكِ، وَلا تَنُوحِي، وَلا تَبَرَّجِي تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الأُولَى ﴾ (رواه أحمد ۶۵۵۴، وفي مجمع الزوائد رواه الطبراني)

حضرت اُمیمہ بنت رُقیقہ پیارے پیغمبر ﷺ کے پاس اسلام پر بیعت کرنے کے لئے آئیں تو آپ ﷺ نے اُن سے فرمایا کہ: میں تم سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کروگی، اور چوری نہیں کروگی، اور زنا نہیں کروگی، اور اپنی اولاد کو قتل نہیں کروگی، اور اپنے دونوں ہاتھوں اور ٹانگوں کے درمیان کسی بھتان کے ساتھ نہیں آؤ گی، اور نوحہ نہیں کروگی، اور زمانۂ جاہلیت کی رسومات سے بچوگی۔

نوحہ کی ممانعت

حضرت معاویہؓ کے غلام ابوحریز سے مروی ہے کہ: حمص کے مقام پر حضرت امیر معاویہؓ نے ایک خطبہ دیا اور اس خطبہ میں فرمایا کہ:

﴿ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ النَّوْحِ ﴾ (رواه ابن ماجه (۱۵۶۹)

پیارے پیغمبر ﷺ نے نوحہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُتْبَعَ جِنَازَةٌ مَعَهَا رَانَّةٌ ﴾

پیارے پیغمبر ﷺ نے اس جنازہ کے ہمراہ جانے سے منع فرمایا، جس جنازہ کے ساتھ کوئی نوحہ کرنے والی (یعنی گا گا کر ماتم کرنے والی) چلے۔ (رواہ ابن ماجہ (۱۵۷۲)

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ:

﴿ أَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ فَانْطَلَقَ بِهِ إِلَى ابْنِهِ إِبْرَاهِيمَ فَوَجَدَهُ يَجُودُ بِنَفْسِهِ، فَأَخَذَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَهُ فِي حِجْرِهِ فَبَكَى، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: أَتَبْكِي أَوَلَمْ تَكُنْ نَهَيْتَ عَنْ الْبُكَاءِ؟

قَالَ: لا وَلَكِنْ نَهَيْتُ عَنْ صَوْتَيْنِ أَحْمَقَيْنِ فَاجِرَيْنِ: صَوْتٍ عِنْدَ مُصِيبَةٍ خَمْشِ وُجُوْهٍ وَشَقِّ جُيُوْبٍ وَرِنَةِ شَيْطَانٍ ﴾ (رواه الترمذي في الجنائز باب الرخصة في البكاء ٩٢٦)

پیارے پیغمبر ﷺ نے حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور انہیں اپنے ساتھ لے کر اپنے بیٹے حضرت ابراہیم کی تیمارداری کے لئے تشریف لے گئے، وہاں جا کر دیکھا تو ان کی سانس اکھڑی ہوئی تھی، پیارے پیغمبر ﷺ نے انہیں اپنی گود میں اٹھا لیا، اور رونے لگے۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے کہ آپ رو رہے ہیں؟ کیا آپ ﷺ نے رونے سے منع نہیں فرمایا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں میں نے رونے سے منع نہیں کیا بلکہ دو احمق اور فاجر آوازوں سے منع کیا تھا، مصیبت کے وقت چہرہ نوچتے ہوئے، اور گریبان پھاڑتے ہوئے گا گا کر آوازیں نکالنا۔ (اور جزع فزع اور بے صبری کا اظہار کرنا) کہ یہ شیطانی عمل ہے۔

نوحہ کرنا کفریہ اعمال میں سے ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ: الطَّعْنُ فِي النَّسَبِ، وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ ﴾ (رواه مسلم في الإيمان ١٠٠، وأحمد ٨٥٥١)

پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگوں کے اندر دو اعمال کفریہ پائے جاتے ہیں، ایک نسب میں طعنہ زنی، اور دوسرے میت پر نوحہ گری۔

﴿وعنه: شُعْبَتَانِ من أَمْرِ الجاهلية لا يَتْرُكُهما الناسُ أبدًا: النِّياحَةُ، و الطَّعْنُ في النَّسَبِ ﴾ (رواه احمد ٩٢٠٥)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: زمانہ جاہلیت کے دو شعبے دو رسمیں ایسی ہیں کہ جنہیں لوگ کبھی نہیں چھوڑتے، ایک مرنے والے پر نوحہ کرنا اور دوسرا نسب میں طعنہ زنی کرنا۔

نوحہ کے فعل سے آپ ﷺ کی برأت

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُودَ، أَوْ شَقَّ الْجُيُوبَ، أَوْ دَعَا بِدَعْوَةِ الْجَاهِلِيَّةِ ﴾ (رواہ البخاری ۱۲۹۴، فی الجنائز)

پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو اپنے گالوں پر مارے، اور اپنا گریبان پھاڑے، اور جاہلی رسوم کو اختیار کرے وہ ہم میں سے نہیں۔

نوحہ کرنے والوں کے لئے سخت عذاب کی وعید

حضرت ابی مالک الاشعریؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَرْبَعٌ فِيْ أُمَّتِي مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ لَا يَتْرُكُوْنَهُنَّ الْفَخْرُ فِي الْأَحْسَابِ وَالطَّعْنُ فِي الْأَنْسَابِ وَالاسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُومِ وَالنِّيَاحَةُ، وَقَالَ: النَّائِحَةُ إِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا تُقَامُ يوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِنْ قَطِرَانٍ وَدِرْعٌ مِنْ جَرَبٍ ﴾ (رواہ مسلم فی الجنائز ۱۵۵۰)

پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: زمانہ جاہلیت کی چار باتیں ایسی ہیں جنہیں میری امت کے (کچھ) لوگ نہیں چھوڑیں گے (۱) حسب پر فخر کرنا (۲) نسب پر طعن کرنا (۳) ستاروں کے ذریعہ پانی مانگنا (۴) نوحہ کرنا۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا: نوحہ کرنے والی عورت نے اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کی تو وہ قیامت کے دن اس حال میں کھڑی کی جائے گی کہ اُس کے جسم پر قطران اور خارش کا کرتا ہوگا۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:النِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ، فَإِنَّ النَّائِحَةَ إِنْ لَمْ تَتُبْ قَبْلَ أَنْ تَمُوتَ فَإِنَّهَا تُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَيْهَا سَرَابِيلُ مِنْ قَطِرَانٍ، ثُمَّ يُعْلَى عَلَيْهَا بِدِرْعٍ مِنْ لَهَبِ النَّارِ ﴾ (رواہ ابن ماجہ فی الجنائز ۱۵۷۱)

پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: میت پر نوحہ کرنا زمانہ جاہلیت کی رسومات میں سے ہے۔ نوحہ کرنے والی عورت نے اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کی تو وہ قیامت کے دن اس حال میں کھڑی کی جائے گی کہ اُس کے جسم پر قطران کا کرتا ہوگا، جس پر آگ کے شعلے بھڑک رہے ہوں گے۔

نوحہ کرنے والے پر لعنت

حضرت ابی امامہؓ سے مروی ہے کہ:

﴿أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ الْخَامِشَةَ وَجْهَهَا، وَالشَّاقَّةَ جَيْبَهَا وَالدَّاعِيَةَ بِالْوَيْلِ وَالثُّبُورِ﴾ (رواہ ابن ماجہ فی الجنائز ۱۵۷۴)

پیارے پیغمبر ﷺ نے لعنت کی ہے اس عورت پر جو اپنے چہرے کو نوچنے والی، اپنے گریبان کو پھاڑنے والی، اور خرابی اور موت کو پکارنے والی ہو۔

اور مسلم شریف کی روایت ہے: حضرت عبد الرحمٰن بن یزید اور ابی بردہؓ دونوں روایت کرتے ہیں کہ، حضرت ابو موسیٰؓ پر بیہوشی طاری ہوئی، اور ایک عورت اس پر چیخنے چلانے لگی، جب انہیں افاقہ ہوا تو انہوں نے پیارے پیغمبر ﷺ کی حدیث سناتے ہوئے فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتی ہو کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اس سے میرا کوئی تعلق نہیں جو چلّا کر روئے، گریبان پھاڑے اور اور رخسار پیٹے۔

﴿فَقَالَ: أَمَا عَلِمْتِ مَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: بَلَى ثُمَّ سَكَتَتْ، فَقِيلَ لَهَا بَعْدَ ذَلِكَ أَيُّ شَيْءٍ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ مَنْ حَلَقَ أَوْ سَلَقَ أَوْ خَرَقَ﴾

تو انہوں نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا ہے؟ انہوں نے جواب دیا جی ہاں اور پھر خاموش ہوگئیں۔ بعد میں اُن سے پوچھا گیا کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے کیا فرمایا ہے؟ تو انہوں نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت فرمائی ہے جو سر مونڈے، کپڑے پھاڑے اور چیخ کر روئے۔ (رواہ النسائی فی الجنائز ۱۸۴۴)

اور خاتم اصم فرماتے ہیں کہ جب تم صاحب مصیبت کو کپڑے پھاڑتے، اور غم کا واویلا کرتے ہوئے دیکھو اور اس

پر خاموشی اختیار کرو تو تم نے بھی اس کے گناہ میں شراکت اختیار کی، منکرات میں پڑنے والا اس کا محتاج ہے کہ اس کو منکرات سے روکا جائے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ کا ایک قبر پر گزر ہوا، آپ ﷺ نے اس پر ایک بڑھیا کو روتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ اللہ سے ڈریں اور صبر کریں۔ وہ کہنے لگی کہ تمہیں میرے غم کا کیا پتہ (اگر تمہارا کوئی فوت ہوتا تو میں دیکھتی تم کیسے صبر کرتے ہو، میرا تو ایک ہی بیٹا تھا جو گزر گیا، میں کیسے صبر کروں؟) اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ آپ ﷺ اللہ کے نبی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اچھا تمہاری مرضی مت صبر کر۔ آپ ﷺ وہاں سے تشریف لے گئے، اُسے بعد میں لوگوں سے معلوم ہوا کہ یہ تو نبی کریم ﷺ تھے، تو پریشان ہوگئی، اور دوڑی ہوئی پہنچی کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے خبر نہیں تھی کہ آپ ﷺ تھے، اور آپ ﷺ نے صبر کے لئے فرمایا۔ اب میں صبر کرتی ہوں۔ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ {**اَلصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُوْلٰى**}۔ صبر کا وقت وہ تھا جب صدمہ پڑا ہوا تھا، بعد میں تو سب ہی کو صبر آجاتا ہے یہ تو مجبوری کا صبر ہے سب کو حاصل ہو جائے گا، صبر وہ ہے جو ارادہ اور اختیار سے ہو، اور اس حالت میں ہو جب کہ تازہ تازہ غم پڑا ہوا ہو تو یہ اطمینانِ رضا ہے۔

میّت پر رونے کا جواز

نوحہ کرنے کے بارے میں شریعت میں جو ممانعت کی گئی ہے اس کے بارے میں آپ اوپر پیارے پیغمبر ﷺ کے ارشادات کا مطالعہ فرما چکے ہیں، لیکن شریعت نے میت پر رونے سے منع نہیں کیا، اس لئے کہ یہ انسانی فطرت ہے، اور یہ اس رحمت کی علامت ہے جو اللہ نے انسانوں کے دلوں میں رکھی ہے، اس لئے نوحہ کرنے، گریبان پھاڑنے اور بے صبری کا اظہار کرنے اور شکوہ و شکایت کرنے سے تو منع فرمایا گیا لیکن اللہ کی رضا پر راضی رہتے ہوئے مطلق رونے سے منع نہیں فرمایا گیا ہے، بلکہ خود اللہ کے رسول ﷺ سے بھی روئے، اور غم کا اظہار فرمایا: چنانچہ حضرت انس بن مالک ؓ سے مروی ہے کہ:

﴿شَهِدْنَا بِنْتًا لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ، فَرَأَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ﴾ (رواه البخاری ۱۲۸۵)

ہم پیارے پیغمبر ﷺ کی ایک صاحبزادی کے جنازے میں حاضر تھے، پیارے پیغمبر ﷺ ان کی قبر پر تشریف فرما تھے، میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

(روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت عثمان بن عفان ؓ کی اہلیہ حضرت ام کلثوم تھیں۔)

اور حضرت انس بن مالک ؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ دَخَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَبِي سَيْفِ الْقَيْنِ وَكَانَ ظِئْرًا لِإِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلام، فَأَخَذَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِبْرَاهِيمَ فَقَبَّلَهُ وَشَمَّهُ، ثُمَّ دَخَلْنَا عَلَيْهِ بَعْدَ ذَلِكَ وَإِبْرَاهِيمُ يَجُودُ بِنَفْسِهِ فَجَعَلَتْ عَيْنَا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَذْرِفَانِ، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: وَأَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَقَالَ: يَا ابْنَ عَوْفٍ إِنَّهَا رَحْمَةٌ، ثُمَّ أَتْبَعَهَا بِأُخْرَى فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:إِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ وَلا نَقُولُ إِلا مَا يَرْضَى رَبُّنَا وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُونُونَ ﴾ (رواہ البخاری ۱۳۰۳)

(ایک دن) ہم پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ابوسیف لوہار کے گھر گئے جو (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادے) حضرت ابراہیم کی دایہ کے شوہر تھے۔ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو (گود میں لے کر) بوسہ لیا اور سونگھا (یعنی اپنا منہ اور ناک اُن کے منہ پر اس طرح رکھی جیسے کوئی خوشبو سونگھتا ہو) اس واقعہ کے کچھ دنوں کے بعد ہم پھر ابوسیف کے یہاں گئے جب کہ حضرت ابراہیم حالت نزع میں تھے چنانچہ (اُن کی حالت دیکھ کر) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ بھی روتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ اے ابن عوف ان آنسوؤں کا بہنا رحم کی وجہ سے ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: بیشک آنکھیں آنسو بہاتی ہیں، اور دل غمگین ہوتا ہے،لیکن اس کے باوجود ہم نہیں کہتے مگر صرف وہ بات جو ہمارے رب کو پسند ہے۔ اے ابراہیم! بیشک تیری جدائی سے ہم غمگین ہیں۔

حضرت اسامہ بن زیدؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ إِحْدَى بَنَاتِهِ تَدْعُوهُ وَتُخْبِرُهُ أَنَّ صَبِيًّا لَهَا أَوْ ابْنًا لَهَا فِي الْمَوْتِ ، فَقَالَ لِلرَّسُولِ: ارْجِعْ إِلَيْهَا فَأَخْبِرْهَا أَنَّ لِلهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطَى وَكُلُّ شَيْئٍ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى، فَمُرْهَا فَلْتَصْبِرْ

وَلْتَحْتَسِبْ ، فَعَادَ الرَّسُوْلُ فَقَالَ: إِنَّهَا قَدْ أَقْسَمَتْ لَتَأْتِيَنَّهَا، قَالَ: فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَامَ مَعَهُ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ ، وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، وَانْطَلَقْتُ مَعَهُمْ فَرُفِعَ إِلَيْهِ الصَّبِيُّ ، وَنَفْسُهُ تَقَعْقَعُ كَأَنَّهَا فِي شَنَّةٍ ، فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ ۔فَقَالَ لَهُ سَعْدٌ: مَا هٰذَا يَارَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: هَذِهِ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللَّهُ فِي قُلُوبِ عِبَادِهِ ، وَإِنَّمَا يَرْحَمُ اللَّهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاء ﴾ (رواه البخاری فی الجنائز ص۱۳۷۴)

ہم پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں موجود تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک صاحبزادی (حضرت زینبؓ) نے آپ کی خدمت میں قاصد بھیجا، کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دے کہ اُن کا بچہ (بیٹا) دم توڑ رہا ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (فوراً) میرے پاس تشریف لے آئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قاصد سے فرمایا کہ ان کو جا کر سلام کہو، اور کہہ دو کہ اللہ نے جو دیا (اولاد وغیرہ) وہ بھی اُسی کا ہے، اور جو اُس نے لیا وہ بھی اُسی کا ہے، (لہٰذا ان کے اٹھ جانے پر جزع وفزع نہ کرنا چاہیئے کیونکہ اس کی امانت تھی جسے اُس نے واپس لے لیا) اور اُس کے نزدیک ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے، لہٰذا صبر کریں اور اللہ سے ثواب کی امید رکھیں۔

حضرت زینبؓ نے قاصد پھر بھیجا، اور اس نے عرض کیا کہ وہ قسم دے رہی ہیں کہ آپ ضرور ہی تشریف لائیں۔ چنانچہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے اور اُن کے مکان کی طرف چل دیئے، اور آپ کے ساتھ حضرت سعد بن عبادہؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور صحابہ کرامؓ میں سے دیگر بعض حضرات بھی تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی صاحبزادی کے ہاں پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس وہ بچہ لایا گیا، اور آپ کی گود میں دے دیا گیا، وہ جان کنی کی حالت میں تھا اور اُس کی سانس اُکھڑ رہی تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس پر حضرت سعدؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ (آنسو) کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ (آنسو) رحمت ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے دلوں میں ڈالتا ہے، اور (اچھی طرح سن لو کہ) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے صرف رحم کرنے والوں پر ہی رحم کرتا ہے۔

امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُونٍ وَهُوَ مَيِّتٌ وَهُوَ يَبْكِي أَوْ قَالَ عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ ﴾ (رواہ الترمذی ،وابن ماجه فی الجنائز)

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی وفات پر پیارے پیغمبر ﷺ نے ان کا بوسہ لیا، اور آپ ﷺ کے (رونے کی وجہ سے) آنسو کے قطرات گر رہے تھے، جو آپ کے چہرہ انور پر ٹپک رہے تھے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

﴿ لَمَّا قُتِلَ أَبِي جَعَلْتُ أَكْشِفُ الثَّوْبَ عَنْ وَجْهِهِ أَبْكِيْ وَيَنْهَوْنِيْ عَنْهُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْهَانِيْ فَجَعَلَتْ عَمَّتِيْ فَاطِمَةُ تَبْكِيْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم تَبْكِينَ أَوْ لَا تَبْكِينَ مَا زَالَتْ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهُ بِأَجْنِحَتِهَا حَتَّى رَفَعْتُمُوه ﴾

(رواہ البخاری فی الجنائز باب الدخول علی المیت بعد الموت)

جب میرے والد مارے گئے تو میں روتے ہوئے اُن کے چہرے سے کپڑا ہٹا رہا تھا، لوگ مجھے منع کر رہے تھے جب کہ پیارے پیغمبر ﷺ مجھے منع نہیں فرما رہے تھے، اتنے میں میری پھوپھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رونا شروع کر دیا تو پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم روؤ یا نہ روؤ جب تک ان (کی باڈی) اٹھا نہیں لی گئی فرشتے برابر اپنے پروں سے اِن پر سایہ کرتے رہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

﴿ اِشْتَكَى سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ شَكْوَى لَهُ، فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ مَعَ عَبْدِالرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ فَوَجَدَهُ فِي غَاشِيَةِ أَهْلِهِ فَقَالَ: قَدْ قَضَى؟ قَالُوا: لاَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَبَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَأَى الْقَوْمُ بُكَاءَ النَّبِيِّ صَلّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكَوْا فَقَالَ: أَلَا تَسْمَعُونَ إِنَّ اللَّهَ لَا يُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ، وَلَكِنْ يُعَذِّبُ بِهٰذَا وَأَشَارَ إِلَى لِسَانِهِ أَوْ يَرْحَمُ، وَإِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ

أَهْلِهِ عَلَيْهِ، وَكَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَضْرِبُ فِيهِ بِالْعَصَا وَيَرْمِي بِالْحِجَارَةِ وَيَحْثِي بِالتُّرَابِ ﴾ (رواه البخاري في الجنائز ١٣٠٤ : ومسلم في الجنائز ١٥٣٢)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ حضرت سعد بن عبادہؓ بیمار ہوئے تو پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے ہمراہ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ جب وہاں پہنچے تو وہ مدہوشی کی حالت میں تھے اور ان کے ارد گرد لوگوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استفسار فرمایا کہ کیا وفات پا چکے؟ عرض کیا گیا کہ نہیں حضرت ابھی نہیں۔ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ان کی حالت دیکھی تو رونا آ گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر اور لوگ بھی رونے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگو! اچھی طرح سن لو اور سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ آنکھ کے آنسو اور دل کے غم پر تو سزا نہیں دیتا کیونکہ اس پر بندہ کا اختیار نہیں ہے۔ پھر زبان کی طرف اشارہ کر کے ارشاد فرمایا: لیکن اس کی غلطی پر یعنی زبان سے نوحہ اور ماتم کرنے پر سزا دیتا ہے، اور {اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن} - پڑھنے پر اور دعاء و استغفار کرنے پر رحمت بھی فرماتا ہے۔

بہر حال رحمت، شفقت اور نرم دلی سے رونا پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اکثر و بیشتر واقعات میں ثابت ہے۔ اس لئے کسی کی موت پر انسان کو طبعی رنج تو ہوتا ہی ہے لیکن اس رنج کو پالنا اور تازہ کرتے رہنا، اس کو شریعت نے پسند نہیں کیا اس لئے کہ یہ زمانہ جاہلیت کی رسم تھی، اسلام نے یہ رسم نہیں رکھی، بلکہ اسلام نے تو سیدھی یہ بات بتلادی کہ جب کسی کا انتقال ہو جائے تو صبر کرے اور جس کلمہ سے صبر آتا ہے وہ بھی سکھلا دیا کہ {اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن} پڑھو۔

کہ ہم اللہ کی ملک ہیں وہ اپنے مملوک میں جو چاہے تصرف کرے چاہے اٹھائے، یا دنیا میں زندہ رکھے ہم کون ہیں اس میں دخل دینے والے؟ اس سے صبر آئے گا عقلی طور پر بھی، اور طبعی طور پر بھی، کہ ہم اللہ کی مملوک ہیں اور اس کو اپنی ملک میں ہر قسم کا تصرف کا اختیار ہے اور بالآخر ہم نے بھی وہیں جانا ہے، تو وہاں ملاقات ہو جائے گی اور یہ جدائی بھی عارضی اور وقتی ہے۔ بہر حال انسان کو ہر حال میں اللہ ربّ العزت کی رضا پر راضی رہنا چاہیئے کہ جو اس کی مرضی وہ میری مرضی، اس طرح کوئی چیز اس کے خلاف طبع نہیں ہوگی اور کسی بھی چیز کے وقوع پر وہ اسے بے وقت نہیں سمجھے گا جیسے بعض لوگ کسی بڑے آدمی کے انتقال پر یہ بیان دے دیتے ہیں کہ:

فلاں صاحب کی بے وقت موت سے ہمیں بڑا صدمہ پہنچا، اس بندۂ خدا سے کوئی پوچھے کہ اللہ کی طرف سے کوئی چیز

بے وقت بھی ہوتی ہے، بے محل اور بے موقع بھی ہوسکتی ہے؟ یہ بڑی گستاخی کا لفظ ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ معاذ اللہ، اللہ کو آپ سے مشورہ لینا چاہیئے تھا کہ کون سا وقت مناسب ہے جس میں اس بندہ کو موت دی جائے، اور پھر موت دی جاتی...... بڑی جرأت کی بات ہے، موت جب آئے گی اپنے وقت پر ہی آئے گی اس لئے بندہ کو ہر حال میں رضا اپنانی چاہئے۔

☆☆☆☆☆

غسل میت کا مسنون طریقہ

میّت کو غسل دینے اور کفنانے کی فضیلت

کچھ لوگ میت کے غسل دینے کو معیوب سمجھتے ہیں، اور اسے نیچ لوگوں کا کام سمجھتے ہیں، یہ بالکل غلط ہے، یہاں پر وہ احادیث نقل کی جاتی ہیں جن میں میّت کو غسل دینے والوں کے لئے اجر وثواب کا ذکر ہے:

(۱) امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: جو شخص میّت کو غسل دے، اس میں امانت داری ادا کرے، کوئی چیز دیکھے تو اس کا افشاء نہ کرے تو وہ گناہوں سے ایسا (پاک وصاف ہو کر) نکل جاتا ہے جیسے اُس کی ماں نے آج ہی اُسے جنا ہو۔ (مسند احمد ص ۱۵۳)

(۲) حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

﴿ قَالَ الرَّسُوْلُ ﷺ: مَنْ غَسَّلَ مُسْلِمًا فَكَتَمَ عَلَيْهِ غَفَرَ اللهُ لَهٗ أَرْبَعِيْنَ مَرَّةً ﴾

پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو میّت کو غسل دے اور (ناپسندیدہ بات) چھپائے تو اس کی چالیس ۴۰) مرتبہ مغفرت کی جائے گی۔ (حاکم ص ۳۶۲)

(۳)... وفي رواية: »﴿ خَرَجَ مِنْ ذُنُوْبِهٖ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمَّهٗ ﴾

اور ایک روایت میں ہے کہ وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو کر نکلے گا جیسے اُس دن (پاک تھا) جس دن اُس کی ماں نے اسے جنا تھا۔

(۴)...وفي رواية: »﴿ غُفِرَ لَهٗ أَرْبَعُوْنَ كَبِيْرَةً ﴾

اور ایک روایت میں ہے کہ اُس کے چالیس کبیرہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

(۵) حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ قال الرسولﷺ: مَنْ غَسَلَ مَيِّتًا فَسَتَرَهُ ؛ سَتَرَهُ اللّٰهُ مِنَ الذُّنُوْبِ، وَمَنْ كَفَّنَهُ كَسَاهُ اللّٰهُ مِنَ السُّنْدُسِ ﴾ (حسنه البانی فی صحيح الجامع)

پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی میّت کو غسل دیا، اور اُس کی (ناپسندیدہ) بات کو چھپایا تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو چھپا دے گا۔ اگر اُس نے اُسے کفن دیا تو اللہ تعالیٰ اسے ریشمی لباس پہنائے گا۔

(۶) حضرت ابو ذرؓ سے مروی ہے کہ: پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: قبروں کی زیارت کیا کرو، وہ آخرت یاد دلاتی ہیں، مُردوں کو غُسل دیا کرو، یہ جسم کا علاج اور بلیغ نصیحت ہے، نماز جنازہ پڑھا کرو اس سے غم پیدا ہوگا، اور غمزدہ اللہ کے سایہ میں ہوگا اور ہر بھلائی کو پائے گا۔

(۷) ایک حدیث میں ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا:

اے علی! میّت کو غسل دیا کرو، اس لئے کہ جس نے میت کو غسل دیا، اسے ستر بخششوں سے نوازا جاتا ہے، اگر ایک بخشش کو بھی تمام مخلوق پر تقسیم کر دیا جائے تو انہیں کفایت کر جائے۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ میت کو غسل دینے والا غسل دیتے وقت کیا کہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ کہے: {غُفْرَانَكَ يَا رَحْمٰنُ} اے رحمٰن میں تیری بخشش کا طلب گار ہوں، یہاں تک کہ وہ غسل دینے سے فارغ ہو جائے۔ (نصب الرایہ ج۲: ص۲۵۶)

غسل میّت کے وقت کسی نامناسب بات کو چھپانا

اگر غسل دینے والا میّت کے جسم میں کوئی نامناسب بات دیکھے، مثلاً جسم کی ہیئت بدلی ہوئی پائے، چہرہ یا کسی عضو کا سیاہ ہونا دیکھ لے، زیر ناف بالوں کا بڑا ہونا، دیکھ لے تو ان باتوں کا کسی دوسرے کے سامنے بیان کرنا جائز نہیں۔ اور اگر میّت کی اچھی حالت دیکھے، مثلاً چہرہ کی نورانیّت، خوشبو کی مہک، یا اور کوئی اچھی بات دیکھے تو اُس کا لوگوں کے سامنے ظاہر کرنا مستحسن ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو بندہ کسی بندے کی بات کو دنیا میں چھپاتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس کی بات کو قیامت میں چھپائے گا۔ (بلوغ الامانی ص ۱۵۴)

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَنْ غَسَّلَ مَيِّتاً وَكَفَّنَهُ وَ حَنَّطَهُ ، وَحَمَلَهُ ، وَصَلّٰى عَلَيْهِ،وَلَمْ يُفْشِ عَلَيْهِ مَا

رَأیٰ خَرَجَ مِنْ خَطِیْئَتِهٖ مِثْلَ یَوْمٍ وَلَدَتْهُ أُمُّهٗ ﴾ (ابن ماجه ،ص۱۰۶)

جس نے میّت کو غسل دیا، اُسے کفنایا، خوشبو لگائی، اس کے جنازہ کو اٹھایا، اس پر نماز جنازہ پڑھی اس کے کسی نا مناسب امور کو دیکھ کر لوگوں پر ظاہر نہ کیا تو وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جائے گا، جیسے کہ اُس کی ماں نے آج ہی اس کو جنا ہو۔ (ابن ماجہ ص ۱۰۵)

کفنانے اور قبر کھودنے کا اجر

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ: پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: جو قبر کو کھودے گا اُس کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ جنت میں گھر بنائے گا، جو میّت کو غسل دے گا وہ گناہوں سے ایسے پاک ہو گا جیسا کہ اس کی ماں نے آج ہی اُسے جنا ہو، اور جو کسی کو کفن دے گا اللہ تعالیٰ اُسے جنت کے جوڑے پہنائے گا، جو کسی غمزدہ کو تسلی دے گا تو اسے اللہ تعالیٰ تقویٰ کا لباس پہنائے گا، اور روحوں میں سے اُس کی روح پر رحمت ہوگی،، جو کسی کی موت پر تعزیت کرے گا اللہ تعالیٰ اُسے جنت کے دو جوڑے پہنائے گا جس کی قیمت دنیا ادا نہ کر سکے گی، اور جو جنازہ کے پیچھے چلے گا یہاں تک کہ اُسے دفن کر دے، اس کے لئے تین قیراط لکھے جائیں گے، جس کا ایک قیراط اُحد پہاڑ سے بڑا ہوگا، جو کسی یتیم یا بیوہ کی کفالت کرے گا اللہ تعالیٰ اُسے اپنے سایہ میں رکھے گا، اور اُسے جنت میں داخل کرے گا۔ (طبرانی، مجمع ج ۳: ص ۲۴، شمائل کبریٰ ص ۳۱۹، ج ۱۰)

حضرت ابو رافعؓ کی روایت میں ہے کہ:

﴿ ومَنْ حَفَرَ لَهٗ فَأَجَنَّهٗ أُجْرِيَ عَلَيْهِ كَأَجْرِ مَسْكَنٍ أَسْكَنَهٗ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ كَفَّنَهٗ كَسَاهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سُنْدُسٍ وَّإِسْتَبْرَقِ الْجَنَّةِ ﴾ (اخرجه الحاكم، والبيهقى)

جس نے کسی کے لئے قبر کھودی اور اُس میں اُس کو دفن کیا،، اس نے اس کو مکان دینے کا ثواب قیامت تک پایا، جس نے کسی کو کفن دیا اللہ تعالیٰ اُسے ریشم، سندس اور استبرق کا جوڑا جنت میں دے گا۔

(سنن کبریٰ ج ۳ ص ۳۹۵)

غسل، کفن اور خوشبو کی ابتداء

شرعی اعتبار سے انسان کے غسل، کفن ودفن کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی ہے جن کو فرشتوں نے آکر غسل دیا اور کفن پہنایا، خوشبو لگائی، قبر کھودی، بغلی قبر بنائی، ان پر نماز جنازہ پڑھی، پھر قبر میں داخل کیا، کچی اینٹوں سے قبر کو بند کیا، پھر قبر سے نکلے، پھر اُن پر مٹی ڈالی اور پھر کہا یہی طریقہ ہے ابن آدم کو دفنانے کا۔

چنانچہ حضرت ابیؓ بن کعبؓ سے مروی ہے کہ؛

﴿ إِنَّ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامَ لَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ قَالَ لِبَنِيْهِ ، أَيْ بَنِي إِنِّيْ أَشْتَهِيْ مِنْ ثِمَارِالْجَنَّةِ، فَذَ هَبُوْا يَطْلُبُوْنَ لَهُ، فَاسْتَقْبَلَتْهُمُ الْمَلَئِكَةُ وَمَعَهُمْ أَكْفَانُهُ وَحنُوْطُهُ، وَمَعَهُمْ الفؤوس والمساحي والمكاتل، فَقَالُوْا لَهُمْ: يَا بَنِيْ آدَم ، مَا تُرِيْدُوْنَ ؟ وَمَا تَطْلَبُوْنَ ؟ أَوْ مَاتُرِيْدُوْنَ ؟ وَأَيْنَ تَذْهَبُوْنَ؟ قَالُوْا: أَبُوْنَا مَرِيْضٌ فَاشْتَهٰى مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ ، قَالُوْا لَهُمْ : اِرْجِعُوْا فَقَدْ قَضٰي قَضَاَءَ أَبِيْكُمْ فَجَآءُ وْ فَلَمَّا رَأَتْهُمْ حَوَاءٌ عَرَفَتْهُمْ، فَلَاذت بِآدم، فَقَالَ: إِلَيْكِ عَنِّيْ فَإِنِّي إِنَّمَا أُوْتِيْتُ مِنْ قَبْلِكِ، خُلِّيْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ مَلَا ئِكَةِ رَبِّيْ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى ،فَقَبَضُوْهُ، وَغَسَلُوْهُ وَكَفَّنُوْهُ وَحَنَطُوْهُ، وَحُفِرُوْا لَهُ وَأَلْحَدُوْا لَهُ، وَصَلُّوْا عَلَيْهِ، ثُمَّ دَخَلُوْا قَبْرَهُ فَوَضَعُوْهُ فِيْ قَبْرِهِ وَوَضَعُوْا عَلَيْهِ اللَّبَن، ثُمَّ خَرَجُوْا مِنَ الْقَبْرِ، ثُمَّ حَثُّوْا عَلَيْهِ التُّرَابَ، ثُمَّ قَالُوْا: يَابَنِيْ آدَ مَ هٰذِهِ سُنَّتُكُمْ ﴾ (سنن کبریٰ:ج۳:ص۴۰۴،ابن سعد، دار قطنی)

جب حضرت آدم علیہ السلام مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو اپنے بیٹوں سے فرمایا: اے بیٹو! میں مریض ہوں، میری وہی خواہش ہے جو مریض کی ہوتی ہے، کچھ میرے لئے جنت کا پھل تلاش کر لاؤ، چنانچہ وہ نکلے زمین پر تلاش کرنے کے لئے چلنے لگے،تو سامنے سے فرشتوں سے ملاقات ہوگئی،ان کے پاس اُن کا کفن اور خوشبوئیں تھیں۔فرشتوں نے کہا ،اے آدم کی اولاد! تم کیا چاہتے ہو؟ کیا تلاش کر رہے ہو؟ اور کہاں جا رہے ہو؟انہوں نے کہا کہ ہمارے والد بیمار ہیں اور انہوں نے جنت کے پھل کی خواہش کی ہے۔فرشتوں نے کہا،تم لوٹ جاؤ،تمہارے والد کی روح قبض کر کے جنت میں پہنچانے کا حکم ہوگیا ہے۔ چنانچہ جب فرشتے آئے تو اماں حوا نے ان کو پہچان لیا،اور آدم علیہ السلام سے لپٹ گئیں،تو حضرت آدم علیہ السلام نے اُن سے فرمایا کہ ہٹ جاؤ اور میرے اور میرے رب کے فرشتوں کے درمیان رکاوٹ نہ بنو۔فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کی روح قبض کی،اور وہ سب دیکھ رہے تھے، پھر اُنہوں نے انہیں

غسل دیا اور کفنایا، خوشبو لگائی، اور وہ (یعنی اولاد آدم) دیکھ رہے تھے، اُن کے لئے قبر کھودی، ان پر نماز جنازہ پڑھی، وہ دیکھ رہے تھے، پھر انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو قبر میں اتارا، قبر کے اندر رکھا، پھر ان کی قبر کو سلوں سے بند کیا، پھر قبر سے باہر نکلے، اور قبر پر مٹی ڈالی، اور پھر فرشتوں نے کہا، اے آدم کی اولاد! تمہارے مرنے والوں کے لئے یہی طریقہ ہے۔ (یعنی غسل دینے خوشبو لگانے، کفنانے، جنازہ پڑھنے اور دفنانے کا)۔

❁❁❁❁❁

میّت کی تجہیز و تکفین کا سامان

میت کی تجہیز و تکفین کے لئے ان چیزوں کی ضرورت ہے۔

(۱) کفن کے لئے کپڑا: عام میّت کے لئے مرد ہوتو چودہ (۱۴) گز اور اگر عورت ہوتو زیادہ سے زیادہ سترہ (۱۷) گز۔

(۲) غسل کا تختہ جس پر نعش لٹائی جا سکے۔

(۳) دو مٹھی کی مقدار میں بیری کے پتے۔ اگر نہ ملیں تو کوئی حرج نہیں۔

(۴) نہلانے کے لئے پانی کے برتن بالٹی لوٹا وغیرہ حسب ضرورت۔

(۵) ڈھیلے ۳ یا ۵ عدد، یا ٹائیلٹ پیپرز

(۶) صندل یا اگر بتی یا لوبان ایک تولہ

(۷) عطر ایک شیشی

(۸) روئی کا چھوٹا پیکٹ ایک عدد

(9) غسل کا صابن یا گل خیرو۔

(10) کافور ۶ ماشہ۔ آٹھ ٹکیاں

رنگین پاک لنگیاں یا تہبند دو عدد۔ اگر گھر میں موجود نہ ہوں تو ڈھائی گز کپڑا منگوالیں۔

دستانے دو عدد موٹے کپڑے کے۔

صاف تولیہ ایک عدد

غسل دینے والے کون ہوں

(۱) غسل دینے والے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو، عاقل ہو، اور ثقہ امانت دار اور دیندار ہو، غسل سے متعلق جو شرعی احکامات ہیں ان کو جاننے والا ہو، اور میّت کے غسل کے دوران اگر کوئی مکروہ چیز دیکھے تو اس کی پردہ پوشی کرنے والا ہو۔ اس لئے کہ حدیث میں پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ﴿مَنْ غَسَّلَ مُسْلِمًا فَکَتَمَ عَلَیْہِ غُفِرَ لَہٗ﴾ کہ جس نے کسی مسلمان کو غسل دیا اور اس کی پردہ پوشی کی تو اس کی مغفرت کر دی جائے گے۔

بہتر ہے کہ جس کے بارے میں اس نے وصیت کی ہو وہ اس کو غسل دے، پھر میّت کو اس کے قریبی رشتہ دار جن کے لئے میت کو دیکھنا جائز ہو وہ غسل دیں کیونکہ یہ اپنے عزیز کی آخری خدمت ہے، اور اگر رشتہ دار غسل دینا نہ جانتے ہوں تو پھر اور دیندار افراد غسل دیں جو غسل کے مسائل سے واقف ہوں۔ (البحر الرائق ۲:۱۷۳)

اور پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

﴿ قَالَ عَلَیْہِ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ لِیَلِہٖ أَقْرَبُکُمْ إِنْ کَانَ یَعْلَمُ، فَإِنْ کَانَ لَا یَعْلَمُ فَمَنْ تَرَوْنَ أَنَّ عِنْدَہٗ حَظًّا مِنْ وَرَعٍ وَأَمَانَۃٍ ﴾ (اخرجه احمد ۲۵۳۹۳)

غسل دینے کا حق دار تمہارا قریبی رشتہ دار ہے اگر وہ مسائل کو جانتا ہو، اور اگر وہ نہیں جانتا تو پھر دیکھو کہ جو دیندار اور امانتدار ہے وہ غسل دے۔

(۲) غسل دینے والوں کے لئے بہتر ہے کہ باوضو ہو کر غسل دیں۔ (فتاویٰ عالمگیری) ج۱)

(۳) جنبی شخص اور حیض اور نفاس والی عورت میت کو غسل نہ دے، ان کے لئے میت کو غسل دینا مکروہ ہے۔

(مراقی الفلاح مع حاشیہ ص۴۶۹)

(۴) مرد مرد کو غسل دیں اور عورتیں عورت کو، البتہ بیوی شوہر کو غسل دے سکتی ہے، کفنا سکتی ہے، دیکھ سکتی ہے اور چھو سکتی ہے، جبکہ شوہر بیوی کو دیکھ تو سکتا ہے، اور اُس کا جنازہ بھی اٹھا سکتا ہے، لیکن اُسے نہ تو بغیر کپڑے کے چھو سکتا ہے اور نہ ہی غسل دے سکتا ہے۔ (نور الایضاح، درمختار، ج۲ ص۱۹۸)

(۵) چھوٹے لڑکے یا لڑکیاں جو شہوت کی حد کو نہ پہنچی ہوں تو اُن کو مرد یا عورت کوئی بھی غسل دے سکتا ہے۔

(مراقی:۱۴۶)

(٦) اگر عورت کا انتقال ہو جائے اور کوئی دوسری عورت نہلانے والی نہ ہو، یا مرد کا انتقال ہو جائے اور کوئی دوسرا مرد نہلانے والا نہ ہو تو جو اس کا محرم ہو وہ اپنے ہاتھ سے اس کو تیمم کرادے، اور اگر محرم نہ ہو تو اجنبی اپنے ہاتھ پر دستانے پہن کر یا کپڑا لپیٹ کر اسے تیمم کرادے۔

متعدد طرق سے یہ حدیث مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: اگر عورت مردوں کے درمیان مر جائے اور وہاں کوئی عورت نہ ہو، اسی طرح اگر کوئی مرد عورتوں کے درمیان مر جائے اور وہاں کوئی مرد نہ ہو تو ان کو تیمم کرا دیا جائے۔ (بیہقی ٥:٢٥٩، مراسیل ابوداؤد: ٤١٤)

(٧) میّت کو غسل دینے والے کے لئے بعد میں غسل کر لینا مستحب ہے، حدیث میں ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو میت کو غسل دے، وہ غسل کر لے۔ (ابوداؤد)

(٨) جو بچہ پیدا ہو کر مر جائے، یا مرا ہوا پیدا ہو تو بہتر ہے کہ اسے بھی غسل دیا جائے، بعض لوگ ایسے بچوں کو بغیر غسل کے ہی دفنا دیتے ہیں جو کہ غلط ہے۔ البتہ اگر بچہ ناقص پیدا ہو تو اس کو غسل دینے میں اختلاف ہے، مگر بہتر ہے کہ دے دیا جائے۔ (ہدایہ:١:١٦١)

(٩) میت کے نہ ناخن کاٹے جائیں، اور نہ زیر ناف و بغل بالوں کو صاف کیا جائے، اور نہ بالوں میں کنگھی کی جائے، میت کے منہ میں لگے ہوئے مصنوعی دانت اگر سہولت سے نکالے جا سکیں تو نکال لئے جائیں، اور اگر ان کا نکالنا مشکل ہو تو منہ ہی میں رہنے دئے جائیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ٤ ص ٢٤١)

(١٠) اگر کوئی جل کر یا ڈوب کر مر جائے تو اسے بھی غسل دیا جائے گا۔ البتہ ڈوبنے والے کی نعش کو نکالتے وقت غسل کی نیت سے پانی میں حرکت دے دی جائے تو غسل ہو جائے گا۔ لیکن سنت کے مطابق غسل دینا بہتر ہے۔

☆ میت کے اعضاء پر اگر پٹی لگی ہو یا آنکھوں میں کنٹیکٹ لینز ڈالی ہوں یا پلاسٹر وغیرہ لگا ہوا ہو تو اسے نرمی کے ساتھ بدن سے ہٹایا جائے، لیکن اگر ایسا کرنا مشکل ہو یا میت کے ایذا اور زخمی ہونے کا اندیشہ ہو تو پھر اسی حالت پر غسل دیا جائے گا نکالنے کی ضرورت نہیں۔

☆ جو بچہ پیدا ہو کر مر جائے اس کو بھی غسل دینا چاہئے اور جو مر کر پیدا ہو، اس کو بھی بہتر ہے کہ غسل دیا جائے، اور اگر بچہ ناقص پیدا ہو تو اس کو غسل دینے میں اختلاف ہے۔ (ہدایہ:١، ١٦١)

☆ اگر میت کا اکثر بدن یا نصف بدن سر کے ساتھ ملے تو اس کو غسل و کفن دیا جائے گا، اور نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی ورنہ ویسے ہی ایک کپڑے میں دفن کر دیا جائے گا۔

☆ شہید کو غسل نہیں دیا جاتا بلکہ اس کے جسم کے خون آلود کپڑوں ہی میں اسے کفنایا جائے گا، اگر میت کے کپڑے مسنون کفن سے کم ہوں تو اضافہ کیا جائے گا، اور اگر زائد ہوں تو انہیں اتار لیا جائے گا۔

☆ اگر کوئی خودکشی کرکے مرجائے تو اسے بھی غسل وکفن دیا جائے گا۔ (درمختار ج ۲ ص ۲۱۱)

☆ بعض لوگ غسل کے پانی پر کچھ آیات یا درود شریف یا کچھ دعائیں پڑھتے ہیں اس کا شرعاً کوئی ثبوت نہیں ہے۔

☆ کفن پر کلمہ لکھنا بدعت ہے اس سے بچنا چاہئے، حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعین و تبع تابعین سے یہ عمل ثابت نہیں، اور اس میں کلمہ کی توہین بھی ہے۔اسی طرح کفن کے اندر عہد نامہ وغیرہ رکھنا بھی جائز نہیں۔

جن حضرات نے لکھنے کا ذکر کیا ہے اس سے مراد صرف انگلی سے لکھنا ہے۔ (ردالمختار ج ۲: ص ۲۴۷)

کفن و دفن میں جلدی

شریعت کا حکم یہ ہے کہ مرنے کے بعد فوراً غسل وکفن کرنا چاہئے، اور جتنی جلدی ہو سکے اس کے دفنانے کی فکر کی جائے، مگر عام طور پر اس میں بڑی کوتاہی کی جاتی ہے بعض جگہ ایک دن اور بعض جگہ دو دنوں تک میت گھر میں رکھی رہتی ہے اور دور سے آنے والے رشتہ داروں کے لئے انتظار کیا جاتا ہے، حالانکہ ان کا تجہیز وتکفین میں شریک ہونا ضروری نہیں، اصل چیز تو دعاء ہے جو دور ونزدیک ہر جگہ سے کی جاسکتی ہے۔خلیفہ اوّل امیر المؤمنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ رات کے وقت دنیائے فانی سے رخصت ہوتے ہیں تو صحابہ کرامؓ صبح ہونے سے پہلے ان کی تدفین کرکے فارغ ہوجاتے ہیں۔

(بخاری: ۱۳۸۷، تاریخ الخلفاء للسیوطی ص: ۷۹)

☆ بعض لوگ جنازہ لے جانے میں تاخیر کی وجہ سے غسل کو مؤخر کردیتے ہیں جو کہ غلط ہے۔ (ردالمختار ج ۲: ص ۱۹۵)

حدیث میں ہے کہ حضرت طلحہ بن براءؓ بیمار ہوئے تو اللہ کے رسول ﷺ ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے اور فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ طلحہ کی موت آ گئی ہے، جب ان کا انتقال ہوجائے تو مجھے خبر کردینا اور تم تجہیز وتکفین میں جلدی کرنا، کیونکہ مسلمان میّت کو گھر والوں میں زیادہ دیر تک رکھنا مناسب نہیں۔ (ابوداؤد، ۳۱۵۹)

اور ایک حدیث میں ہے کہ جنازہ میں جلدی کرو، میت اگر نیک و صالح ہے تو وہ جگہ اس کے لئے بہتر ہے جس کی طرف تم اس کو لیجا رہے ہو، اور اگر میت نیک نہیں ہے تو وہ شر ہے، اسے جلدی سے اپنے سے دفع کرو۔ (بخاری ومسلم)

غسل کی تیاری

میت کو غسل دینے کے لئے سب سے پہلے کسی تخت یا بڑے تختے کا انتظام کرلیں۔جب تجہیز وتکفین کا سامان آجائے تو غسل کے لئے پانی اور کفن کی تیاری کرلیں۔

☆ اگر گرم پانی کا انتظام نہ ہو تو ایک بڑے پتیلے میں غسل کے لئے پانی گرم کر لیں، جو پانی گرم کریں اُس میں بیری کے پتے یا خطمی یا نیم کے پتے یا صابن ڈال دیں۔ اور اگر ان میں سے کوئی چیز بھی میسّر نہ ہو تو سادہ گرم پانی ہی کافی ہے۔

☆ کافور کو باریک کر کے کسی پیالے وغیرہ میں بھگو دیں۔ اور پھر غسل سے پہلے کفن تیار کر لیں، کفن پہنانے کا طریقہ آگے جا کر بیان کیا جائے گا یہاں کفن بنانے کا طریقہ ذکر کیا جاتا ہے:

کفن بنانے کا طریقہ

کفن تین قسم کا ہوتا ہے۔ (۱) کفن مسنون (۲) کفن کفایہ (۳) کفن ضرورت۔

کفن مسنون مردوں کیلئے تین چادریں ہیں خواہ نئی ہوں یا دھلی ہوئیں۔

امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ كُفِّنَ الرَّسُوْلُ ﷺ فِيْ ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بِيْضٍ سَحُوْلِيَّةٍ ﴾ (اخرجه البخاری ۱۲۶۴، مسلم:۹۴۱)

پیارے پیغمبر ﷺ کو تین نئی سفید یمنی چادروں میں کفن دیا گیا۔

اسی طرح حضرت جابر بن سمرۃؓ کی روایت ہے کہ:

﴿ كُفِّنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِيْ ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ ، قَمِيْصٌ وَإِزَارٌ وَلِفَافَةٌ سَحُوْلِيَّةٍ ﴾

پیارے پیغمبر ﷺ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا قمیص، ازار اور لفافہ جو یمن کے ایک گاؤں سحولیہ کے بنے ہوئے تھے، (اور جہاں کے سفید کپڑے بہت عمدہ ہوتے تھے)۔

اور دوسری دلیل یہ ہے کہ انسان عادتاً اپنی زندگی میں تین کپڑے ہی پہنتا ہے، لہٰذا مرنے کے بعد بھی اُسے تین کپڑے پہنائے جائیں گے۔ (۱) ازار: چھوٹی چادر سر سے پاؤں تک۔ (۲) قمیص: یعنی کفنی بغیر آستین اور بغیر کلی کے گردن سے پاؤں تک۔ (۳) لفافہ: (یعنی سب سے اوپر کی بڑی چادر) جو اَزار سے چار گرہ زیادہ لمبی ہو۔

(۱) میّت اگر بالغ مرد ہے تو کفن اس طرح سے بنائیں کہ پہلے فیتہ لے کر سر سے پاؤں تک لمبائی میں، اور پھر سینہ اور پیٹ کے درمیان سے گولائی میں اس طرح کہ دونوں طرف کی پسلیوں تک پہنچ جائیں اس کا ناپ لیں۔ اور پھر ایک کپڑا جو اتنا چوڑا ہو کہ میت اس میں لپیٹی جا سکے (سوا گز سے ڈیڑھ گز تک) اس کو میت کے قد کے برابر اس قدر کاٹ دیں کہ سر کے اوپر اور پاؤں کے نیچے نکلا ہوا رہے دونوں طرف سے تقریباً ایک ایک بالشت زائد ہو عام طور پر اس کی لمبائی پونے تین گز ہوتی ہے۔ اگر کپڑے کی چوڑائی کم ہو تو پہلے پونے تین گز کے دو کپڑے کاٹیں اور چوڑائی میں دونوں کپڑوں کو ملا کر سلائی

کروالیں، یہ لفافہ یعنی بڑی چادر بن گئی۔

(۲) اس کے بعد ڈھائی گز کی ایک چادر کاٹیں جو لمبائی میں میت کے سر سے پاؤں تک آجائے۔ چوڑائی سوا گز سے ڈیڑھ گز (اگر چوڑائی کم ہو تو پھر ڈھائی ڈھائی گز کے دو کپڑے کاٹیں، اور چوڑائی میں دونوں کپڑوں کو ملا کر درمیان سے سلوادیں) یہ ازار ہوگی۔

(۳) اس کے بعد قمیص، کُرتا یا کفنی اس طرح بنائیں کہ میّت کے گلے سے لے کر گھٹنوں کے نیچے نصف پنڈلی تک کا ماپ لے کر اُس کا دگنا کپڑا کاٹ لیں (تقریباً پانچ یا ساڑھے پانچ گز) کیونکہ آدھا جسم کے اوپر اور آدھا جسم کے نیچے رہنا ہے، پھر اس کپڑے کو دو تہہ کر کے درمیان میں سے تقریباً ایک فٹ شگاف ڈال لیں، تا کہ آسانی سے گلا اُس سے گزر سکے۔ جو کپڑا بچ جائے اُس کے ایک کنارے سے چار پٹیاں تقریباً ایک انچ چوڑی کاٹ لیں، دو پٹیاں سر اور پاؤں کی جانب باندھیں۔

عورت کا کفن

عورت کے لئے مسنون کپڑے پانچ ہیں۔

(۱) ازار: سر سے پاؤں تک ڈھائی گز لمبا اور سوا یا ڈیڑھ گز چوڑا۔

(۲) قمیص: بغیر آستین اور بغیر کلی کے گردن سے پاؤں تک ڈھائی یا پونے تین گز لمبا اور ایک گز چوڑا۔

(۳) لفافہ: (چادر) جو ازار سے چار گرہ زیادہ لمبی ہو، پونے تین گز لمبا اور سوا یا ڈیڑھ گز چوڑا۔

(۴) سینہ بند: جو چوڑائی میں اتنا ہو کہ بند ہو جائے اور لمبائی میں زیرِ بغل سے رانوں تک دو گز لمبائی میں اور سوا گز چوڑائی میں۔

(۵) سر بند: جسے اوڑھنی، اور خمار بھی کہتے ہیں تین ہاتھ (ڈیڑھ گز) لمبا اور بارہ گرہ (پون گز) چوڑا ہو۔

دلیل حضرت امّ عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ جب پیارے پیغمبر ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب کی وفات ہوئی تو جن عورتوں نے ان کو غسل دیا، پیارے پیغمبر ﷺ نے ان کو کفن کے لئے پانچ کپڑے عنائیت فرمائے تھے۔ (رواہ الجوزی)

اسی طرح حضرت لیلیٰ بنت قائف سے مروی ہے کہ:

﴿ کنت فیمن غسل امّ کلثوم بنت الرسول اللّٰہ ﷺ فکان اوّل ما اعطانا رسول

اللہ ﷺ الحقاء، ثم الدرع، ثم الخمار، ثم الملحفة ، ثم أدرجت بعد فى الثوب الآخر﴾ (ابو دائود، سنن بیہقی)

حضرت امّ کلثوم بنت رسول اللہ ﷺ کو جب غسل دیا گیا تو میں بھی غسل دینے والوں میں موجود تھی پہلے رسول اللہ ﷺ نے ازار دی، پھر قمیص، پھر اوڑنی، پھر سینہ بند پھر ایک کپڑا جس میں ان کو رکھا گیا۔

اور عقلی دلیل یہ ہے کہ: زندگی میں بالعموم عورت پانچ کپڑوں میں رہتی ہے، اسی پر قیاس کرتے ہوئے مرنے کے بعد بھی اس کو پانچ کپڑے دیئے گئے ہیں۔

دو کپڑوں پر اکتفاء کرنا

مرد کو تین اور عورت کو پانچ کپڑوں میں کفنانا مسنون ہے، لیکن اگر مرد کو دو کپڑوں ازار اور لفافہ میں اور عورتوں کو تین کپڑوں یعنی ازار لفافہ اور سربند میں کفنایا جائے تو بھی درست ہے، اور یہ کفن کفایہ ہے۔ کیونکہ امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ ؓ لِثَوْ بَيْهِ الَّذَيْنِ كَانَ يَمْرِضُ فِيْهِمَا، اِغْسِلُوْا هُمَا ، وَكَفِّنُوْنِىْ فِيْهِمَا،فَقَالَتْ عَائِشَةُ ؓ أَلَا نَشْتَرِىْ لَكَ جَدِيْدًا ؟ فَقَالَ لَا: أَلْحَىُّ أَحْوَجُ اِلَى الْجَدِيْدِ مِنَ الْمَيِّتِ ﴾ (فتح القدیر)

(میرے والد محترم سیدنا) حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: اپنے اُن دو کپڑوں کے بارے میں جن میں آپؓ بیمار تھے، کہ ان دونوں کو دھو ڈالنا، اور مجھے ان دونوں کپڑوں میں کفن دے دینا، امّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے عرض کیا: کیا ہم آپ کے لئے نیا کپڑا نہ خرید لیں؟ فرمایا نہیں۔ زندہ آدمی نئے کپڑے کا زیادہ مستحق ہے بہ نسبت مردہ کے۔

اور دو کپڑوں کے کفن کفایہ ہونے کی عقلی دلیل یہ ہے کہ: انسان اپنی زندگی میں کم از کم دو کپڑے پہنتا ہے۔ لہٰذا اس کی زندگی میں جس طرح دو کپڑے بطور کفایت کے تھے اسی طرح اس کے مرنے کے بعد بھی دو کپڑے کفایت کے درجے میں ہوں گے۔

عورت کا کفن کفایہ

عورت کا کفن کفایہ تین کپڑے ہیں:(۱) ازار۔(۲) لفافہ۔(۳) اوڑھنی۔

تین کپڑوں سے کم میں بلا ضرورت عورتوں کو کفنانا مکروہ ہے۔اوراگر ضرورت اور مجبوری کی وجہ سے ہوتو پھرایک کپڑے میں بھی کفنانا جائز ہے۔ چنانچہ حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

﴿ هَاجَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ : مُرِيْدَ وَجْهِ اللّٰهِ تَعَالٰى ، فَوَقَعَ أَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ ، فَمِنَّا مَنْ مَّضٰى وَلَمْ يَأْخُذْ مِنْ أَجْرِهِ شَيْئًا ، مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ ، وَتَرَكَ نِمْرَةً فَكُنَّا اِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَأْسَهُ بَدَتْ رِجْلَاهُ، وَاِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رِجْلَيْهِ بَدَأَ رَأْسُهُ ، فَأَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ نُّغَطِّيَ رَأْسَهُ وَأَنْ نَجْعَلَ عَلىٰ رِجْلَيْهِ شَيْئًا مِنَ الْاِذْخَرِ ﴾

ہم نے پیارے پیغمبر ﷺ کے ساتھ محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ہجرت کی، پس ہمارا اجر اللہ تعالیٰ پر ہے، ہم میں سے جو لوگ گزر گئے ، اور انہوں نے دنیا میں کچھ بھی اجر نہیں لیا، ان میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہیں، جو اُحد کے دن شہید ہو گئے تھے، انہوں نے ایک دھاری دار چادر چھوڑی ، پس جب ہم اُس سے اُس کا سر ڈھانکتے تو پیر کُھل جاتے ، اور جب پیر ڈھانکتے تو سر کُھل جاتا ، ہم کو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ہم مصعب کے سر کو ڈھانک دیں، اور پیروں پر اذخر گھاس ڈال دیں۔

اسی طرح سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی آپ ﷺ نے پیروں پر اذخر گھاس ڈالنے کا حکم دیا تھا، کیوں کہ انہیں بھی ایک ناکافی کپڑے میں کفن دیا گیا تھا۔ان واقعات اور روایات سے معلوم ہوا کہ ضرورت اور مجبوری کے وقت ایک چادر میں بھی کفن دیا جا سکتا ہے،مگر بلا ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے۔

نابالغ کا کفن

اگر نابالغ لڑکا یا لڑکی جو قریب البلوغ ہوں، یا بہت کم عمر ہوں، ان کا انتقال ہو جائے تو ان کو بھی ویسے ہی کفن دیا جائے گا جیسے بالغ مرد و عورت کو دیا جاتا ہے۔یعنی تین اور پانچ کپڑوں میں،فرق صرف اتنا ہے کہ بالغ مرد اور عورت کے لئے وہ حکم تاکیدی ہے اور نابالغ کے لئے بہتر ہے۔ (بہشتی زیور)

غسل میت کا طریقہ

میت کو غسل دینا زندہ لوگوں پر بالاتفاق فرض علی الکفایہ ہے، چنانچہ اگر کوئی مردہ آدمی پانی میں پایا گیا تو اس کو بھی غسل دیا جائے گا، اور اگر وہ پھول یا پھٹ گیا ہو تو اس پر پانی بہا دیا جائے گا۔ (احسن الہدایہ ۳۴۳)

☆ گھر کی ایسی جگہ میت کو غسل دیا جائے جو پاک صاف اور باپردہ ہو اور اوپر چھت بھی ہو اور وہاں پر کوئی مجسمہ اور تصویر نہ ہو، اور جہاں سے پانی بھی آسانی سے نکل جائے، گندی اور ناپاک جگہ میں غسل دینے کے اندر جہاں میّت کی اہانت ہے وہاں فرشتوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔

☆ غسل کا سارا سامان وہاں پر رکھا جائے۔ اگر پہلے سے وہاں غسل دینے کے لئے پائپ موجود نہ ہو تو دو لوٹے اور ایک ڈونگا لے لیں، نیم گرم پاک وصاف پانی اتنی مقدار میں ہو کہ نہلاتے وقت کوئی دشواری پیش نہ آئے، پانی نہ تو زیادہ گرم ہو اور نہ زیادہ ٹھنڈا بلکہ معتدل ہو۔

☆ اس کے بعد غسل دینے کے لئے چار یا پانچ آدمی اس جگہ پر ٹھریں باقی باہر چلے جائیں، اس سے مقصود میت کی ستر پوشی ہے، بغیر حاجت کے میت کو دیکھنا اہل علم کے نزدیک بہتر نہیں اس لئے کہ مرنے کے بعد انسان کا سارا جسم ہی ستر بن جاتا ہے، اور اسی لئے حکم ہے کہ میت کو ایسی جگہ غسل دیا جائے جہاں لوگوں کی نظر نہ پہنچے اور کامل پردہ پوشی کے ساتھ اسے کفن دیا جائے۔

☆ افضل یہ ہے کہ غسل دینے والے اُن تین یا پانچ آدمیوں میں سے میّت کے رشتہ داروں میں سے کوئی ایک ایسے آدمی کو بھی ساتھ رکھا جائے جو دین سے دوری اور غفلت اور گناہوں کے اندر مبتلا ہو تا کہ اسے عبرت اور نصیحت حاصل ہو۔

☆ جس تختہ پر غسل دیا جائے اس کے سر کی جانب تختہ کے نیچے دو اینٹیں رکھ دیں تا کہ سر کی جانب اونچی رہے اور پانی آرام سے بہتا رہے، تختہ رکھنے کے بعد اُسے ایک دو بار سادہ پانی سے دھولیں، پھر اُس کو تین یا پانچ یا سات دفعہ یعنی طاق مرتبہ صندل یا اگربتی یا لوبان کی دھونی دے لیں اس لئے کہ اس میں میت کی تعظیم ہے۔ اور اس لئے بھی کہ بعض اوقات میّت کے بدن سے ایسی ناخوشگوار بو نکلتی ہے کہ جس سے غسل دینے والوں اور ملائکہ کو تکلیف پہنچتی ہے۔ اور طاق مرتبہ اس لئے دھونی دی جائے کہ پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد ہے کہ {**اِنَّ اللّٰہَ وِتْرٌ وَیُحِبُّ الْوِتْرَ**} اللہ تعالیٰ طاق ہے اور طاق عدد کو پسند فرماتا ہے۔

☆ بعض لوگ دھونی دینے کا انکار کرتے ہیں یہ غلط ہے، اس لئے کہ دھونی دینے کا تذکرہ صحیح احادیث میں موجود

ہے۔ چنانچہ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ: پیارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا:

{ اِذَا أَجْمَرْتُمُ الْمَيِّتَ فَأَوْتِرُوْا }

جب تم میت کو دھونی دو تو طاق عدد کے مطابق دو۔

☆ اس کے ساتھ ہی کفن کو بھی تین یا پانچ مرتبہ دھونی دے لیں۔اس لئے کہ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: { **أَجْمِرُوْ كَفَنَ الْمَيِّتِ ثَلَاثًا** } میت کے کفن کو تین مرتبہ دُھونی دو۔سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی حضرت اسماءؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے گھر والوں کو وصیت کی ہے کہ:

﴿ أَجْمِرُوْا ثِيَابِيْ اِذَا مِتُّ ،ثُمَّ حَنِّطُوْنِيْ وَلَا تَزِرُّوْا عَلٰى كَفَنِيْ حِنَاطًا وَلَا تَتَّبِعُوْنِيْ بِنَارٍ ﴾ (موطا امام مالک ص۲۰۷)

جب میں مر جاؤں تو میرے (کفن کے) کپڑوں کو دھونی دینا، پھر مجھ پر خوشبو لگانا،لیکن میرے کفن پر خوشبو نہ بکھیرنا، اور نہ میرے جنازہ کے ساتھ آگ لے جانا۔

تختہ کو دھونی دینے کے بعد ایک رنگین لنگی اس طرح سے تختہ پر درمیان میں بچھا دیں کہ میت کی ستر کی پوری جگہ (ناف سے لے کر گھٹنے تک) اس میں آجائے، اس کے کنارے لپیٹ دیں۔ پھر آرام سے میت کو تختہ پر لا کر رکھ دیں۔ میت کو جب تحت پر رکھنے کے لئے اٹھائیں تو اٹھانے والے {بسم اللہ} کہیں۔ اور لنگی اُس پر لپیٹ کر ستر قائم رکھتے ہوئے اس کی شلوار وغیرہ اُتار لیں کیونکہ ستر فرض ہے،اور اُسے تختہ پر اس طرح چت لٹائیں کہ قبلہ اس کی دائیں طرف ہو،اگر ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو پھر جس طرح آسان ہو لٹادیں۔

اگر پہلے سے کپڑے اتارے نہ ہوں تو اب میت کے کپڑے اتارلیں ، اگر کپڑے نکالنے مشکل ہوں تو قینچی سے کاٹ لیں۔مگر کپڑے اتارتے ہوئے یہ احتیاط رکھیں کہ ستر کھلنے نہ پائے اس لئے کہ ستر فرض ہے اور اس فرض کو ادا کرنے کے لئے اس کی عورت پر پردہ ڈال دے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ آدمی جس طرح زندگی میں محترم ہوتا ہے،اسی طرح مرنے کے بعد بھی محترم رہتا ہے اور اس احترام کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کی عورت کا ستر کیا جائے۔ اس کے لئے ایک ایسے رنگین موٹا کپڑا اس پر ڈال لیں جس میں بھیگنے کے بعد بدن نظر نہ آئے۔ کپڑے کی چادر اس کے ستر پر ناف سے گھٹنوں تک ڈال کر اندر ہی اندر سے اس کی شلوار یا تہبند اتارلیں، کپڑے اتارتے وقت اس کی شرمگاہ پر ناف سے لیکر پنڈلی تک نظر نہ ڈالیں، اس لئے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا تھا۔

﴿ لا تُبْرِز فَخِذَكَ، وَ لَا تَنْظُرَنَّ إِلٰى فَخِذِ حَيٍّ وَلَا مَيِّتٍ ﴾ (ابوداؤد ۳۱۴۰:ابن ماجه)

اپنی رانیں کسی کے سامنے مت کھولو، اور نہ ہی کسی زندہ یا مردہ کی رانوں کو دیکھو۔

☆ اس کے بعد غسل شروع کرنے سے پہلے بائیں ہاتھ میں تھیلی یا دستانہ پہن لیجئے۔اور پھر میّت کو اچھی طرح پہلے مٹی کے تین یا پانچ ڈھیلوں سے، یا ٹائلٹ پیپرز سے استنجا کرادیں، اور پھر پانی سے پاک کردیں، مگر یاد رہے کہ بغیر دستانوں یا کپڑے لپیٹے اس کی رانوں اور شرمگاہ کو ہاتھ نہ لگائیں اور نہ ہی نگاہ ڈالیں جیسا کہ اوپر حدیث مبارکہ میں گزر چکا۔اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ کے وصال کے بعد جب حضرت علیؓ نے آپ ﷺ کو غسل دیا تو اپنے ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ لیا تھا۔ (بیہقی:۶۷۲۰)

☆ استنجا سے فارغ ہو کر دستانے ہاتھ سے اتار کر پھینک دیں اور ہاتھ دھو ڈالیں۔

☆ پھر اس طرح وضو کرائیں کہ جس طرح نماز کے لئے وضو کیا جاتا ہے مگر اس میں نہ کلی ہو اور نہ ناک میں پانی ڈالنا ہو، بلکہ کلمہ والی انگلی پر کپڑا لپیٹ کر، یا روئی کا پھایا تر کر کے پہلے تین دفعہ ہونٹوں، دانتوں اور مسوڑھوں پر پھیر کر پھینک دیں، پھر اسی طرح ناک کے دونوں سوراخوں کو روئی کے پھائے سے تین دفعہ صاف کریں۔

☆ لیکن اگر اس کی وفات جنابت کی حالت میں ہوئی ہو۔ یا کسی عورت کا انتقال حیض یا نفاس کی حالت میں ہوا ہو تو پھر منہ اور ناک میں پانی ڈالنا ضروری ہے۔ پانی ڈال کر روئی یا کپڑے کے ذریعہ نکال لیں۔

(فتاویٰ عالمگیری، کتاب الاثار للامام ابی یوسف:۶۷، درمختار ۱۹۶:۲)

☆ پھر ناک کے سوراخوں اور کانوں کے سوراخوں میں اچھی طرح سے روئی کی بتیاں بنا کر رکھ دیں اور منہ میں بھی روئی رکھ دیں تا کہ وضو اور غسل کراتے وقت پانی اندر نہ جانے پائے۔

☆ پھر تین دفعہ منہ دھلائیں، اور منہ دھوتے وقت اپنا دایاں ہاتھ اس کے منہ اور ناک پر رکھ دیں تا کہ پانی منہ کے اندر داخل نہ ہو، پھر تین دفعہ دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھلائیں، پھر ایک دفعہ سر کا مسح کرائیں، پھر تین تین دفعہ دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھودیں، اس طرح وضو مکمل ہو جائے گا۔

☆ جب وضو کرا چکیں تو میت اگر مرد ہو تو اس کے سر اور داڑھی کو، اور اگر عورت ہو تو صرف سر کو صابن، یا گلِ خیر، یا خطمی وغیرہ سے مَل کر اچھی طرح دھولیں۔

☆ پھر اس کے بعد میّت کو بائیں کروٹ پر لٹا دیں تا کہ دائیں طرف سے ابتداء ہو اور ابتداء بالیمین سنت ہے۔ چنانچہ امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائیشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ كَانَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُعْجِبُهُ التَّيَامُنُ فِيْ كُلِّ شَيْئٍ حَتّٰى بِغُسْلِهٖ وَتَرَجُّلِهٖ ﴾

پیارے پیغمبر ﷺ: ہر چیز میں دائیں طرف سے شروع کرنا پسند فرماتے تھے یہاں تک کہ (اعضاء کو) دھونے میں بھی اور کنگھی کرنے میں بھی۔

☆ اور بیری کے پتوں میں پکایا ہوا نیم گرم پانی سے اسے غسل دیں کیونکہ اس سے صفائی کے اندر مبالغہ ہوتا ہے، اوراس لئے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فوت ہونے والے صحابیؓ کے بارے میں فرمایا تھا کہ {اِغْسِلُوْهُ بِمَآءٍ وَسِدْرٍ} اسے بیری کے پتے ملے ہوئے پانی سے غسل دو۔ صاحب محیط فرماتے ہیں کہ اوّلاً خالص پانی سے غسل دیا جائے، پھر وہ پانی استعمال کیا جائے جس میں بیری کے پتے ڈال کر جوش دیا گیا ہو، اور تیسری بار کافور ملا ہوا پانی استعمال کیا جائے۔ اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا بھی یہی قول ہے، فرماتے ہیں کہ:

﴿ يَبْدَأُ أَوَّلًا بِالْمَآءِ الْقُرَاحِ، ثُمَّ بِالْمَآءِ وَالسِّدْرِ ، ثُمَّ بِالْمَآءِ وَشَيْئٍ مِّنَ الْكَافُوْرِ، وَاِنَّمَا يَبْدَأُ أَوَّلًا بِالْمَآءِ الْقُرَاحِ حَتّٰى يَبْتَلَّ مَا عَلَيْهِ مِنَ الدَّرَنِ وَالنَّجَاسَةِ ، ثُمَّ بِمَآءِ السِّدْرِ حَتّٰى يَزُوْلَ مَا بِهٖ مِنَ الدَّ رَنِ وَالنَّجَاسَةِ ،فَاِنَّ السِّدْ رَ أَبْلَغُ فِي التَّنْظِيْفِ ، ثُمَّ بِمَآءِ الْكَافُوْرِ تَطْيِيْبًا لِبَدَنِ الْمَيِّتِ، كَذَا فَعَلَتِ الْمَلَائِكَةُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ بِآدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ حِيْنَ غَسَلُوْهُ ﴾ (احسن الهداية:ج٢ ص٣٤٦)

میت کو غسل دیتے وقت خالص پانی سے ابتداء کی جائے، پھر بیری کے پتوں سے جوش دیا ہوا پانی، پھر کافور ملا ہوا پانی استعمال کیا جائے۔ اولاً خالص پانی تو اس لئے استعمال کرے تاکہ بدن کا میل اور نجاست وغیرہ بھیگ کر گل جائے، پھر جوش دیا ہوا پانی اس لئے استعمال کرے کہ میل وکچیل دور ہو جائے گا، کیونکہ بیری کے پتوں سے زیادہ صفائی حاصل ہوتی ہے، پھر کافور کا پانی بدن میت کو معطر اور خوشبودار کرنے کے لئے استعمال کیا جائے۔ یہی عمل ملائکہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو غسل دیتے وقت کیا تھا۔

☆ پھر میت کی دائیں کروٹ پر زندگی کی حالت پر قیاس کرتے ہوئے تین دفعہ سر سے پاؤں تک اتنا پانی ڈالیں کہ اس کی نیچے کی جانب بائیں کروٹ تک پانی پہنچ جائے، پہلے بیری ملے ہوئے پانی اور صابن سے اس کے سر کو تین دفعہ دھو ڈالیں اور پھر میت کی دائیں جانب کو پہلے دایاں بازو، گردن، پہلو، ران پنڈلی صابن سے مل کر اچھی طرح سے نہلا دیں، (مگر

ستر کی جگہ کو کپڑے کی تھیلی یا دستانے پہنے بغیر ہاتھ نہ لگائیں)۔

☆ پھر دائیں کروٹ پر لٹا کر اسی طرح سر سے پاؤں تک تین دفعہ اتنا پانی ڈالیں کہ اس کے نیچے کی جانب دائیں کروٹ تک جو تختہ سے ملی ہوئی ہے پانی پہنچ جائے کیونکہ سنت یہی ہے، اور سر سے پاؤں تک صابن سے مل کر اچھی طرح سے نہلا دیں۔

☆ اس کے بعد میت کو چت لٹا کر سر کی جانب سے اتنا اوپر اٹھائیں کہ بیٹھنے کے قریب ہو جائے، اپنے بدن کے ساتھ سہارہ دے کر اور ٹیک لگا کر اس کے پیٹ کو اوپر سے نیچے کی طرف آہستہ آہستہ ملیں اور دبائیں، یہ ملنا اور دبانا اس لئے ہے کہ میت کے پیٹ میں سے اگر کوئی چیز نکلنی ہو تو نکل آئے تا کہ بعد میں کفن آلودہ نہ ہو، اگر کچھ فضلہ (پیشاب پاخانہ) نکلے تو اس کو پونچھ کر دھو دیں، وضو اور غسل دھرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ:

﴿ اِنَّ عَلِیًّا رضی اللہ عنہ لَمَّا غَسَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ مَسَحَ بَطْنَہٗ بِیَدِہٖ رَقِیْقًا طَلَبَ مِنْہُ مَا یُطْلَبُ مِنَ الْمَیِّتِ فَلَمْ یَرَ شَیْئًا، فَقَالَ طِبْتَ حَیًّا وَ مَیِّتًا ﴾

حضرت علیؓ نے جب پیارے پیغمبر ﷺ کو غسل دیا تو اپنے ہاتھ سے آہستہ آہستہ آپ ﷺ کا پیٹ ملا، اور (حضرت علیؓ کا) مقصود اُس کو چیز کو طلب کرنا تھا جو میّت سے طلب کی جاتی ہے (یعنی پیٹ سے کوئی چیز نکل آئے) لیکن کوئی چیز نہیں نکلی۔ پھر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ: آپ ﷺ تو زندگی کی حالت میں بھی پاک تھے اور مرنے کے بعد بھی پاک ہیں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت علیؓ نے آپ ﷺ کے پیٹ کو دبایا تو مشک کی طرح خوشبو نکلی جو لوگوں کے دل و دماغ کو معطر کر گئی۔

☆ پھر میّت کو تیسری مرتبہ بائیں کروٹ پر لٹا کر دائیں کروٹ پر کافور ملا ہوا پانی سر سے پاؤں تک پورے بدن پر تین دفعہ خوب اچھی طرح بہا دیں تا کہ نیچے بائیں کروٹ بھی خوب تر ہو جائے۔ حدیث میں ہے کہ:

﴿ وَعَنْ أُمِّ عَطِیَّۃَ رَضِیَ اَللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ: دَخَلَ عَلَیْنَا اَلنَّبِیُّ ﷺ وَنَحْنُ نُغَسِّلُ ابْنَتَہُ، فَقَالَ: اغْسِلْنَہا ثَلَاثًا,أَوْ خَمْسًا أَوْ أَکْثَرَ مِنْ ذَلِکَ، إِنْ رَأَیْتُنَّ ذَلِکَ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَاجْعَلْنَ فِي الْآخِرَۃِ کَافُورًا أَوْ شَیْئًا مِنْ کَافُورٍ ﴾ (متفق علیہ)

اُمّ عطیہؓ روایت کرتی ہیں کہ ہمارے پاس پیارے پیغمبر ﷺ تشریف لائے جب کہ ہم آپ ﷺ کی بیٹی کو غسل دے رہی تھیں، آپ ﷺ نے ہم عورتوں سے فرمایا: کہ تین دفعہ یا پانچ دفعہ یا اس سے زیادہ اس کو غسل دو، اور ہو سکے تو بیری کے پتوں اور پانی سے غسل دو، اور آخری دفعہ کافور بھی اس میں ڈال دو۔

☆ اگر تین دفعہ غسل دینے کے باوجود اگر غسل دینے والے کو اس کی صفائی کا اطمینان نہ ہو تو اس تعداد کو بڑھا کر پانچ کر دے، اور چوتھی بار میں بیری ملا ہوا پانی بہائے اور پانچویں بار میں کافور ملا ہوا، پھر بھی تسلی نہ ہو تو اس تعداد کو سات کر دے جس طرح اوپر امّ عطیہؓ کی حدیث میں گزرا۔

☆ جب تسلی سے غسل دے چکیں تو پھر دستانے پہن کر سارا بدن صاف تولیہ سے خشک کر کے اس کا تہہ بند بدل دیں تاکہ اس کا کفن گیلا نہ ہو، اور دوسری صاف چادر یا لنگی اس پر ڈال دیں جیسا کہ ام سلیم کی حدیث میں ہے کہ: ﴿ فَاِذَا فَرَغْتُنَّ مِنْهَا فَأَلْقِي عَلَيْهَا ثَوْبًا نَظِيْفًا ﴾ اور پھر میت کو آرام سے تختۂ غسل سے اٹھا کر کفن کے اوپر لٹا دیں۔ (درمختار، فتاوی عالمگیری)

تین دفعہ یا پانچ دفعہ مذکورہ بالا طریقہ سے میت کو غسل دینا سنت ہے۔ اگر کسی نے صرف ایک دفعہ ہی میت کو غسل دیا تو تب بھی فرض ادا ہو جائے گا۔ میت کو غسل دینے کے بعد نہلانے والے کے لئے خود بھی غسل کرنا مستحب ہے۔ (شامی)

تکفین کا مسنون طریقہ

غسل سے فراغت کے بعد فوراً کفنانے کا عمل شروع کر لیا جائے۔ مسلمانوں پر کفن دینا فرض علی الکفایہ ہے اس لئے کفن قرض پر مقدم ہوتا ہے۔

بہتر یہ ہے کہ کفن سفید کپڑوں میں دیا جائے، اس لئے کہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَلْبِسُوْا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبِيَاض ، فَاِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ ، وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ ﴾ (رواہ احمد، وابو داؤد، والترمذی، ۹۱۵)

پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ تم سفید کپڑے پہنا کرو کیونکہ وہ سب سے بہتر ہیں، اور اسی میں اپنے مردوں کو کفن دو۔

☆ کفن صاف ستھرا اور موٹا ہو جو بدن کو ڈھانک سکے، نہ بہت زیادہ قیمتی ہو اور نہ بہت زیادہ گھٹیا اور کم کوالٹی کا بلکہ درمیانہ ہو، زعفران سے رنگے ہوئے کپڑے کا کفن اور ریشمی کفن مردوں کے لئے جائز نہیں۔

☆ کفن کا خرچہ میت کے ترکہ میں سے لیا جائے گا، اگر اس نے ترکہ میں کچھ نہ چھوڑا ہو تو پھر کفن کی ذمہ داری اُس پر ہو گی جو زندگی میں اس کا خرچہ چلا تا تھا، البتہ بیوی کا کفن ہر صورت میں مرد کے ذمہ ہے خواہ بیوی کے پاس مال ہو یا نہ ہو۔ (شرح مسلم للنووی، درمختار مع شامی ۲:۲۰۵)

مرد کو کفنانے کا مسنون طریقہ

میت اگر مرد ہے تو اس کو کفنانے کا طریقہ یہ ہے کہ چار پائی پر پہلے دھجیاں رکھ دیں اور اس پر لفافہ یعنی بڑی چادر بچھا کر اس پر ازار یعنی چھوٹی چادر بچھا دیں، پھر کرتہ کا نچلا نصف حصہ بچھا دیں اور اوپر کا باقی حصہ سمیٹ کر سرھانے کی طرف رکھ دیں۔ پھر میت کو غسل کے تختہ سے آہستگی سے اس طرح اٹھائیں کہ ستر نہ کھلے، اور اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ اٹھاتے وقت ایک صاف چادر میت کے اوپر تان لیں اور اسی حال میں اسے اٹھا کر اس بچھے ہوئے کفن پر لا کر لٹا دیں کہ چادر تنی ہوئی ہو۔ اب قمیص کا جو نصف حصہ سرھانے کی طرف رکھا تھا اس کو سر کی طرف الٹ دیں کہ قمیص کا سوراخ (گریبان) گلے میں آجائے اور اُسے پیروں کی طرف بڑھا دیں۔ جب اس طرح قمیص پہنا چکیں تو اُوپر تنی ہوئی چادر ہٹا دیں اور غسل کے بعد جو تہبند میّت کے بدن پر ڈالا گیا تھا وہ نکال دیں، میت کے دونوں ہاتھ بازوؤں میں رکھیں سینہ پر نہیں۔

اعضائے سجدہ پر خوشبو لگانا

اور پھر میت کے سر اور داڑھی پر حنوط وعطر وغیرہ خوشبو لگا دیں، حنوط چند خوشبودار چیزوں سے مرکب عطر کا نام ہے۔ مگر مرد کو زعفران نہیں لگانی چاہئے، پھر پیشانی، ناک اور دونوں ہتھیلیوں اور دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں پر کہ جن اعضاء پر بندہ سجدہ کرتا ہے، اور جو سجدے کی حالت میں زمین پر ٹکتے ہیں، کافور مل دیں کیونکہ اعضائے سجود کو زیادتی کرامت کی وجہ سے خوشبودار کرنا سنت ہے۔ اور سنت ہونے کی دلیل یہ ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

﴿ كَانَ آدَمُ النَّبِيُّ رَجُلاً أُشْعَرَ طِوَالاً كَأَنَّهٗ نَخْلَةُ سَحُوْقٍ ، فَلَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ ، نَزَلَتِ الْمَلَآئِكَةُ بِحَنُوْطٍ وَكَفَنٍ مِّنَ الْجَنَّةِ .... فَلَمَّا مَاتَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ، غَسَلُوْهُ بِالْمَآءِ وَالسِّدْرِ ثَلَاثًا ،.... وَجَعَلُوْهُ فِی الثَّالِثَةِ كَافُوْرًا ، وَكَفَنُوْهُ فِیْ وِتْرٍ مِّنَ الثِّيَابِ ، وَحَفَرُوْا لَهٗ لَحَدًا ،وَصَلُّوْا عَلَيْهِ ، وَقَالُوْا هٰذِهٖ سُنَّةُ وُلْدِ آدَمَ مِنْ بَعْدِهٖ -.... وفی رواية:....قَالُوْا يَا بَنِیْ آدَمَ هٰذِهٖ سُنَّتُكُمْ مِنْ بَعْدِهٖ بِكَذَالِكُمْ فَافْعَلُوْا ﴾ (رواہ الحاکم)

آدم علیہ السلام گھنے بالوں والے لانبے قد والے انسان تھے، گویا کہ ایک بہت لانبا کھجور کا درخت ہے، پس جب ان کی موت کا وقت آیا تو فرشتے جنت سے خوشبو اور کفن لے کر اُترے، پس جب آدم علیہ السلام فوت ہو گئے تو فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو بیری کے پتوں سے جوش دیئے ہوئے پانی سے تین بار غسل دیا، اور تیسری مرتبہ میں کافور لگایا، اور تین کپڑوں میں کفن دیا، اور ان کے لئے لحد (قبر) کھودی، اور ان پر نماز جنازہ پڑھی، اور کہا کہ آدم کے بعد یہ اولاد آدم علیہ السلام کی سنت ہے۔......اور ایک روایت میں ہے کہ فرشتوں نے کہا: اے اولاد آدم، آدم کے بعد یہ تمہاری سنت ہے، اسی طرح تم بھی کرنا۔

حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ میت کے سجدے کی جگہوں پر کافور ڈال دیا جائے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ، سنن کبری للبیہقی: ۵:۵۷۲)

اسی طرح حضرت سلمانؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو مشک دیا، اور فرمایا کہ: جب میرا انتقال ہو جائے تو مجھے عطر لگا دینا، کیونکہ اللہ کی ایک مخلوق اس وقت حاضر ہوتی ہے، اور اس وقت لوگ کھانا اور پانی تناول نہیں کرتے، بلکہ خوشبو حاصل کرتے ہیں۔ (نصب الرایہ: ۲، ۲۷۶)

☆ اس کے بعد پہلے ازار کا بایاں کنارہ میّت کے اوپر لپیٹ دیں، پھر دایاں کنارہ لپیٹ دیں، اس طرح کہ بایاں پلّہ نیچے رہے اور دایاں اوپر جس طرح زندگی میں انسان دائیں حصہ کو اوپر رکھتا ہے، پھر لفافہ اسی طرح پہلے بایاں کنارہ اور پھر دایاں کنارہ لپیٹ دیں جس طرح نماز کے اندر قیام کی حالت میں ہم ہاتھ باندھتے ہیں تو بایاں ہاتھ نیچے ہوتا ہے اور دایاں اس کے اوپر۔ پھر کپڑے کی دھجیاں (کتر) سے جو پہلے سے کفن کے نیچے بچھائی ہوئیں تھیں ان سے کفن کو سر، پاؤں اور درمیان سے باندھ دیں تا کہ کفن کھلنے نہ پائے۔

عورت کو کفنانے کا مسنون طریقہ

عورت کو کفنانے کا طریقہ یہ ہے کہ چار پائی پر پہلے دھجیاں رکھ دیں پھر اس پر لفافہ بچھا کر اس پر چوڑائی میں سینہ بند اور پھر اس پر ازار یعنی چھوٹی چادر بچھا دیں، پھر کرتہ کا نچلا نصف حصہ بچھا دیں اور اوپر کا باقی حصہ سمیٹ کر سرھانے کی طرف رکھ دیں، پھر میت کو غسل کے تختہ سے آہستگی سے اٹھا کر اس بچھے ہوئے کفن پر لا کر لٹا دیں اور قمیص کا جو نصف حصہ سرھانے کی طرف رکھا تھا اس کو سر کی طرف اس طرح الٹ دیں کہ قمیص کا سوراخ (گریبان) گلے میں آ جائے اور پیروں کی

طرف بڑھادیں، اور غسل کے بعد جو تہبند میّت کے بدن پر ڈالا گیا تھا وہ نکال دیں۔

جب اس طرح قمیص پہنا چکیں تو اُوپر تنی ہوئی چادر ہٹا دیں، اور اس کے سر پر عطر، زعفران وغیرہ کوئی خوشبو لگا دیں، پھر پیشانی، ناک اور دونوں ہتھیلیوں اور دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں پر کہ جن اعضاء پر بندہ سجدہ کرتا ہے کافور مل دیں۔ پھر سر کے بالوں کو دوحصوں میں تقسیم کر کے قمیص کے اوپر سینہ پر ڈال دیں، ایک حصہ دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف، پھر سر بند (یعنی دوپٹہ، اوڑھنی) سر اور بالوں پر ڈال دیں، بغیر باندھنے اور لپیٹنے کے۔

اس کے بعد ازار کا پہلے بایاں کنارہ میّت کے اوپر لپیٹ دیں، پھر دایاں لپیٹیں، اس طرح کہ بایاں پلّہ نیچے رہے اور دایاں اوپر، سر بند اس کے اندر آجائے گا، اس کے بعد سینہ بند، سینہ کے اوپر بغلوں سے نکال کر گھٹنوں تک دائیں بائیں سے باندھ دو، پھر لفافہ اس طرح لپیٹو کہ بایاں پلّہ نیچے رہے اور دایاں اوپر رہے، اور پھر کپڑے کی دھجیوں (کتر) سے جو پہلے سے کفن کے نیچے بچھائی ہوئیں تھیں ان سے کفن کو سر، پاؤں اور درمیان سے باندھ دیں تاکہ ہلنے جلنے سے کھلنے نہ پائے۔
(بحر الرائق، شامی)

☆ نابالغ اور چھوٹے بچوں کو بھی اسی ترتیب سے کفن دیا جائے گا۔ البتہ اگر بہت چھوٹا بچہ ہو تو ایک کپڑے کا، اور بہت چھوٹی بچی ہو تو دو کپڑے کا کفن بھی جائز ہے۔

☆ اگر بچہ یا بچی مردہ پیدا ہو تو صرف ایک پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیجئے۔

☆ عورت کے جنازے پر چادر ڈالنا پردے کے لئے ضروری ہے، مگر یہ کفن میں داخل نہیں، اس لئے کسی بھی قسم کی پاک چادر ڈالی جاسکتی ہے۔

☆ اگر گہوارہ موجود ہو تو عورت کے جنازے پر وہ رکھ کر اُس پر چادر ڈال دی جائے، ورنہ بانس کی تیلیوں یا درخت کی ہری شاخ رکھ کر اس پر چادر ڈال دی جائے۔

☆ فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ میت کے لئے عمامہ مکروہ ہے، البتہ بعض فقہاء نے علماء کے لئے اس کی اجازت دی ہے۔ (در مختار مع شامی ص ۲۰۲: ج ۲، البحر الرائق: ۲ ص ۱۷۵)

☆ اکثر لوگ کفن کے اندر و باہر عطر کا چھڑکاؤ کر دیتے ہیں، حالانکہ کفن کو صرف دھونی دینے کا ذکر آیا ہے جس طرح پہلے گزر چکا، اور خوشبو میت کے سر اور داڑھی پر لگانے اور باقی اعضائے سجدہ پر کافور لگانے کا حکم ہے۔ حضرت اسماء بنت حضرت ابی بکرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے گھر والوں کو وصیت کی تھی کہ جب میں مر جاؤں تو میرے کپڑوں (یعنی کفن) کو دھونی دینا، پھر مجھے خوشبو لگانا، لیکن میرے کفن پر خوشبو نہ چھڑکنا۔ (موطا امام مالک: ۴۷۴، بیہقی: ۶۷۰۵)

میت کے لئے سرمہ اور کنگھی

بعض لوگ میت کو سرمہ لگاتے ہیں اور کنگھی کرتے ہیں، یہ بھی صحیح نہیں ہے، حضرات فقہاء نے تصریح کی ہے کہ میت کے لئے زیب و زینت کی چیزیں جائز نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ سرمہ بھی زینت کی چیز ہے، اس لئے میت کو سرمہ لگانا بھی جائز نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج:۱ص ۷۱۲)

اسی طرح میت کو کنگھی کرنا بھی جائز نہیں، امّ المؤمنین سیدہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے دیکھا کہ کسی میت کو لوگ کنگھی کر رہے ہیں تو فرمایا: میت کے لئے کنگھی کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر کنگھی ضرورت کی بنا پر کی جائے تو اس کی بعض علماء نے اجازت دی ہے۔ (اعلاء السنن ۸:۱۸۲)

میت کا دیدار کرنا

کسی انسان کے مرنے کے بعد اس کا دیدار کرنا جائز ہے، جس طرح پہلے سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ سے متعلق روایت گزر چکی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے، اس وقت آپ ﷺ کو چادر سے ڈھانپ دیا گیا تھا، حضرت ابو بکرؓ نے آپ ﷺ کے چہرہ انور سے چادر ہٹائی، دیدار کیا اور جھک کر بوسہ دیا، پھر روتے ہوئے فرمایا: واللہ! ربّ العالمین آپ پر دو موتیں جمع نہیں فرمائے گا، ایک موت جو آپ ﷺ پر لکھی جا چکی تھی وہ آ چکی۔ (بخاری:۱۲۴۲، نسائی:۱۸۱۸، ابن ماجہ

اسی طرح پیارے پیغمبر ﷺ کا حضرت عثمان بن مظعونؓ کا دیدار کرنے اور بوسہ دینے سے متعلق روایت بھی پہلے لکھی جا چکی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد دیدار کرنا سنت ہے۔

دیدار سے متعلق بعض کوتاہیاں

اکثر جگہوں پر عورتیں میت کے پاس جمع ہو کر بیٹھتی ہیں اور نا محرم کو دیکھتی رہتی ہیں حالانکہ از روئے شریعت جس طرح زندگی میں نامحرم کو دیکھنا ناجائز ہے، اسی طرح مرنے کے بعد بھی نامحرم کا دیدار کرنا ناجائز ہے۔ (اصلاح انقلاب ۱:۲۴۷)

☆ میت کے دیدار کی خاطر لوگوں کا انتظار کرنا اور تدفین میں تاخیر کرنا جائز نہیں، بلکہ جتنا جلدی ممکن ہو میت کی تدفین عمل میں لائی جائے۔ پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿ أَسْرِعُوْا بِالْجَنَازَةِ فَإِنْ تَکُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ تُقَدِّمُوْنَهَا اِلَيْهِ ، وَاِنْ تَکُ سِوٰی ذَالِکَ فَشَرٌّ تَضَعُوْنَهٗ عَنْ رِقَابِكُمْ ﴾ (متفق علیه)

جنازہ کے لے جانے میں جلدی کرو، اس لئے کہ اگر وہ نیک ہے تو خیر کی طرف تم اُسے آگے بھیجو گے، اور اگر ایسا نہیں ہے تو شر کو تم اپنی گردنوں سے اتارو گے۔

دفن میں جلدی کرنے کے اندر میت اور زندوں دونوں کیلئے رحمت ہے، جتنی تدفین میں تاخیر ہوگی اتنا ہی غم رنج والم رونا دھونا لمبا ہوتا جائے گا، اور جتنی جلدی تدفین ہوگی تو میت کے اہل خانہ لوگوں کے ساتھ ملنے جلنے اور تعزیت وغیرہ میں مصروف ہو جائیں گے تو غم ہلکا ہو جائے گا۔

جنازہ اٹھانے اور لیجانے کا مسنون طریقہ

جب غسل وتکفین سے فارغ ہو جائیں تو تدفین میں جلدی کرنی چاہئے، اور دُور دراز سے آنے والوں کے انتظار میں جنازہ لیجانے میں تاخیر کرنا مکروہ ہے۔ چنانچہ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے علی! تین چیزوں میں تاخیر نہ کر، ایک نماز جب اُس کا وقت آجائے، دوسرے جنازہ جب تیار ہو جائے، تیسرے بے نکاحی عورت جب اس کے جوڑ کا خاوند مل جائے۔ (ترمذی ج ۲ ص ۲۰۶، احکام الجنائز ص ۱۹)

ایک دوسری حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے پیارے پیغمبر ﷺ سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ جب تم میں سے کسی کا انتقال ہو جائے تو اسے دیر تک گھر میں نہ روکو، اُسے قبر تک پہنچانے اور دفن کرنے میں سرعت سے کام لو۔

میت کو چارپائی وغیرہ پر لٹا کر لے جائیں جب لوگ میت کو اس کے تخت یا چارپائی پر اٹھا کر لے جائیں تو اس طرح کہ سرہانا آگے ہو، اور اس کے چاروں پایوں کو ایک ایک آدمی اٹھائے اور چارپائی کو کندھوں پر رکھنا چاہئے، یہی مسنون طریقہ ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ مِنَ السُّنَّةِ أَنْ تُحْمَلَ الْجَنَازَةَ مِنْ جَوَانِبِهَا الْأَرْبَعَةَ ﴾ (شرح الہدایۃ)

یعنی مسنون یہ ہے کہ جنازہ کو اس کی چاروں جانب سے اٹھایا جائے۔

پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿ مَنْ حَمَلَ الْجَنَازَةَمِنْ جَوَانِبَهَا الْأَرْبَعَةِ غُفِرَ لَهُ مَغْفِرَةً مَوْجِبَةً ﴾

یعنی جس نے جنازہ اس کی چاروں جانب سے اٹھایا تو اس کی مغفرت کردی جائے گی۔

جنازے کو اٹھانے یا کندھا دینے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ کندھا دینے والا پہلے چارپائی کا اگلا داہنا پایا اپنے بائیں کندھے پر رکھ کر کم از کم دس (۱۰) قدم چلے، اس کے بعد اسی طرف کا پچھلا پایا اپنے بائیں کندھے پر رکھ کر کم از کم دس (۱۰)

قدم چلے، اس کے بعد بائیں طرف کا اگلا پایا اپنے دائیں کندھے پر رکھ کر دس قدم چلے اور پھر پچھلے پائے کو اسی طرح کندھا دے تا کہ چاروں پایوں کو ملا کر چالیس قدم ہو جائیں۔ (درمختار)

☆ جتنے لوگ جنازے کے ساتھ شریک ہیں کندھا دیتے رہیں، اور جنازہ وقار کے ساتھ مگر تیز قدموں سے لے کر چلیں مگر دوڑیں نہیں، اس لئے کہ جب پیارے پیغمبر ﷺ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: {**مَادُوْنَ الْخَبَبِ**) چہروں پر غم کا اثر اور دل میں اللہ کا خوف رہے، دنیوی باتوں سے پرہیز ہو، اور زبان پر اللہ کا ذکر ہو، جیسے {سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ} یا میت کے لئے دعائے مغفرت اور استغفار ہو مگر اس میں آواز اونچی نہ ہو بلکہ دبی زبان سے ذکر سے ہو۔

☆ اس تصور کے ساتھ چلیں کہ آج ہم اس کے جنازے کو کندھا دے رہے ہیں کل ہمیں بھی اسی طرح اٹھا کر لیجایا جائے گا، نہ معلوم اس میت پر کیا گزرے گی، اور یہی سب کچھ ہم پر بھی گزرنے والی ہے، عبرت حاصل کرے، استغفار کرے، اور غفلت نہ ہو۔

☆ اونچی آواز سے کلمہ طیبہ پڑھنا، یا اور کوئی ذکر کرنا بالاتفاق ناجائز ہے، کوئی ایسا کر رہا ہو تو اس کو نرمی سے سمجھا دیجئے کہ ایسا کرنا جائز نہیں۔

☆ اگر میت شیر خوار بچہ یا اس سے کچھ بڑا ہو تو لوگوں کو چاہئے کہ اسے دست بدست لیجائیں۔ یعنی ایک آدمی اس کو اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھالے، پھر اس سے دوسرا آدمی لے لے، اسی طرح بدلتے ہوئے لے جائیں۔ (عالمگیری)

☆ جنازہ کو تیز قدم لے جانا مسنون ہے، مگر نہ اتنا تیز کہ نعش کو حرکت و اضطراب ہونے لگے۔

☆ جنازہ کے ساتھ پیدل چلنا مستحب ہے اور اگر سواری ہو تو جنازے کے پیچھے چلے۔

☆ جو لوگ جنازہ کے ساتھ چلیں ان کے لئے مستحب ہے کہ وہ جنازے کے پیچھے چلیں دائیں بائیں نہ چلیں۔

نماز جنازہ کے فرائض، واجب اور سنتیں

فرائض: (۱) قیام (۲) چار تکبیریں۔

واجب: چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرنا۔

سنتیں: (۱) تکبیر تحریمہ کے بعد پوری ثناء کا پڑھنا۔

(۲) دوسری تکبیر کے بعد درود شریف کا پڑھنا۔

(۳) تیسری تکبیر کے بعد میت کے لئے دعاء کرنا

(۴) ان تینوں میں ترتیب کا قائم رکھنا

(۵) جنازہ کے بعد فوراً تدفین کا انتظام کرنا

تدفین کا مسنون طریقہ

میت کی تدفین جلد کرنا سنت ہے۔

جنازہ کو پہلے قبلہ کی سمت قبر کے کنارے اس طرح رکھیں کہ قبلہ میت کے دائیں طرف ہو، پھر اُتارنے والے قبلہ رُو کھڑے ہوکر میت کو احتیاط سے اٹھا کر قبر میں رکھ دیں۔ جب میت کو قبر میں رکھیں تو یہ دعاء پڑھیں

﴿ بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ﴾

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، اور رسول اللہ ﷺ کے دین پر۔

☆ میت کو قبر میں رکھ کر پورے بدن کو دائیں پہلو پر اچھی طرح سے کروٹ دے دینا، اوراس کو قبلہ رُو کر دینا مسنون ہے۔ صرف اس کا منہ قبلہ کی طرف کر دینا کافی نہیں۔ اس کے بعد کفن کو جو گرہیں لگائی گئیں تھیں ان کو کھول دیا جائے۔

☆ اگر میت عورت ہو تو اسے قبر میں اتارتے وقت پردہ کرنا چاہیئے۔

☆ مٹی ڈالتے وقت مستحب ہے کہ سرہانے کی طرف سے ابتداء کی جائے، اور ہر شخص تین مرتبہ اپنے دونوں ہاتھوں میں مٹی لے کر قبر پر ڈالے۔ پہلی مرتبہ ڈالتے وقت: {مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ}

اور دوسری مرتبہ ڈالتے وقت: {وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ}

اور تیسری مرتبہ ڈالتے وقت: {وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرٰى} پڑھیں۔

☆ میت کی تدفین کے بعد اس کے لئے استغفار کریں اس لئے کہ پیارے پیغمبر ﷺ کا ارشاد ہے: اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور ثابت قدم رہنے کی دعاء کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کو منکر ونکیر کے سوال وجواب میں ثابت قدم رکھے۔

☆ تدفین کے بعد قبلہ رو ہوکر میت کے لئے دعاء کرنا سنت ہے۔

☆☆☆☆☆☆

تعزیت کی سنتیں و آداب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قارئین کرام:

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میّت کے ساتھ ایسا احسان اور معاملہ فرماتے تھے، جو اس کے لئے قبر اور آخرت میں سود مند ہو، اور اس کے گھر والوں اور رشتہ داروں کے ساتھ بھی حسنِ سلوک فرماتے تھے، میّت کے لئے استغفار فرماتے، اور نمازِ جنازہ کے بعد مدفن تک جنازہ کے ساتھ جاتے، اور قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس کے لئے کلمۂ ایمان پر ثابت قدم رہنے کی دُعاء فرماتے، پھر اس کی قبر کی زیارت کے لئے تشریف لے جایا کرتے، اور صاحب قبر کو سلام کرتے اور اس کے لئے دُعاء فرمایا کرتے تھے۔ (مدارج النبوۃ)

پسماندگان سے تعزیت

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ

﴿ مَنْ عَزّٰى مَصَابًا فَلَهٗ مِثْلَ أَجْرِهٖ ﴾ (جامع ترمذی)

جس شخص نے کسی مصیبت زدہ کی تعزیت (تسلی) کی اُس کے لئے ایسا ہی اجر وثواب ہے جیسا اُس مصیبت زدہ کے لئے۔

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعزیت کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿ مَا مِنْ مُؤْمِنٍ يَعْزِىْ أَخَاهُ بِمُصِيْبَةٍ اِلَّا كَسَاهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مِنْ حَلَلَ الْكَرَامَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴾

جس مؤمن نے اپنے کسی مصیبت زدہ بھائی کی تعزیت کی تو اللہ عزّوجلّ اس کو قیامت کے دن کرامت کا جوڑا پہنائیں گے۔ (رواہ ابن ماجہ)

تعزیت کا مسنون طریقہ

جس گھر میں غمی ہو ان کے یہاں تیسرے دن تک ایک بار تعزیت کے لئے جانا اور اس کو یہ احساس دلانا کہ آپ کے اس غم اور مصیبت میں، ہم بھی شریک ہیں مستحب ہے۔ میّت کے متعلقین کو تسلی اور تسکین دینا اور صبر کے فضائل اور اس کا عظیم الشان اجر وثواب بتلا کر ان کو صبر کی رغبت دلانا اور میّت کے لئے دعائے مغفرت کرنا جائز اور نیکی کا کام ہے، کیونکہ یہ قرابت داری، دوستی، اور اخوت اسلامی کے حقوق میں سے ہے، اور اسی کو تعزیت کہتے ہیں۔

پیارے پیغمبر ﷺ خود بھی تعزیت کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اس لئے جب آپ اپنے بھائی، رشتہ دار، یا جاننے والے کے پاس تعزیّت کے لئے جائیں تو مستحب یہ ہے کہ آپ اُسے تعزیت کے وہ کلمات کہیں جو شریعت سے ثابت ہیں، (اور جس سے اس کی مصیبت کا غم ہلکا ہو، وہ اس طرح کہ آپ اس کے سامنے مصیبت پر اجر اور اس پر صبر کرنے پر اجر وثواب کا ذکر کریں۔ اور اِس بات کا ذکر کریں کہ دنیا فانی اور ختم ہونے والی ہے اور آخرت ہی ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے)۔ اور اس کے لئے قرآن کریم کی بعض آیات، اور احادیث شریفہ وغیرہ کا سہارا لیں۔ مثلاً:

☆ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ * الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ لا قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ * اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ قف وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴾

اور خوشخبری سنا دیجئے اُن لوگوں کو جو صبر سے کام لیں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو یہ کہتے ہیں کہ: ہم سب اللہ ہی کے لئے ہیں، اور ہم کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اُن کے پروردگار کی طرف سے خصوصی عنایتیں ہیں، اور رحمت ہے۔ اور یہی لوگ ہیں جو ہدایت پر ہیں۔

☆ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَمَن زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ط وَما الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلاَّ مَتَاعُ الْغُرُورِ ﴾

ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے، اور تم سب کو (تمہارے اعمال کے) پورے پورے بدلے قیامت ہی

کے دن ملیں گے۔ پھر جس کسی کو دوزخ سے دُور ہٹا لیا گیا، اور جنت میں داخل کر دیا گیا، وہ صحیح معنیٰ میں کامیاب ہو گیا، اور یہ دُنیوی زندگی تو (جنت کے مقابلے میں) دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔

☆ **اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:**

﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ * وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ﴾

اِس زمین میں جو کوئی ہے فنا ہونے والا ہے۔ اور (صرف) تمہارے پروردگار کی جلال والی، فضل و کرم والی ذات باقی رہے گی۔

☆ **اور پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی:**

﴿اللّٰهُمَّ اٰجِرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَاخْلُفْ لِيْ خَيْرًا مِّنْهَا﴾۔ (صحیح مسلم)

اے اللہ میری مصیبت میں مجھے اجر عطا فرما، اور اس سے مجھے بہتر بدلہ عطا فرما۔

☆ **اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی:**

﴿اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ، وَلَهٗ مَا اَعْطٰى، وَكُلُّ شَيْئٍ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ (بخاری و مسلم)

اللہ ہی کے لئے ہے جو اُس نے لیا، اور اُسی کا ہے جو اُس نے دیا، اور ہر چیز کا اس کے ہاں ایک وقت مقرر ہے۔

☆ **اور پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی:**

اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ کی وفات پر ان کو وداع کرتے وقت:

﴿اِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ، وَالْقَلْبَ يَحْزُنُ، وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا يَرْضٰى رَبُّنَا، وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا اِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ﴾۔ (بخاری و مسلم)

آنکھیں پرنم ہیں، دل غمگین ہے، اور ہم وہی بات کریں گے جو ہمارے رب کو راضی کرنے والی ہے، اور اے ابراہیم! ہم تیری جدائی پر غمگین ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت ابو سلمہؓ کے گھر والوں سے تعزیت

اور پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت ابو سلمہؓ کی وفات کے موقعہ پر ان کے گھر والوں سے اس طرح تعزیت کرنا:

﴿ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَبِیْ سَلَمَۃَ، وَارْفَعْ دَرَجَتَہٗ فِی الْمَھْدِیِّیْن، وَاخْلُفْہُ فِیْ عَقِبِہٖ فِی الْغَابِرِیْنَ... ای کُنْ لَہٗ خَلِیْفَۃً فِیْ ذُرِّیَّتِہِ البَاقِیْنَ مِنْ اُسْرَتِہٖ، وَاغْفِرْلَنَا وَلَہٗ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْن، وَافْسَحْ لَہٗ فِیْ قَبْرِہٖ، وَنَوِّرْ لَہٗ فِیْہِ ﴾۔ (رواہ مسلم)

اے اللہ تو ابو سلمہ کی مغفرت فرما، اور ہدایت یافتہ لوگوں میں اس کا درجہ بلند فرما، پیچھے رہ جانے والوں اور باقی ماندہ لوگوں کے لئے اس کا خلیفہ بن جا، ہماری اور اس کی مغفرت فرما، اے ربّ العالمین! اور اس کی قبر کو کشادہ اور روشن کردے۔

معاذ بن جبلؓ کے بیٹے کی وفات پر تعزیتی خط

حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہ اُن کے بیٹے کا انتقال ہوا تو پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو تعزیت نامہ لکھوایا، جس کا ترجمہ یہ ہے:

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا رحم کرنے والا اور مہربان ہے، اللہ کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جانب سے معاذ بن جبلؓ کے نام: تم پر سلامتی ہو، میں پہلے تم سے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، حمد وثناء کے بعد (دُعاء کرتا ہوں کہ) اللہ تمہیں اجرِ عظیم عطا فرمائے، اور صبر کی توفیق دے اور ہمیں اور تمہیں اجرِ عظیم عطا فرمائے، اور صبر کی توفیق دے اور ہمیں اور تمہیں شکر ادا کرنا نصیب فرمائے، اس لئے کہ بے شک ہماری جانیں، ہمارا مال اور ہمارے اہل وعیال (سب) اللہ بزرگ و برتر کے خوشگوار عطیے اور عاریت کے طور پر سپرد کی ہوئی امانتیں ہیں۔

(اس اصول کے مطابق تمہارا بیٹا بھی تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت تھا)۔ اللہ تعالیٰ نے خوشی اور عیش کے ساتھ تم کو اس سے نفع اُٹھانے اور جی بہلانے کا موقع دیا، اور اب تم سے اس کو اجرِ عظیم کے عوض میں واپس لے لیا ہے۔ اللہ کی خاص نوازش اور رحمت و ہدایت (کی تم کو بشارت ہے) اگر تم نے ثواب کی نیت سے صبر کیا، پس تم صبر (وشکر) کے ساتھ رہو۔ (دیکھو!) تمہارا رونا دھونا تمہارے اجر کو ضائع نہ کردے کہ پھر تمہیں پشیمانی اُٹھانی پڑے، اور یاد رکھو! کہ رونا دھونا کسی میّت کو لوٹا کر نہیں لاتا، اور نہ ہی غم و اندوہ کو دور کرتا ہے، اور جو ہونے والا ہے وہ تو ہو کر رہے گا، اور جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ والسلام

(ترمذی، حصن حصین، معارف الحدیث)

☆ **یا یہ کہنا:**

﴿ عَظَّمَ اللّٰهُ اَجْرَكَ ، وَأَحْسَنَ عَزَائَكَ ﴾۔

اللہ رب العزت آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے اور آپ کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق بخشے۔

☆ **یا حضرت عمرؓ کا یہ قول:**

ہر روز کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص وفات پا گیا، فلاں دنیا سے چلا گیا، اور ایک دن ضرور ایسا آنے والا ہے کہ یہ اعلان کیا جائے گا کہ عمرؓ بھی وفات پا گئے۔

☆ **اسی طرح کسی شاعر کا یہ شعر:**

وَاِنَّا لَنَفْرَحُ بِالْأَيَّامِ نَقطَعُهَا   وَكُلَّ يَوْمٍ مَضىٰ يَدْنِيْ مِنَ الْأَجَلِ

یعنی ہم خوش ہوتے ہیں کہ دن گزر رہے ہیں   لیکن ہر دن جو گزرتا ہے وہ ہمیں موت کے قریب کر رہا ہے۔

☆ **اور ایک شاعر کا زندگی کی اس طرح تصویر کھینچنا:**

وَاِنَّا لَفِى الدُّنْيَا كَرَكْبِ سَفِيْنَةٍ   نَظُنُّ وُقُوْفاً، وَالزَّمَانُ بِنَا يَجْرِيْ

دنیا میں ہماری مثال ایسی ہے جیسے کشتی کے سوار   ہم خیال کرتے ہیں کہ وہ کھڑی ہے اور زمانہ کی کشتی ہمیں لے کر چل رہی ہوتی ہے۔

اگر یہ کلمات نہ آتے ہوں تو جو بھی اپنی زبان میں مناسب کلمات ہوں وہ کہہ لیں۔

تعزیّت کے وقت کی بدعات

میں نے یہ چند آیات، احادیث، اور بزرگوں کے اقوال اس لئے پیش کئے ہیں کہ میں نے اکثر یہ دیکھا ہے کہ جب لوگ کسی مصیبت زدہ شخص کی تعزیّت کے لئے جاتے ہیں تو غیر متعلقہ موضوعات چھیڑ لیتے ہیں، جن کا تعزیّت سے کوئی جوڑ نہیں ہوتا۔ اور اُس غمزدہ پر گراں گزرتا ہے، اور اسلامی آداب اور تعزیّت کے اصول کے بھی خلاف ہے۔

☆ آج کل ہمارے یہاں یہ رواج ہے کہ میّت کے گھر والے چادر بچھا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ (جسے پوڑھی بچھانا کہا جاتا ہے) اور جو بھی تعزیّت کے لئے آتا ہے وہ فاتحہ پڑھ لیں کہہ کر دعا شروع کر دیتا ہے، باقی سب لوگ بھی اس کی تقلید میں دعا کرنے لگتے ہیں، یہ رواج غلط ہے اسے ترک کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ: اوّل تو تعزیّت کا یہ طریقہ شریعت سے ثابت نہیں،

دوسرے یہ دعا فقط رسمی ہوتی ہے، نہ اس میں اخلاص ہوتا ہے نہ حضورِ قلب۔ تیسرے یہ دعا چونکہ سارا دن جاری رہتی ہے، اور ہر آنے والا کرتا ہے اس لئے اہل میّت اُکتا جاتے ہیں، سوچنے کی بات ہے کہ جو دُعا دل کی غفلت اور اکتاہٹ کے ساتھ ہوگی اس کا فائدہ کیا ہوگا؟

اہل میّت کے لئے کھانا بھیجنا مستحب ہے

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے مروی ہے کہ:

﴿ لما جاء نعي جعفر حِيْنَ قُتِلَ ، قال النبی ﷺ : اِصْنَعُوْا لِآلِ جَعْفَرٍ طَعَامًا، فَقَدْ أَتَاهُمْ مَا يَشْغُلُهُمْ ﴾

جب (اُن کے والد ماجد حضرت) جعفر (بن ابی طالبؓ) کی شہادت کی خبر آئی تو پیارے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: جعفر کے گھر والوں کے لئے کھانا تیار کیا جائے، وہ اس اطلاع کی وجہ سے ایسے حال میں ہیں کہ کھانا تیار کرنے کی طرف توجہ نہ کرسکیں گے۔ (رواہ الخمسۃ الا النسائی)

اس لئے اہل میّت کے پڑوسیوں اور رشتہ داروں کے لئے مستحب ہے کہ وہ ایک دن ایک رات کا کھانا تیار کر کے میّت والوں کے ہاں بھیجیں اور اگر وہ غم کی وجہ سے نہ کھاتے ہوں تو اصرار کر کے انھیں کھلائیں، ایسا کرنا فی نفسہ جائز، بلکہ مسنون ہے۔ مگر اس میں بھی چند مفاسد پیدا ہو گئے ہیں جن کی اصلاح ضروری ہے۔

اہل میّت کی طرف سے دعوت طعام

اہل میّت کی طرف سے دعوت طعام بدعت ہے آج کل بعض ناواقف لوگوں میں یہ رسم پائی جاتی ہے کہ تعزیت کے لئے آنے والوں کے لئے میّت کے گھر والے کھانے کی دعوت کرتے ہیں۔ ایسا کرنا سنت کے خلاف ہے اور ناجائز ہے اور بدعت ہے۔ کیونکہ دعوت تو خوشی کے موقع پر ہوتی ہے غمی پر نہیں۔ اس طرح جو لوگ تعزیت کے لئے آتے ہیں انہیں بھی چاہئے کہ وہ اہل میّت کے ہاں کھانا کھا کر اُن پر بوجھ نہ بنیں۔ (شامی: ج ۱ ص ۸۴۱)

اسی طرح آج کل رواج ہے کہ میّت کے قریبی رشتہ دار مسلسل تین دن تک، دونوں وقت کا کھانا اہل میّت کے یہاں بھیجتے ہیں، جس میں میّت کے گھر والے اور قریب سے آئے ہوئے لوگ سب شریک ہوتے ہیں، بلکہ بہت سے لوگ عین کھانے کے وقت آجاتے ہیں، اور اس کھانے میں شریک ہوتے ہیں، اور یہ کھانا بلکل ایسا ہوتا ہے جیسے عام تقریبات کا، یہ رواج بالکل غلط ہے۔ اور شریعت کے خلاف ہے۔ اوّل تو اس میں ادلا بدلا ہونے لگتا ہے کہ انھوں نے ہمارے یہاں دیا

تھا،اس لئے ہم بھی ان کے گھر دیں۔ اَز روئے شریعت میّت والوں کے لئے صرف ایک دن اور رات کا کھانا بھیجنا پڑوسیوں یا رشتہ داروں کے لئے مستحب ہے۔

لہٰذا: اس کو رسمی طور پر کسی کے ذمہ لگانا کہ وہ ضرور اس طرح کرے غلط ہے اور اس میں جبر ہے کہ بعض اوقات جب کسی کی گنجائش نہیں بھی ہوتی تو قرض لیکر اس رسم کو پورا کیا جاتا ہے ایسا کرنا غلط ہے، جس کو توفیق ہو تو بھیج دے، نہ ہو تو نہ بھیجے۔ نہ تو اس میں اَدلے بدلے کی ضرورت اور رعائت ہونی چاہئے، اور نہ ہی قریب اور دُور کے رشتہ داری کی شرط۔

اسی طرح یہ کھانا صرف اہل میّت کے لئے ہوتا ہے اس میں سب لوگوں کا شریک ہونا بھی غلط ہے، اہل میّت پر غم کا غلبہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ پکانے کا اہتمام نہیں کر پاتے، مگر سارے کنبہ پر ہرگز ایسا غلبہ نہیں ہوتا، اس لئے ان کے لئے کھانا جائز نہ ہوگا۔

فقہاءؒ نے تصریح کی ہے کہ میّت کے گھر کھانا کھانے سے دل مردہ ہوتا ہے، اس لئے لوگوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے گھروں سے کھائیں، اور دوسروں پر بوجھ نہ بنیں۔ (وجائت سکرت الموت بالحق ص ۳۸)

تین دن کے بعد تعزیت کرنا

میّت کے عزیز و اقرباء سے تعزیت کرنی مستحب عمل ہے، لیکن یہ تعزیت تین دن کے بعد مکروہ ہے، البتہ تعزیت کرنے والا یا جس کی تعزیت کرنی ہے وہ باہر ہو یا سفر میں ہو تو واپس آنے کے بعد تعزیت کرسکتا ہے۔

☆ ایک دفعہ تعزیت کرنے کے بعد دوبارہ تعزیت کرنی مکروہ ہے۔

قبر پر قرآن خوانی

بعض علاقوں میں دستور ہے کہ قبر پر، یا گھر میں حفاظ کو کو بٹھلا کر دس دن تک، یا چالیس دن تک قرآن پڑھایا جاتا ہے، میّت کے گھر سے ان کے لئے اتنا عرصہ تک کھانا بھیجا جاتا ہے اور اُن کو کچھ نقدی اور کپڑے وغیرہ دیئے جاتے ہیں، اس میں جانبین کا اُجرت دینا لینا ہے، اس لئے یہ بھی جائز نہیں بلکہ بدعت ہے۔ ایسی صورت میں جب پڑھنے والے کو ہی ثواب نہیں ملے گا تو مردہ کو کیا پہنچے گا۔

(سکب العبرات للموت والقبر والسکرات ج ۳ ص ۱۴۱)

میّت کے گھر عورتوں کا جمع ہونا

حضرت تھانویؒ اصلاح الرّسوم میں تحریر فرماتے ہیں: میّت کے گھر عورتیں کئی کئی بار جمع ہوتی ہیں، سو اس میں کئی امر

مکروہ جمع ہیں۔اوّل تو کئی کئی بار تعزیّت کرنا جس کو درمختار میں تصریحاً ممنوع لکھا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ تعزیت کا مقصد ہے غم کو بھلانا اور اہل میّت کو تسلی دینا، جب کہ عورتوں کی تعزیت میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہوتا، بلکہ ان میں سے بعض دنیا بھر کی باتوں میں مشغول ہو جاتیں ہیں۔اور جوان میں سے بعض دردمند بھی ہوتیں ہیں وہ بھی اہل میّت کے گلے لگ لگ کر روتی ہیں، جو عقل کے بھی خلاف ہے اور اس میں نوحہ کا گناہ الگ ہوتا ہے، یہ بھی تعزیت کے مقصد کے خلاف ہے۔اس کے علاوہ ان کے جمع ہونے میں اور بھی بہت سی خرابیاں پائی جاتیں ہیں، جس کی وجہ سے ان کا تعزیت کے لئے نہ جانا ہی بہتر ہے۔

اللہ ربّ العزّت سے دعاء ہے کہ وہ مجھے اور تمام مسلمانوں کو صحیح دین کی سمجھ اور اس پر استقامت عطا فرمائے، اور پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی اتباع، اور ہر قسم کی بدعات و رسومات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

﴿ خاتمہ ﴾

الحمد للہ یہاں تک اس کتاب کی دوسری جلد کا کام مکمل ہوا۔اس کتاب کے مطالعہ کرنے والے احباب سے گزارش ہے کہ اپنی خصوصی دعاؤں میں بندۂ ناچیز کو ضرور یاد فرمائیں۔اللہ ربّ العزت سے دعاء ہے کہ وہ مجھے اور تمام امت مسلمہ کو صحیح دین کی سمجھ، پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی اتباع، اور اس پر استقامت نصیب فرمائے، اور اللہ تعالیٰ اس کتاب کو میرے لئے اور میرے والدین کے لئے صدقۂ جاریہ بنائے، اور اِسے قبولیت عام نصیب فرمائے۔آمین

﴿ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی تَوْ فِیْقِہٖ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلاَمُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ ،وَأَسْأَلُہٗ تَعَالیٰ الْمَزِیْدَ مِنْ فَضْلِہٖ، وَأَنْ یَّرْزُقَنِیْ مَحَبَّۃَ لِقَآئِہٖ عِنْدَ مفَارِقَۃِ ھٰذِہِ الدُّنْیَا الْفَانِیَۃَ اِلَی الدَّارِ الْأَبَدِیَّۃِ الْخَالِدَۃِ مَعَ الَّذِیْنَ اَ نْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصَّالِحِیْنَ وَحَسُنَ أُوْلٰٓئِکَ رَفِیْقًا ﴾

﴿ محمد موسیٰ شاکر غفر اللہ لہٗ ﴾

بروز جمعرات :۲۷ : شعبان : ۱۴۴۰ھ : ۲، مئی ۲۰۱۹

مآخذ ومراجع

نمبر شمار	اسماء کتب	اسماء مصنفین و مؤلفین	مطابع
۱	فقہ تربیت الابناء	مصطفی بن العدوی	دار ماجد عسیری
۲	تأدیب الناشیئن بادب الدنیاوالدین	احمد بن محمد بن عبد ربہ الاندلسی	مکتبہ القرآن مصر
۳	اھمیۃ تربیۃ الاولاد فی الاسلام	سعید بن علی بن وھف القحطانی	الطبعۃ الاولیٰ
۴	فن تربیۃ الاولاد فی الاسلام	محمد سعید مرسی	دار التوزیع
۵	تربیۃ الاولاد فی الاسلام	عبداللہ ناصح علوان	دارالاسلام للطباعۃ والنشر والتوزیع جدہ
۶	الاشکالیۃ المعاصرۃ فی تربیۃ الطفل المسلم	سعید عبد العظیم	دار الایمان للطبع اسکندریۃ
۷	تنشئۃ الطفل	زکریا الشربینی: یسریۃ صادق	دار الفکر العربی قاہرہ
۸	کیف نربی اولادنا	محمد بن جمیل زینو	مکۃ المکرمۃ
۹	اطفال المسلمین کیف رباھم	جمال عبد الرحمٰن	دار طیبۃ الخضراء مکۃ

۱۰	اولاد کی تعلیم و تربیت میں والدین کا کردار	مولانا عمران اشرف عثمانی	بیت العلوم لاہور
۱۱	معارف القرآن	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع	مکتبہ معارف القرآن کراچی
۱۲	اولاد کی تربیت کیسے کریں	مفتی محمد طلحہ نظامی	مکتبہ عثمانیہ راولپنڈی
۱۳	رسول اکرمؐ کے دن رات کے اعمال	ترجمہ: مولانا ارشاد احمد فاروقی	زمزم پبلشرز
۱۴	عمل الیوم واللیلۃ	امام احمد بن شعیب النسائی	مؤسسۃ الرسالۃ
۱۵	اسوۂ رسول اکرمؐ	ڈاکٹر محمد عبد الحیؒ	ادارۃ المعارف کراچی
۱۶	اخلاق النبیؐ وادابہ	حافظ ابی محمد عبد اللہ بن محمد الاصبھانی	دار المسلم الریاض
۱۷	کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال	علاء الدین علی متقی بن حسام الدینؒ	دار الاشاعت اردو بازار کراچی
۱۸	نضرۃ النعیم فی مکارم اخلاق الرسول الکریم	صالح بن عبد اللہ بن حمید: عبد الرحمٰن بن محمد عبد الرحمٰن بن ملوح	دار الوسیلۃ جدہ
۱۹	اسوۂ حسنہ: شمائل کبریٰ	مولانا مفتی محمد ارشاد	زمزم پبلشرز کراچی
۲۰	وانک لعلیٰ خلق عظیم	الشیخ صفی الرحمٰن مبارکفوری	شرکۃ کندۃ للاعلام والنشر

۲۱	منہاج القاصدین ومفید الصادقین	عبدالرحمٰن بن علی بن الجوزی	دارالتوفیق دمشق
۲۲	آداب النبی ﷺ	مولانا مفتی محمد شفیع	ادارہ اسلامیات کراچی
۲۳	چند اہم اسلامی آداب	عبدالفتاح ابوغدۃ: عبدالرزاق اسکندر	دارالقلم کراچی
۲۴	علیکم بسنتی	مولانا مفتی عبد الحکیمؒ	مکتبہ الاسلام کراچی
۲۵	اللہ کے حبیبؐ کی محبوب سنتیں وآداب	حضرت مولانا مفتی بشیر احمد شاہ جمالی	امجد پرنٹرز کراچی
۲۶	عمامہ کے فضائل ومسائل	مولانا روح اللہ نقشبندی	دارالاشاعت کراچی
۲۷	کتاب عمل الیوم واللیلۃ	الحافظ ابی بکر احمد بن محمد الدینوری	مکتبہ دارالبیان دمشق
۲۸	فضائل مسواک	مولانا اطہر حسین مظاہری	مکتبہ مدنیہ کراچی ۳
۲۹	فضیلتِ مسواک	مولانا روح اللہ صاحب	دارالاشاعت کراچی
۳۰	رسول اکرمؐ کے رات کے اعمال	مفتی عاصم عبداللہ صاحب	مکتبہ حمادیہ
۳۱	حضورؐ کے تربیتی ارشادات	مفتی ثناء اللہ محمود: مولانا محمود ابراہیم	بیت العلوم
۳۲	اسلامی آداب	مولانا محمد عاشق الٰہی بلندشہری	مکتبہ الرفیع کراچی

۴۳	لباس الرسول والصحابۃ والصحابیات ؓ	ابوطلحہ محمد یونس بن عبدالستار	مطابع الوحید مکۃ المکرمۃ
۴۴	مدنی معاشرہ	مولانا محمد یونس صاحب پالنپوری	مکتبہ ابن کثیر
۳۵	مردوں کے لباس اور بالوں کے شرعی احکام	مولنا مفتی محمد کمال الدین احمد راشدی	ماریہ اکیڈمی کراچی
۳۶	مسواک	مولانا محمد زکریا	حبیبیہ لائبریری
۳۷	مکارم الاخلاق	حافظ امام ابی بکر عبداللہ بن محمد	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۳۸	نماز کے مسائل	مفتی رشید احمد العلوی	مکتبہ دارالمعارف لاہور
۳۹	پیارے نبیؐ کی پیاری سنتیں	مولانا حکیم محمد اختر صاحب	کتب خانہ مظہری کراچی
۴۰	شاہراہ سنت	مولانا مفتی عبد الشکور قاسمیؒ	بیت السلام کراچی
۴۱	رسالۃ المستر شدین	ابوعبداللہ حارث بن اسد محاسبی	زمزم کراچی
۴۲	اسوۃ حسنۃ	مولانا سید ابی الحسن علی الحسنی الندوی	دارابن کثیر دمشق
۴۳	وضو درست کیجئے	مفتی عبدالرؤف سکھروی	
۴۴	زادالمعاد	علامہ حافظ ابن قیمؒ	نفیس اکیڈمی کراچی

۴۵	اخطاء فی ادب المحادثۃ والمجالسۃ	محمد بن ابراھیم الحمد	دار ابن خذیمۃ ریاض
۴۶	صحیح الاداب والاخلاق	علامہ محمد ناصر الدین البانیؒ	دار ابن حزم قاہرہ
۴۷	عمل الیوم واللیلۃ	جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	
۴۸	منھاج المسلم	ابو بکر جابر الجزائر	دار السلام
۴۹	صحیح البخاری	امام ابی عبداللہ محمد بن اسمٰعیل البخاری	الطاف اینڈ سنز کراچی
۵۰	موسوعۃ احکام الطہارۃ	ابی عمر دبیان بن محمد الدبیان	مکتبۃ الرشد ناشرون الریاض
۵۱	مظاہر حق جدید	علامہ نواب محمد قطب الدین خان دہلویؒ	دار الاشاعت کراچی پاکستان
۵۲	جامع ترمذی	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ	مکتبہ العلم اردو بازار لاہور پاکستان
۵۳	احیاء علوم الدین	حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد الغزالیؒ	دار الاشاعت کراچی نمبر ا پاکستان
۵۴	سنن ابی داؤد شریف	امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانیؒ	مکتبہ العلم اردو بازار لاہور پاکستان

۵۵	سنن نسائی شریف	امام ابوعبد الرحمٰن احمد بن شعیب النسائیؒ	مکتبہ العلم اردو بازار لاہور پاکستان
۵۶	سنن ابنِ ماجہ شریف	حافظ محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینیؒ	مکتبہ العلم اردو بازار لاہور پاکستان
۵۷	صحیح مسلم شریف	امام مسلم بن الحجاجؒ	خالد احسان پبلشرز لاہور
۵۸	اخلاق النبیؐ وآدابہٗ	حافظ ابی محمد عبد اللہ بن محمد الاصبھانیؒ	دار المسلم للنشر والتوزیع الریاض
۵۹	السنۃ	احمد بن محمد ابن ھارون بن یزید الخلالؒ	دار الرایۃ للنشر والتوزیع الریاض
۶۰	اولاد کی تربیت کیسے کریں	مفتی محمد طلحہ نظامی	مکتبہ عمانیہ راولپنڈی
۶۱	اولاد کی اصلاح وتربیت	مولانا محمد تقی عثمانی	میمن اسلامک پبلشرز
۶۲	حقوق العباد	مولانا محمد الیاس	مکتبۃ الیاس
۶۳	حقوق العباد اور معاملات	محمد اسحاق ملتانی	ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
۶۴	رسول اکرمؐ کے رات کے اعمال	مولانا مفتی محمد عاصم عبد اللہ	مکتبہ حمادیہ
۶۵	اصلاح النبوت	شفیق احمد خان قاسمی بستوی	مکتبہ خدیجۃ الکبریٰ
۶۶	اسلام اور تربیت اولاد	شیخ عبد اللہ ناصح علوانؒ	مکتبہ الخبیب کراچی

۶۷	نور السنۃ وظلمات البدعۃ	الدکتور سعید بن علی بن وھف القحطانی	مکتبہ الملک فھد الوطنیہ الریاض
۶۸	سال بھر کے مسنون اعمال	حضرت تھانویؒ	
۶۹	فتنۂ انکار حدیث	مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہریؒ	ادارہ اسلامیات انار کلی لاہور
۷۰	اسلام اور ہماری زندگی	جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم	ادارہ اسلامیات انار کلی لاھور پاکستان
۷۱	گلدستۂ تفاسیر	مولانا عبد القیوم مہاجر مدنی	ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان پاکستان
۷۲	امام کے پیچھے مقتدی کی قرأت کا حکم	حبیب الرحمٰن اعظمی	جمعیۃ علماء ہند بہادر شاہ ظفر مارگ نئی دھلی
۷۳	نماز میں ہاتھ باندھنے کا طریقہ	مفتی محمد رضوان	ادارہ غفران راولپنڈی
۷۴	قومہ اور جلسہ میں اطمینان کا وجوب	فضل الرحمٰن اعظمی	مدرسہ دعوۃ الحق جنوبی افریقہ
۷۵	نماز کے دو اہم مسئلے	مولانا منیر احمد منور	اتحاد اہل سنت والجماعت
۷۶	ننگے سر نماز	پیر جی سید مشتاق علی شاہ	مکتبہ فاروقیہ گوجرانوالہ
۷۷	رفع یدین	مولانا ریاست علی بجنوری	جمعیۃ علماء ہند بہادر شاہ ظفر مارگ نئی دھلی
۷۸	ترک رفع یدین	مولوی محمد شاکر	دار العلوم دیو بند

۷۹	مجموعہ رسائل	سید مشتاق علی شاہ	مکتبہ فاروقیہ گوجرانوالہ
۸۰	صلوا کما رایتمونی اصلی	سلیمان بن محمد النصیان	الدار التدمریہ الریاض
۸۱	این الخاشعون فی الصلوٰۃ	محمد یونس بن عبد الستار	مدینہ منورہ
۸۲	صفۃ صلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لابن القیم	دکتور احمد مصطفی متولی	
۸۳	صفۃ صلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	دکتور عثمان الخمیس	جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی
۸۴	من التکبیر الی التسلیم کانک تراھا	محمد ناصر الدین البانی	مکتبہ المعارف للنشر والتوزیع ریاض
۸۵	کیفیۃ صلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز	
۸۶	الصلاۃ فی القرآن الکریم	فہد بن عبد الرحمن بن سلیمان	مکتبہ العیکان